کتاب النباتات

حکیم منیر محمد قریشی

حکیم منیر احمد قریشی

کتاب النباتات

مع

رنگین تصاویر

جلد اول

حکیم منیر احمد قریشی

فاضل طب والجراحت

نظر ثانی

سلیم احمد

ایم۔ ایس سی۔ ایم۔ فل

ادارہ مطبوعات سلیمانی

اندرون رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،

اردو بازار، لاہور۔ Ph:7232788

Scanned with CamScanner

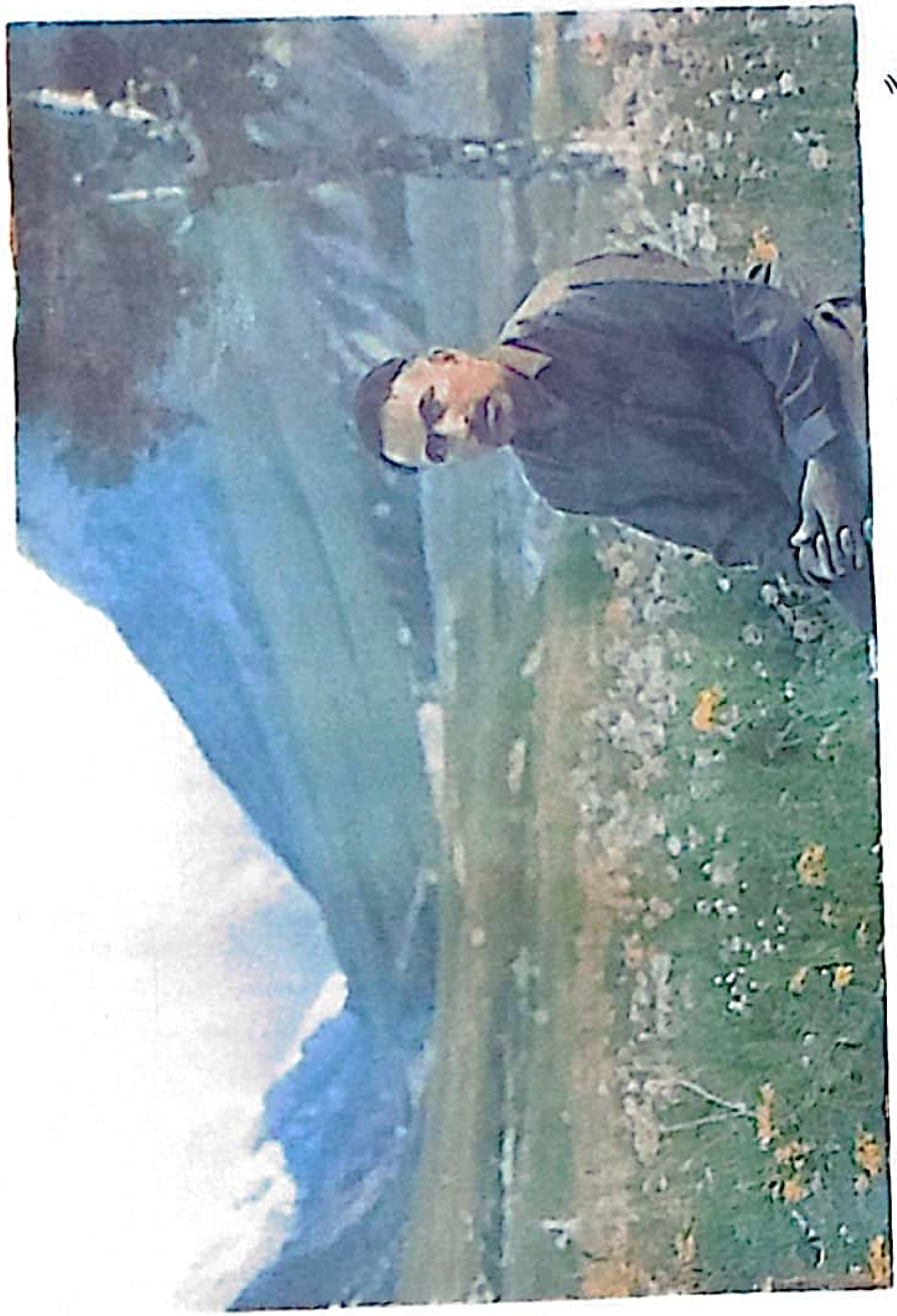

۱۳ اگست ۱۹۹۴ء درہ بُرزل سے ۶ میل دور جھاڑی کیمپ بلتستان
عقب میں بھوج پتر کا درخت سنولائن کی نشاندہی کر رہا ہے۔
بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	کتاب النباتات
مصنف	حکیم منیر احمد قریشی
تیسرا ایڈیشن	ستمبر ۲۰۰۵ء
مطبع	اے این اے پرنٹرز
ناشر	عروہ وحید سلیمانی
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	۲۵۰/- روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ مطبوعات سُلیمانی
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 7232788
E-mail: Idarasulemani@yahoo.com

PAKISTAN MUSEUM OF NATURAL HISTORY

FOREWARD

It is my pleasure to write the foreword of the book Kitab-un-Nabatat by Hakim Munir Ahmad Qureshi. The literature we have on medicinal plants in Tibb-e-Unani is mostly out dated. These books especily on medicinal plants do not include the proper methods of identification and cosequently the scientific names are not correctly documented. There also exist an anomaly on those plants which are more or less similar in appearance since they may belong to different species or genera. The most important aspect of these plants used in Tib is that if the proper plant is not used in a given prescription then it becomes ineffective. In the present book the author has tried to fill this gap by including correct scientific names and their description so that anomaly of similar looking plants be covered. Definetly the author has done a great deal of job by including photographs of many such plants. He has also included an elaborate glossary explaning the scientific terms used in the text. This will greatly facilitate the correct identification by the common man and amateurs. Furthermore he has given an excellent account of the history and uses of these plants. I hope that this book will be an useful addition and appreciated widely.

(DR.MRS. SADDIQA MALIK)
Director, Botanical Sciences Division

Scanned with CamScanner

قائداعظم یونیورسٹی
QUAID-I-AZAM UNIVERSITY

Department of
Biological Sciences

اس کتاب میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے انتہائی موزوں اور اہم ادویاتی پودوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ فوٹو گرافی بہت معیاری ہے جو اس کتاب کو منفرد بناتی ہے۔ یہ کتاب طب کے جدید تقاضوں کے مطابق ہے۔ اور اطباء کو پودوں کی شناخت اور نام دینے کے اصول (Principles of identification and Nomenclature) سے متعارف کرایا گیا ہے۔ جو کہ طبی حلقوں میں شائد پہلی کاوش ہے۔ متنازع ادویاتی پودوں (Problematical Medicinal Plants) پر جامع بحث کی گئی ہے اور اصل ادویاتی پودے کو سامنے لایا گیا ہے۔ جو کہ طب کی ایک بہت بڑی خدمت ثابت ہو گی۔

ڈاکٹر میر عجیب خان
اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ
آف بیالوجی، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد

4/6/1997

Scanned with CamScanner

National Herbarium
National Agricultural Research Centre
P.O. N.I.H., Park Road, Islamabad-Pakistan.

عرصہ دراز سے ادویاتی پودوں پر ایک کتاب لکھنے کا پروگرام ہے لیکن مصروفیات کی وجہ سے اس منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ اطباء کے ساتھ مختلف ملاقاتوں میں یہ بات کافی مرتبہ زیر بحث بھی لائی گئی لیکن کامیابی اللہ تعالیٰ نے حکیم منیر احمد قریشی کو عطا کی۔ جس سے میرا خواب کچھ پورا ہو گیا ہے اور مزید پورا ہو گا۔ انشاء اللہ۔

میں نے اس کتاب کے چیدہ چیدہ حصوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں پودوں کے سائنسی اور مقامی نام۔ تاریخ۔ شناخت۔ مقام پیدائش۔ کیمیائی تجزیہ اور نسخہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن جو بات سب سے متاثر کن ہے وہ یہ کہ اس میں شناخت کو مکمل کرنے کے لیے اچھی تصاویر شامل ہیں۔ جس سے ایک عام شخص۔ طب کے طلباء اور اطباء ان پودوں کو نہایت آسانی سے شناخت کر سکتے ہیں۔

میری خواہش ہے کہ حکیم صاحب اس کام کو جاری رکھیں اور آئندہ جلدوں کو مزید معیاری بنائیں۔

QUTABUDDIN MARWAT
Project Incharge/Deputy Director
National Herbarium (RAW), NARC,
(PARC), Park Road, Islamabad.
Ph : 240151

ترتیب

علم نباتات	Botany	۱۵
پودوں کی درجہ بندی	Classification	۳۹
آک	calotropis	۴۵
-آبی علاقے کا آک	Calotrepis gigantea	۴۹
گرم خشک علاقے کا آک	Calotropis procera	۵۰
اجوائن خراسانی	Hyoscamus reticulatus	۵۷
اڑوسہ (بانسہ)	Justicia adhatoda	۶۴
اسپند (حرمل)	Peganum harmala	۶۹
اسرول (چھوٹی چندن)	Rauwolfia serpentina	۷۳
افسنتین	Artemisia	۸۰
افسنتین	Artemisia bsinthum	۸۲
درمنہ	Artemisia maritima	۸۶
افسنتین کشمیری	Artemisia sieversiana	۹۱
افسنتین سفید گل	Artemisia vulgaris	۹۱
برنجاسف	Achillea	۹۴
	Achillea decolorans	۹۷
	Achillea filipendulina	۹۷
	Achillea tayeetea	۹۷
	Achillea tomentosa	۹۷
برنجاسف سفید پھول والا	Achillea millefolium	۹۸
برنجاسف پیلے پھول والا	Achillea santolina	۹۹

برنجاسف پیلے پھول والا	Achillea wilhelmsii	۹۹
املتاس	Cassia fistula	۱۰۱
پنواڑ	Cassia obtusifolia	۱۰۸
چاکسو	Cassia absus	۱۱۰
سناء مکی	Cassia senna	۱۱۱
جنگلی سناء	Cassia alata	۱۱۵
کلی کسوندی	cassia sophera	۱۱۶
کسوندی	cassia occidentalis	۱۱۸
-	Senna occidentalis	۱۱۸
بکن	Phylla nodiflora	۱۲۱
بنفشہ	Viola	۱۲۳
تیز پیلے رنگ کا پھول	Viola biflora	
بنفشی رنگ اور گہری لکیروں والا پھول	Viola betonicifolia	۱۲۳
بنفشی رنگ کا پھول	Viola canescens	۱۲۶
نیلے بنفشی رنگ کا پھول	Viola indica	۱۲۷
بنفشی رنگ اور چھوٹے سائز کا پھول	Viola kunawarensis	۱۲۷
ہلکے بنفشی چمکدار بڑے پھول والی قسم	Viola rupestris	۱۲۷
بن ککڑی (گلوڑا)	podophyllum emodi	۱۳۱
بہی	pyrus cydonia	۱۳۶
ناشپاتی	Pyrus commonis	۱۳۶
بید مشک	Salix caprea	۱۳۰
بیش (میٹھا تیلیہ۔ بچھناگ)	Aconite	۱۳۳
بش موش (بش کھانے والا چوہا)	Caudata marmota	۱۳۸

بش موش (بش کھانے والا چوہا)	Marmota bobak	۱۳۸
موہری	Aconitum chasmanthum	۱۵۷
بیش	Aconitum ferox	۱۵۸
بیش	Aconitum laeve	۱۵۹
یورپی بیش غلغی	Aconitum napellus	۱۵۹
پاکستانی بیش غلغی	Aconitum soongaricum	۱۶۰
بیش سفید	Aconitum siolaceum	۱۶۱
اتیس	Aconitum heterophyllum	۱۶۲
جدوار (نربسی)	Delphinium	۱۶۳
جدوار۔ سانپ پھلی	Delphinium brunonianum	۱۶۷
جدوار	Delphinium cashmirium	۱۶۷
جدوار خطائی	Delphinium danudatum	۱۶۸
جدوار	Delphinium pyramidale	۱۶۹
عافث	Delphinium zalil	۱۷۰
-	Delphinium semibarbatum	۱۷۰
بیل	Aegle marmelos	۱۷۵
پوست۔ (افیون کا پودا)	Papaver somiferum	۱۸۰
پیاز	Allium cepa	۱۹۵
پیاز دشتی	Allium carolinianum	۱۹۷
لہسن۔ تھوم	Allium sativum	۲۰۰
چولائی	Amaranthuis	۲۰۲
چولائی خاردار	Amaranthuis spinosus	۲۰۳
چولائی بے خار	Amaranthuis viridis	۲۰۳
دھتورا	Datura	۲۰۸
دھتورا سفید گل، گول پھل والا	Datura innoxia	۲۱۰
دھتورا سفید گل، لمبے پھل والا	Datura stramonium	۲۱۰

دھتورا زرد گل		۲۱۱
دھتورا سیاہ گل	Datura fastuosa	۲۱۱
دھتورا نیلے پھول والا	Datura metel	۲۱۱
سرخ دھتورا		۲۱۲
ریٹھہ	Sapindus	۲۱۷
شمالی برصغیر کا ریٹھہ	Sapindus mukorossi	۲۱۷
جنوبی برصغیر کا ریٹھہ	Sapindus trifoliatus	۲۱۸
ریوند۔ ریباس	Rheum	۲۲۱
اصل ریوند چینی	Rheum emodi	۲۲۴
	Rheum spiciforme	۲۲۶
	Rheum moorcroftianum	۲۲۶
	Rheum webbianum	۲۲۶
	Rheum acuminatum	۲۲۷
ستیاناسی (زرد پھول والی)	Argemone mexicana	۲۳۰
ستیاناسی (سفید پھول والی)	Argemone munita	۲۳۲
سمندر پھل	Barringtonia actoangula	۲۳۶
سمندر پھل سفید پھول والا	Barringtonia speciosa	۲۳۸
سمندر پھل	Barringtonia racemosa	۲۳۹
سورنجاں	Colchicum	۲۴۱
سورنجاں شیریں	Colchicum aitchisonii	۲۴۲
سورنجاں تلخ	Colchicum luteum	۲۴۴
شاہترہ (پت پاپڑہ)	Fumaria indica	۲۴۷
کاکڑا سنگھی	Pistacia integerrima	۲۵۰
مصطگی	Pistacia cabulica	۲۵۴
کابلی مصطگی	Pistacia khinjuk	۲۵۴
پستہ	Pistacia vera	۲۵۷

کٹائی	Solanum	۲۶۰
کٹائی کلاں	Solanum indicum	۲۶۳
کٹائی خورد	Solanum surattense	۲۶۵
کٹائی خورد	Solanum anthocarpum	۲۶۵
کٹائی خورد	Solanum albicaule	۲۶۸
رام بینگن	Solanum ferox	۲۶۸
بالون	Solanum cordatum	۲۶۹
بالون	Solanum gracilipes	۲۶۹
اسند	Solanum incanum	۲۷۰
بینگن	Solanum melongena	۲۷۰
مکو (سیاہ)	Solanum nigrum	۲۷۲
مکو	Solanum dulcamara	۲۷۶
گلو	Tinospora cordifolia	۲۸۰
پیازی (گندنا)	Asphodalus tenuifolius	۲۸۳
ملٹھی	Glycyrrhiza glabra	۲۸۷
ہل ہل	Gynandropsis gynandra	۲۹۱
ہل ہل زرد گل	Cleome icosandra	۲۹۲
فرہنگ	Glossary	۲۹۷
بیج	Seed	۲۹۷
جڑ	Root	۲۹۹
تنا	Stem	۳۰۲
پتا	leaf	۳۰۹
پھول	flower	۳۲۰
پھل	Fruit	۳۲۷
حوالہ جات	References	۳۳۱

دیباچہ

جب میں نے طب کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی تو اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ طبیہ کالجز میں مفردات اور خصوصاً نباتات کی شناخت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی لائبریری میں اردو یا انگریزی کی باتصویر کتب ہیں جن سے شناخت میں مدد لی جا سکے اور افسوس تو یہ ہے کہ ماہر نباتات اساتذہ کی بھی کمی ہے۔ اس بات نے مجھے پودوں کی شناخت پر مائل کیا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ انہیں شناخت کیسے کیا جائے۔ جو چند حکماء اس شعبہ کے ماہر ہیں انہیں جنگلوں اور ویرانوں میں جانے کی فرصت نہیں، جب کہ یہ کام جنون، وقت اور پیسے کے اسراف کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سے آج تک اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ جب کہ باقی ہر قسم کی طبی کتب مارکیٹ میں آسانی سے دستیاب ہیں۔

ملک میں عموماً اور اسلام آباد میں خصوصاً کئی ادارے پودوں پر تحقیق کر رہے ہیں اور صرف اسلام آباد میں ان اداروں کے پاس اڑھائی لاکھ (2,50,000) پودوں کے نمونہ جات محفوظ ہیں۔ لیکن یہ تمام معلومات ایک تو انگریزی زبان میں ہیں اور دوسرے خالصتاً علم نباتات کی تکنیکی زبان میں درج ہیں جن سے فائدہ حاصل کرنا ایک عام طبیب کے لیے ممکن نہیں جب کہ دوسری طرف سائنسدان طب کی اصطلاحات اور ضروریات سے نہ صرف غافل ہیں۔ بلکہ انہوں نے پودوں پر کوئی خاص اطلاقی تحقیقات بھی نہیں کیں۔ ان کی نظری تحقیقات بھی صرف لائبریریوں ہی کی زینت ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا خلا ہے جس کو اگر پر کر دیا جائے تو اطباء کو ایک خزانہ ہاتھ آ سکتا ہے اور پاکستان میں پائے جانے والے تمام پودوں کی صحیح شناخت میسر آ سکتی ہے اور علم الادویہ میں بیش بہا ترقی ہو سکتی ہے۔

میں کوئی باقاعدہ ادیب یا لکھاری نہیں ہوں اور مجھے اپنے ذخیرہ الفاظ کی کم مائیگی کا بھی احساس ہے اسی لیے ابتداء میں جب میں نے نباتات کے متعلق کچھ علم حاصل کیا تو یہی خیال

گذرا کہ پودوں کی جو تصاویر میرے پاس موجود ہیں ان پر مشتمل ایک کتابچہ شائع کر دوں لیکن آہستہ آہستہ دوستوں کے مشورے سے مسودے میں کافی تبدیلیاں ہوتی گئیں اور اس طرح یہ موجودہ شکل میں مرتب ہوا۔ اگرچہ اس میں بھی بہتری کی بہت گنجائش ہے لیکن مجھے اپنے وسائل کی کمی کا احساس ہے۔ دراصل یہ کام ایک ادارہ کے کرنے کا ہے کیونکہ اس کے لیے وسائل اور وقت وافر ہونے چاہئیں اور روزگار کی الجھنوں سے بھی آزادی ہو۔

کتاب لکھتے وقت ایک اور الجھن یہ بھی تھی کہ اگر پودوں کو الف کی ردیف سے لکھنا شروع کیا جائے تو الف ہی ختم نہ ہو گا اور بہت سارے اہم اور ضروری پودے رہ جائیں گے اس لیے میرا پروگرام یہ ہے کہ جتنے پودوں پر کام مکمل ہو جائے انہیں آئندہ جلد میں شائع کر دیا جائے اور بشرط زندگی دس جلدیں مکمل کرنے کے بعد ان کی ترتیب صحیح کر دی جائے۔

تصاویر میرے نکتہ نظر سے معیاری نہیں ہیں لیکن اچھے کیمرہ کی عدم دستیابی اور فن فوٹوگرافی پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی غنیمت سمجھتا ہوں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ان تصاویر سے اطباء اور طلباء دیئے گئے پودوں کو یقیناً شناخت کر لیں گے۔

کتاب میں مقامی ناموں کی بھی کمی ہے۔ جس کے لیے مجھے قارئین کے تعاون کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ زیر نظر پودوں کے مقامی نام۔ علاقے کا نام۔ زبان اور زمین (سطح مرتفع۔ میدانی۔ پہاڑی۔ ریگستانی۔ سیم زدہ۔ شور۔ چکنی۔ میرا وغیرہ) کے متعلق معلومات فراہم کریں۔ نیز اس بوٹی کو وہاں کاشت کیا جاتا ہے یا خود رو ہے اور مقامی لوگ اسے کن مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ معلومات بھی فراہم ہو سکیں تو آئندہ ایڈیشن مزید بہتر ہو سکے گا۔ میں نے دوسری جلد کے لیے جو نباتات منتخب کی ہیں ان کی فہرست کتاب کے آخر میں درج ہے تاکہ ان کے متعلق بھی معلومات اور تجاویز مجھے قبل از وقت پہنچ جائیں جس کی مدد سے میں آئندہ کتاب کو مزید بہتر تحریر کر سکوں۔

میں طبیہ کالجز کے طلباء کے لیے مفردات کی ایک جامع باتصویر کتاب لکھنے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں اور اس سلسلہ میں میرے پاس بہت کچھ مواد بھی موجود ہے اگر طبی کونسل کی نصاب کمیٹی اس سلسلہ میں راہنمائی کرے تو یہ کام جلد پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے دست بدعا ہوں۔

Scanned with CamScanner

آخر میں کتاب کی تکمیل کے لیے اپنی لائبریری سے استفادہ کی اجازت دینے پر میں پروفیسر حکیم محمد دلپذیر صاحب کا ممنون ہوں اور نیشنل ہربیریم کے آرٹسٹ جناب شاہد حمید صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ جن کی بنائی ہوئی اشکال سے ایک فائدہ مند فرہنگ تحریر کی جا سکی۔

حکیم منیر احمد قریشی
دارالحکمت   الحبیب مارکیٹ
۳۔۳۔۷ / G   اسلام آباد

علم نباتات

(BOTANY)

تاریخ:

تقریباً دس ہزار (۱۰۰۰۰) سال قبل آخری برفانی دور کے ختم ہونے کے بعد انسانی تہذیب کا آغاز ہوا جب انسان نے زبان ایجاد کی اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مافی الضمیر بیان کرنے لگ گیا۔ اس دور میں معتدل آب و ہوا کا آغاز ہوا اور گندم' جو' باجرے وغیرہ کی فصلیں کاشت ہونے لگیں۔ انسان اس زمانے میں بھی قدرت کا محتاج تھا اس لیے اسے ایسی جگہیں رہائش کے لیے درکار تھیں جہاں زمین زرخیز ہو۔ پانی وافر ہو اور خوراک اور شکار کی کمی نہ ہو۔ یہ ضروریات صرف دریاؤں کے طاس اور وادیوں کے نزدیک ہی پوری ہو سکتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تہذیب چار وادیوں: چین میں دریائے زرد۔ پاکستان میں دریائے سندھ۔ عراق میں دجلہ اور فرات اور مصر میں دریائے نیل کے کنارے پروان چڑھی اور عروج حاصل کیا۔

اس زمانے میں دریائی وادیاں ہی ایسی جگہیں تھیں جہاں خوراک کا حصول آسان تھا کیونکہ کہیں اونچے اونچے پہاڑ تھے تو کہیں دور دور تک گھنے جنگل تھے اور کہیں صحرا اور ان تینوں میں سے کسی بھی سرزمین میں ایسا قدرتی ماحول نہ تھا کہ انسانی تہذیب کے ظہور کے لیے ضروری اور مناسب ہوتا۔ قدرتی ماحول کے حوالے سے ان دریائی وادیوں ہی نے تعاون کیا ہے کیونکہ ان کی زمین اتنی زرخیز تھی کہ تھوڑی سی محنت سے ہی اس میں فصل خوب

Scanned with CamScanner

تیار ہو سکتی تھی۔ پہاڑوں پر برف پگھلتی یا بارش ہوتی تو یہ دریا چڑھ جاتے اور جو مٹی وہ بہا کر لاتے اپنی گذرگاہ کے آس پاس اس کی تہہ بچھا دیتے۔ یہ مٹی جو دریا برد سیلابی مٹی کہلاتی ہے خوب زرخیز ہوتی ہے اور اس میں فصل خوب ہوتی ہے۔ چونکہ ان دریائی وادیوں میں بارش زیادہ نہیں ہوتی اس لیے دریاؤں کے پانی سے کھیتوں کی آب پاشی کے لیے نہریں نکالی گئیں، نالیاں کھودی گئیں اور بند بنائے گئے۔ اس طرح ان میں فصل خوب ہونے لگی۔ جس سے یہاں کی آبادی بھی گنجان ہو گئی۔ قصبات اور بڑے بڑے شہر آباد ہونے لگے۔ مذہب، ثقافت، فنون لطیفہ، سائنس، فلسفہ اور ادبیات نے جنم لیا اس طرح یہاں پہلی چار بڑی تہذیبوں کا ظہور ہوا۔

ہزاروں برس تک انسان کی واحد غذا جنگلی پھل، پھول اور سبزیاں تھیں۔ اس سلسلہ میں انسان نے نہ جانے کتنے مہلک پھل پھول چکھے ہوں گے اور نہ جانے کتنی زہریلی پتیاں اور جڑیں چبائی ہوں گی تب وہ اپنے غلط اور صحیح تجربوں کی بنا پر حیات بخش غذاؤں کا انتخاب کر سکا ہو گا۔ ان تجربات کے دوران انسان کو مختلف جڑی بوٹیوں اور دھاتوں کی طبی تاثیر کا علم ہوا۔ آج بھی ہماری بیشتر دواؤں کی اساس وہی جڑی بوٹیاں اور دھاتیں ہیں جن کی تاثیر پہلے لوگوں نے دریافت کی تھی۔

چونکہ ابتدا ہی سے انسان کا سب سے بڑا مسئلہ خوراک کا حصول تھا۔ اس لیے وہ فراہمی خوراک کے لیے اپنی جسمانی طاقت کے علاوہ جادو اور ٹونے ٹوٹکے سے کام لیتا تھا۔ ابتدا میں تو پورا قبیلہ ان رسموں میں برابر کا شریک ہوتا تھا لیکن معاشرے میں جب تقسیم کار نے رواج پایا تو جادو منتر کے فرائض قبیلے کے سب سے تجربہ کار اور ذی فہم فرد کے سپرد کر دیے گئے۔ یہی شخص قبیلے کا طبیب بھی ہوتا تھا جو علاج معالجے کے لیے جڑی بوٹیاں تلاش کرتا، ان کی تاثیر معلوم کرتا اور موسم کی تبدیلیوں کا مشاہدہ کرتا اور ان تبدیلیوں کا جو اثر نباتات اور حیوانات پر ہوتا اس سے بھی آگہی اس کے فرائض میں شامل تھی۔

چین:

چینی تہذیب اپنے زمانے میں نہایت عروج پر تھی اور یہ عروج گذشتہ (۵۰۰۰) پانچ ہزار سال سے جاری و ساری ہے۔ لیکن دنیا کو اس کے متعلق زیادہ معلومات اس لیے نہیں کہ

ایک طرف تو یہ دنیا کے بلند ترین سلسلہ ہائے کوہ (قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش، پامیر) سے گھرا ہوا ہے تو دوسری جانب صحرائے گوبی نے اس کا راستہ بند کر رکھا ہے جب کہ جنوب میں گھنے جنگلوں (برما، تھائی لینڈ، ویت نام، کمبوڈیا) نے چین جانے والے راستوں میں رکاوٹ ڈال رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چینی تہذیب پر ہزاروں سال تک کسی دوسری تہذیب کا سایہ نہیں پڑا۔ اہل چین حتی الامکان اپنے تجارتی اور صنعتی رازوں کو چھپاتے تھے۔ حالانکہ کاغذ پر لکھائی اور چھپائی انہوں نے دوسری قوموں سے کہیں قبل شروع کر دی تھی۔ لیکن اس عمل کو چھپائے ہوئے تھے۔

چینی نئی نئی فصلوں کو اگانے میں بہت مشاق تھے۔ ان کا علم نباتات ۳۶۰۰ ق م سے ریکارڈ پر ہے جب ان کا دانشور اور عالم بادشاہ ہوانگ ٹی تخت پر بیٹھا۔ اس نے بہت سے پودوں کو اگایا، زراعت و باغبانی کو ترقی دی لیکن چین کی باقاعدہ ادویات اور پودوں پر لکھے گئے مسودات ۲۰۰ ق م سے زیادہ پرانے نہیں ہیں۔

مصر:

مصر کی تہذیب بھی دنیا کی قدیم ترین تہذیب ہے جہاں ہزاروں سال تک فرعونوں کی حکومت رہی ہے۔ ابھی تک جس قدیم بادشاہت کا سراغ ملا ہے وہ نارمر اول کی حکومت ہے جو ۴۷۰۰ ق م میں مصر میں تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد ۶۰۰ ق م میں رومیوں کے مصر پر قبضہ تک یہاں فرعون حکومت کرتے رہے۔ اس تمام مدت کے دوران مصر کو بہت کم بیرونی حملہ آوروں کا خطرہ لاحق ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ امن و امان کے ان ہزاروں سالوں میں مصر میں ایسی حیرت انگیز ترقی ہوئی اور ایسے ایسے تعمیراتی کام ہوئے جو جدید انجینئرنگ کے ماہرین کو آج بھی اچنبھے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

مصری لوگ ایک طرف یورپ اور دوسری طرف حبشہ، صومالیہ اور ہندوستان تک تجارت کرتے تھے اور وہاں سے ہر قسم کی قیمتی لکڑیاں، گوندیں، مصالحے اور جڑی بوٹیاں مثلاً آبنوس، صندل، چیل، دیودار، لونگ، دارچینی، لوبان، کپاس، گندم وغیرہ درآمد کرتے تھے۔ نیل کے ڈیلٹا میں پائے جانے والے سرکنڈے سے ایک کاغذ پیپرس (سرکنڈی کاغذ) نامی تیار کرتے اور اس پر لکھتے تھے۔ وہاں بھی علاج جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا تھا لیکن یہ کام چونکہ

Scanned with CamScanner

کاہنوں کے ذمہ تھا اس لیے ان کے علاج میں جھاڑ پھونک بھی شامل تھی۔ بحیثیت مجموعی ان کے علاج معالجہ میں کوئی جدت نظر نہیں آتی۔ البتہ فرعونوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد جب سکندر اعظم نے مصر فتح کر کے اسکندریہ کی بنیاد رکھی تو یہاں ایک عالیشان لائبریری اور درس گاہ تعمیر کی جس میں نامور اطباء نے تعلیم پائی لیکن ان کی فکر بھی یونانی فلاسفروں اور اطباء سے مختلف نہ تھی۔

بابل و نینوا:

وادی دجلہ و فرات کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ عراقی تہذیب ۵۰۰۰ ق م سے شروع ہو کر بابل پر ۵۳۹ ق م میں ایرانی فاتح دارا اعظم کے قبضے تک ساڑھے چار ہزار سال تک برقرار رہی۔ جب کہ یہاں کھیتی باڑی کی ابتدا اس سے بھی ۲۰۰۰ سال قبل ہو چکی تھی۔

نینوا کی کھدائی سے اشوری حکمران سخریب کے پوتے اشور بنی پال کا رفیع الشان محل برآمد ہوا ہے اور اسی محل سے اس کی مشہور زمانہ لائبریری بھی برآمد ہوئی ہے جس میں سے ۲۵۰۰۰ سے زیادہ خشتی تختیاں نکلی ہیں' یہ تختیاں چوکور یا مستطیل ہیں' ہر تختی پر آج کل کے کئی صفحوں کے برابر مواد کھدا ہوا ہے۔ ان تختیوں پر درج تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے زراعت کے لیے مصنوعی آبپاشی کا بہت اثر انگیز اور شاندار نظام قائم کر رکھا تھا۔ جس سے نہ صرف وہ اپنی ضرورت کے مطابق اناج با آسانی پیدا کر لیتے تھے بلکہ مختلف اناج اور سبزیاں مثلاً جو' گندم' باجرہ' مسور' مٹر' پھلیاں' پیاز' لسن' شلغم' رائی' کاہو' کھیرے' ککڑیاں اور کھجور وغیرہ بھی کاشت کرتے تھے۔

کھجور کو ان کی زندگی میں بے حد اہمیت حاصل تھی۔ جس سے وہ ایک سیال مادہ جسے شہد کہتے تھے حاصل کرتے تھے۔ وہ کھجور کی مادہ میں پیوندکاری سے بھی آگاہ تھے۔ ۴۰۰۰ سال پہلے کی ایک فہرست نباتات ملی ہے جس میں کھجور کی مختلف اقسام اور اس درخت کے مختلف حصوں کے کوئی ڈیڑھ سو نام درج ہیں۔

وادی دجلہ و فرات کے لوگوں کو نباتات اور ان کی انواع کے بارے میں بہت مفید معلومات حاصل تھیں۔ چند ایسی الواح بھی ملی ہیں جن میں ۲۵۰ مختلف نوع کے پودوں کی

باریک سے باریک معلومات بھی کندہ ہیں اور ان پودوں کی باقاعدہ قسم بندی بھی کی گئی ہے۔ مثلاً درخت' اناج' جڑی بوٹیاں' مصالحے' دوائی بوٹیاں' پھل دار درخت وغیرہ۔ یہ بات پرانے بابلیوں کو بھی معلوم تھی کہ کھجور کی افزائش جنسی عمل سے ہوتی ہے اور اس میں نر اور مادہ پودے ہوتے ہیں جب کہ بعد ازاں اشوریوں کو یہ بھی علم ہو گیا کہ پودوں میں جنسیت سرو کے درختوں اور مردم گیاہ میں بھی ہوتی ہے۔

ابتدا میں طب کا علم مذہب اور جادو منتر سے آزاد تھا۔ چنانچہ ۳۰۰۰ ق م کی الواح میں دواؤں اور ان کی تاثیر کا تذکرہ خالص طبی انداز میں کیا گیا ہے۔ لیکن بعد ازاں جادو منتر کے ہتھکنڈے طبیبوں اور پروہتوں نے اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے استعمال کئے اور طب کو گنجلک بنا دیا۔

نیفہ کے کھنڈروں سے ایک لوح ملی ہے جس میں کسی نامعلوم طبیب نے ایک درجن سے زائد مجرب نسخے لکھے ہیں۔ لیکن اپنے علم کو پوشیدہ رکھنے کے لیے نسخوں پر یہ نہیں لکھا کہ یہ کس مرض کی دوا ہیں اور نہ ہی ان کے وزن دیئے ہیں۔ مگر دواؤں سے پتہ چلتا ہے کہ اہل سومیرو عکاد اب سے ۶۰۰۰ سال پہلے نباتات اور معدنیات کی طبی تاثیر سے بخوبی آگاہ تھے۔ ان نسخوں میں نمک' شورے' دودھ' سانپ کی کھال اور کچھوے کی کھوپڑی کے علاوہ نباتی دواؤں میں الماس' حنا' تیزپات' جھاؤ' انجیر' ناشپاتی اور کھجور وغیرہ کا تذکرہ ہے جن کو مرکبات کی صورت دینے کے لیے شہد اور پانی کا استعمال کیا گیا ہے۔ نیز ان کو زود اثر اور خوش ذائقہ بنانے کے لیے جو کی شراب ملانے کے لیے کہا گیا ہے۔ لیکن اس میں کسی تعویذ گنڈے کا ذکر نہیں۔

قدیم طبی الواح سے بابلی فارما کوپیا کی کم از کم ۵۵۰ دواؤں کا سراغ ملتا ہے جن میں ۲۵۰ نام جڑی بوٹیوں کے ہیں۔ اب تک جو نسخے دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد ۵۸۸۰ ہے جن میں سے ۴۶۰۰ نسخے فقط جڑی بوٹیوں سے مرکب ہیں۔

بابل کے اطباء جسم کو سن کرنے کے لیے افیون' بھنگ اور سیکران کا استعمال کرتے تھے جب کہ پیٹ درد میں حرمل اور بابونہ دیتے تھے۔ مریض کو قے کروانی ہو تو سرسوں گھول کر پلاتے تھے اور سرسوں کے بیج بطور قبض کشا کھلاتے تھے جب کہ پلستر بھی اسی سے بنائی جاتی

تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ بابل کی جڑی بوٹیوں اور نسخوں کی مدد سے اہل یونان نے اپنے علم طب کی تدوین کی اور پھر عربوں نے یونانیوں سے یہی علم حاصل کر کے چہار دانگ عالم میں پھیلایا۔

سندھ و ہند:

عراق کے بعد دوسری قدیم ترین تہذیب وادی سندھ کی ہے۔ حال ہی میں بلوچستان میں ۷۰۰۰ سال پرانے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جن میں ابتدائی دور کے مٹی سے بنے ہوئے برتن ملے ہیں جن میں محفوظ غلہ جات مثلاً گندم کے دانے بھی موجود ہیں جو اس بات کی نشاندھی کرتے ہیں کہ یہاں انسان باقاعدہ بستیاں بنا کر رہتا تھا اور کاشتکاری کرتا تھا۔ لیکن ۳۰۰۰ ق م کی جس تہذیب کے آثار سرجان مارشل نے دریافت کئے ہیں وہ ایک ایسی فلاحی اور جدید ترین تہذیب تھی جس کی مثال آج بھی کم ملتی ہے یہ دریائے سندھ کے کنارے موہنجوداڑو کی تہذیب کہلاتی ہے۔ گو کہ وہاں سے ملنے والی تحریروں کو چند ماہرین نے پڑھنے کا دعوی کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک یہ پوری طرح عیاں نہیں ہو سکیں۔ لیکن ان کے حفظان صحت کے اصولوں پر بنے ہوئے پختہ اینٹوں کے دو منزلہ مکانات' صاف ستھری گلیاں' اینٹوں سے ڈھکی نالیاں' پانی کا باضابطہ نظام اور سب سے بڑھ کر ایک بہترین نظام حکومت اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہاں علاج معالجہ بھی انتہائی ترقی یافتہ ہو گا۔ یہاں سے ملنے والی مورتیوں سے پتہ چلتا ہے کہ کپاس یہاں کی خاص پیداوار تھی اس کے علاوہ یہاں گندم' چاول مختلف سبزیوں اور پھلوں کی باضابطہ کاشت ہوتی تھی۔

تاریخ میں ہندی طب کا ویدک عہد ۲۵۰۰ ق م سے شروع ہو کر ۸۰۰ ق م تک اور برھمن عہد ۸۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ عیسوی تک یعنی کل ۳۵۰۰ سال پر محیط ہے۔ اس عہد میں ہندی اطباء نے نباتات۔ معدنیات اور زہروں پر حیران کن تحقیقات کیں۔

ابھی تک جو سب سے قدیم تحریر ملی ہے اسے رگ وید کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس کے زمانہ کا تعین ۴۵۰۰ ق م تا ۱۶۰۰ ق م کیا گیا ہے۔ اس تحریر میں ادویاتی پودوں کے باقاعدہ استعمال کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس میں سوما کلپا کے انسانی جسم پر اثرات کی وضاحت کی گئی ہے۔ بعد کی تحریر جسے اتھروا وید کے نام سے پکارتے ہیں میں نباتی پودوں کے متعلق زیادہ

وضاحت سے بتایا گیا ہے اور ان کی باقاعدہ درجہ بندی کی گئی ہے۔ آیورویدک (جو کہ متذکرہ بالا دونوں تحریروں کی تشریح اور باضابطہ تحریر ہے اور ہندوستان میں ابتدائی طب کا بنیادی پتھر ہے) میں ادویات کی خصوصیات اور شناخت کی بہت اچھی طرح وضاحت کی گئی ہے۔

ہندی طب بھی پہلے پہل مذہبی راہنماؤں میں سینہ بہ سینہ چلتی تھی۔ جب اس کو زوال آیا اور یہ مٹنے لگی تو کشمیر کے مہارشی چرک (پیدائش ۳۲۰ ق م) نے اس فن کو بچایا اور چرک سنگھتا نامی نہایت مستند کتاب لکھی جس میں علم العلاج کے باقاعدہ حصے کئے گئے اور سرجری' علم العلاج' علم الادویہ وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ باب قائم کئے۔ علم الادویہ میں چرک کا کام متاثر کن ہے۔ اس نے ادویہ کی شناخت' استعمال اور تاثیر پر بحث کی ہے۔ اس کا ساتواں باب تو تمام مقئ اور مسہل ادویہ پر مشتمل ہے۔ جب کہ بارھویں باب میں وہ تمام مفردات دی گئی ہیں جن کا علم اس سے پہلے لوگوں کو تھا۔ علاوہ ازیں اس میں کئی پودوں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس نے جن مفردات کو ۴۵ عنوانات کے تحت بیان کیا ہے یہ ادویہ آج بھی انہیں فوائد کے لیے استعمال کی جا رہی ہیں۔

اس زمانے میں ویدک اپنے عروج پر تھی اور اس میں بڑے بڑے نامور طبیب اور علم الادویہ کے ماہرین مثلاً سشرت' واگ بھٹ اول' مادھو اچاریہ' واگ بھٹ ثانی' شارنگدھر' بھاسکر بھٹ' چکرپانی دت' بھاؤ شر' نرہری وغیرہ ہوئے ہیں یہ تمام طبیب ۳۰۰ ق م سے ۱۶۰۰ء کے درمیان گزرے ہیں جو ویدک کا سنہری دور مانا جاتا ہے لیکن چرک کے بعد جس شخص نے ادویہ مفردہ اور جڑی بوٹیوں پر کام کیا اس کا نام شارنگ دھر ہے جو آٹھویں صدی عیسویں میں پیدا ہوا اور شارنگ دھر نامی کتاب لکھی جو کہ عرصہ سے درس و تدریس میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ سشرت نے جو قرابادین لکھی اس میں ۷۶۰ دوائی پودوں کا ذکر ہے۔

۱۵۵۰ء میں بنارس کے وید بھاؤ شر نے بھاؤ پرکاش نامی مشہور کتاب تحریر کی جس میں بہت سی نئی اور پرانی جڑی بوٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ کتاب آج بھی مستند مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے وید نرہری نے چورامنی یا راج نگھنٹو کے نام سے ویدک کی مفردات پر ایک نہایت مفید کتاب لکھی جس کا جدید کتب میں بھی حوالہ آتا ہے۔

سولھویں صدی کے بعد ہندوستان میں ویدک پس منظر میں چلی گئی اور طب یونانی کو عروج

حاصل ہوا اور پہلے سے بیان کئے گئے پودوں کے علاوہ کسی نئی چیز کا اضافہ نہ ہو سکا۔

یونان و روم:

ارسطو

(۳۸۴ق م۔ ۳۲۲ق م)

یونان میں جس شخص نے سب سے پہلے نباتات کے علم کو باقاعدہ مدون کیا وہ ارسطو ہے جس کا اصل نام ارطاطالیس ہے۔ یہ استاغیر میں پیدا ہوا اور مشہور فلسفی افلاطون کا شاگرد خاص تھا۔ ارسطو نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایتھنز میں ایک اکیڈمی بنائی جس میں وہ تعلیم دیا کرتا تھا۔ بعد ازاں سکندر اعظم کے باپ نے سکندر کی تعلیم کے لیے اسے مقدونیہ طلب کیا۔ جہاں کئی سال تک اس نے سکندر کو تعلیم دی لیکن جب سکندر بیرونی مہمات پر روانہ ہو گیا تو یہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

ارسطو ایک بے مثال طبیعات دان تھا اور ہر مسئلے کی پرکھ تجربات سے کرتا تھا۔ اس نے اپنے باغ میں سینکڑوں قسم کے پودے لگا رکھے تھے۔ نیز جن علاقوں کو سکندر فتح کرتا تھا وہاں کے پودے اور جانور بھی اپنے استاد کو روانہ کرتا تھا۔ ارسطو نے پودوں اور جانوروں کو مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں باقاعدہ گروہوں میں تقسیم کیا۔ اس نے حیاتیات کے بنیادی مسائل جنس، وراثت، تغذیہ، نشوونما اور انجذاب کو واضح طور پر بیان کیا۔ اس کے خیالات اور نتائج جدید علم حیاتیات میں بھی ایک بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

تھیوفراسٹس

(۳۷۰ق م۔ ۲۸۵ق م)

یونانی فلسفی تھیوفراسٹس (Theophrastus) ارسطو کا چہیتا شاگرد اور خالہ زاد بھائی تھا جسے بابائے نباتات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ارسطو کی وفات کے بعد وہ اس کی لائبریری اور باغ نباتات کا وارث بن گیا۔ تھیوفراسٹس نے کئی سو مسودات لکھے لیکن ان میں سے دو "جڑی بوٹیوں کی تحقیقات" اور "پودوں کے اسباب" کا تذکرہ باقی رہ گیا ہے۔ اس نے پودوں

کی جماعت بندی بوٹیوں، عشبوں، جھاڑیوں اور درختوں کی صورت میں کی۔ اور تقریباً ۵۰۰ مختلف پودوں کی انواع کی شناخت بیان کی۔ اس نے پودوں میں کئی اقسام کے فرق کو واضح کیا مثلاً کورولا ٹائپ یعنی پھول کی پنکھڑیوں کے لحاظ سے فرق، بیضہ دانی کی شکل و صورت، نظام گل یا پھولداری وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس نے پھول دار اور بے پھول پودوں کے درمیان فرق کو واضح کیا۔ اسے ان کی ساخت، بناوٹ اور وضع قطع کا علم تھا اور وہ ان کے خلیات کے متعلق بھی جانکاری رکھتا تھا۔ اس کی تحریروں میں نباتات کے متعلق ٹھوس اور علمی معلومات ہیں، زمانہ وسطیٰ تک ان معلومات کو مستند سمجھا جاتا تھا۔ آج کل بھی کئی پودوں کے نام وہی ہیں جو اس نے دیئے تھے۔

پلائنی

(۲۳ء۔ ۷۹ء)

پلائنی (Caius Plinius Secundus) ایک رومی محقق اور طبیعات دان تھا جو سلطنت روم میں اہم فوجی اور حکومتی عہدوں پر فائز رہا۔ اس نے ہر اس چیز کے متعلق لکھنے کی کوشش کی جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ اس نے ۳۷ جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا لکھی جس کا نام نیچرل ہسٹری (Historia naturalis) رکھا۔ ان ۳۷ جلدوں میں سے ۹ جلدیں اس نے ادویاتی پودوں پر لکھیں۔ اگرچہ اس میں کئی قسم کی غلطیاں تھیں لیکن اس کے باوجود اس کی تحریروں کا آج بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔

دیسقوریدوس

(پہلی صدی عیسوی)

پلائنی ہی کے زمانہ میں روم میں ایک فوجی طبیب دیسقوریدوس (Pedanios Dioscorides) ہوا ہے جو کہ اپنے کام کے لحاظ سے تھیوڈولس کے بعد سب سے زیادہ اہم ماہر نباتیات مانا جاتا ہے۔ فوجوں کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہنے کی وجہ سے اس کا ادویاتی پودوں کے متعلق علم یقینی تھا۔ اس نے ہزاروں پودوں کو خود دیکھا اور ان کے وہیں خاکے

Scanned with CamScanner

بنائے۔ اس نے ایک بہترین کتاب میٹریا میڈیکا یا الحشائش ۷۷ء میں لکھی۔ ادویہ نباتیہ کے سلسلہ میں جو کچھ اس سے پہلے کی معلومات تھیں یہ ان سب کا نچوڑ ہے۔ اس کتاب کی ایک ندرت یہ بھی ہے کہ اس نے جب پودوں کا تذکرہ کیا تو ان کی بڑی حد تک قدرتی رنگوں میں تصویریں بھی بنا دیں۔ یہ پہلی کتاب تھی جو بہترین تصاویر سے مزین تھی۔ اس کتاب میں اس نے ۶۰۰ بوٹیوں کی شناخت تحفظ و حصول کے طریقے۔ استعمال کے اصول و قواعد۔ مقدار خوراک اور افعال و خواص وغیرہ کو بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے۔

اصل کتاب جو یونانی زبان میں تھی قسطنطین ہفتم نے بطور تحفہ ناصر عبدالرحمٰن سوم کو اس کا مصور مخطوطہ تحفۃً پیش کیا۔ جس کا عربی میں ترجمہ اصطفن نے کیا۔ اس کی سب سے خوبصورت اور بہترین نقل ۵۰۰ء میں شاہ فلاویس (Flavius) کی بیٹی جولیانا کو تحفے میں دینے کے لیے تیار کی گئی جس کا مسودہ آج کل ویانا میں موجود ہے۔

اسلامی دور

(آٹھویں تا تیرھویں صدی عیسوی)

تقریباً ۵۰۰ سال تک اسلامی اطباء اور سائنسدانوں کے عروج کا دور تھا۔ اس میں بہت سارے ماہرین نباتات پیدا ہوئے جن میں ابو حنیفہ دینوری۔ الشریف۔ ابوالعباس نباتی۔ یحییٰ بن سرافیون۔ یحییٰ ابن جزلہ۔ ابن ماسویہ۔ ابن جلجل۔ بو علی سینا۔ نقولا راہب۔ جرجیس بن یوحنا۔ امین الدولہ۔ ابو ریحان البیرونی۔ حاجی زین الدین عطار۔ شیخ یوسف بغدادی۔ ابن بیطار۔ شیخ داؤد انطاکی۔ حکیم علی گیلانی۔ ابن وافد۔ ابن رعیہ۔ حامد بن محون اور ان کے علاوہ سینکڑوں اطباء مشہور ہوئے۔ ان میں سے سب سے پہلے جس شخص نے علم النباتات کی طرف توجہ کی وہ محمد بن احمد بن محمد ذکریا ہے جس نے "کامل الادویہ" اور "کتاب شامل" تحریر کیں۔ اس کے علاوہ ابو ریحان البیرونی نے ادویہ مفردہ کی شناخت پر "کتاب الصیدلہ" لکھی۔

یوحنا بن ماسویہ

(۷۷۰ء۔۸۵۷ء)

ابن ماسویہ کے نام سے مشہور ہے یہ جبریل بختیشوع کا شاگرد اور بہت قابل طبیب تھا۔ اس کے والد دوا سازی کا کام کرتے تھے۔ اسے بچپن ہی سے جڑی بوٹیوں کا شوق تھا۔ جندی شاپور میں پیدا ہوا اور بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ ہارون الرشید اور اس کے بعد تین خلفاء کا معالج تھا۔ اس نے بہت ساری کتب کا دوسری زبانوں سے عربی میں ترجمہ کر کے انہیں محفوظ کیا۔ اس کی ایک کتاب نباتات پر بھی تھی جس میں تصاویر بھی شامل تھیں۔

ابن جلجل

(۹۷۶ء۔۱۰۰۹ء)

ابوداؤد سلیمان بن حسان جو ابن جلجل کے نام سے مشہور ہے ہشام معید اللہ کا درباری طبیب تھا۔ جسے علم الادویہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس لیے اس کی ادویہ مفردہ کی شناخت اور افعال و خواص پر معلومات بہت زیادہ تھیں۔ اپنی معلومات کے سہارے اس نے دیسقوریدوس کی کتاب الادویہ پر کام کیا اور اس کی بہت سی دواؤں کی تفسیر بیان کی اور مبہم مقامات کی وضاحت کی۔ یہ وہی کتاب تھی جس کا ترجمہ اصطفن نے کیا تھا۔ اور بہت کوشش کے باوجود بھی اس میں تقریباً ۱۰ ادویہ ایسی تھیں جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ابن جلجل نے ان دواؤں کی وضاحت کر کے اس کتاب کے ترجمے کو مکمل کیا۔ اس نے دو اہم کام کئے ایک تو یہ کہ ان دواؤں کے نام اور ان کی تفصیل مکمل کی جن کو اصطفن اور اس کے معاونین ادھورا چھوڑ چکے تھے اور دوسرے مزید دس ایسی ادویہ مستعملہ کا اضافہ کیا جس کا تذکرہ دیسقوریدوس نے بھی نہیں کیا تھا۔

Scanned with CamScanner

ابن وافد

(۹۹۷ء ـ ۱۰۴۰ء یا ۱۰۷۵ء) (وفات ۴۶۰ھ)

یہ طلیطلہ میں پیدا ہوا اور شرفائے اندلس میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے ارسطو، جالینوس اور دیگر اطباء کی تصانیف کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اپنی صلاحیت کی وجہ سے اپنے دور کا بلند پایہ طبیب تھا جسے علم الادویہ سے خاص دلچسپی تھی اور اس فن میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ اس نے دیسقوریدوس اور جالینوس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انہیں اپنی معلومات کی بنیاد قرار دیا۔ اور اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو بہت اہم اور اپنی مثال آپ تھی۔ اس نے ادویہ مفردہ کے ناموں کی تصحیح اور ان کی درجہ بندی کی۔

ابن بیطار

(وفات ۱۲۴۸ء)

ابو محمد عبداللہ النباتی ابن بیطار کے نام سے مشہور ہے یہ اپنے وقت کا علامہ۔ محقق اور عربوں میں سب سے بڑا ماہر نباتات تھا۔ جو اسپین میں پیدا ہوا اور آخری عمر میں دمشق میں سکونت اختیار کرلی۔

ابن بیطار کا استاد ابن رعیہ (۱۱۶۵ء ـ ۱۲۳۹ء) تھا جو کہ اپنے دور کا سب سے بڑا ماہر نباتات تھا۔ ابن بیطار اپنے استاد سے بہت متاثر تھا اور اس کے حوالے اس نے اپنی کتب میں اکثر مقامات پر دیے ہیں۔ اس نے شمالی افریقہ، مغربی ممالک، مصر، شام اور ایشیائے کوچک کے تحقیقی سفر کئے۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ ہر جگہ علم نباتات کے جاننے والوں سے ملتا اور ان کی کاشت، پودوں کی شناخت اور دیگر خصوصیات معلوم کرتا۔ اس طرح اس نے دیسقوریدوس کی بتائی ہوئی ادویہ کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ اس کے علاوہ اسے مختلف مقامات پر ایسی نئی دوائیں بھی ملیں جن کا تذکرہ کتب میں نہیں ملتا۔ بقول ابن بیطار "میں نے بہت سی بیان کردہ ادویہ کی تصدیق کی اور ان کا مشاہدہ بھی کیا۔ بہت سی ادویہ کے ناموں اور خصوصیات کا مشاہدہ کرنے کے بعد میرا علم علم درایت کی حد میں پہنچ گیا۔

دیسقوریدوس۔ جالینوس اور غافقی نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ تصدیق ہو گیا اور بہت سے یونانی ناموں کی وضاحت ہو گئی اور تمام اشتباہات دور ہو گئے۔"

ابن بیطار کے لائق شاگرد ابن اصیبعہ نے بڑی تفصیل سے جزئیات کو بیان کیا ہے۔ اس کے اپنے استاد کے متعلق جو تاثرات تھے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ۶۳۶ھ میں ابن بیطار سے دمشق میں ملا تھا۔ ابن بیطار دیسقوریدوس کی تحریر کردہ چیزوں کو صحیح یونانی تلفظ کے ساتھ بیان کرتا تھا اور یہ اس نے روم کے یونانیوں سے سیکھا تھا۔ ابن بیطار پہلے یہ بتاتا تھا کہ دیسقوریدوس نے کس دوا کے کون کون سے افعال و خواص بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد جالینوس کی ترجمانی کرتا تھا۔ پھر معاصرین کے خیالات کی وضاحت کرتا اور اس کے بعد خود اپنی معلومات کے سہارے یہ بتاتا تھا کہ کہاں کہاں مجھے ان لوگوں سے اتفاق ہے اور کن کن چیزوں کو میں اب تسلیم نہیں کرتا اور کون کون سے مقامات ایسے ہیں جہاں ان لوگوں کو خود اشتباہ تھا یا ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔

ابن بیطار کی یہ خوبی ہے کہ قدیم اور جدید مصنفین و معالجین کی جو بھی چیزیں تھیں ان کو اس نے اپنے ذاتی مشاہدے اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اختیار یا ترک کیا۔ تکرار سے گریز کیا۔ مفردات کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا۔ نقل و تقلید سے اعراض کیا اور دواؤں کے مختلف ناموں کو جو مختلف زبانوں میں تھے ان کے تلفظ کے ساتھ بیان کیا۔ جو اس نے براہ راست روم والوں سے سیکھا تھا۔

اس کی دو مشہور ترین کتب "المغنی فی الادویۃ المفردہ" اور "الجامع المفردات الادویہ والاغذیہ" ہیں۔ بعد والی کتاب کو حال ہی میں پاکستان اور ہندوستان میں جامع المفردات کے نام سے اردو میں شائع کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جامع کے نام سے جب بھی کسی کتاب کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ابن بیطار کی جامع ہوتی ہے۔ اس کتاب میں بہت سی یونانی اور عربی کتب کا جو کہ نباتات یا ادویہ مفردہ سے متعلق ہیں نچوڑ ہے جس میں اس نے اپنی تحقیقات، تجربات اور مشاہدات کا اضافہ کر کے اس کی اہمیت اور افادیت بڑھا دی ہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۱۵۰ مصنفین کے حوالے دیئے گئے ہیں اور مجموعی طور پر ۱۴۰۰ دواؤں کا تذکرہ ہے جو نباتات، حیوانات اور معدنیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے ۳۰۰ دوائیں

Scanned with CamScanner

ایسی ہیں جو اس کی اپنی معلومات کا نتیجہ ہیں۔

ابوالعباس نباتی

احمد بن محمد مفرح جو ابن الرومیہ کے نام سے مشہور ہے بارھویں صدی عیسوی کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ علم نباتات کا بہت بڑا ماہر تھا جسے دیاسقوریدوس اسلام کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے بھی ادویہ کی تحقیق کے لیے بہت سارے ممالک کی سیر کی۔ ہر جگہ کے پودوں کا مشاہدہ کیا۔ ۶۱۳ھ میں مصر پہنچا اور دو سال تک مصر۔ عراق اور شام میں رہ کر ادویہ کا معائنہ کرتا رہا اور ہر ایک روئیدگی کو اس کے مقام پیدائش پر دیکھ کر اس کی ٹھیک ٹھیک شناخت اپنی کتاب "الرحلہ" میں لکھی۔

آخر میں یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ مسلمانوں نے طب' کیمیا' طبیعات اور دوسرے بہت سارے علوم میں کارنامے انجام دیے اور علم کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ لیکن نباتات کے بارے میں ایسی کوئی خاص تحقیقات نہ کیں کہ جس سے سائنسی لحاظ سے شناخت' جماعت بندی وغیرہ ہو سکتی۔ حالانکہ صدیوں پہلے ارسطو اور تھیوفراسٹس ابتدائی معلومات مثلاً بیضہ دانی' پنکھڑیوں' نظام گل' پودوں کے خلیات وغیرہ کو دنیا کے سامنے پیش کر چکے تھے جن کو بنیاد بنا کر بعد ازاں یورپی محققوں نے علم نباتات کو عروج پر پہنچایا۔

یورپ' نشاۃ ثانیہ

تقریباً ایک ہزار سال کے تاریک دور کے بعد یورپ میں دوبارہ علم کی روشنی پھیلنی شروع ہو گئی اور ہر شعبہ علم میں تحقیقات و اختراعات شروع ہو گئیں۔ شروع میں لوگ علم نباتات پر انفرادی کتب لکھتے رہے۔ یورپ کے لوگوں میں علم النباتات کا شوق روز افزوں ترقی پر تھا۔ چھاپہ خانہ کی ایجاد کے بعد تقریباً ۱۴۴۰ کتب جڑی بوٹیوں پر شائع کی گئیں۔ یہ زیادہ تر اطباء جڑی بوٹیوں کی کھوج کرنے والے اور ان کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے استعمال میں آتی تھیں۔ ان پر بوٹیوں کی تصاویر بھی ہوتی تھیں لیکن ان کا دائرہ اشاعت محدود تھا۔ یہ کسی قاعدے کے تحت نہیں ہوتی تھیں اور ان میں بوٹیوں کے نام اکثر مقامی یا علاقائی ہوتے تھے جس سے ایک علاقے کی کتاب دوسرے علاقے میں بے فائدہ ہو جاتی تھی۔

البرٹو میگنس

(۱۱۹۳ء۔ ۱۲۸۰ء)

البرٹو (Albertus magnus) پہلا یورپی تھا جس نے قدیم یونانی اور رومی تحقیقات کو بنیاد بنا کر نہ صرف ادویاتی پودوں پر کتاب لکھی بلکہ نئے پودوں کی شناخت بھی کی۔ یہ شناخت اس وجہ سے قابل تعریف تھی کہ پودوں کو دیکھ کر صحیح صحیح لکھی گئی تھیں۔ وہ پہلا نباتات دان تھا جس نے پودوں کی جماعت بندی تنے کی ساخت (Structure) اور یک تخم برگ اور دو تخم برگ کی بنیاد پر کی۔

سولھویں صدی عیسوی میں براعظم شمالی و جنوبی امریکہ کی دریافت ایک اہم واقع تھی۔ وہاں سے ہزاروں مختلف نئی انواع کے پودے یورپ لائے گئے۔ اس طرح ماہرین کے پاس پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہو گیا۔ چونکہ ان پودوں کو نام دینے کا کوئی خاص سائنسی طریقہ ابھی ایجاد نہیں ہوا تھا اس لیے ان تمام کی صحیح شناخت بیان کرنا ایک دشوار کام بن گیا۔ اس طرح سائنس دانوں نے علم النباتات کو کسی باقاعدہ نظام کے تحت لانے کی ضرورت محسوس کی۔

انڈریا کیسل پینو

(۱۵۱۹ء۔ ۱۶۰۳ء)

سولھویں صدی کے ایک اطالوی ماہر نباتیات انڈریا کیسل پینو (Andrea casalpino) نے جو کہ ارسطو کے استدلال اور منطق سے متاثر تھا ایک کتاب (De plantis libri) لکھی۔ اس نے پودوں کی جماعت بندی فلسفیانہ رنگ میں پودوں کی شکل و صورت پر کی۔ لیکن اس نے اپنے کام سے بعد میں آنے والے مشہور نباتات دانوں لینئس اور رے وغیرہ کو متاثر کیا۔

کیسپر بوہن

(۱۵۶۰ء۔ ۱۶۲۴ء)

سترھویں صدی کے آغاز میں ایک سوئس ماہر کیسپر بوہن (Caspar Bauhin) نے ۶۰۰۰ پودوں کی ایک فہرست بنائی اور اس میں ہر پودے کے وہ تمام نام شامل کر دیئے۔ جو اس سے پہلے ماہرین اسے دے چکے تھے۔ اس نے ایک جدت یہ پیدا کی کہ پودے کا دو اسمی نام رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس طرح انواع کو ایک جنس کی صورت میں اکٹھا کرنے کا تصور پیدا ہوا۔ ان جنسوں کو نام تو نہ دیئے گئے لیکن ایک جنس میں انواع کا مجموعہ ایک جیسی خصوصیات کو ظاہر کرتا تھا۔

جان رے

(۱۶۲۷ء۔ ۱۷۰۵ء)

کیسپر کے بعد اس صدی میں ایک انگریز ماہر حیاتیات جان رے (John Ray) نے دو کتب لکھیں۔ اس کی دوسری کتاب (Historia Plantarum) جو کہ تین جلدوں میں چھپی اس میں ۱۸۰۰۰ پودوں کی فہرست دی گئی تھی۔ جس میں یورپ کے دوسرے علاقوں کے پودے بھی شامل تھے۔ اس زمانے میں یہ ایک بہت بڑی تصنیف تھی کیونکہ اس وقت ایک عام دوا ساز ۵۰۰ پودوں سے زیادہ پر عبور نہیں رکھتا تھا۔

رے نے پودوں کی جماعت بندی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ اس نے ایسے پودوں کو جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے تھے اکٹھا کر کے گروپ بنا دیئے۔ رے کے کام سے پودوں کی قدرتی جماعت بندی شروع ہوئی۔ یعنی ایسے پودوں کی جماعت بندی جو آپس میں مشابہت رکھتے ہوں۔ اس نظریے کو آج کل اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ "ایسے پودے جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں ان کا اکثر اوقات آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔"

کارل لینئس

(۱۷۰۷ء۔ ۱۸۷۸ء)

اٹھارویں صدی عیسوی میں سویڈن میں کارل لینئس پیدا ہوا جس نے یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی اور ۱۷۳۸ء میں واپس سویڈن آ کر ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کی۔ ۱۷۴۱ء میں اس نے اپ سالا یونیورسٹی میں علم الادویہ اور علم النباتات کے پروفیسر کا عہدہ سنبھالا جس پر وہ اپنی موت تک کام کرتا رہا۔

لینئس کو بابائے علم النباتات جدید کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اس نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ تمام دنیا سے پودے منگوا کر انہیں نام دیئے اور ان کی جماعت بندی کی۔

لینئس نے جو تین بہترین کتب تصنیف کیں ان میں سے پہلی (Systema naturac 1735ء) میں پودوں کی جماعت بندی کے نظام کا تعارف کرایا گیا۔ دوسری تصنیف (Genera plantarum ۱۷۳۷ء) میں پودوں کی جنسوں کی شناخت بیان کی جب کہ تیسری (Species plantarum ۱۷۵۳ء) میں جو کہ دو جلدوں پر مشتمل تھی انواع کی شناخت کے اصول بتائے گئے تھے۔

لینئس کے مصنوعی صنفی طریقہ پر کافی اعتراضات ہیں (مثلاً اس طریقہ میں کئی متضاد پودے ایک جیسے زردار حصے ہونے کی وجہ سے ایک ہی جماعت میں شامل ہیں مثلاً تھوہر اور چیری) لیکن اس کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ پودوں کی شناخت آسانی سے کی جا سکتی ہے اور انہیں عمدگی سے نام دیئے جا سکتے ہیں۔

لینئس نے پھول دار پودوں کی جماعت بندی کی بنیاد پھول کے زردار حصہ کی لمبائی' تعداد اور اشتراک پر رکھ کر انہیں ۲۴ جماعتوں (Classes) میں تقسیم کیا۔ مثلاً ایک زردار حصہ والے پودے کو پہلی جماعت دو والے کو دوسری اور تین زردار حصوں والے پودے کو تیسری جماعت میں رکھا۔ ان جماعتوں کو فصیلوں (Natural Orders) میں ہر پھول کی نے (بیضہ دان کی تنگ نلی) کی تعداد کے لحاظ سے تقسیم کیا۔

اس دور میں کچھ طبیعات دان لینئس کے مصنوعی طریقہ کے مقابلہ میں پودوں کی تقسیم کا

قدرتی طریقہ وضع کر رہے تھے جن میں سے زیادہ تر فرانسیسی تھے کیونکہ فرانس میں لیننس کے طریقہ کار کی کوئی خاص پذیرائی نہیں ہوئی۔ ان میں مائیکل ایڈن سن (۱۷۲۷ء ۔ ۱۸۰۵ء)۔ لیمارک (۱۷۴۴ء ۔ ۱۸۲۹ء) جوشیو خاندان کے ۴ افراد (۱۶۸۸ء ۔ ۱۸۳۶ء) اور ڈی کینڈول خاندان نے قدرتی تقسیم کا طریقہ کار اپنایا۔

انتھونی لارنٹ جوشیو

(۱۷۲۸ء ۔ ۱۸۳۶ء)

۱۷۸۹ء میں انتھونی لارنٹ جوشیو (Antoine Laurentde Jussieu) نے ایک کتاب شائع کی جس میں اس نے اپنے باغ نباتات سے حاصل ہونے والے تجربات کی بنیاد پر محتاط انداز میں پودوں کے ۱۰۰ گروپ تشکیل دیئے۔ جنہیں ان نے فصیلے یعنی نیچرل آرڈر کا نام دیا۔ جب کہ ہم آجکل انہیں خاندان (Family) کے نام سے پکارتے ہیں۔ آجکل زیادہ تر جماعت بندی اسی طریقے سے کی گئی ہے۔ جوشیو کا طریقہ کار لیننس کے مصنوعی طریقہ سے بہتر تھا اور پودوں کی قدرتی جماعت بندی کی طرف ایک بنیادی ستون۔

جارج بینتھم

(۱۸۰۰ء ۔ ۱۸۸۴ء)

جوزف ڈالٹن ہوکر

(۱۸۱۷ء ۔۔ ۱۹۱۱ء)

انیسویں صدی میں جب کہ سلطنت برطانیہ کا عروج تھا جوزف ہوکر نے جو کہ لندن کے نزدیک رائل بوٹانیکل گارڈنز کا ڈائریکٹر تھا ایک شوقیہ نباتات دان بینتھم کے ساتھ مل کر تمام برطانوی مقبوضات سے ہر قسم کے پودے منگوا کر اکٹھے کئے۔ انہوں نے لاطینی زبان میں تین جلدوں پر مشتمل کتاب (Genera Plantarum) لکھی جس میں تمام بیج والے پودوں کے نام اور شناخت دی گئی تھی۔ جس طریقہ سے ان کی جماعت بندی کی گئی وہ صریحا" جوشیو

اور کینڈول کے طریقہ کار سے اخذ کی گئی تھی۔ یہ کتاب بہترین کاموں میں سے ایک تھی جو اس خیال پر مبنی تھی کہ انواع ایک یقینی وجود رکھتی ہیں اور ان پر زمانے اور جگہ کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ چونکہ ان کا طریقہ قدرتی جماعت بندی پر مشتمل تھا۔ اس لیے یہ کتاب آج بھی مفید ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے پودوں کی شناخت کو کتب سے نقل کرنے کی بجائے اپنے مشاہدات پر انحصار کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شناخت مکمل۔ صحیح اور بالکل واضح ہے جس کے ساتھ ساتھ ان کا جغرافیائی محل وقوع بھی دیا گیا ہے۔

برصغیر

(مسلم دور)

برصغیر میں مسلمانوں کے مکمل غلبہ کے بعد ویدک کی اہمیت کم ہو گئی اور طب اسلامی کا بول بالا ہوا۔ یہاں اچھے طبیب پیدا ہوئے اور انہوں نے علاج معالجہ اور تصنیف و تالیف میں اپنا نام پیدا کیا۔ بہت سے علماء نے ادویہ مفردہ کی تحقیقات کیں اور کتب لکھیں جن میں سے چند مشہور کتب یہ ہیں۔ دستور الاطباء مفردات امامی۔ مفردات ہندی۔ ذخیرہ اکبر شاہی۔ تکملہ ھندی۔ شرح تحفۃ المومنین۔ تالیف شریف تذکرۃ الہند۔ محیط اعظم۔ مخزن الادویہ اور خزائن الادویہ وغیرہ۔ لیکن ان میں سے مفردات ہند کی تحقیقات کے باب میں تذکرۃ الہند کے پائے کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حکیم نجم الغنی کی کتاب خزائن الادویہ بھی جدید اور قدیم مفردات و نباتات پر لکھی گئی ایک عمدہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں طب یونانی۔ آیورویدک اور ایلوپیتھک فارماکوپیا میں پائی جانے والی تقریباً تمام ادویہ پر بحث کی گئی ہے اور اس وقت تک ملنے والی تمام جدید معلومات کو سمو دیا ہے۔

برصغیر

انگریزی دور

انگریزوں کی برصغیر میں آمد کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے جدید علم النباتات پر

کتاب لکھی وہ سر ولیم جونز تھا جس نے "مخصوص پودوں کا نباتی تجزیہ" نامی کتاب لکھی۔ اس کے بعد ۱۸۱۰ء میں جان فلیمنگ نے "کیٹلاگ آف انڈین میڈیسنل پلانٹس" ۱۸۱۳ء میں این سیلز (Ainslies) نے "میٹریا میڈیکا آف ہندوستان" اور ۱۸۷۴ء میں راکس برگ (Roxburg) نے "فلورا انڈیکا" لکھیں۔

۱۸۴۱ء میں O'Shaughnessy نے "بنگال ڈسپنسری اینڈ فارماکوپیا" نامی کتاب لکھی جو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی جس میں بنگال میں پائے جانے والے ادویاتی پودوں کے خواص اور استعمال پر بحث کی گئی تھی۔ ۱۸۶۸ء میں وارنگ نے "فارماکوپیا آف انڈیا" لکھی جس میں روز مرہ کی ادویات پر بحث کی گئی۔ بعد ازاں محی الدین شریف نے اس کی شرح لکھی نیز ایک کتاب "میٹریا میڈیکا آف مدراس" بھی لکھی جسے اس کی وفات کے بعد شائع کیا گیا۔ یہ بھی ایک مفید کتاب تھی جس میں احاطہ مدراس میں پائے جانے والے مفید پودوں کی شناخت اور فوائد لکھے۔ جب کہ یو۔ سی۔ دت نے سنسکرت زبان میں لکھے گئے پودوں کا ترجمہ کیا اور قدیم ناموں کو جدید شناخت دی جب کہ انہی دنوں Fluckiger اور Hanbury کا فارماکوپیا ایک کتاب کی صورت میں سامنے آیا۔ ۱۸۸۳ء میں ولیم ڈائموک کی "مغربی ہندوستان کی نباتی ادویہ مفردہ" کے بعد جو سب سے بہترین کتاب شائع ہوئی اور جس کی اہمیت آج بھی روز اول کی طرح برقرار ہے وہ ڈائموک۔ وارڈن اور ہوپر کی مشترکہ تصنیف "فارماکوگرافیا انڈیکا" ہے جو ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۳ء چار جلدوں میں منظرعام پر آئی۔ یہ ایک مفید ترین کتاب ہے جسے حال ہی میں پاکستان میں ہمدرد پریس کراچی سے دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نباتی ادویہ کی شناخت۔ ان کی تاریخ' فوائد' بازار میں ان کی اہمیت' کیمیائی تجزیہ' مقامی استعمال' چیدہ چیدہ نسخے اور زہریلے پودوں کے زہروں پر بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اتنے زیادہ موضوعات پر ایسی جامع کتاب بنگال ڈسپنسری کو چھوڑ کر اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ علاوہ ازیں اس میں مغربی ادویہ مفردہ اور نباتی ادویہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بعد میں آنے والے تمام محققوں نے اس کتاب سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے سب سے بہترین کتاب جو آج تک لکھی گئی ہے۔ اس کا نام "ڈکشنری آف دی اکنامک پراڈکٹس آف انڈیا" ہے جسے ۱۸۸۹ء تا ۱۹۰۴ء میں

سر جارج وائٹ نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں نہ صرف پہلے ہونے والے تمام کام کا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ اس کا ہر صفحہ مفید معلومات سے پر ہے۔ مثلاً مختلف پودوں کی چھالوں' جڑوں' پھولوں' پتوں وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ کے خواص و استعمال بتائے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی کاشت کیسے ہو سکتی ہے۔ ان کی بیرون ملک اور اندرون ملک کیا اہمیت ہے۔ ان پودوں کی کوالٹی' مقام پیدائش' کیمیائی تجزیہ وغیرہ بھی درج کئے گئے ہیں۔ بعد ازاں ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۳ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں شائع شدہ کتاب "ویلتھ آف انڈیا" کرتی کر (Kirthikar) اور باسو (bassu) کی "انڈین میڈیسنل پلانٹس" اور کرنل آر۔ این۔ چوپڑا کی "انڈیجنس ڈرگز آف انڈیا" بھی فارماکوگرافیا انڈیکا اور ڈکشنری کی شرحیں ہیں۔

پاکستان

۱۹۴۷ء -- تا حال

پاکستان کے قیام سے قبل ہی ڈاکٹر آر۔ آر۔ سٹیورٹ (۱۸۹۰ء - ۱۹۹۵ء) نے موجودہ پاکستان کے علاقوں کی نباتات کو جمع کر کے گارڈن کالج راولپنڈی میں ایک ہربیریم کی بنیاد رکھ دی تھی۔ جہاں آپ نے ۱۹۱۲ء میں اپنی ملازمت کا آغاز بطور بیالوجی استاد کے کیا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں جب آپ ریٹائر ہو کر واپس اپنے ملک چلے گئے تو انکے قائم کردہ سٹیورٹ ہربیریم کا نظم و نسق حکومت پاکستان نے سنبھال لیا۔ بعد ازاں اس ہربیریم کا نام تبدیل کر کے نیشنل ہربیریم رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہاں پودوں کے اسی ہزار (۸۰۰۰۰) سے زائد نمونہ جات موجود ہیں۔ جب کہ قومی زرعی تحقیقاتی مرکز اسلام آباد اور کراچی یونیورسٹی کے شعبہ نباتیات کے تعاون سے اس وقت تک پودوں کے ۱۹۲ خاندانوں کی ۴۱۱۹ انواع کی تفصیلات بمعہ تصاویر فلورا آف پاکستان نامی کیٹلاگ (۱۹۷۲ء) میں چھپ چکی ہیں جب کہ باقی کی تقریباً ۲۰۰۰ انواع پر کام جاری ہے۔

کئی جلدوں پر مشتمل فلورا آف پاکستان اس ملک میں موجود پودوں کی شناخت کے حوالے سے ایک مستند دستاویز ہے لیکن ایک عام قاری علم نباتات سیکھے بغیر اس سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ نیز اس کی قیمت (۱۶۰۰۰ روپے) بھی اس کے حصول کو دشوار بنا دیتی ہے۔ ۱۹۷۲ء

میں ڈاکٹر سٹیورٹ کی ایک فہرست نباتات (An annotated catalogue of vascular plants of west pakistan) کے نام سے شائع ہوئی جو ہمارے ملک میں پائی جانے والی نباتات کے بارے میں عمدہ معلومات فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ فلورا آف ویسٹ پاکستان (Flora of west pakistan) کے نام سے پاکستان میں پائے جانے والے تمام پودوں کی تفصیلی شناخت کا کام شعبہ نباتات کراچی یونیورسٹی کے تعاون سے شروع کیا۔ اس کام کو ڈاکٹر سٹیورٹ کے بعد ایس۔ آئی۔ علی۔ یوسمین ناصر اور روبینہ۔ اے رفیق۔ وغیرہ نے مزید آگے بڑھایا۔

پاکستان میں پودوں کی ۶۰۰۰ سے کچھ زیادہ انواع پائی جاتی ہیں جن میں سے تقریباً ۴۵۰۰ کی شناخت ہو چکی ہے جب کہ فلورا آف پاکستان میں ۱۹۷ خاندانوں پر مشتمل ۳۵۰۰ بیج دار پودوں کی شناخت شائع ہو چکی ہے۔ ان پودوں میں کائی (Algae) فطرات (Fungi) اور فرن (Fern) کی اقسام شامل نہیں ہیں۔

شعبۂ نباتات نیچرل ہسٹری میوزیم اسلام آباد میں بھی پودوں کی شناخت پر کام جاری ہے۔ یہاں تقریباً ۴۵۰۰۰ نمونہ جات محفوظ ہیں جب کہ تقریباً (۳۰۰۰۰) تمیں ہزار نمونہ جات کائی اور فطرات وغیرہ کے مزید ہیں جن کی جمع بندی۔ شناخت اور ترتیب میں ڈاکٹر کشور نذیر کی محنت شامل ہے۔ علاوہ ازیں فرن اور ایسے پودے جن کی بقا کو خطرہ لاحق ہے اور معدوم ہو جانے والے پودوں کی شناخت اور ترتیب کا کام بھی میوزیم میں ہو رہا ہے۔

پودوں کی شناخت پر مزید کام ملک کی یونیورسٹیوں اور اداروں میں بھی ہو رہا ہے جیسا کہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں تقریباً ایک لاکھ نمونہ جات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اس کے باوجود پاکستان میں شائع ہونے والی جامع کتب انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔

پودوں کے جواہر موثرہ اور ادویاتی خصوصیات پر کام حسین ابراہیم جمال (H.I.J) انسٹی ٹیوٹ کراچی یونیورسٹی میں ہو رہا ہے۔ اس میں پاکستان کے نامور سائنسدان ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ یہاں مشہور ادویاتی پودوں کی خصوصیات کی جانچ کی جاتی ہے اور ان سے مختلف اجزاء حاصل کر کے بیماریوں کے علاج۔ جراثیم اور حشرات کش ادویات کی تیاری اور ان کے صنعتی استعمال کے امکانات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ آج کل ڈاکٹر عطاء

الرحمن کی سربراہی میں یہاں الرجی پیدا کرنے والے پولن پر بھی تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ یہ ادارہ اس قسم کے تحقیقی کاموں کے لیے موجود ہے دنیا کے چار بہترین اداروں میں سے ایک ہے۔

یہاں کے کام کے معیار کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ صرف نیم کے درخت پر تحقیقات کرتے ہوئے تقریباً ے طلبہ نے یہاں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح فلورا آف پاکستان عام نباتات دانوں اور حکماء کی پہنچ سے باہر ہے اس طرح اس ادارے کی تحقیقات بھی وہیں محفوظ ہیں۔ اگر اس ریسرچ کو عام فہم بنا کر اور ادق سائنسی فارمولوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے نتائج کو قومی زبان میں شائع کیا جائے تو حکماء کو اپنی تحقیقات کو مزید آگے بڑھانے اور نئی ادویہ تیار کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

پودوں پر طبی نکتہ نظر سے تحقیق کا حکماء کے لیے کوئی باضابطہ ادارہ نہیں ہے پرائیویٹ سیکٹر میں صرف "ہمدرد" ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو ان پر تحقیق کرتا ہے۔ وہاں سے کئی کتب بھی شائع ہوئی ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا کارنامہ فارماکوگرافیا انڈیکا کی دوبارہ اشاعت ہے جو عرصہ دراز سے ناپید تھی۔

پودوں کی درجہ بندی
Classification of plants

دنیا میں پھولدار پودوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ (2,00,000) ہے جن میں آئے روز مشاہدات کی وجہ سے اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان پودوں کی باقاعدہ ایک نظام کے تحت جماعت بندی نہ کی جائے تو ان کو نام دینا نہایت مشکل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ارسطو (Aristotle 323 B.C) سے لے کر آج تک مختلف حکماء اور سائنسدانوں نے اس مسئلے پر اپنی تحقیقات کیں۔ ارسطو اور تھیوفراسٹس Theopharstus (370 ـ 285 B.C) نے ان کی درجہ بندی شکلی اعتبار سے کی تھی، لیکن یہ نظام کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور یہ درجہ بندی مصنوعی کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ پودوں کی بیرونی شکل۔ پتی۔ تنا اور غذائی اعتبار سے کی گئی تھی۔ لیکن اس سے پودوں کی آپس کی مشابہت لگاؤ اور ارتقاء پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ جب کہ پودوں کی درجہ بندی کا اصل مقصد یہ ہے کہ پودے ایک منظم طریقہ سے اس طرح فطری طور پر مرتب ہوں کہ ان کے باہمی تعلقات ظاہر ہوں، مختلف ارتقائی منازل واضح ہوں اور ساتھ ساتھ ان کی مشترک موروثیت پر روشنی پڑے۔ موجودہ نظام میں پودوں کی درجہ بندی ذیل کے طریقہ سے کی گئی ہے۔

عالم نباتات Plant Kingdom

Division	تقسیم
Classes	جماعتیں
Orders	فصیلے

قبائل	Tribes
خاندان	Families
جنس	Genera
انواع	Species
اقسام	Varieties

اس کے علاوہ مزید تقسیم بھی ہوتی ہے جیسے ذیلی جماعتیں (Sub classes)، ذیلی انواع (Sub species) وغیرہ۔

عالم نباتات کی یہ تقسیم در تقسیم سائنسدانوں کو کسی پودے کی صحیح شناخت میں بہت مدد دیتی ہے لیکن شوقیہ نباتات دانوں کے لیے یہ تقسیم غیر ضروری ہے۔ عام نباتات دان پودے کی نوع۔ جنس اور خاندان یا زیادہ سے زیادہ فصیلے (Natural order) تک ہی محدود رہتے ہیں جس سے کسی پودے کی شناخت آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

نوع (Species)

پودوں کا ایسا گروہ جو ایک دوسرے سے نباتی اور تولیدی طریقہ میں مشابہت رکھتے ہوں۔ ان پودوں کے قد اور پھل وغیرہ کی بناوٹ میں تو معمولی فرق ہو سکتا ہے لیکن ان کے پھول اور بیج وغیرہ ایک جیسے ہوں۔ یہ تمام پودے ایک ہی گروپ میں شامل کئے جاتے ہیں اور یہ درجہ بندی نوع کہلاتی ہے۔

اگر موسمی یا زمینی تغیرات سے ایک ہی نوع کے پودوں کے رنگ یا شکل میں تھوڑا بہت فرق پڑ جائے تو اس فرق شدہ گروہ کو اقسام (Varieties) کہیں گے۔ مثلاً گلاب میں کئی اقسام پائی جاتی ہیں۔

جنس (Genus)

بہت سی انواع جو تولیدی طور پر آپس میں مشابہت رکھیں ان کو جنس (Genus) کہا جاتا ہے۔ مثلاً پیپل، برگد اور انجیر مختلف انواع سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی ان میں نموئی کردار۔ پودے کی عادات۔ قد جسامت اور پتی کی سطح وغیرہ آپس میں مختلف ہیں لیکن ان کے تولیدی

عضو یعنی نظام گل۔ پھول اور پھل ایک جیسے ہوتے ہیں اس لیے ایسے گروہ کو جنس کہا جاتا ہے۔

خاندان (Family)

جنس کی متذکرہ بالا تعریف خاندان پر بھی صادر آتی ہے۔ لیکن خاندان کی درجہ بندی میں ان خصوصیات کی اجتماعیت نوع اور جنس سے زیادہ اور وسیع پیمانے پر ہوتی ہے۔ جن جنسوں کے پودوں کی بیضہ دانی۔ زردانوں اور زرتار۔ پھل کی قسم۔ پھول اور پتوں کی ترتیب میں مشابہت پائی جائے ان کا مجموعہ خاندان کہلاتا ہے۔ خاندان ایک جنس پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے اور سینکڑوں پر بھی۔

اسمیات

Nomenclature

پودوں کو نام دینے کا موجودہ طریقہ زمانہ قدیم سے بتدریج ترقی کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہے پودوں کے جو قدیم نام آج تک استعمال ہوتے ہیں وہ یونانی یا لاطینی ہیں۔ آج کل تمام پودوں کو لاطینی حروف والے نام دیئے گئے ہیں۔

سترھویں صدی عیسوی کے بعد پودوں کی دریافت میں بہت زیادہ اضافہ ہونے کی وجہ سے ان کے باضابطہ نام رکھنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۷۵۳ء میں کارل لینئس (Carl linnaeus) کی کتاب "پودوں کی انواع" (Species plantarum) سے پودوں کو نام دینے کا باضابطہ آغاز ہوا۔

ماہرین نباتات پودوں کے لاطینی سائنسی نام رکھتے ہیں۔ کیونکہ عام نام سے پودے کی شناخت میں بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً۔

(i) مقامی یا عام نام عالمی سطح پر جانے نہیں جاتے اور صرف ایک علاقے یا زبان تک محدود ہوتے ہیں۔ جب کہ سائنسی نام پوری دنیا میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی بھی پودے کا سائنسی نام ہر جگہ اور ہر ملک میں ایک ہی ہو گا جب کہ صرف پاکستان میں ایک پودے کے کئی مقامی نام ہو سکتے ہیں اور برصغیر کی سطح پر بیسیوں

Scanned with CamScanner

جبکہ عالمی سطح پر ان کی تعداد سینکڑوں میں پہنچ جاتی ہے۔

(۲) مقامی ناموں سے متعلقہ پودے کے خاندان۔ جنس۔ رشتوں وغیرہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

(۳) اگر ایک پودا عام ہے تو بھی صرف ایک ہی زبان میں اس کے کئی نام ہو سکتے ہیں۔

(۴) بعض اوقات دو یا دو سے زیادہ پودوں کا ایک ہی نام ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اور اصل پودے کا پتہ نہیں چلتا مثلاً "زخم حیات" یا "ناگداون" کئی اقسام کے پودوں کے نام ہیں۔

(۵) بہت سارے پودے جو کم یاب ہیں یا نئے دریافت شدہ ہیں ان کا کوئی مقامی نام نہیں۔

(۶) کئی ملتی جلتی انواع کو ایک ہی پودہ تسلیم کر کے اس کا ایک ہی نام رکھ دیا گیا ہے۔

جب اس پودے کا دوائیہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے اثرات کم و بیش ہوتے رہتے ہیں اور متعلقہ دوائی سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ زہریلے پودوں میں کئی انواع کم زہریلی ہوتی ہیں۔ جب ان سے بنی ہوئی دوا استعمال کرائی جاتی ہے تو وہ مطلوبہ فوائد نہیں دیتی۔ اس لیے اس کی مقدار خوراک زیادہ کی جاتی ہے۔ اب اگر اسی دوا کو دوبارہ تیار کیا جائے اور اس پودے کی دوسری نوع جو زیادہ زہریلی ہو استعمال ہو جائے تو زیادہ مقدار خوراک کی وجہ سے انسانی صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً بازار میں بیش کی مختلف اقسام بیش کے نام سے ملتی ہیں یہی وجہ ہے کہ بیش کے دوائیہ اثرات بدلتے رہتے ہیں۔

سائنسی نام کی ساخت:

کسی پودے کی جنس اور اس کا مخصوص نام مل کر اس کا دو اسمی نام بنتا ہے۔ جسے اس کا نوعی نام کہتے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی نوعی نام میں اس کی جنس اور اس کے مخصوص نام کا ذکر ضروری ہے۔ لیکن پودے کا مکمل سائنسی نام تب ہی بنتا ہے جب اسے دریافت کرنے والے یا ایسے شخص کا نام جس نے اسے سب سے پہلے ترتیب دیا ہو بھی ساتھ لکھا جائے۔ مثال کے طور پر اجوائن خراسانی سیاہ بیج والی کا سائنسی نام ہائیو سائمس ناگر

(Hyoscyamus niger) ہے لیکن اس کا مکمل سائنسی نام ہائیو سائمس ناگر لینئس (hyoscyamus niger Linnaeus) ہو گا۔ اس میں پودے کی جنس "ہائیو سائمس" اس کا مخصوص لقب "ناگر" اور لکھنے والے کا نام "لینئس" ہے۔ لکھنے والے کا نام کا مخفف بھی لکھا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی بڑے حرف سے لکھا جائے گا۔ مثلاً یہاں لینئس کے نام کا مخفف "Linn" یا صرف "L" بھی لکھا جا سکتا ہے۔ پس ایک مکمل سائنسی نام ایک نوع کی تین چیزوں پر مشتمل ہو گا (i) جنس (ii) مخصوص لقب (iii) مصنف کا نام۔

جنس (Genus) کا نام:

کسی بھی پودے کی جنس کا نام ایک مکمل لاطینی اسم ہوتا ہے جو ہمیشہ بڑے حرف سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً جنس ہائیو سائمس میں ایچ (H) ہمیشہ بڑا ہو گا۔

اگر کسی جنس کی تمام یا چند ایک انواع کو اکٹھا بیان کرنا ہو تو پہلی دفعہ ہم جنس کا نام مکمل لکھیں گے جب کہ اس کے بعد اس کو تخفیف کر کے اس کے لفظ کا صرف پہلا حرف ہی لکھیں گے۔ مثلاً اگر ہم اجوائن خراسانی سفید کا نام لکھیں گے تو وہ ہائیو سائمس ایلبس (Hyoscyamus albus) ہو گا لیکن اس کے بعد اگر ہم اجوائن خراسانی سیاہ کا نام لکھیں گے تو وہ ایچ۔ ناگر (H. niger) ہو گا۔ یعنی اجوائن خراسانی سیاہ کا تخفیف شدہ مکمل نام (H. niger Linn) ہو گا۔

اگر کسی جنس کا نام انگریزی میں ہو تو اس کے آخر میں لاطینی حرف کا اضافہ کر کے اسے لاطینی میں تبدیل کر لیا جاتا ہے مثلاً روز (Rose) یعنی جنس گلاب سے روزا (Rosa) یا پائن (Pine) سے پائنس (Pinus)

جنس کا نام کسی بھی ذریعہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ کسی شخص کے اعزاز میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً جنس لینیا (Linnaea) کا نام لینئس اور جیفر سونیا (Jeffersonia) تھامس جیفرسن (Thomas Jefferson) کے اعزاز میں رکھے گئے ہیں۔ کئی قدیم عام فہم ناموں پر بھی اس جنس کا نام رکھا جاتا ہے مثلاً گلاب (Rose) کی جنس "Rosa" ہے۔ بعض اوقات پودوں کی وضع قطع بھی اس کے نام رکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً جنس "Hepatica" کا نام اس کے جگر کی شکل کے پتوں کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ لفظ

Scanned with CamScanner

لاطینی میں جگر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

کسی پودے کا مخصوص یعنی نوعی نام بھی مختلف ذرائع سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ کسی شخص کے اعزاز میں یا کسی پرانے عام فہم نام سے یا جغرافیائی محل و وقوع یا اس پودے کی مخصوص عادات یا اسے خود مختارانہ انداز سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ یہ مخصوص لقب اس نوع کی امتیازی قطع کی ایک اضافی شرح پیش کرتا ہے اور اس کی مزید شناخت میں مدد دیتا ہے۔ جیسے ہائیو سائمس نائگر (Hyoscyamus niger) اجوائن خراسانی کی سیاہ بیج والی قسم کا اشارہ کرتا ہے جب کہ ہائیو سائمس ایلبس (Hyocyamus albus) سفید بیج والی قسم کے متعلق معلومات دیتا ہے کیونکہ لاطینی میں "نائگر" سیاہ اور "ایلبس" سفید کو کہتے ہیں۔

آک　جون ۱۹۹۵ء　CALOTROPIS GIGANTEA فلاور آف ہمالیہ

نیپال : ۴۰۰۰ فٹ　یہ نمی والے علاقوں اور ہمالیہ کا آک ہے۔

Family:- Asclepiadaceae

آک

Calotropis

﴿اردو: آک﴾ ﴿عربی، فارسی: عشر﴾ ﴿پنجابی: اک﴾ ﴿سندھی: آک﴾
﴿بلوچی: سپلی﴾ ﴿انگلش: مداریا سویلو وارٹ Swallow Wart﴾

تاریخ:

آک کے متعلق سب سے پہلے ذکر قدیم سنسکرت کتب میں ملتا ہے۔ ہندوؤں نے اپنی کتب میں اس کو "ارکا پترا یا آرکا پرانا" کا نام دیا تھا۔ جس کا مطلب سورج پتا یا چمکدار پتا ہے۔ ویدوں کے زمانہ میں یہ سورج کی پوجا کے وقت استعمال کیا جاتا تھا۔

اس کو سب سے پہلے بطور دوا استعمال کرنے کے متعلق وید سسروتا اپنے ضابطہ تحریر میں لایا۔ بعد کے ویدوں نے اس کی دو اقسام کے متعلق تحریر کیا جن میں سے ایک عام آک یا "آرکا" ہے جب کہ دوسری سفید پھولوں والی "الارکا" کہلاتی تھی۔

آک کو سنسکرت رودرا (Rudra)۔ ایدی تیا (Aditya)۔ سوریا پترا (Surya Pattra) اور مندارا (Mandaara) کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ جس میں سے آخری نام مندارا بعد میں مدار کے نام سے آک کا عوامی نام بن گیا۔

ہندوؤں میں آک کو ایک مقدس پودے کی حیثیت حاصل تھی۔ اسے وہ مختلف رسوم میں استعمال کرتے تھے۔ اس کا ایک عام استعمال جو ہندوؤں کی تمام ذاتوں میں یکساں تھا وہ یہ تھا کہ جب کسی ہندو کی تین بیویاں یکے بعد دیگرے انتقال کر جاتیں تو وہ چوتھی مرتبہ آک کے ساتھ شادی [1] کرتا، تاکہ اس کی نحوست آک میں منتقل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ چوتھی مرتبہ

---

[1] یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے آج بھی بعض جاہل مسلمان گھرانوں میں اپنی ذات برادری میں لڑکی کا رشتہ نہ ملنے پر یا لڑکی کے نام کی جائیداد کو بچانے کے لیے اس کی شادی قران سے کر دیتے ہیں۔)

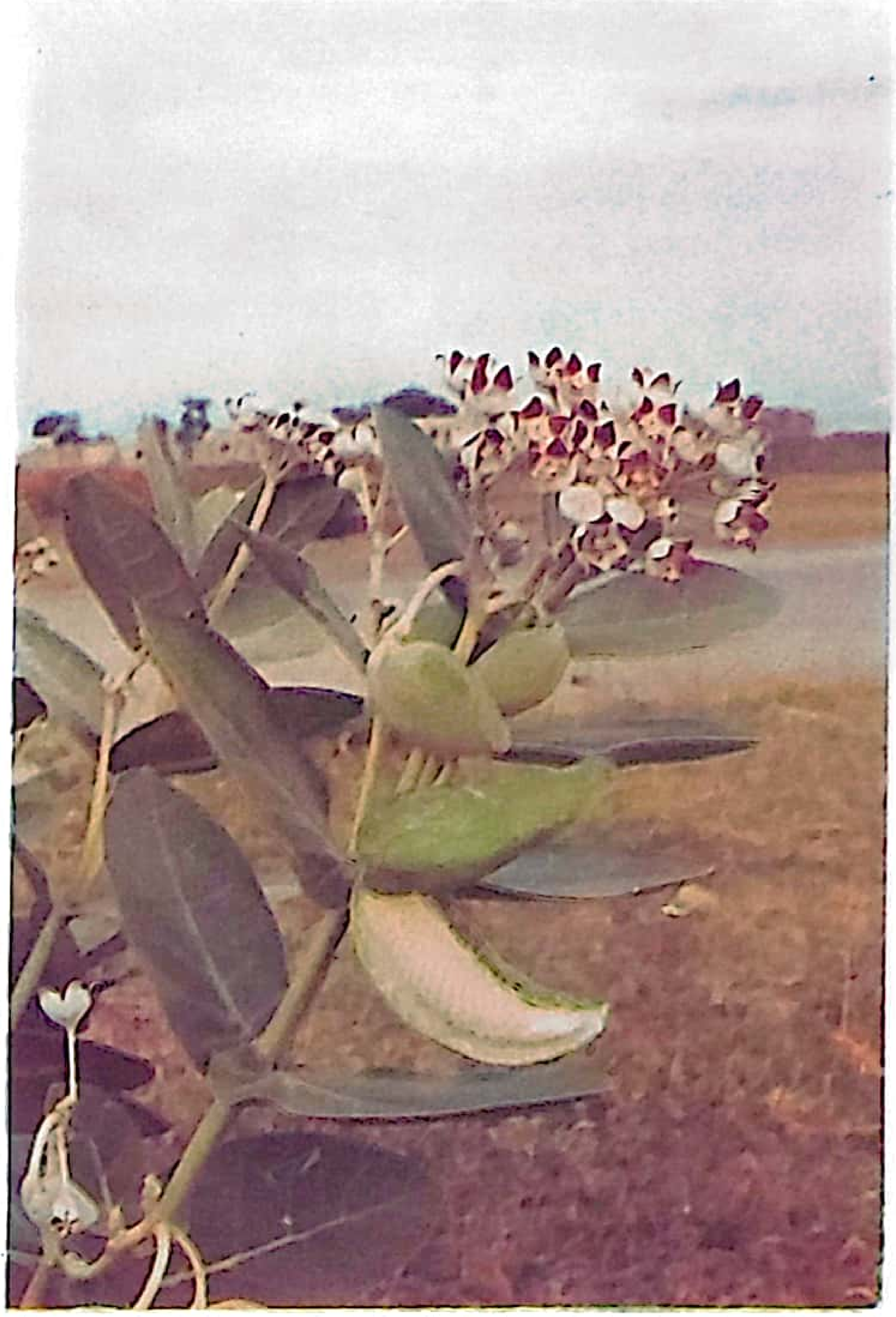

آک CALOTROPIS PROCERA جون ۱۹۹۵ء اسلام آباد

بلندی: ۷۰۰ فٹ یہ خشک علاقے کا آک ہے۔

Scanned with CamScanner

شادی کا اہل قرار پاتا۔

قدیم عربی قبیلے جو بت پرست تھے ان میں بھی آک مختلف مذہبی رسوم میں استعمال ہوتا تھا۔ جن میں سے سب سے اہم تسلیع (Tasliaa) کہلاتی تھی۔ یہ رسم اس وقت ادا کی جاتی تھی جب عرب میں خشک سالی پھیل جاتی تھی۔ وہ بارش لانے کے لیے کسی بیل کی دم کے ساتھ آک کا خشک پودا باندھ کر اسے آگ لگا دیتے تھے اور پھر اسے پہاڑوں میں ہانک دیتے تھے۔ اکثر اوقات رحمت خداوندی جوش میں آ جاتی تھی۔ جسے وہ اپنے دیوتاؤں کی کرامت خیال کرتے تھے۔

270 ہجری میں ابو حنیفہ نے سب سے پہلے اس کا ذکر اپنی تصنیف کتاب العقاقیر میں کیا۔ اس نے مندرجہ بالا رسم کی بھی تصدیق کی لیکن ساتھ یہ بھی لکھا کہ بیل کی دم کے ساتھ آک نہیں بلکہ آکاش بیل باندھی جاتی تھی۔

"عشر" جیسا کہ عام طور پر کتابوں میں عربی لفظ کے طور پر لکھا گیا ہے غلط ہے۔ یہ دراصل فارسی لفظ ہے اور سنسکرت لفظ "اش رشم" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے جلانے کے قابل۔

ملا برحان الدین کے بقول "عشر" فارسی کا لفظ ہے جو ایران میں تمام دودھ والے پودوں کے لیے عام طور پر اور مداریا آک کے لیے خاص طور پر بولا جاتا تھا۔

بو علی سینا کے خیال میں آک سے ایک قسم کا عرق خارج ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اس کے سائے میں بیٹھنا مہلک ہے۔ خاص طور پر سفید پھولوں والے پودے کے سائے میں بیٹھنا انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کے خیال میں یہ عرق ترنجبین کی طرح پودے سے تراوش پاتا ہے۔ جبکہ کچھ اس کو اوس سمجھتے تھے جو اس پر جم جاتی ہے جب کہ کچھ اس کو شکر تیغال سے مخلوط کر دیتے تھے حالانکہ ایسی رطوبت جو کسی بھی دودھ والے پودے سے تراوش پائے قدرتی طور پر کچھ مٹھاس رکھتی ہے۔

قدیم یونانی یا رومی مصنفین نے اپنی کتب میں آک کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن کچھ مسلمان مصنفین ہیجاکیوس (Hijakiyus) کو اس کا یونانی لفظ قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے بہت مقدس۔ شائد شامی طبیبوں نے اسے رومیوں کو متعارف کرایا تھا جو اس کا طبی استعمال جانتے

تھے اور یہ انہوں نے عربوں سے سیکھا تھا۔ بعد کے مصنفین نے اس کو درخت زہرناک یعنی زہریلے پودے کے نام سے پکارا۔

زمانہ قدیم سے آک کا دودھ بطور مخرش جبکہ جڑ اور پھول مقوی معدہ اور ہاضم کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں لیکن عموماً اطباء اس کو زہریلا تصور کر کے اس کے استعمال سے احتراز کرتے تھے۔

آج سے تقریباً 150 سال قبل تک اس کی چھال کے اندرونی حصہ سے ایک بہترین اور مضبوط ملائم ریشہ حاصل کیا جاتا تھا جس سے شہزادوں اور نوابوں کے لیے بہترین کپڑا بنایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس ریشے سے کمان کی تار، مچھلی پکڑنے کی ڈوری اور جال بھی بنائے جاتے تھے کیونکہ یہ ریشہ پانی میں آسانی سے خراب نہیں ہوتا تھا۔ جزائر بورنیو میں بیجوں کے اوپر پائے جانے والے بالوں سے دھاگہ بنایا جاتا تھا۔ یہ صنعت اس وقت مدراس میں بھی موجود تھی۔ کاٹھیاواڑ اور دکن میں اس کی شاخوں سے بارود میں شامل کرنے والا کوئلہ بھی بنایا جاتا تھا۔ سندھ میں اس کی سبز چھال سے رسیاں اور جال بنے جاتے تھے۔ عربوں میں بھی اس کا کوئلہ بارود بنانے کے لیے۔ روئی اچھی قسم کے تکیے بھرنے کے لیے اور چھال رسیاں بٹنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔

موجودہ دور میں آک کے اجزاء کا وسیع پیمانے پر استعمال لاہور کے ایک حکیم محمد صابر ملتانی مرحوم (1906ء ۔1972ء) نے شروع کیا اور اس کے متعلق بیش بہا تجربات کئے اور اپنا معرکۃ الآرا نسخہ بنام تریاق تپ دق پیش کیا جس کے ذریعہ تپ دق دور نہ ہونے پر انعامی رقم بھی رکھی۔ اس نسخہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ چند پیسوں کی لاگت سے تیار ہوتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ دق زیادہ تر غذائی کمی کا شکار اور کم قوت مدافعت رکھنے والے لوگوں کو ہوتی ہے جب کہ طب ایلوپیتھی میں اس کا علاج خاصا مہنگا ہے اور یہ مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب ملکوں سے دق کا خاتمہ نہیں ہو رہا۔ اگر صابر مرحوم کے طریق علاج کو اپنا لیا جائے تو ملک سے اس خوفناک بیماری کا یقینی خاتمہ ہو سکتا ہے۔

شناخت:-

Scanned with CamScanner

یہ ایک مستقل کھڑی جھاڑی ہے جو عام طور پر ۳ فٹ تا ۵ فٹ تک بلند ہوتی ہے۔ لیکن ریگستانی علاقوں میں اس کے ۱۵ فٹ تک بلند پودے بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی زیادہ تر شاخیں جڑ ہی سے نکل کر سیدھی اوپر اٹھتی ہیں۔ اس کی کچی ٹہنیوں اور پتوں کی نچلی طرف سفید سا رواں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حصے سفیدی مائل سبز نظر آتے ہیں۔ اس کا تنا نیچے سے سخت لکڑی کی طرح ہوتا ہے جب کہ اوپر سے نباتی یعنی نرم ہوتا ہے۔

پتے: آک کے پتے دبیز ہوتے ہیں جو دوہرا کرنے سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ تقریباً ۲" سے ۶.۵" تک لمبے اور ۱" تا ۴" تک چوڑے ہوتے ہیں۔ ٹہنی پر ۲ پتے آمنے سامنے یعنی متقابل لگتے ہیں۔ ان کا رنگ اوپر سے گہرا سبز ہوتا ہے جبکہ نچلی طرف روئیں کی وجہ سے سفیدی مائل نظر آتے ہیں۔ پتے کی شکل بیضوی، مستطیل نما یا ان کے بین بین ہوتی ہے۔

پھول: اس کی ٹہنی پر پھولوں کا گچھا لگتا ہے جس میں کلی گول اور سفید ہوتی ہے جس پر باریک دھاریاں ہوتی ہیں۔ جب پھول بنتا ہے تو اس کی پانچ پنکھڑیاں کھل کر کٹورہ نما تاج جیسی شکل بنالیتی ہیں۔ پنکھڑیوں کا رنگ باہر سے سفیدی مائل ہوتا ہے جب کہ اندر سے یہ جامنی رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ رنگ عموماً پنکھڑیوں کے کونوں پر گہرا ہوتا ہے۔

پھل: یہ کچے آم کی طرح ہوتا ہے اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ پختہ ہونے پر زرد رنگ کا ہو جاتا اور پھٹ جاتا ہے۔ اس کے اندر سے چھوٹے چھوٹے بھورے رنگ کے گول چپٹے مرچ کی مانند بیج نکلتے ہیں ہر تخم کے گرداگرد سفید ریشے ہوتے ہیں جب وہ پھولتے ہیں تو خوبصورت گول شکل اختیار کر لیتے ہیں جن کا مرکز تخم ہوتا ہے۔ ہوا کے زور سے یہ اڑتے پھرتے ہیں۔

دودھ: آک کے ہر حصہ میں وافر دودھ پایا جاتا ہے جس کی رنگت سفید ہوتی ہے۔ جب کسی پتے کو توڑیں تو یہ وافر مقدار میں ٹپکنے لگتا ہے۔

آک کا ڈنڈا: آک پر سبز رنگ کا ایک ڈنڈا پایا جاتا ہے جس کا ذکر اس کی طبی اہمیت کی وجہ سے لازم ہے۔ نیز یہ ڈنڈا کسی دوسرے پودے پر نہیں ملتا یہ ۲ انچ لمبا اور پون انچ اونچا ہوتا

ہے اس کے پروں اور جسم پر زرد رنگ کے دھبے پائے جاتے ہیں اس کی پرواز تھوڑی ہوتی ہے۔ یہ عموماً جست کر کے ایک ٹہنی سے دوسری پر جا بیٹھتا ہے۔

مقام پیدائش: آک برصغیر پاک و ہند کے علاوہ ایشیاء اور افریقہ کے تمام گرم اور خشک علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ خلیج کے صحراؤں میں تو یہ پودے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کوئی درخت کھڑے ہوں۔ پاکستان میں عام طور پر سڑکوں کے کنارے اور کھلے غیر کاشت شدہ علاقوں میں اس کی جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔

اقسام: صاحب مخزن الادویہ کے بقول آک کی تین اقسام پائی جاتی ہیں۔

(۱) درمیانی قسم جس کے پتے بھی درمیانے سائز میں ہوتے ہیں اور اس کا پھول باہر سے سفید اور اندر سے جامنی رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ عام ہے۔

(۲) بڑی قسم جو کہ بڑے بڑے پتوں والی ہوتی ہے اور اس کا پھول بالکل سفید ہوتا ہے۔ اس میں دودھ کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔

(۳) سب سے چھوٹی قسم جس کے پتے بھی چھوٹے ہوتے ہیں اور اس کے پھول بھی ہلکے پیلے اور سبزی مائل ہوتے ہیں۔ یہ صحراؤں میں پایا جاتا ہے۔

سائنسی اقسام: سائنسی لحاظ سے اس کی ۲ اقسام ہیں جن کے نام، شناخت اور مقام پیدائش درج ذیل ہیں۔

آبی علاقے کا آک

Calotropis gigantea

شناخت: اس کی نئی کونپلیں نرم سفید اور اونی بالوں سے بھری ہوتی ہیں۔ پتے ۴ تا ۸ انچ لمبے متقابل یعنی ٹہنی پر آمنے سامنے لگے ہوتے ہیں۔ پتے بیضوی اور سرے سے ہلکے نوکیلے ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی نہیں ہوتی یا بہت چھوٹی ڈنڈی ہوتی ہے۔ پتے کی بنیاد دل کی طرح گولائی مائل ہوتی ہے۔ پھول بالکل ستارے کی مانند۔ ۵ پنکھڑی۔ یہ پنکھڑیاں باریک اور سرے

ایک دوسرے سے دور ستارے کی مانند جب کہ نیچے سے آپس میں ملی ہوئی۔ رنگ سفید یا سوسن کی طرح جامنی مائل سفید۔ یہ جامنی رنگ پنکھڑیوں کی نوکوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ پھول میں خوشبو نہیں ہوتی۔ پھول کا باہر سے نچلا حصہ خاکستری رنگ کا ہوتا ہے۔ پھول کی ڈنڈی پھول سے لمبائی میں دوگنی ہوتی ہے۔ پھول کی کلی بیضوی یعنی انڈے کی مانند ہوتی ہے۔ پھول کی اندرونی پنکھڑیاں کان کی لو کی طرح اور ایک دوسرے سے دور دور ہوتی ہیں۔ پھول سارا سال پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک اونچی جھاڑی کی صورت میں پایا جاتا ہے جس کا چوبی تنا ۱۲ تا ۱۸" تک لمبا ہوتا ہے۔ جب کہ شاخیں موٹی نباتی ہوتی ہیں۔ چھال موٹی' نرم جھری دار اور سرمئی رنگ کی ہوتی ہے۔

مقام پیدائش: یہ جنوبی اور وسطی انڈیا میں عام ہے۔ علاوہ ازیں برما۔ بنگال۔ گورکھ پور۔ اودھ۔ نینی تال اور سری لنکا جیسے گرم مرطوب علاقوں میں ملتا ہے۔

گرم خشک علاقے کا آک

Calotropis procera

شناخت: جوان صحت مند اور چمکدار پتے سفید بالوں سے پر ہوتے ہیں جو کہ نرم اور اونی ہوتے ہیں۔ پتے ۴ انچ تا ۹ انچ لمبے' چمڑے کی طرح موٹے' بیضوی یا تقریباً مستطیل بیضوی۔ پتا بنیاد سے گولائی مائل یا دل کی شکل کا جب کہ پھول جامنی مائل سرخ ہوتے ہیں۔ جو کہ باہر سے ہلکے چاندی کی رنگت کے ہوتے ہیں۔ جن کی ایک تیز اور ناگوار بو ہوتی ہے۔ پھول کی کلی گولائی میں ہوتی ہے۔ جب کہ پنکھڑیاں کان کی لو کی مانند اور کھڑی ہوتی ہیں۔ پھول کی ڈنڈی پھول کی نسبت دگنی تگنی لمبی ہوتی ہے۔ عموماً ۴ فٹ تا ۷ فٹ تک اونچی جھاڑی ہے لیکن ریگستانی اور زیادہ خشک علاقوں میں ۱۲ فٹ تا ۱۵ فٹ اونچی جھاڑیاں بن جاتی ہیں جن کا چوبی تنا ۱۲ انچ تا ۱۸ انچ اونچا ہوتا ہے۔ سندھ میں اس کا تنا ۴ تا ۵ فٹ تک بھی بلند دیکھا گیا ہے۔ (بحوالہ سٹیورٹ)۔ چھال آدھ انچ موٹی اور کارک جیسی نرم اور لکڑی سفید اور ہلکی ہوتی ہے۔ اس کے پھول فروری سے مئی تک اگتے ہیں۔ اور پھل سرد موسم میں پکتے ہیں۔

مقام پیدائش: ۳۵۰۰ فٹ کی بلندی تک پنجاب' سرحد' سندھ' بلوچستان' کشمیر' دریائے سندھ کا طاس' ہمالیہ کی نچلی ترائیوں' سندھ اور جہلم کے درمیانی حصہ' اودھ' وسطی ہندوستان اور دکن' شام' عرب' مصر' ایران اور افغانستان میں پایا جاتا ہے۔

مزید یہ کہا جا سکتا ہے کہ (Calotropis gigantea) نمی والے علاقوں میں جب کہ (Calotropis procera) خشک اور ریتیلے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

پیداوار حاصل کرنے کا موسم: جڑیں موسم خزاں میں کھودی جاتی ہیں جب کہ پتے اور پھول مئی اور جون میں حاصل کئے جاتے ہیں' دودھ حاصل کرنے کا بہترین موسم اپریل تا جون ہے۔

جسم انسانی پر اثر: دودھ جلد پر خراش پیدا کرتا ہے اور غشائے مخاطی سے رطوبات کا شدید اخراج شروع ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا انجکشن کسی چوہے کو لگایا جائے تو اس کے دل کی حرکات کو ست کر دیتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:

(1) کڑوی گوندیں:

(i) ایکون ڈرن — Akundarin

(ii) کیلوٹراپن — Calotropin

(2) 0.45% اس چارن — Uscharin

0.15% کیلوٹاکسن — Calotoxin

0.15% کیلکٹن — Calactin

(3) انزائم:

الفا انزائم کیلوٹراپیول — a Calotropeol

بیٹا انزائم کیلوٹراپیول — B Calotropeol

بیٹا انزائم ایمائیرن — B Amyrin

(4) کیلشیم اوگزیلیٹ۔ نائٹروجن۔ گندھک۔

(5) مزید 2 جزو جو کہ زیادہ تر جڑ کے چھلکے میں پائے جاتے ہیں۔

(i) مدار ایلبن — Madaralban

(ii) مدار فلوایول — Madar Fluavil

ان میں سے اول الذکر ایک دانہ دار ست ہے جس کو مدارین بھی کہتے ہیں۔ یہ الکوحل میں حل پذیر ہے۔ یہ گرمی سے جمتا اور سردی سے پگھلتا ہے۔

افعال و خواص: زمانہ قدیم سے آک کو گرم خشک تسلیم کیا جاتا رہا ہے کیونکہ اس کے تمام اجزاء خصوصاً اس کا دودھ انتہائی سوزش ناک ہوتا ہے۔ نیز اس میں تیزابی کیفیت اور گرمی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ گرم خشک اور تیزابی خصوصیات نہ رکھتے ہوئے کھاری ہے جب کہ تیز کھاریں بھی اپنے اندر سوزش ناکی رکھتی ہیں۔ مثلاً کاسٹک سوڈا ایک تیز کھار ہے جو کہ جلا دیتا ہے۔ یہ صفراء پیدا کرنے کے بجائے اس کو خارج کرتا ہے۔ اور تیزابیت کو ختم کرتا ہے۔ چونکہ تیزابیت جسم میں انقباض اور سختی پیدا کر دیتی ہے اس لیے یہ اپنے کھاری پن کی وجہ سے جسم کے اندر جہاں بھی سختی ہو گئی ہو اس کو دور کرتی ہے۔ اور جسم نرم ہو جاتا ہے۔ ہر گرم خشک چیز جسم میں صفراء کی مقدار بڑھاتی ہے جب کہ آک جسم سے صفراء خارج کرتا ہے۔ اور جسم سے صفرا خارج کرنے والی اشیاء ہمیشہ گرم تر یا تر گرم ہوتی ہیں۔ یعنی ان میں تری گرمی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

تمام قدیم طبی کتب میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک شدید زہر ہے حالانکہ آج تک کسی کو آک کھا کر مرتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا سنا۔ جب کہ اس کو بے شمار مرکبات میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور طبی مقدار سے زیادہ دینے پر بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا صرف دست اور قے شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ الکلی ہے اس لیے اس کے برے اثرات کو دور کرنے کے لیے کوئی سی بھی ترشی کھلا دی جائے تو فوراً فائدہ ہوتا ہے۔

آک میں خصوصیت سے تین اثرات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(۱) محلل (۲) دافع درد (۳) مولد رطوبات۔

اپنے محلل اثرات کی بدولت یہ ہر قسم کے ورموں خصوصاً گرم ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ جسم کی سختی کو دور کرتا ہے اور ہر قسم کی گرہیں کھولتا ہے۔ اگر جگر۔ گردے اور دیگر غدد

سکڑ گئے ہوں تو ان کے لیے بے حد مفید ہے نیز غدد میں کسی قسم کی رکاوٹ ہو تو اس کو بھی دور کرتا ہے۔ جیسے کہ یرقان سدی۔ پتہ میں پتھری۔ نفخ کلیہ۔ گردوں میں رکاوٹ کو اپنے تحلیلی اثرات سے دور کر دیتا ہے اسی طرح امعاء میں خشکی اور سوزش کو دور کر دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے پیچش میں بہت جلد افاقہ ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کا جریان خون بہت جلد بند ہو جاتا ہے۔

اپنے دافع درد اثرات کی بدولت جب کبھی آک کے تیل کی مالش جسم پر کی جائے یا آک کے دودھ میں روئی کا پھایہ تر کر کے کرم خوردہ دانت پر رکھا جائے تو درد میں فوراً تخفیف ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں معدہ اور امعاء کے درد۔ پیچش۔ درد پتہ۔ گردہ کی پتھری کا درد۔ نقرس۔ درد شقیقہ۔ بھڑ اور سانپ کے کاٹے کا درد وغیرہ میں استعمال کرنے سے آرام دیتا ہے۔

آک پیدائش رطوبات کے لیے ایک بہترین دوا ہے۔ جب بھی اس کو اندرونی یا بیرونی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ فوراً رطوبات کا ترشح شروع ہو جاتا ہے۔ منہ میں تھوک کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ معدہ میں اعصابی نظام تیز ہو کر رطوبات معدی بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات طبیعت اس کو قے کے ذریعے خارج کرتی ہے۔ اسی طرح امعاء میں رطوبات کی زیادتی سے اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ جسم کے ہر حصہ میں رطوبات بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں اس لیے تحجر مفاصل جس میں رطوبات خشک ہو چکی ہوں کے لیے خاص طور پر فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں پھٹنا۔ بھگندر۔ پرانے زخم اور ناسور کو ختم کرتا ہے۔ مولد رطوبات ہونے کی وجہ سے خشک دمہ اور خشک کھانسی کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔ خشک دمہ میں رطوبات کی کمی کی وجہ سے پھیپھڑوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں سب سے بڑی خصوصیت دائمی قبض کو دور کرنا ہے۔ قبض دور کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے پیچش بھی دور ہو جاتی ہے اس لیے بواسیر کے لیے بھروسہ کی دوا ہے۔ نیز ٹی بی اور دمہ جیسی ہٹیلی امراض کے لیے قابل بھروسہ دوا ہے۔

آک سے ہزاروں مرکبات تیار کئے جاتے ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ کتاب عقاقیر کی شناخت سے متعلق ہے اور میں نہیں چاہتا کہ عقاقیر کی دوسری کتب کی طرح بنیادی مقصد کو پس پشت ڈال کر مرکبات۔ مجربات اور کشتہ جات میں الجھ جاؤں جیسا کہ دوسری کتب میں

Scanned with CamScanner

درج ہے کہ ایک صفحہ پر متعلقہ بوٹی کے متعلق ادھوری سی شناخت ہے اور مزید پچاس صفحات اس سے بننے والے مرکبات پر خرچ کردئے گئے ہیں جب کہ مجربات کی سینکڑوں کتب بازار میں دستیاب ہیں۔ اس لیے ہر ایک بوٹی کے آخر میں چند ایک ضروری مرکبات جو کہ میرے ذاتی تجربہ شدہ ہیں قارئین کے استفادہ اور متعلقہ بوٹی کی اہمیت واضح کرنے کے لیے درج کیے ہیں۔

مجربات:

(۱) اکسیر نزلہ و زکام: پھٹکڑی ایک تولہ ایک یوم شیر مدار میں اور دوسرے دن دھتورہ کے پتوں کے پانی میں اچھی طرح کھرل کرکے کسی مٹی کی ڈولی میں رکھ کر ڈولی کو گل حکمت کریں اور خشک ہونے پر ۱۰ سیر اوپلوں کی آگ دیں۔ سرد ہونے پر نکال کر کھرل کرکے سنبھال لیں۔ ایک رتی بالائی یا مکھن یا حلوے میں رکھ کر کھلائیں۔ اس کے بعد پانی پینا منع ہے۔ نزلہ زکام اور فلو کے لیے فوری اثر ہے۔

(۲) دانت درد: نمک لاہوری ۵ تولہ باریک پیس کر ایک مٹی کے کوزہ میں ڈالیں اور شیر مدار اس قدر داخل کریں کہ نمک کے اوپر تک آجائے۔ کوزہ کا منہ بند کرکے ۵ سیر اوپلوں کی آگ دیں پھر پیس کر کپڑ چھان کرلیں۔ اور مسوڑھوں پر ملیں۔ درد کے لیے فوری اثر ہے۔ اگر نمک میں قدرے تیزاب گندھک ملا کر ملیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

(۳) تریاق تپ دق و سل: یہ وہی نسخہ ہے جس کا ذکر اس مضمون کے شروع میں کرچکا ہوں۔ یہ حکیم صابر ملتانی مرحوم کا تپ دق کا شرطیہ نسخہ ہے جسے حکیم محمد شریف مرحوم نے مزید بہتر کیا ہے۔ یہ ترمیم شدہ نسخہ درج ذیل ہے۔

شیر مدار ۵ تولہ۔ نوشادر ٹھیکری ۵ تولہ۔ سہاگہ بریاں ۵ تولہ۔ ہلدی ۱۰ تولہ۔

ترکیب:۔ تمام اشیاء باریک پیس کر ملا کر لوہے کی کڑاھی میں ڈال کر بالکل ہلکی آنچ پر رکھ کر لگاتار کڑچھے سے ہلاتے رہیں تاکہ نیچے نہ لگنے پائے۔ سفید دھوں نکلے گا جس سے منہ اور آنکھیں بچائیں۔ جب دھواں نکلنا بند ہو جائے اور مرکب گہرا سرخ ہو جائے تو اتار کر باریک

پیس لیں۔

خوراک: ۲ رتی تا ۱ ماشہ دن میں تین چار مرتبہ۔

نوٹ: اس کی مقدار خوراک کا تعین مریض خود کرے۔ مقدار خوراک کو آہستہ آہستہ بڑھاتا جائے حتیٰ کہ گاہے گاہے متلی اور ابکائی کی شکایت پیدا ہو جائے۔ لیکن قے نہ ہو۔ یہ مریض کے لیے مکمل خوراک ہے۔

کھانے میں مریض کدو کا استعمال جتنا زیادہ کرے گا اتنا ہی بہتر ہوگا۔ نیز گلقند، گل اڑوسہ یا گل سرخ ایک چمچ ہمراہ ایک چوتھائی سفوف بادیان روزانہ رات ہمراہ دودھ کھانا چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ دوا دائمی قبض۔ خونی پیچش۔ ترشی معدہ۔ ترش ڈکار۔ سوزاک نیا یا پرانا۔ اور زخم معدہ کے لیے بھی بہترین ہے۔

(۴) کشتہ شاخ گوزن برائے ذات الریہ۔ ذات الجنب: بارہ سنگھا کا سینگ حسب ضرورت لے کر برادہ کرلیں۔ اور مٹی کی ڈولی میں ڈال کر شیر مدار سے اچھی طرح تر کریں۔ اور گل حکمت کرکے ایک من اوپلوں کی آگ دے دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر نکال لیں۔ سفید رنگ کا کشتہ حاصل ہوگا۔

۱ تا ۲ رتی شہد میں ملا کر دیں اور اوپر سے کالے چنوں کا شوربہ جس میں سرخ مرچ اور گرم مصالحہ 'لونگ' دار چینی وغیرہ ڈالا ہو پلا دیں۔ انشاء اللہ بہت جلد آرام آئے گا۔

(۵) حبوب ہیضہ و دست اتیسار: پوست بیخ مدار ۱ تولہ۔ تخم مرچ سرخ چھ ماشہ۔ افیون ۳ ماشہ۔ موٹھ کے برابر گولیاں بنالیں۔ مقدار خوراک ۱ تا ۲ گولی۔

ترکیب: ۱ چمچ آب ادرک اور نصف کپ پیاز کا پانی ملا کر اس کے ساتھ گولی ہر پندرہ منٹ کے بعد کھلائیں آرام ہونے کی صورت میں وقفہ بڑھا دیں۔ اگر ادرک نہ ملے تو خالی پیاز کا پانی ہی کافی ہے۔ یہ بھی نہ ملے تو مجبوری کی حالت میں لونگ دار چینی کا قہوہ جس میں لیموں نچڑا ہو سے گولی کھلائیں۔ لیموں کے بیج مت پھینکیں بلکہ انہیں رگڑ کر وہ بھی مریض کو کھلا دیں۔ ہیضہ کی آخری حالت میں بھی مفید ہے۔

Scanned with CamScanner

اجوائن خراسانی   HYOSCYAMUS NIGER   درہ بروغل سے ۶ میل دور
جوجاتی کیمپ   ۱۲/اگست ۱۹۹۳ء   بلندی: ۱۲۰۰۰ فٹ

(۶) کشتہ نیلا تھوتھا: پوست ریٹھا ایک پاؤ باریک پیس کر شیر مدار سے گوندھ کر دو ٹکیاں بنا کر درمیان میں توتیا کی ڈلی وزنی ۲ تولہ (۲۵ گرام) رکھ کر ایک پیالہ میں بند کر کے ۵ کلو کی آگ دیں۔ ٹھنڈی ہونے پر ڈلی نکال کر باریک پیس لیں۔ بہترین مصفی خون ہے۔ سوزاک۔ آتشک۔ خارش۔ داد۔ چنبول۔ ناسور وغیرہ کے لیے اکسیر ہے۔

مقدار خوراک: ۱ تا ۲ چاول مکھن یا ملائی میں رکھ کر دیں۔

اگر راکھ پوست ریٹھا سمیت باریک پیس کر رکھ لیں تو یہ بواسیر اور زخم معدہ کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ خوراک ۴ چاول تا ۱ رتی مکھن یا دودھ کے ہمراہ۔

Family: Solnaceae

اجوائن خراسانی

Hyoscyamus reticulatus

{ اردو: اجوائن خراسانی } { عربی: بزرالبنج، سیکران، خداع الرجال } { فارسی: بنگ }
{ ہندی: کھراسانی اجوین } { سنسکرت: پارسیک یوانی } { یونانی: افیقون }
{ انگلش: ھین بین Hen Bane } { وادی کوئٹہ: بھنگ کوہی }

تاریخ: اجوائن خراسانی اگرچہ زمانہ قدیم سے سلسلہ کوہ ہمالیہ میں پائی جاتی ہے لیکن قدیم ہندو طبیب اس کے متعلق لاعلم تھے کیونکہ ہندی اور سنسکرت سے نکلی ہوئی تمام زبانوں میں اس کو خراسانی یعنی بدیشی اجوائن ہی کا نام دیا گیا ہے۔ پاراسیکا اور خراسانی یوانی جو کہ بعد کے سنسکرت عالموں نے اس کا نام رکھا یہ نام ہی اس کے غیر ملکی ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ البتہ قدیم یونانی اس کے متعلق اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ اس کی تین اقسام سیاہ۔ سفید اور پیلی بیان کرتے تھے۔ پلائنی نے اس کا نام لاطینی میں (Altercum) اور (Herba symphoniaca) بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ الترکم اس کا عربی نام ہے۔ شائد یہ لفظ الترياق کا مفہوم رکھتا ہے جو کہ فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی فاد زہر (Antidote) کے ہیں۔ عرب مسلمان مصنفین نے اس کو بنج سے مخاطب کیا ہے جو کہ فارسی لفظ بنگ سے مشتق ہے۔ وہ اس کو یونانیوں کی افیون کہتے تھے۔ میر محمد حسین کی مخزن میں بھی اجوائن خراسانی کو دوسری تمام اجوائنوں سے مختلف بیان کیا گیا ہے اس نے اس کی تین اقسام سرخ۔ سفید اور سیاہ بیان کی ہیں۔ لیکن سفید قسم سب سے بہتر قرار دی ہے۔ تمام مصنفین نے اس کو زہریلی اور نشہ آور بیان کیا ہے۔ مفردات ناصری میں اس کو بزرالبنج ابیض کا نام دیا گیا ہے۔ پلائینی نے اس کی چار اقسام بیان کی ہیں۔

(ا) کالے بیجوں والی جس کے پھول ہلکے زرد ہوتے ہیں اور ان پر اودے (جامنی) رنگ کی لکیریں یا رگیں ہوتی ہیں۔ اسے انڈین ہین بین بھی کہتے ہیں لاطینی میں اسے

اجوائن خراسانی HYOSCYAMUS NIGER درہ برزل سے ۴ میل دُور
جوجانی کیمپ ۱۲ راگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

(Hyoscyamus niger) ہائیوسائمس نائجر کہتے ہیں یہ کشمیر میں عام ہے۔

(۲) خاکستری رنگ کے بیجوں والی جو کہ بازار میں عام ملتی ہے جس کے پھول نیلے جامنی مائل ہوتے ہیں بلوچستان کے پہاڑی علاقوں خصوصاً کوئٹہ کے گرد و نواح اور خراسان میں پائی جاتی ہے۔ لاطینی میں اس کو ہائیو سائمس ریٹی کولیٹس (Hyoscyamus reticulatus) کہتے ہیں۔

(۳) تیسری قسم ہائیو سائمس ایلبس (H. albus) یعنی بنج ابیض یعنی سفید بنگ ہے۔ اس کے تخم اور پھول سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔

(۴) چوتھی قسم کو پلائنی نے عام قسم قرار دیا ہے لیکن اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ عام قسم سے اس کی کیا مراد ہے لیکن میر محمد حسین نے ایک قسم سرخ بیان کی ہے یہ سرخ رنگ کے پھول والی ہے۔

اس کے فارسی نام بنگ سے اکثر اطباء کو مغالطہ لاحق ہوتا ہے کیونکہ فارسی میں قنب یعنی بھنگ کو بھی بنگ بولتے ہیں۔ اس لیے کچھ لوگ بزرالبنگ یا بزرالبنج سے تخم بھنگ مراد لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ بزرالبنج سے مراد تخم اجوائن خراسانی ہیں۔ جب کہ تخم بھنگ کو بذرالقنب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اور غلطی سیکران اور شوکران میں بھی ہوتی ہے دونوں کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے جبکہ سیکران تو بنج ہی کا دوسرا نام ہے جب کہ شوکران (Conium maculatum) سوئے کی مانند تخم ہوتے ہیں جو کہ شدید زہر ہے۔ حکیم سقراط کو اسی شوکران کا رس پلا کر ہلاک کیا گیا تھا۔ اسے انگریزی میں ہملاک (Hemlock) عربی میں شوکران اور فارسی میں تفت کہتے ہیں۔

ایک اور غلطی کا ازالہ کر دوں کہ میں نے اکثر نسخوں خصوصاً معدہ کے چورن میں چاروں اجوائن پڑھی ہیں۔ چورن کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن بعض اطباء ادرار حیض کے لیے بھی چاروں اجوائن نسخہ میں تحریر کرتے ہیں اور ان چاروں میں اجوائن خراسانی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ اجوائن خراسانی کا عام اجوائن سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا خاندان افعال و خواص۔ اثرات بالکل مختلف ہیں اور یہ ادرار کرنے کی بجائے انجماد کر کے خون کو بند کرتی ہے۔ لیکن اس کے نام سے اسے اجوائن کی قسم سمجھا جاتا

ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے مروجہ نام کو تبدیل کیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ بعض اوقات ہونے والے نقصانات سے بچا جائے۔ میرے خیال میں اس کو اس کے عربی نام سیکران سے پکارا جائے تو غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور کسی نقصان کا اندیشہ بھی نہیں رہے گا۔

مقام پیدائش: یہ خالص ملکی پودا ہے اور ہمارے ملک میں اس کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ نیز اس کی کم از کم تین اقسام پاکستان میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ سطح سمندر سے لے کر ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک ملتی ہیں۔ اس کی ایک قسم اجوائن خراسانی سیاہ تخم والی (H. niger) کشمیر میں ۶۰۰۰ تک ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر عام نالوں۔ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں اور جنگلوں میں ملتی ہے۔ یہ قسم خراب سمجھی جاتی ہے اور استعمال میں نہیں آتی جب کہ یہ ایلوپیتھی اور ہندی طب میں مستعمل ہے اور برٹش فارما کوپیا اور انڈین فارما کوپیا میں داخل ہے راقم نے اس کی ایک تصویر اٹھ مقام (آزاد کشمیر) کے قریب ۹۰۰۰ فٹ کی بلندی سے حاصل کی جبکہ دوسری تصویر بلتستان میں سکردو سے ۷۱ (اکہتر) میل کے فاصلہ پر ۱۴۰۰۰ فٹ بلند درہ برزل سے ۶ میل دور جو جاٹی کیمپ جو کہ ۱۲۰۰۰ فٹ بلند ہے سے حاصل کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ تمام کشمیر۔ سلسلہ کوہ ہمالیہ میں کشمیر سے لے کر گڑھوال تک پائی جاتی ہے۔ نیز انڈیا میں سہارنپور۔ کلکتہ اور پونا کے سرکاری نباتی باغات (بوٹانیکل گارڈنز) میں بھی اس کی کاشت کی جاتی ہے بلکہ اب تو خوبصورتی کی وجہ سے اسے عام باغوں میں بھی لگایا جاتا ہے۔

اس کی دوسری قسم خاکستری رنگ کے بیجوں والی ہے جس کے بیج بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ (H. reticulatus) بلوچستان میں کوئٹہ کے گرد و نواح' ایران میں صوبہ خراسان' صوبہ سرحد اور افغانستان میں بہت زیادہ ملتی ہے۔

تیسری قسم یعنی بھنگ کوہی (H. muticus) افغانستان' مغربی پنجاب' صوبہ سندھ' صوبہ سرحد کے نچلے پہاڑی علاقوں اور میدانی علاقوں میں عام پائی جاتی ہے۔

شناخت: یہ یک سالہ پودا ڈیڑھ تا ۴ فٹ بلند روئیں دار پودا ہے۔ کم و بیش تمام پودے پر روئیں ہوتے ہیں۔ اس کے پتے موٹے طول و عرض میں مختلف اور گھنے ہوتے ہیں۔ یہ پتے تقریباً ڈیڑھ تا ۴ انچ تک چوڑے اور ۴" تا ۱۰" تک لمبے ہوتے ہیں۔ عموماً یہ پتے بغیر ڈنڈی کے

Scanned with CamScanner

ہوتے ہیں جب کہ چند پتوں میں بہت چھوٹی سی ڈنڈی بھی ہو سکتی ہے۔ شاخ پر ایک پتے سے کچھ اوپر مخالف سمت میں دوسرا پتا ہوتا ہے یعنی یہ پتے مترادف یا متبادل کہلاتے ہیں۔ پتے کی شکل سہ گوشہ بیضہ نما ہوتی ہے۔ اس کے کنارے مختلف نوکدار حصوں میں کٹے ہوتے ہیں لیکن بے قاعدہ اور بے ڈھنگے کٹاؤ ہوتے ہیں۔ ان کی رنگت زردی مائل سبز ہوتی ہے۔ پتوں کی نچلی طرف سطح زیادہ روئیں دار ہوتی ہے۔ تازہ پتوں کا ذائقہ تلخ زبان اور حلق میں خراش پیدا کرنے والا اور بونا مرغوب اور تیز ہوتی ہے۔

پودے کی شاخیں گول یا مدور اور روئیں دار ہوتی ہیں شاخوں کے سروں پر پھول اس طرح لگتے ہیں کہ جیسے جیسے شاخ آگے بڑھتی جاتی ہے پھول ہر دو پتوں کے درمیان شاخ پر لگتا جاتا ہے۔ عموماً شاخ کے سرے پر ۲۔۳ پھول کھلے نظر آتے ہیں کیونکہ جب شاخ لمبی ہوتی ہے تو نچلے پھول کے مرجھانے کے بعد ڈوڈے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح جب ہم اجوائن خراسانی کے پودے کو دیکھتے ہیں تو شاخ کے سروں پر پھول اور شاخ پر نیچے سے لے کر اوپر تک ایک لائن میں ڈوڈے لگے نظر آتے ہیں۔

اس کا پانچ پنکھڑیوں والا پھول تمباکو کے پھول کی مانند پایا جاتا ہے۔ اس کی مختلف اقسام کو مختلف رنگ کے پھول آتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ جس رنگ کے پھول ہوں تخم بھی اسی رنگ کے ہوں جیسا کہ کچھ کتب میں مذکور ہے۔ پھولوں کی بناوٹ پیالی نما ہوتی ہے۔ پنکھڑیوں پر بال کی طرح لکیریں ہوتی ہیں۔

اس کے ڈوڈے جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں شاخ پر ایک لائن میں لگے ہوتے ہیں یہ تقریباً آدھ انچ موٹے اور پون سے ایک انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بالکل اس انار سے ملتی ہے جو ابھی پھول جھڑنے کے بعد لگا ہو۔ یعنی بچہ انار۔ فرق صرف یہ ہے کہ انار سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور یہ ڈوڈہ سبز رنگ کا۔ اس کے سر پر بھی ویسا ہی تاج سا ہوتا ہے۔ جب کہ پیٹ میں باریک بیج بھرے ہوتے ہیں۔ یہ بیج ۲ خانوں میں ہوتے ہیں۔ تاج کے اندر ان بیجوں کے اوپر ڈھال نما ایک پردہ ہوتا ہے۔ جب ڈوڈے پک جاتے ہیں تو یہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور بیج منتشر ہو جاتے ہیں۔ ڈوڈے کے اندر بیجوں کی کیفیت تصویر میں اس کی طولانی تراش میں واضح ہے۔ بیج چھوٹے چھوٹے اور چپٹے ہوتے ہیں جن کی تیز مخصوص بو ہوتی ہے۔ یہ ذائقہ

میں قدرے تلخ اور چرچرے ہوتے ہیں۔

موسم: پہاڑی علاقوں میں یہ مارچ تا مئی میں اگتا ہے اور پھول اگست کے شروع میں آتے ہیں جب کہ بیج ستمبر تک پک جاتے ہیں اور اکتوبر تک یہ پودا مرجھا جاتا ہے۔

اقسام:

(1)	بنج سفید	سفید بیج والی	Hyoscyamus albus
(2)			Hyoscyamus aureus
(3)	بنج سرخ	مغربی پنجاب اور سندھ میں پائی جانے والی	Hyoscyamus muticus
			Hyoscyamus insanus
(4)	بنج سیاہ	کالے بیجوں والی کشمیر اور ہمالیہ میں ملنے والی۔	Hyoscyamus niger
(5)	بنج خراسانی	بلوچستان اور خراسان والی عام قسم خاکستری بیجوں والی۔ جو بازار میں دستیاب ہے۔	Hyoscyamus reticulatus

کیمیائی تجزیہ: اس میں دو کھاری جوہر موثرہ (ایلکلائیڈز) "ہائیو سائمین" (hyoscyamine) اور "ہائیوسین" (hyoscine) یا "سکوپولے مین" (scopolmaine) ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں ایک زہریلا تیل بھی پایا جاتا ہے۔ اگر ہائیو سائمین زیادہ دیر پڑی رہے تو "ایٹروپین" (atropine) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پتوں میں "ہائیوسکری پن" (hyoscypikrin) "کولین" (kolien)، شحمی روغن۔ لعاب۔ ایلبیومن (Albumin) اور ۲ فیصد تک قلمی شورہ یعنی پوٹاشیم نائٹریٹ ہوتے ہیں جب کہ بیجوں میں ۲۶ فیصد تک فکسڈ آئیل (غیر فراری روغن) کے علاوہ ایمپائریو میڈک آئل بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں راکھ کی مقدار ۵۱.۴ فیصد ہوتی ہے۔

افعال و خواص: یہ بے حس (سن) کرتی ہے اور نیند لاتی ہے اسلئے ان دردوں میں جن میں ٹیس ہو انہیں ساکن کرتی ہے۔ سر درد، جوڑوں کے درد اور نزلہ کو نافع ہے۔ ہر ایک عضو

Scanned with CamScanner

سے جاری خون کو روکتی ہے۔ رطوبات کو خشک کرتی ہے۔ کسی عضو کے بال اکھڑ کر لگانے سے پھر نہیں نکلتے۔ معدے کی رطوبات کو خشک کرتی ہے اور خشکی زیادہ کرتی ہے۔ ہاضم ہے اور پیچش کو رفع کرتی ہے۔ اعضاء میں سستی پیدا کرتی ہے۔ اسکا فرزجہ رحم کو خشک کرتا ہے۔

یہ بالخاصہ قابض اور حابس حیض ہے۔ خون کو گاڑھا کرتی ہے اس لیے موٹا کرنے والی ادویہ میں استعمال ہوتی ہے۔ پھل کر دانت پر رکھنے سے کیڑا مرجاتا ہے اور درد کو آرام آجاتا ہے۔ رطوبی کھانسی میں نفع کرتی ہے نیز گرم نزلہ کو بھی فائدہ مند ہے حمل کے بعد پستان پر ورم ہو جائے تو پتوں کا نغدہ باندھنے سے آرام ہو جاتا ہے۔ آنکھ میں شدت سے درد ہو تو اس کے پتوں کا لیپ کرنے سے آرام آجاتا ہے۔

ساڑھے چار ماشہ کی مقدار سخت نیند آور ہے۔ اس کے پتوں کو پکا کر انڈے کی زردی اور چربی ملا کر لیپ کرنے سے کنج ران اور خصیوں کا درد رفع ہوتا ہے۔ اگر اس کے پتے باقلا کے آٹے کے ساتھ خصیوں اور عورتوں کے پستانوں پر لگائے جائیں تو ان کا بڑھنا رک جاتا ہے۔ نیز ان میں درد اور ورم بھی ہو تو ختم ہو جاتا ہے۔

بے خوابی۔ دیوانگی اور بلغمی کھانسی میں بہت مفید ہے۔ بار بار تھوڑا تھوڑا پیشاب آنا اور سوزش مثانہ کے لیے دیگر کھاری ادویہ کے ہمراہ ملا کر دینا نہایت پر اثر ہے۔ مسہلہ ادویہ کی مروڑ پیدا کرنے والی تاثیر کی اصلاح کے لیے بہت کارآمد ہے۔ اسی لیے حب تنکار کا اہم جزو ہے ذکاوت حس کے دفعیہ کے لیے نافع ہے۔ غرضیکہ یہ مسکن۔ منشی۔ منوم اور مخدر ہے۔

تمام اقسام تیسرے اور چوتھے درجے میں سرد خشک ہیں۔ اس کے تخم ۴ رتی تا ۱ ماشہ اور خشک پتے ڈیڑھ رتی تا ۳ رتی تک استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

اگر زیادہ مقدار میں استعمال کرلی جائے تو سمی علامات پیدا ہو جاتی ہیں اور موت تک بھی نوبت آجاتی ہے۔

علامات سمیہ: سمی مقدار میں کھانے سے منہ ناک اور حلق خشک ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں پھیل جاتی ہیں نظر دھندلا جاتی ہے۔ کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور کبھی ہذیان ہونے لگتا ہے۔ نبض ست ہو جاتی ہے۔ جلد ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ ٹھنڈا پسینہ آتا ہے۔ سانس تنگی سے ٹھہر ٹھہر کر آتا ہے۔ دل مفلوج ہو جاتا ہے اور دم گھٹ کر موت واقع ہو جاتی ہے۔

علاج: سٹامک ٹیوب سے معدہ دھوئیں یا مقئی ادویہ سے قے کرائیں۔ پھر محرکات مثلاً برانڈی۔ وسکی تیز چائے۔ قہوہ گھی ملا کر پلائیں۔ جسم کو گرمی پہنچائیں۔ گرم پانی کی بوتلیں رکھیں اور اگر سانس رکنے لگے تو مصنوعی تنفس جاری کریں۔

مجربات

(۱) سفوف ذکاوت: تخم اجوائن خراسانی۔ تخم سنبھالو۔ تخم بھنگ۔ تخم جوز ماثل۔ تخم سلارا۔ سمندر سوکھ۔ تخم اوٹنگن۔ مغز تخم سرس۔ بیج بند سرخ۔ تمام اشیاء ہموزن لے کر باریک کپڑ چھان سفوف بنالیں۔

خوراک: ۱ تا ۲ رتی ہمراہ معجون فنجنوش ۳ ماشہ۔

فوائد: یہ سفوف ذکاوت حس کو ختم کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے جھوٹی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جریان اور احتلام میں بھی مفید ہے۔ اور کچھ ممسک بھی ہے۔

(۲) سفوف التوالامعاء: اجوائن خراسانی ۱ تولہ۔ نک چھکنی سوختہ ۱ تولہ۔ زنجبیل ۱ تولہ۔ پرانا گڑ گھی سے چرب کر کے گولیاں نخودی بنالیں۔

خوراک: ۱ تا ۲ گولی ہمراہ آب نیم گرم یا دودھ میں گھی ملا کر صبح و شام۔

فوائد: ناف پڑنے میں مفید ہے۔

(۳) ممسک:- اجوائن خراسانی ۳ ماشہ۔ کیکر کا مدھ یعنی جو کالی سی رطوبت کیکر کے تنے میں سے باہر نکل کر جم جاتی ہے۔ ۱ تولہ۔

اجوائن خراسانی کا باریک سفوف کر کے مدھ میں ملا کر نخودی گولیاں بنالیں۔

خوراک: ۱ تا ۲ گولی مباشرت سے ۲ گھنٹہ قبل استعمال کریں۔

فوائد: ایک اچھی بے ضرر ممسک ہے۔

Scanned with CamScanner

اڑوسہ JUSTICIA ADHATODA اگست ۱۹۹۲ء، اسلام آباد

بلندی ۱۷۰۰ فٹ

Family:- Acanthaceae

اڑوسہ

(Justicia adhatoda)

اردو: اڑوسہ ۔ پنجابی: بھیکڑ۔ بھنکڑ ۔ فارسی: بانسہ ۔ ہندی: اڑوسہ۔ بانسہ۔ روس ۔ لاطینی: Justicia adhatoda

تاریخ: برصغیر میں یہ جھاڑی اطباء اور ویدوں میں زمانہ قدیم ہی سے انتہائی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ جس علاقے میں بانسہ کے پودے ہوں وہاں امراض سینہ کا کیا کام۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنی مخرج بلغم اور جراثیم کش اثرات کی بدولت اسے ٹی بی تک میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جڑی بوٹیوں کی شناخت کے متعلق ہندی اور سنسکرت زبانوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں بوٹی کی شناخت اس کے نام سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً سہنا مکھی یعنی شیر کے منہ والی۔ کیونکہ اس کے پھولوں کی شکل شیر کے منہ جیسی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں سنسکرت میں اسے واساکا۔ وانسا۔ ورشیا اور اتروشا وغیرہ پکارا گیا ہے۔ اور اس کے پتوں کے ایک تولہ تازہ رس کو شہد اور فلفل دراز کے ہمراہ کھانسی۔ دمہ اور تپ دق میں دینے کی سفارش کی ہے۔ ہندو میٹریا میڈیکا میں دت نے اس کے کئی مرکبات لکھے ہیں جو اس نے سنسکرت کتب شارنگدھر اور بھاؤ پرکاش وغیرہ سے اخذ کئے ہیں اور اس کی انتہائی تعریف میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ اس پودے کی موجودگی میں سل اور دق کے مریضوں کو زندگی سے مایوس اور ناامید ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہندو نگھنٹو یعنی مخزن المفردات میں اسے بلغم اور صفراء کو دور کرنے والی۔ مصفی خون۔ دمہ۔ کھانسی۔ بخار۔ قے۔ سوزاک۔ جذام اور سل و دق کے لیے ایک شافی دوا مانا گیا ہے۔

فارسی اطباء نے اس کا ہندوستانی نام اڑوسہ ہی اپنی مخزنوں میں درج کیا ہے۔ مخزن الادویہ میں اس کی صحیح شناخت دینے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی لکڑی کا' زیادہ حرارت دینے کی

خصوصیات کی وجہ سے' کوئلہ اور خصوصاً بارود میں استعمال ہونے والا کوئلہ بنایا جاتا ہے۔
بعض علاقوں میں اس کا پھل دھاگے میں پرو کر بچوں کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ سردی لگنے سے محفوظ رہیں۔
سری لنکا میں اس کے پودے جنہیں وانا پلا کہتے ہیں ۱۴ تا ۱۵ فٹ اونچے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے درخت نظر آتے ہیں۔ وہاں بھی اس کے پھول۔ پتے اور جڑ بطور دوا استعمال ہوتے ہیں اور اس کے پھول خصوصیت سے دافع تشنج۔ دمہ کی مختلف اقسام میں مفید اور باری کے لرزہ والے بخار کے لیے عمدہ سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ہلکے سے خوشبودار اور کڑوے ہوتے ہیں جن میں شہد کی طرح تھوڑی سی مٹھاس بھی ملتی ہے۔ وہاں متذکرہ بالا بیماریوں کے لیے اس کے پھولوں کی گلقند یا رس ایک تا دو چھوٹی چمچ استعمال کئے جاتے ہیں۔
فارما کوپیا آف انڈیا میں ڈاکٹر جیکسن اور دت نے تجربہ کے بعد اسے ضیق النفس مزمن۔ دمہ۔ سانس اور پھیپھڑوں کے امراض میں مفید بیان کیا ہے۔ بنگال میں دمہ کے دورے کے دوران اس کے لیے حقہ میں رکھ کر کش لگائے جاتے ہیں۔ جس سے بلغم کا اخراج ہو کر دورہ میں تخفیف ہو جاتی ہے۔
ڈاکٹر واٹ کے بقول پنجاب کی وادی ستلج میں سیلابی پانی سے بھرے ہوئے چاول کے کھیتوں میں اڑوسہ کے تازہ پتے کچل کر پھینک دیے جاتے ہیں۔ جو کہ ان کھیتوں میں کھاد کا کام دینے کے ساتھ نقصان دہ آبی جڑی بوٹیوں کے لیے زہریلے ثابت ہوتے ہیں اور انہیں ختم کر دیتے ہیں۔ لیبارٹری تجربات سے بھی یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس کے پتوں کا جوشاندہ ان پودوں کے خلیات پر اسی طرح اثر انداز ہوتا ہے جس طرح کوئی اور جڑی بوٹیوں کو ختم کرنے والی دوا ان کو محدود اور منتشر کرتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پانی میں موجود چھوٹے جانوروں مثلاً مینڈکوں۔ جونکوں اور مچھروں کے لیے بھی زہریلے ثابت ہوتے ہیں۔ جب کہ بڑے جانوروں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔
جنوبی ہند میں پتوں کا رس اسہال اور پیچش میں استعمال کیا جاتا ہے اور پتوں کی پلٹس بنا کر سوزش اور سوجن کے مقام پر باندھی جاتی ہے۔ واٹ کے بقول اس کا الکوحل میں بنا ہوا مرکب مکھیوں۔ مچھروں اور کیڑے مکوڑوں پر زہریلے اثرات رکھتا ہے۔

شناخت: یہ ایک تیز بو والی دائمی جماعت پسند بے مو جھاڑی ہے جو عام طور پر جھنڈ یا گروہ کی صورت میں ہوتی ہے جسے مویشی نہیں کھاتے۔ خشک جگہوں پر اس کی بلندی ۳ تا ۴ فٹ اور گیلی اور زرخیز جگہوں پر ۱۰ تا ۱۲ فٹ۔ اسے میں نے خود دیکھا ہے۔ چھال ہموار اور تنا چھوٹا ہوتا ہے۔ جس پر نیچے سے ہی شاخیں نکل کر جھاڑی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ پتے متبادل۔ بیضوی مکمل بھالا نما آم کے پتوں کی مانند ڈیڑھ تا ۲" چوڑے اور ۴ تا ۶ انچ لمبے ہوتے ہیں۔ پھول دو لبی سفید یا ہلکے زرد رنگ کا ہوتا ہے جس کی اوپر کی پنکھڑی چھوٹی اور جھکی ہوئی ہوتی ہے جب کہ نچلا لب یا پنکھڑی زیادہ لمبی چوڑی اور سیدھی ہوتی ہے۔ جس کے اگلے سرے پر دو چھوٹے سے شگاف ہوتے ہیں۔ پنکھڑی پر ہلکے سرخ رنگ کی رگوں کا جال ہوتا ہے۔ اکلیلچہ ۱ انچ تک لمبا ہوتا ہے جس کی نلی چھوٹی ہوتی ہے۔ اکمامہ ۵ بھالا نما حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ زر ریشے دو ہوتے ہیں۔ ڈوڈا مگدر نما ایک انچ لمبا اور بال دار ہوتا ہے جس میں چار بیج ہوتے ہیں۔ پھول اور کلیاں ایک گچھے کی صورت میں ٹہنی کی چوٹی کے پاس لگتی ہیں اور یہ گچھا ایک مضبوط ڈنڈی کے ساتھ ٹہنی سے جڑا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش: تمام برصغیر میں بھوٹان تک عموماً اور ہمالیہ کے دامن میں خصوصاً ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی تک عام ملتا ہے۔ اس کی زیادہ پیداوار پہاڑیوں کے دامن میں ہوتی ہے شمالی پنجاب میں قبرستانوں میں اس کے پودے عام اگے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں جنوب مشرقی ایشیا میں بھی عام ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- بانسہ کے کیمیائی تجزیہ کے دوران اس میں دو عدد جواہر موثرہ کی موجودگی ظاہر ہوئی ہے۔ جن میں سے ایک الکلائیڈ واسی کائن Vasicine نامی ہے جس کا فارمولہ $C_{11}M_{12}N_2O$ ہے اس کے علاوہ ایک فراری روغن بھی ملا ہے ان دونوں بنیادی اجزاء کا مزید تجزیہ درج ذیل ہے۔

Vasicine کے جسم انسانی پر اثرات: الکلائیڈ واسی کائن اور اس کے نمکیات مختلف اقسام کے جراثیموں پر بہت زیادہ زہریلے ثابت نہیں ہوئے ان کا تھوڑا بہت بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب کاشت کردہ خناق۔ دق اور پیپ پیدا کرنے والے بکٹیریا سٹرپٹو کوکائی

اور سٹیفلو کوکائی وغیرہ پر یہ الکلائیڈ ڈالا گیا تو ان پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ شائد پہلے مصنفین نے اس کے پتوں میں جو جراثیم کش خصوصیات دریافت کی تھیں وہ اس کے روغن کی وجہ سے تھیں۔ اس کا ۱ تا ۵ فیصدی محلول غشائی جھلی پر کوئی خراش پیدا نہیں کرتا۔ یہ الکلائیڈ کڑوا ذائقہ رکھتا ہے اس کے باوجود یہ غذائی نالی کی حرکات دودیہ پر کوئی اثر نہیں چھوڑتا۔ جانوروں میں اس کے وریدی انجیکشن فشار الدم میں معمولی کمی کا باعث بنتے ہیں۔ اور اس کے قلب کے عضلات پر مضعف اثرات ہوتے ہیں۔ جب کہ خون کی نالیوں پر اس کے کوئی اثرات نہیں ہوتے۔ تجرباتی جانوروں کے پھیپھڑوں کے پھیلاؤ میں اس الکلائیڈ کا ہلکا لیکن مستقل اثر پایا جاتا ہے۔

فراری روغن کے جراثیم کش اثرات: مختلف سائنسدانوں نے فراری روغن کے اثرات کا مختلف قسم کے بکٹیریا پر مشاہدہ کیا۔ اور اس بات کی تصدیق کی کہ یہ سل کے جراثیم پر ایک یقینی جراثیم کش کے اثرات اور ان کی پیدائش میں رکاوٹ بن کر کرتا ہے۔ الیکٹران خوردبین سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جب یہ روغن کاشت کردہ جراثیموں پر ایک اور پانچ لاکھ کی نسبت سے ڈالا گیا تو ان میں سوجن پیدا ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس تیل کا بھوری جوؤں۔ کھٹمل اور سفید چوہوں پر ہلکے زہریلے اثرات کا مشاہدہ کیا گیا۔

افعال و خواص: اڑوسہ کے پتوں کا رس۔ ضعف ہضم۔ بلغم۔ کھجلی۔ ورم اور فساد خون میں فائدہ مند ہے۔ اس کا رس کڑوا ہوتا ہے۔ بچوں کے زکام میں جبکہ بخار اور بلغم بہت بڑھ گیا ہو تو اس کے سوا تولہ رس میں شہد یا چینی اور پانی ملا کر دن میں دو بار پلانا چاہیے۔ اس کے پتوں کا رس موسم برسات میں پیروں کے تلووں پر لگانے سے تلوے نہیں پھٹتے۔ اس کے پتوں کا رس چونکہ بہترین دافع تعفن اور جراثیم کش ہے اس لیے آتشک کے زخموں پر لگانا فائدہ مند ہے۔ کالی مرچ اور پتوں کو پانی کے ساتھ پیس چھان کر پلانے سے آتشک۔ بخار اور خشک کھانسی رفع ہو جاتی ہے۔ جب کہ زنجبیل کا سفوف ملا کر دینے سے بچوں کے بدہضمی کے دست بند ہو جاتے ہیں۔ اس کے پھولوں کی گلقند اس طرح بناتے ہیں کہ پھول کی پنکھڑیاں وزن میں ایک حصہ اور چینی یا شہد ایک حصہ لے لیں۔ پنکھڑیوں کو کوٹ کر شہد میں ملا کر

Scanned with CamScanner

شیشے کے مرتبان میں بند کر کے سات یوم دھوپ میں رکھنے کے بعد ۶ ماشہ تا ۱ تولہ ہمراہ بدرقہ مناسب استعمال کرنے سے متذکرہ بالا امراض میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ یہ ہر گھر میں ضرور بنا کر رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے سردیوں میں امراض سینہ و گلا سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

اس پودے کے متعلق ہندوستان کے مختلف ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں تجربات کئے گئے۔ سب سے پہلے بانسہ کے پتوں سے ایک ٹنکچر بنایا گیا اور مختلف مریضوں پر استعمال کیا گیا جس سے حوصلہ افزا نتائج حاصل ہوئے۔ ضیق النفس حادہ میں یہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا خاص کر جہاں بلغم گاڑھی اور چسیدہ تھیں اس کے استعمال سے پتلی ہو کر آسانی سے خارج ہونے لگی جس سے مریض کے سانس لینے میں آسانی پیدا ہو گئی۔ اس ٹنکچر کو ایسے دمہ میں جہاں حلق اور پھیپھڑوں میں ورم تھا استعمال کرایا گیا لیکن ورم پر اس کا کوئی خاص اثر دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس کے علاوہ دق کے جراثیم پر بھی اس کا کوئی خاص اثر دیکھنے میں نہیں آیا۔ البتہ مریض کی بلغم کا اخراج آسانی سے ہونے کی وجہ سے اسے آرام محسوس ہوا۔ مصنف کے بقول اس کے باوجود اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اپنی مسکن اور مخرج بلغم خصوصیات کی وجہ سے خراش دار کھانسی اور گاڑھی بلغم کے اخراج میں یہ ایک عمدہ دوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام یونانی اور ویدک کھانسی کے شربتوں میں برگ بانسہ ایک اہم جزو ہوتا ہے۔

PEGANUM HARMALA

Family: Zygophyllaceae

اسپند

(Peganum harmala)

﴿ اردو، فارسی: اسپند ﴾ ﴿ عربی پنجابی: حرمل ﴾ ﴿ ہندی: اسپند لاہوری۔ چرمل ﴾
﴿ بلوچی: اسپتھن۔ سپند۔ سپنج۔ ہرمارو ﴾ ﴿ سندھی: اسپند لاہوری۔ حرمل ﴾
﴿ لاطینی: Peganum harmala ﴾

تاریخ: حرمل زمانہ قدیم ہی سے گھریلو دوا کے طور پر برصغیر پاک و ہند میں استعمال ہو رہی ہے۔ اس کی دافع تعفن خصوصیات کی وجہ سے آج بھی وبا کے دنوں میں مریض کے کمرے میں اس کے بیجوں کو جلتے کوئلوں پر ڈال کر اس کی دھونی دی جاتی ہے پہلے زمانے میں خیال کیا جاتا تھا کہ یہ دھونی اپنی بو کی وجہ سے بھوت پریت کو دور کرتی ہے۔ اسی طرح جیسے لہسن اور پیاز کو کمرے کے دروازے پر کاٹ کر لٹکایا جاتا ہے۔ دراصل جب بھی ہوا میں تعفن اور جراثیم پیدا ہوتے ہیں تو وبائی امراض پھیل جاتے ہیں اور اسپند بھی ہوا کو صاف کرنے کی خصوصیت رکھتی ہے۔ اس کے بیجوں سے سرخ رنگ بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اس کا پودا عرب سے تعلق رکھتا ہے اور عربوں سے ہی یورپ والوں نے اس کی شناخت کی ہے۔

شناخت: یہ ایک تا تین فٹ بلند بغیر بالوں والی کئی سالہ جھاڑی یا بوٹی ہے جس کی شاخیں جڑ کے پاس سے ہی اور بہت زیادہ تعداد میں نکلتی ہیں۔ جس کی وجہ سے پودا خوب گھنا ہوتا ہے۔ شاخوں پر بہت زیادہ کثیر رہ دار گاجر یا دھنیا کی مانند پتے ہوتے ہیں۔ پھول ۵ پنکھڑی والا سفید ۱۶۲ تا ۲ سنٹی میٹر قطر کا ہوتا ہے۔ پنکھڑیاں بیضوی یا اہلیلجی ہوتی ہیں۔ کمامہ خطی۔ پتلا اور پنکھڑیوں سے لمبا ہوتا ہے۔ شاخوں کے سروں پر گول لیکن تین اطراف سے تھوڑا ابھرا ہوا

حرمل ۔ اسپند PEGANUM HARMALA چکوال
جون ۱۹۹۰ء

ڈوڈا ہوتا ہے۔ ان ابھاروں کی وجہ سے اس کے تین پہلو بن جاتے ہیں۔ یہ ہلکا سبز ہوتا ہے جس میں بے ڈھنگے لمبوترے کچھ تکونے خاکستری رنگ کے بیج بھرے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: اپریل تا جولائی گرم خشک اور ریتلے علاقوں میں عام ملتا ہے۔ اس کے پودے بلوچستان۔ وزیرستان ایجنسی۔ کرم ایجنسی۔ سندھ۔ پنجاب۔ کشمیر۔ دہلی۔ یوپی۔ بہار۔ اور مغربی دکن تک پائے جاتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں گلگت۔ بلتستان چلاس کے اضلاع میں ریتلی جگہوں پر ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی تک اس کے پودے عام ملتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ: بیجوں میں ۳ الکلائیڈ حرمائن۔ (harmine) حرمالائن (harmaline) اور حرمالول (harmalol) ۲٫۵ تا ۴ فیصدی تک پائے جاتے ہیں جن میں سب سے زیادہ یعنی کل مقدار کا ۳ / ۲ حرمالائن پایا جاتا ہے۔ جب کہ حرمالول کی صرف نشاندہی ہوتی ہے۔ بعد ازاں ایک اور الکلائیڈ پیگانائن (Peganine) نامی بھی حاصل کیا گیا ہے۔ یہ الکلائیڈ اڑوسہ کے پودے میں پائے جانے والے الکلائیڈ واسی کائن (Vasicine) کی مانند ہے۔ بیجوں سے ایک سرخ رنگ کا رال دار مادہ بھی ملتا ہے جس سے تیز نشہ آور بو آتی ہے جس کے اثرات بھنگ سے ملتے ہیں۔

جواہر موثرہ کے اثرات: ۱۹۱۰ء میں ایک سائنس دان فلوری (Flury) نے بیان کیا کہ حرمائن اور حرمالائن مینڈک کے دل اور جسم کے عضلات پر فالجی اثرات رکھتے ہیں۔ حرمالائن اور حرمائن نے جسم میں کپکپی۔ تشنج۔ سانس میں رکاوٹ۔ تھوک کی زیادتی اور درجہ حرارت میں کمی پیدا کی۔ حرمالائن کی چھوٹی خوراکیں سانس میں تیزی پیدا کرتی ہیں لیکن بڑی خوراکیں اسے مفلوج کر دیتی ہیں۔ اس کی کم سے کم زہریلی خوراک جو خرگوشوں پر اثر انداز ہوتی ہے 0.23 گرام فی کلو گرام جسمانی وزن ہے۔

حرمالائن دودھ دینے والے جانوروں پر مینڈکوں کی نسبت زیادہ زہریلا اثر رکھنے میں کونین سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ حرمائن بڑی خوراکوں میں لرزہ اور قولنجی دورے پیدا کرتی ہے۔ نیز اس سے سانس لینے میں دقت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ممالیہ میں فشارالدم میں کمی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ دل کی انقباضی حرکات میں کمزوری آ جاتی ہے۔ اس طرح دل کے رک

جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں مارشل اور گن نے خیال ظاہر کیا کہ حرمالائن جراثیم کے مادہ حیات کو ختم کرنے والے زہروں سے تعلق رکھتی ہے جس کی بہترین مثال کونین ہے اور ان کے اثرات ایک جیسے ہیں۔ اس پر حرمالائن کو ملیریا کے حاد اور مزمن مریضوں پر استعمال کیا گیا لیکن اس نے ملیریا کے طفیلی جرثوموں پر کوئی نمایاں اثر نہیں دکھایا اور نہ ہی مزمن کی علامات میں کوئی نمایاں تبدیلی محسوس کی گئی۔

ایک چیز اور بھی مشاہدہ کی گئی کہ حرمالائن دودھ دینے والے چھوٹے جانوروں پر حرمالول کی نسبت ڈھائی گنا زہریلی ہے لیکن مینڈکوں پر اس کے زہریلے اثرات ایک جیسے ہیں۔ حرمالائن سے جو قولنجی دورے پڑتے ہیں وہ حرمالول سے نہیں ہوتے۔ حرمالائن مادہ حیات کے لیے حرمالول کی نسبت ۳۰ تا ۶۰ گنا زہریلی ہے لیکن دونوں الکلائیڈز کا ارادی اور غیرارادی عضلات پر ایک جیسا اثر ہوتا ہے۔

ایک خاص بات جو جواہر موثرہ کے سائنسی تجزیہ میں بیان کی گئی ہے کہ اس کے الکلائیڈ حرمالائن کی چھوٹی خوراکیں سانس میں تیزی پیدا کرتی ہیں جب کہ بڑی خوراکیں سانس کو مفلوج کر دیتی ہیں۔ دراصل جب کسی ایک الکلائیڈ کی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں تو ضروری نہیں کہ پورے پودے کی بھی وہی خصوصیات ہوں۔ کیونکہ متعلقہ پودہ مختلف دھاتوں الکلائیڈز۔ رال۔ گوندیں۔ دودھ۔ معدنیات۔ غذائی اجزاء۔ وٹامن وغیرہ سے مرکب ہوتا ہے اور ان میں سے ہر چیز اپنا ایک مخصوص اثر رکھتی ہے۔ طب یونانی کے ماہرین چونکہ پورے پودے کو استعمال کرتے ہیں اس لیے اس پودے کے جو اثرات تحریر کرتے ہیں وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتے ہیں۔ جب کہ لیبارٹری میں ان اجزاء کو الگ الگ کر کے ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو ان سے مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہونے پر اسے رد کر دیا جاتا ہے۔ اس کی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں۔ حرمل کے پودے ہی کو لے لیں جس کے تجزیہ میں مارشل کے حوالہ سے پوائزنس پلانٹس آف انڈیا کے مصنف نے لکھا ہے کہ ملیریا کے جراثیموں کے مادہ حیات کو ختم کرنے میں الکلائیڈ حرمالائن بالکل کونین کی مانند اثر کرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بیان بھی ہے کہ ملیریا کے مریضوں پر اس کا بالکل کوئی اثر نہیں ہوتا جب کہ طب یونانی میں حرمل کا پودا اور بیج ملیریا بخار کے لیے ایک شافی دوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان میں صرف حرمالائن ہی نہیں ہوتا

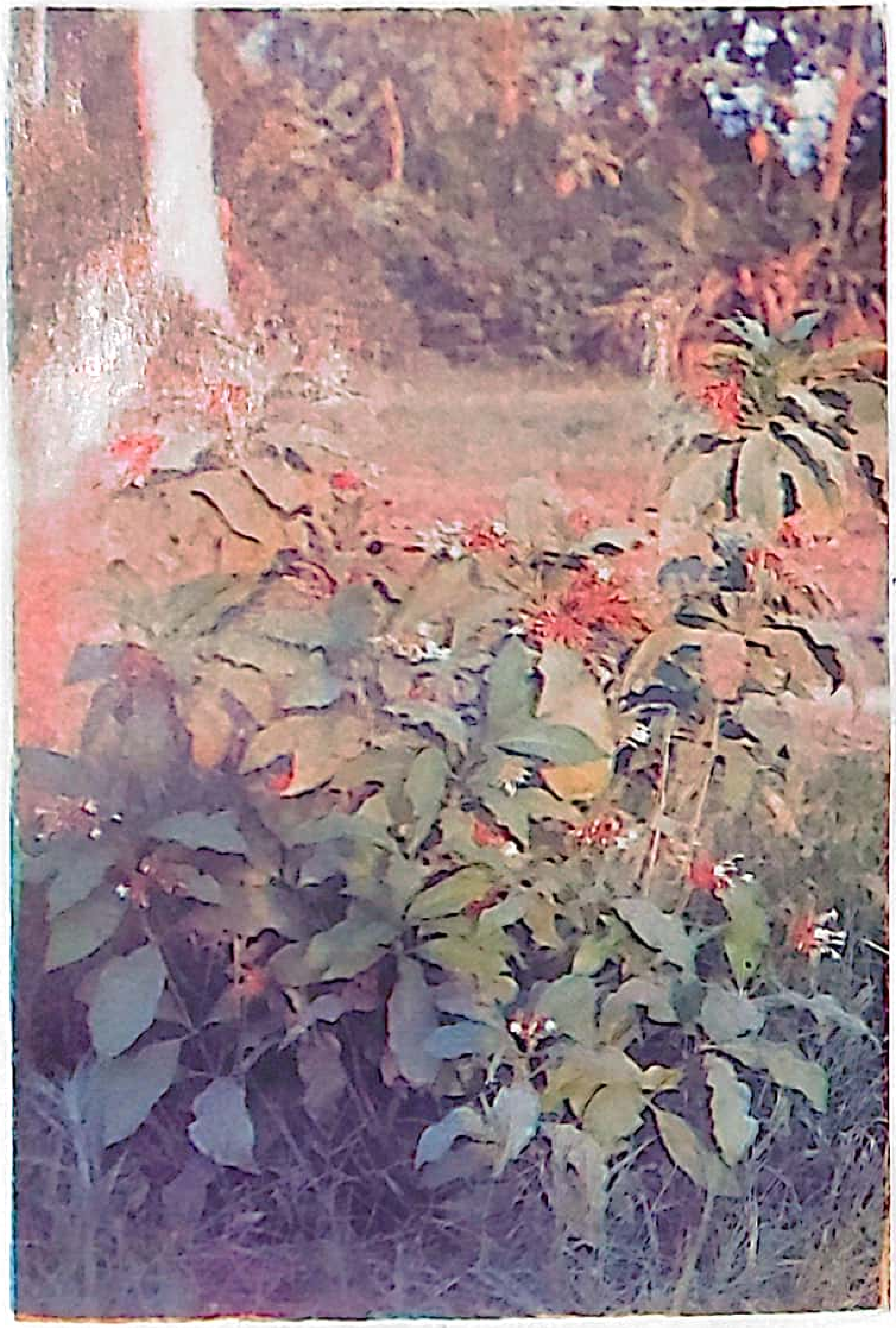

اسردل RAUWOLFIA SERPENTINA اگست ۱۹۹۰ء

پشاور

بلکہ یہ تمام اشیاء سے مرکب ہوتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ کسی بھی مفرد کے اثرات مرکب کے اثرات کے برابر یا اس جیسے نہیں ہو سکتے۔

افعال و خواص : مقوی قلب و محرک عضلات ہے۔ مخرج بلغم و رطوبات ہے۔ دل کے عضلات میں رطوبات کے جمع ہو کر اس کے پھول جانے میں مفید ہے۔ رطوبات کو نچوڑ دیتی ہے۔ بلغمی دمہ میں اپنی مخرج بلغم خصوصیت کی وجہ سے بہت مفید ہے۔ چونکہ اس سے غدد میں سکون پیدا ہو جاتا ہے اس لیے سوزش جگر و گردہ کے لیے عمدہ دوا ہے۔ اگر جگر یا گردوں میں زخم یا پھوڑے ہوں تو بہت مفید ہے۔ اگر سوزش جگر سے پاخانے آتے ہوں یا گردوں کی سوزش سے بار بار پیشاب آتا ہو تو یہ دوا تریاق کا کام کرتی ہے۔ آنتوں کی رطوبات خشک کر کے آنتوں کے کیڑوں کو ختم کرتی ہے۔ چونکہ اس کے استعمال سے بلغم اور رطوبات ختم ہو جاتی ہیں اور عضلات میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے قوت باہ اور امساک کے لیے بھی مفید ہے۔ ملیریا کے لیے بھی ایک یقینی دوا ہے۔

اس کے زیادہ استعمال سے رطوبات کے خشک ہونے سے دوران خون میں تیزی اور اس کے مخرج پر دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے اس لیے اس کے استعمال سے ادرار حیض شروع ہو جاتا ہے اور اگر مزید کچھ عرصہ اس کا استعمال جاری رہے تو پیشاب میں خون آنے لگتا ہے۔ نکسیر پھوٹ جاتی ہے اور سر میں شدید درد شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ حرّل مقوی قلب و شش اور معدہ و عضلات ہے اور کیمیائی طور پر خون میں غلظت پیدا کرتا ہے اس لیے یہ ذیابیطس میں بھی عمدہ دوا ہے۔ مفرد صورتوں میں اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار خوراک ۱ ماشہ ہے۔

مجربات : اسپند۔ مالکنگنی۔ سورنجاں شیریں۔ گوگل۔ تمام کو کوٹ چھان کر نخودی گولیاں بنا لیں۔

خوراک : ۱ تا ۲ گولی دن میں تین مرتبہ ہمراہ پانی۔

فوائد : وجع المفاصل۔ وجع الورک۔ عرق النساء اور اعصابی دردوں میں فائدہ مند ہے۔

Family: Apocynaceae

اسرول

Rauwolfia serpentina

Ophioxylon serpentinum

﴿ اردو: چھوٹی چندن۔ اسرول ﴾ ﴿ بہار: دھن مردا۔ اسرگنج۔ پاگل کی دوا ﴾ ﴿ ہندی: چھوٹا چاند۔ چھوٹی چندن۔ چندر بھاگا۔ اسرول ﴾ ﴿ سنسکرت: سرپ گندھا۔ ناگ دمنی۔ چندریکا۔ چندرا ﴾ ﴿ انگلش: Serpentine۔ Serpent wood ﴾

نباتی فصیلہ: یہ فصیلہ کڑا کی دوا ہے جسے لاطینی میں اپوسائی نیسی (Apocynaceae) کہتے ہیں۔

تاریخ: اس وقت دنیا بھر میں اسرول کی ۱۳۰ سے زیادہ اقسام دریافت ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کا بطور دوا سب سے پہلے ہندوستان میں استعمال شروع ہوا۔ مختلف سائنس دانوں میں اس پودے کے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ قدیم سنسکرت نام سرپ گندھا یعنی سانپ کی بو والی یا ناگ دمنی یعنی ناگ کا تریاق اسے ہی بتاتے ہیں جب کہ ایک فریق کا دعوی ہے کہ یہ بالکل نو دریافت بوٹی ہے۔ ڈاکٹر نادکرنی اور چوپڑا نے اپنی کتب انڈین میٹیریا میڈیکا اور انڈی جینس ڈرگز آف انڈیا میں اسے سرپ گندھا کے نام سے منسوب کیا ہے۔ کیونکہ اس سے سانپ کی سی ناگوار بو آتی ہے۔ اسی لیے اب اس کو اسرول۔ چھوٹی چندن یا سرپ گندھا کا مستقل نام دے دیا گیا ہے۔ گو کہ ناگ دمنی بھی اسی بوٹی کو کہا جاتا ہے لیکن فی زمانہ کافی بوٹیاں ایسی دریافت ہو چکی ہیں جو ناگ دمنی کا وصف رکھتی ہیں۔

۱۶ ویں صدی تک اس کا نام لاطینی۔ یونانی یا ویدک کتب میں خصوصیت سے علیحدہ نہیں ملتا جو کہ صرف اسی پودے کی طرف اشارہ کرے۔ تاریخ میں باضابطہ طور پر اس کی شناخت اس وقت ہوئی جب ۱۵۶۳ء میں ایک لاطینی سائنس دان گریسیس اب ہارٹو (Gracias

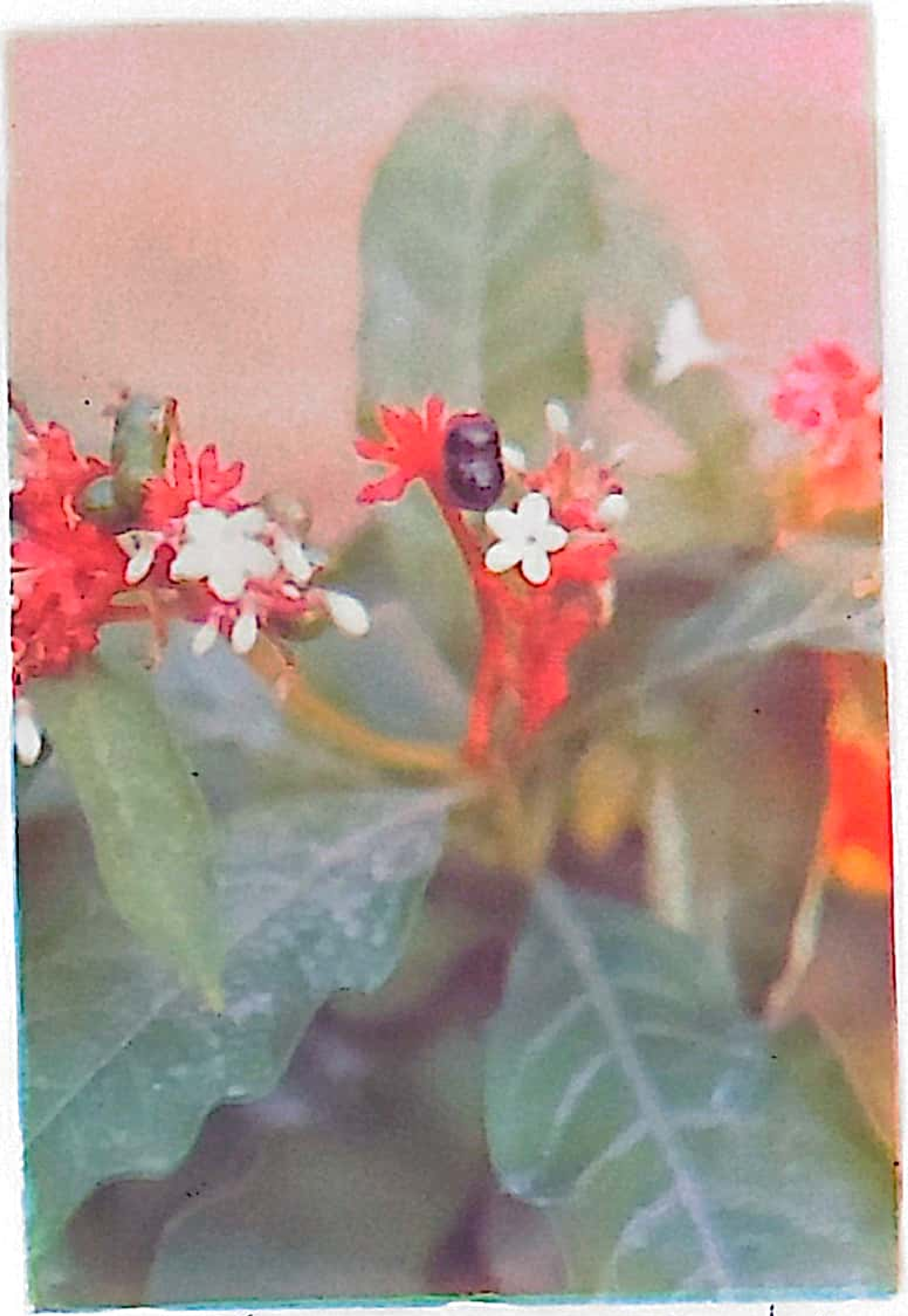

اسرول RAUWOLFIA SERPENTINA اگست ۱۹۹۰ء

پشاور

(Ab Harto نے شہنشاہ اکبر کے دور حکومت میں ہندوستان کا دورہ کیا۔ اور اس بوٹی کے اوصاف سے متاثر ہو کر اسے اپنے ساتھ ولایت لے گیا اور انتہائی قابل تعریف مفرد دوا قرار دیا۔

۱۵۸۲ء میں جرمنی کے ایک معالج اور ماہر نباتیات ڈاکٹر لیونارڈ راؤ ولف (Leonard Rauwolf) نے جڑی بوٹیوں کی تحقیق کے لیے ایشیاء اور افریقہ کی سیاحت کی اور اپنی سیاحت کے دوران اس پودے سے آگاہ ہوا چونکہ یہ پودہ فصیلہ اپوسائی نیسی (Apocynacae) میں ایک نئی جینس (Genus) کی دریافت کا باعث بنا اس لیے اس کی طرف سائنس دانوں کا دھیان گیا اور انہوں نے اس جنس کا نام ڈاکٹر راؤولف کے نام پر راؤ ولفیا رکھ دیا۔ اس طرح اس پودے کا نام راؤ ولفیا سرپنٹینا مشہور ہوا۔

جن علاقوں میں یہ پیدا ہوتی ہے وہاں عرصہ دراز سے اپنے منوم اثرات کی بدولت اسے بچوں کو سلانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ نیز اسے بخار اتارنے والی۔ سانپ کے زہر کا تریاق۔ پیچش اور انتڑیوں میں درد کو سکون دلانے والی سمجھا جاتا تھا۔ جدید معالجوں برمن (Burman) اور گریسیس اب ہارٹو (Gracias_Ab_ Harto نے اس کی سفارش معدے کے امراض کے لیے کی۔ رمفیس (Rumphius) اسے زہروں کے لیے تریاق بتاتا تھا جبکہ Bontius اپنی کتاب ہسٹری آف میٹریا میڈیکا انڈیا میں اسے بخاروں کو اتارنے والی لکھتا ہے Dr. Pluney Andy نے انڈین فارماکوپیا میں اسے زچگی کی حالت میں رحم کو سکیڑنے والی بیان کیا ہے لیکن Hooper کو اس کی صداقت مشکوک نظر آتی ہے۔

اس کی اصل شہرت جو جنون اور بلڈ پریشر کی وجہ سے ہوئی حکیم اجمل خان مرحوم کی مرہون منت ہے۔ روایت ہے کہ ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ بہار کے مشہور بیرسٹر اور کلکتہ ہائیکورٹ کے جج سید امام حسن کی بیگم کو جنون ہو گیا۔ ہرچند علاج ہوئے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ دریں اثناء ایک فقیر خیرات مانگنے آیا تو شور سن کر وجہ پوچھی اور بیگم کا علاج کرنے کی درخواست کی۔ یہ جڑ کچھ عرصہ مسلسل استعمال کرانے سے انہیں آرام ہو گیا۔ اس بات کا علم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن پرنسپل طبیہ کالج دہلی کو ہوا۔ چونکہ آپ بہار کے باشندے تھے اس لیے بوٹی سے واقفیت تھی۔ انہوں نے حکیم اجمل خان سے اس کا ذکر کیا۔ وہ اسے

جنون پر برتنے لگے یہ توقع سے زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ مزید تجربات سے یہ بے خوابی۔ اختناق الرحم۔ فشار الدم قوی اور مرگی میں بھی فائدہ مند ثابت ہوئی تو اس کی اقراص کی صورت میں دواء الشفاء کے نام سے ہندوستانی دواخانہ دہلی پر عام فروخت شروع ہوئی۔ آج بھی اسی نام سے یہ بازار میں اقراص کی صورت میں دستیاب ہے۔ اب تو یہ بوٹی اس قدر عام ہے کہ ہر پنساری کی دوکان سے مل جاتی ہے۔

مقام پیدائش: ہندوستان میں ہمالیہ کی ترائیوں اور دامن میں ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اس کا پودا عام ملتا ہے لیکن بکھرا ہوا۔ زیادہ پودے ایک جگہ اکٹھے کم ہی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ سرہند سے آسام تک خصوصاً ڈیرہ دون۔ روھیل کھنڈ۔ شمالی اودھ۔ گورکھ پور۔ شمالی کانکن۔ مشرقی اور مغربی مدراس کے گھاٹوں' بہار کے کئی اضلاع خصوصاً پٹنہ۔ بھاگلپور۔ شمالی اور وسطی بنگال میں پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس کی تجرباتی کاشت فارسٹ انسٹیٹیوٹ پشاور میں کی جا رہی ہے۔ نیز لاہور میں بھی اس کو کاشت کیا جا رہا ہے۔

شناخت: یہ ایک سخت تنے والی چھوٹی سی دائمی جھاڑی ہے جس پر رواں نہیں ہوتا۔ عام طور پر اسکی اونچائی ۱ تا ۲ فٹ اور کہیں کہیں ۳ فٹ تک بھی ہوتی ہے۔ اسکا تنا بیلن نما اور چھال پیلے رنگ کی ہوتی ہے ٹہنی توڑنے سے سفید دودھ کی طرح کا رس نکلتا ہے۔ اسکی شاخوں کے ہر بند پر جامن اور بانسہ کے پتوں کی شکل کے تین چار پتے حلقہ میں لگتے ہیں۔ کبھی کبھی پتے متقابل بھی لگتے ہیں۔ انکی لمبائی ۳ تا ۷ انچ اور چوڑائی ڈیڑھ تا ڈھائی انچ تک ہوتی ہے۔ یہ بھالے کی سی نوک والے اور چکنے ہوتے ہیں۔ پتوں کا مزہ قدرے تلخ ہوتا ہے۔

شاخوں کے سروں پر ماہ اپریل سے نومبر تک پھول آتے ہیں یہ ۵ پنکھڑیوں والے پھول گچھوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پھولوں کی ڈنڈی سرخ رنگ کی جب کہ پھول سفید ہوتا ہے جو کہ آہستہ آہستہ سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک پودے پر سرخ اور سفید پھول بھلے لگتے ہیں۔ مئی کے آخر سے نومبر تک پھل لگتے رہتے ہیں۔ اس لیے پودے پر پھل کی تینوں حالتیں دستیاب ہوتی ہیں۔ کچھ پھل کچے اور سبز ہوتے ہیں جب کہ نیم پختہ سرخ اور پختہ بالکل سیاہ رنگ میں ہوتے ہیں۔ پھل مٹر کے دانے کے برابر ہوتے ہیں دو پھل اکٹھے ایک دوسرے

کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ جن میں گٹھلی ہوتی ہے۔ ہر گٹھلی میں ۲ تخم ہوتے ہیں۔

جڑ ۱۲ انچ تک لمبی ۳/۱ انچ سے ایک انچ تک موٹی ہوتی ہے جو بکلی سی بلدار اور کاؤ دم ہوتی ہے۔ جس کے اوپر کارک جیسا نرم ملائم اور پتلا چھلکا ہوتا ہے۔ جڑ کا رنگ پیلا بھورا ہوتا ہے۔ جس میں لمبائی کے رخ جھریاں پڑی ہوتی ہیں۔ جڑ موڑنے سے ایک دم ٹوٹ جاتی ہے اندر سے سفیدی مائل پیلی لکڑی نکلتی ہے جس کا مزہ نہایت تلخ ہوتا ہے اور اس سے مخصوص بو آتی ہے۔ ۲ تا ۳ سالہ پودے کی جڑ قابل استعمال ہوتی ہے۔ موسم سرما میں اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور بہار میں پھر سے نکل آتے ہیں۔

اقسام: جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے اس کی ۳۰ سے زیادہ اقسام دنیا بھر میں پائی جاتی ہیں جن میں سے تقریباً ۸ ہندوستان میں پائی جاتی ہیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(1) راؤ ولفیا ڈینسی فلورا Rauwolfia densiflora

(2) راؤ ولفیا کے نی سینس Rauwolfia canescence

(3) راؤ ولفیا مائی کرینتھا Rauwolfia micrantha

کیمیائی تجزیہ: ڈاکٹر سلیم الزماں مرحوم (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۸۳ء) جب طبیہ کالج دہلی میں ریسرچ آفیسر تھے تو ان کو حکیم اجمل خان نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل اسرول کے جزو تجزیہ کی ذمہ داری سونپی تھی ۱۹۳۱ء تک انہوں نے اس میں سے ۵ جواہر موثرہ حاصل کئے جن کے نام انہوں نے حکیم اجمل خان کی یاد میں ان کے نام پر رکھے۔ اس کے بعد الکلائیڈز کی مسلسل دریافت ہوتی گئی۔ ۱۹۶۳ء تک تقریباً ۲۲ الکلائیڈ دریافت ہو چکے تھے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

اجملین۔ اجملینین۔ آئسو اجملین۔ نیو اجملین۔ سرپنٹین۔ سرپنٹینین۔ راؤلفے نین۔ ریزرپین۔ راؤپین۔ سرپیجین۔ راجمبین۔ آئسو راجمبین۔ ریزرپے نین۔ یوہمبین۔ تھی بین۔ ڈیپارین وغیرہ۔

ان جواہر موثرہ کے علاوہ اسرول کی جڑ سے شکر انگوری۔ شکر نیشکر۔ بعض تیزابی مادے، معدنی نمک اور دوسرے بہت سے اجزاء دریافت ہوئے ہیں جن کی علیحدہ کوئی اہمیت نہیں۔

البتہ جڑ کا جزو جو رال جیسا اور کسی قدر چکنائی لیے ہوئے ہوتا ہے اہم ہے کیونکہ اس میں اسرول کے خواب آور اور مسکن اثرات پائے جاتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی الکلائیڈ حاصل کرنے کا طریقہ سراسر غلط ہے اور صرف دوا کے تند و تیز اور زہریلے اجزا کو مصلح اجزا سے جدا کر کے استعمال کرنا ہے اور یہ چیز قانون فطرت کے خلاف ہے۔ نباتی ادویہ کو استعمال کرنے کی بہترین صورتیں وہی ہیں جن پر طب یونانی کے ماہرین کاربند ہیں۔ یورپ میں ریزرپین نامی ایک الکلائیڈ نکالا گیا لیکن اب مسلسل تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس کے مسلسل استعمال سے دیوانگی تک نوبت پہنچ جاتی ہے حالانکہ اسرول خود دیوانگی کا علاج ہے۔

جرمنی کی فریکفرٹ یونیورسٹی کے پروفیسر جارج ہان اسرول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "محققین اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کسی دوا کا خاص جزو جو تالیفی (کیمیکل) دوائی کی شکل میں آج کل بکثرت استعمال کیا جاتا ہے ان قدرتی دواؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو قدرتی حالت میں نباتی یا نباتی ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک نباتی دوا کے اندر موجود مختلف اجزاء انسانی صحت کے لیے بہت زیادہ مفید ہوتے ہیں اور یہی خاص بات اسرول میں بھی دیکھنے میں آئی ہے۔"

مزاج: تر گرم ہے۔ اعصاب میں تحریک پیدا کرتی ہے۔ کیمیاوی طور پر خون میں رطوبات و بلغم کا اضافہ کرتی ہے جس سے خون کا جوش کم ہو جاتا ہے۔

مقدار خوراک: ڈیڑھ ماشہ تا ۲ ماشہ دن میں ۲ مرتبہ ہمراہ پانی یا عرق گلاب دیں۔ جنون کے مریض میں آہستہ آہستہ مقدار بڑھائیں۔ جب اسے بخوبی نیند آ جائے تو وہی مقدار مقرر کر لیں۔

افعال و خواص: اس دوا کو شروع میں جنون پر برتا گیا۔ جس سے اس کو شہرت حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ خواب آور فشارالدم کو کم کرنے والی۔ مرگی اور اختناق الرحم میں مفید۔ حیض کی تکلیف میں فائدہ مند ہے۔ علاوہ ازیں زہریلے جانوروں کے کاٹنے پر استعمال ہوتی ہے۔ تنک مزاجی اور چڑچڑا پن کم کرتی ہے۔ بخار میں دینے سے درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

رحم کو سکیڑنے ❶ کی خصوصیت کی وجہ سے وضع حمل میں اس کا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ آنکھ کے پھولا کے لیے اس کے پتوں کا رس ڈراپر سے آنکھ میں ڈالا جاتا ہے۔ بچوں کے سوکھا مسان میں بھی بہت فائدہ مند ہے۔ ایک اچھی قبض کشا بھی ہے۔

میرے تجربہ میں اس کا سب سے بہتر استعمال نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جنہیں اعضائے تناسل کی شدید بڑھتی ہوئی حس کی وجہ سے جنسی دیوانگی لاحق ہو جاتی ہے (جو بدنامی کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ معاشرے پر غلط اثرات مرتب کرتی ہے۔) اس بڑھی ہوئی حس کو کم کرتی ہے اور سکون بخشتی ہے۔ اسی لیے میں اس کو اچھا انسان بنانے والی دوائی کہتا ہوں کیونکہ اس کے استعمال سے خیالات کا انتشار ختم ہو جاتا ہے۔ اور غیر ضروری شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

نقصان: اس کی بڑی خوراکوں سے بعض مریضوں کو ہاتھ پاؤں میں رعشہ شروع ہو جاتا ہے نیز متلی۔ غشی اور تنگی تنفس جیسی شکایات لاحق ہو سکتی ہیں جو اسے ترک کر دینے سے چند یوم میں خود بخود درست ہو جاتی ہیں۔ ایام حمل میں استعمال سے گریز کرائیں اسقاط بھی کر سکتی ہے۔

مجربات

سفوف فشارالدم: اسرول ۵۰ گرام۔ برمی ۲۵ گرام۔ کشتہ حلزون بکائن یا نیم میں بنا ہوا ۱۰ گرام۔ بالچھڑ ۱۰ گرام اسگندھ۔ ستاور۔ گل سرخ۔ صندل سفید۔ دانہ الائچی کلاں ہر ایک کا سفوف ۵ گرام۔

تمام کا کپڑ چھان سفوف بنالیں۔

---

❶ ڈاکٹر پلانی اینڈی نے بھی اسکو رحم سکیڑنے والی بیان کیاہے۔ رحم ایک عضلاتی جسم ہے جس میں عضلات کے سکیڑ سے سکڑاؤ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اسرول عضلات کے سکیڑ کو ختم کرکے انہیں ڈھیلا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ Hooper کو سکیڑنے والی خصوصیت مشکوک نظر آتی ہے۔ میری اپنی رائے میں بھی یہ خصوصیت مشکوک ہے۔ البتہ اگر رحم میں سکیڑ اور خشکی بڑھ جانے سے وضع حمل میں رکاوٹ ہو تو یہ جسم اور رحم میں رطوبات پیدا کرکے اور عضلات کو ڈھیلا کرکے وضع حمل میں آسانی پیدا کر سکتی ہے۔

مقدار خوراک: ۲ ماشہ تا ۴ ماشہ روزانہ صبح شام ہمراہ عرق گلاب یا پانی دیں۔

فوائد: فشار الدم قوی میں میرا معمول ہے اور بے خطا ہے کبھی اسے ۲۵ گرام آب لہسن، ۲۵ گرام آب ادرک اور ۲۵۰ گرام شہد خالص ملا کر نصف تا ایک چھوٹی چمچی استعمال کراتا ہوں۔ اگر فشار الدم کے ساتھ ریاح ہوں اور مریض تنگی تنفس کا شکار ہو تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بے خوابی ہسٹریا جنون اور مرگی پر یہ سفوف مفید ہے۔

انجمادی: اسرول ۴۰ گرام۔ تخم سلیارا ۱۰ گرام۔ بیج بند سرخ ۱۰ گرام۔ سمندر سوکھ ۱۰ گرام۔ تخم بھنگ ۱۰ گرام۔ تخم سداب ۱۰ گرام۔ تال مکھانہ ۱۰ گرام۔ کشتہ خبث الحدید ۲۰ گرام کشتہ قلعی پارے والا ۳۰ گرام۔ کشتہ گوزن ۱۰ گرام۔ کشتہ جست ۱۰ گرام۔ کہربا شمعی ۱۰ گرام کشتہ نقرہ ۲۰ گرام۔

تمام اشیاء کا کپڑ چھان سفوف بنالیں۔

۲ / ۱ تا ۱ گرام ہمراہ دودھ صبح شام نوش کریں۔ ساتھ خمیرہ گاؤزبان سادہ ۲ / ۱ چمچ صبح شام استعمال کریں۔ اگر دودھ میں مندرجہ ذیل سفوف ملا کر جوشائیں اور اس کے ساتھ دوا استعمال کریں تو بہترین مغلظ منی اور دافع سرعت ثابت ہوگا۔ سفوف یہ ہے۔

موصلی سفید انڈیا ۲۵ گرام۔ ثعلب مصری ۲۵ گرام۔ سمندر سوکھ ۲۵ گرام ستاور ۲۵ گرام۔ چھلکا اسپغول ۵۰ گرام۔

تمام کو کوٹ چھان کر کپڑ چھان کر کے سفوف بنائیں اور ایک چھوٹی چمچ یہ سفوف دودھ میں ملا لیا کریں۔

فوائد: بڑھی ہوئی جنسی خواہشات اور ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ جریان کے لیے مفید ہے۔ رقت منی کو ختم کرتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے لیے ممسک ہے۔ نیز کمر درد۔ کمی نیند اور وحشت کے لیے مفید ہے۔

Scanned with CamScanner

افنتین ARTEMISIA ABSINTHIUM اٹھمقام آزاد کشمیر
۲۷ اگست ۱۹۸۸ء بلندی : ۱۰,۰۰۰ فٹ

Family: Compositae

افسنتین

Artemisia

تاریخ: افسنتین کی مختلف اقسام زمانہ قبل از مسیح سے ہندوستان سے لے کر یونان تک عام استعمال ہوتی رہی ہیں۔ یونانی زبان میں لفظ ارطاماسیا یونانی دیوی آرطی مس سے مشتق ہے۔ ماضی میں افسنتین کی مختلف اقسام کو ارطاماسیا کے نام سے پکارا جاتا تھا اسی سے لاطینی نام آرٹی مشیا (Artimisia) بنا۔ شروع ہی سے یہ پودا پر اسرار خصوصیات کا حامل سمجھا گیا۔ قدیم مصری اس کی ٹہنیاں مذہبی رسوم ادا کرتے وقت ساتھ رکھتے تھے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ ایک مقدس پودا تھا۔ ہندو بھی سفر کے دوران اس کے پتے ہمراہ رکھتے تھے تاکہ بھوتوں وغیرہ سے محفوظ رہ سکیں۔ ہندوؤں نے اس کی مختلف انواع کو ناگ دمنی۔ ناگدون کرمالا۔ جوانیا اور گداد ہارا وغیرہ کا نام دیا۔ دکن اور مغربی ہندوستان میں اسے سنسکرت نام اندھانا کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کا ترجمہ مقامی زبان میں ناگداون اور مراٹھی میں ناگادمنی کیا گیا۔

رومی اور ایرانی اطباء بھی اس کا استعمال جانتے تھے لیکن ایک بات قابل ذکر ہے کہ تمام ممالک کے اطباء اس کی تمام انواع سے واقف نہ تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے علاقہ میں پائی جانے والی افسنتین ہی کی اقسام کا ذکر کیا ہے اس کی ایک مثال اس طرح بھی دی جا سکتی ہے کہ افسنتین سفید گل یعنی آرٹی میشیا ولگیرس ناگ دون یا ناگ دمنی کے نام سے سینکڑوں سالوں سے ہندوستان میں پہچانی جاتی ہے اور اسے دوا کے طور پر وید عام استعمال کرتے تھے لیکن اس کی دوسری قسم درمنہ جو کہ قدیم ہندوستان کی سرحد پر یعنی موجودہ بلوچستان۔ کشمیر۔ گلگت۔ افغانستان ایران وغیرہ میں اس قدر عام ہے کہ اسے ایندھن کے طور

پر جلایا جاتا ہے اس سے وید واقف نہ تھے اور اسے ایران سے درآمد کرتے تھے اور اسے کرمانی اجوائن کا نام دیتے تھے جو ان کی بے خبری کی دلیل ہے۔ اسی طرح عرب اطباء نے بھی اس کی جو اقسام بیان کی ہیں مثلاً طوسی۔ طرطوسی۔ نبطی۔ رومی وغیرہ وہ اقسام زیادہ تر عرب ممالک شام۔ مصر وغیرہ میں ملتی ہیں۔

اقسام: افسنتین کی بہت ساری اقسام ہیں یہ مختلف طبی ناموں سے ادویات میں داخل ہیں ان میں سے چند مشہور اقسام جو برصغیر پاک و ہند۔ چین اور وسط ایشیا کے ممالک میں پائی جاتی ہیں کے نام درج ذیل ہیں۔ بقیہ کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ترک کر دیا ہے۔

(1) Artemisia absinthium افسنتین۔ افسنتین زرد گل
(2) Artemisia annua چینی افسنتین
(3) Artemisia biennis
(4) Artemisia caruifolia
(5) Artemisia dracunculus
(6) Artemisia dubia
(7) Artemisia gemelinji
(8) Artemisia lactiflora
(9) Artemisia maritima درمنہ۔ شح
Artemisia brevifolia
(10) Artemisia pontica
(11) Artemisia powys castle
(12) Artemisia roxburghiana
(13) Artemisia sacrorum
(14) Artemisia sieversiana افسنتین کشمیری
(15) Artemisia scoparia
(16) Artemisia vulgaris افسنتین سفید گل۔ جھاؤ سفید (ہزارہ)۔ ناگدون (ہندی)

افسنتین ARTEMISIA ABSINTHIUM اٹھمقام آزاد کشمیر
۲۷ اگست ۱۹۸۸ء بلندی : ۱۰،۰۰۰ فٹ

(17) Artemisia wallichiana

مختلف اقسام کی مشترکہ شناخت: افسنتین کی تقریباً تمام اقسام میں چھوٹے کھڑے پودے ہوتے ہیں یا یہ جھاڑی نما چند فٹ تک بلند پودے ہوتے ہیں۔ عموماً یہ دائمی ہوتے ہیں۔ ان پودوں سے تیز بو آتی ہے۔ جہاں ان کی کثیر مقدار ہو یہ بو فضا میں پھیلی ہوتی ہے۔ پتے عموماً گہرے کٹاؤ والے یا منقسم یا مرکب پرہ دار ہوتے ہیں اور یہ کٹاؤ دھنیا کے پتوں جیسے ہوتے ہیں۔ پھول چھوٹے چھوٹے اکیلے یا لمبی ٹہنیوں (panicle) والے گچھوں میں عموماً ٹہنی کے آخر میں یک رخی لمبائی میں لگے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: افسنتین کی بہت زیادہ اقسام ہیں اور یہ تقریباً تمام شمالی نصف کرے میں عام ملتی ہیں۔ زیادہ تر اقسام معتدل یا سرد آب و ہوا میں ملتی ہیں یہ سطح سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پائی جاتی ہیں۔ پاکستان میں صوبہ بلوچستان۔ صوبہ سرحد۔ قبائلی علاقہ جات۔ شمالی علاقہ جات۔ آزاد کشمیر اور پنجاب کے پہاڑی علاقوں میں اس کی مختلف اقسام عام ہیں۔ خاص طور پر اس کی قسم درمنہ تو اس قدر زیادہ ہے کہ اسے کاٹ کر پھلوں میں پیکنگ کے کام لایا جاتا ہے۔

افسنتین

Artimisia absinthium

﴿ اردو: افسنتین ﴾ ﴿ فارسی: افسنتین ﴾ ﴿ ھندی: ولائتی افسنتین۔ فارسی مروہ۔ موی۔ بخوشہ ﴾ ﴿ سنسکرت: دامار ﴾ ﴿ انگلش: Absinthium ۔Absinthe۔ Worm wood ﴾

شناخت: یہ ایک تیز مہک والا دائمی پودا ہے۔ تقریباً تمام پودے پر سفید ریشمی رواں سا ہوتا ہے۔ اس کی شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں۔ شاخوں پر جڑ کے نزدیک زیادہ تعداد میں اور بڑے پتے لگے ہوتے ہیں۔ جب کہ شاخوں پر پتے چھوٹے اور دور دور ہوتے ہیں۔ شاخ کی

بلندی ۱ تا ۳ فٹ ہوتی ہے جو ہلکی سی خمدار اور کھڑی ہوتی ہے۔ پتے مختلف سائز میں ۱ تا ۳ انچ تک بیضوی ہوتے ہیں۔ یہ پتے پرہ دار یعنی پر کی شکل جیسے ہوتے ہیں۔ پتے میں دھنیے یا گاجر کی طرح گہرے کٹاؤ ہوتے ہیں۔ یہ کٹاؤ اس طرح ہوتے ہیں کہ ہر پتا علیحدہ علیحدہ نظر آئے۔ پتا نازک ہوتا ہے اور اس کا سرا برچھی نما اور زاویہ دار پھانکوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ پھول بہت زیادہ اور ۳/۱ تا ۴/۱ انچ قطر کے ہوتے ہیں۔ یہ پھول نصف گولائی لئے ہوتے ہیں اور نیچے کی جانب مڑے ہوئے یعنی خمیدہ ہوتے ہیں۔ یہ شاخ کے ایک ہی رخ پر لمبے گچھوں کی صورت میں ایسے لگے ہوتے ہیں کہ شاخ انہیں پر ختم ہوتی ہے۔ پھول پیلے یا سنہری رنگت لیے ہوتے ہیں۔ کاسہ گل میں ہم مرکز خطوط نیچے کی جانب پھیلے ہوتے ہیں۔ جب کہ خلا میں بال لمبے اور سیدھے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: کشمیر۔ ہزارہ۔ گلیات اور کرم ایجنسی میں ۵۰۰۰ تا ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی تک عام ملتا ہے۔ علاوہ ازیں وادی نیلم اور درہ برزل کے قریب ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک بھی دیکھا گیا ہے۔

اقسام: قدیم حکماء نے اس کی پانچ اقسام بیان کی ہیں (۱) سوسی (۲) طرسوسی (۳) نبطی (۴) خراسانی (۵) رومی۔ بعض نے رومی اور نبطی کی جگہ مشرقی اور بکائی لکھی ہیں۔ سب سے بہتر رومی اور طرسوسی سفید رنگ ہیں اس کے بعد سوسی جس پر غبار سا رواں ہو اور جب اس کو توڑ کر ہاتھوں میں مسلیں تو ایلوے کی مانند بو آئے اور مزا چرپرا اور کڑوا ہو اور زبان کو سکیڑے۔ بعض کے نزدیک سرخ رنگت والی رومی قسم بہتر ہے کہ جس سے خوشبو آئے۔ مزا کڑوا ہو اور اس پر غبار سا ہو اور گرہیں ہوں۔ جزیرہ نبطی سے جو افسنتین لائی جاتی ہے اس کو چبایا جائے تو اور قسموں سے زیادہ زبان کو سکیڑتی ہے۔

کیمیائی تجزیہ: اس میں ایک فراری روغن ایب سنتھی (Absinthe) یا وارم وڈ آئل پایا جاتا ہے۔ یہ تازہ بوٹی میں جگہ کے لحاظ سے 0.12 تا 0.15 فیصد تک ملتا ہے اس تیل کا بڑا جزو تھوجون (Thujone) ہے۔ جو بالکل کافور کی مانند اثر کرتا ہے اس کے علاوہ ایک کڑوا گلوکو سائیڈ ایب سن تھن (Absinthin) اور ایک کڑوا جوہر این۔ ایب سن تھن

درمنہ ARTEMISIA MARITIMA نزد صد پارہ جھیل سکردو

جون ۱۹۹۳ء بلندی : ۸۵۰۰ فٹ

(An. Absinthin) پایا جاتا ہے۔ اس کے زہریلے اثرات اس کے روغن میں اور مقوی اثرات ایب سن تھن کی وجہ سے پائے جاتے ہیں۔

واٹ کے بقول پودے کا اثر اعصابی نظام پر بڑا تیز ہوتا ہے اور اگر اس پودے کے جنگل میں سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سر درد اور چکر آنے لگتے ہیں۔ اس بات کو کشمیر اور لداخ کے مسافر اچھی طرح جانتے ہیں اور پیاز ساتھ رکھتے ہیں تاکہ کھا کر اس کے اثرات دور کیے جا سکیں۔ راقم الحروف کو بھی اس کا تجربہ کاغان اور چلاس کے سفر کے دوران ہو چکا ہے۔

افعال و خواص : یہ ایک نہایت فائدہ مند اور قیمتی بوٹی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک میں وافر پیدا کی ہے۔ امراض جگر اور معدہ پر اس کا فائدہ مسلم ہے۔ جالینوس۔ دیسقوریدوس۔ رازی وغیرہ نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اسے مزاجاً گرم بتایا ہے۔ تمام اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ سودا کی زیادتی میں اس کا جوشاندہ یا خیساندہ خصوصاً افتیمون کے ہمراہ نہایت مفید ہے۔ چہرے کی بھربھراہٹ۔ ہاتھ پیروں کے ورم' پرانا بخار۔ بواسیر۔ مقعد کے شگاف۔ گرم خلطوں سے پیدا ہونے والے جوڑوں کے درد دور کرتی ہے۔ سدوں کو کھولتی ہے اور ورموں کو تحلیل کرتی ہے۔ بقول جالینوس اس کا مزاج پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عروق و مجاری کا پیشاب اور اسہال کے ذریعہ خاص طور پر تنقیہ کرتی ہے۔ حکیم دیسقوریدوس کے بقول شہد اور بورہ ارمنی میں گوندھ کر اسے ٹھوڑی کے نیچے باندھنے سے حلق کے اندرونی اورام کو نفع پہنچتا ہے۔ ورم جگر کے آخری درجہ میں اس کو روغن زیتون اور اکلیل الملک کے ساتھ پکا کر کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ سوالقنیہ۔ استقاء اور درد مفاصل میں بھی اس کا لیپ فائدہ کرتا ہے۔ یہ جسم سے سودا اور صفرا کا اخراج کرتی ہے لیکن بلغم کے اخراج میں چنداں مفید نہیں بابچھڑ کے ساتھ اس کو جوش دے کر پینے سے معدہ کا درد اور ورم ختم ہوتا ہے اور نفخ' شکم جاتا رہتا ہے اس کا لیپ بھی ان باتوں کے لیے مفید ہے۔

مجربات:

کافی عرصہ پہلے میں نے مالیخولیا سوداوی اور مراق کے مریضوں کے لیے ادویات کا ایک

سیٹ تیار کیا تھا جس سے مراق کے مریضوں کو نہایت فائدہ پہنچا بعد ازاں اس میں موجود سفوف کو جب معدہ کے عضلاتی السر کے مریضوں پر استعمال کیا تو السر کے بیشتر مریض بالکل تندرست ہو گئے۔ اب دونوں مقاصد کے لیے یہ دوا میری معمول ہے۔ ذیل میں درج کردہ ادویات مالیخولیا کے مریض کے لیے ایک مکمل علاج ہیں لیکن السر کے مریضوں کے لیے حسب حالت سفوف مراق کے ساتھ چند مزید ادویات کا اضافہ کرتا رہتا ہوں۔ نسخہ جات یہ ہیں۔

سفوف مراق افسنتین والا: افسنتین ۵ تولہ۔ گل سرخ ۳ تولہ۔ گل گاؤزبان ۳ تولہ۔ مصطگی رومی ۲ تولہ۔ عود غرقی ۲ تولہ۔ دانہ الائچی خورد ا تولہ۔ طباشیر ا تولہ۔ تمام کوٹ چھان کر باریک سفوف بنالیں۔ مقدار خوراک:۔ ۵ رتی صبح دوپہر شام۔

معجون مراق: مربہ آملہ بنارسی ۵ عدد۔ مربہ ہلیلہ کلاں ۷ عدد۔ مربہ سیب ۵ عدد۔ رب آملہ ۷ تولہ رب ہلیلہ ۵ تولہ۔ مصطگی ۵ ماشہ۔ کشنیز خشک ۷ ماشہ۔ دانہ الائچی خورد ۵ ماشہ۔ دانہ الائچی کلاں ۷ ماشہ۔ زیرہ سفید ۹ ماشہ۔ زیرہ سیاہ ۵ ماشہ۔ بالچھڑ ۵ ماشہ۔ فلفل سیاہ ۵ ماشہ۔ فلفل سفید ۵ ماشہ۔ گل سرخ ۵ ماشہ۔ گل سیوطی ۳ ماشہ۔ زنجبیل ۷ ماشہ۔ ہینگ گھی میں بریاں کردہ ۷ ماشہ۔ پودینہ خشک ۵ ماشہ سہ گنا چینی یا شہد میں معجون تیار کرلیں۔ مقدار خوراک:۶ ماشہ تا اتولہ۔

عرق مراق: عرق بادیان ا پاؤ۔ عرق پودینہ ا پاؤ۔ عرق الائچی ا پاؤ۔ روغن بادیان ۲ ماشہ۔ روغن پودینہ ۲ ماشہ۔ رب سیب ۱۰ تولہ تمام ادویہ کو ملا کر نگاہ رکھیں۔

مقدار خوراک: ۳ تا ۵ تولہ ہمراہ سفوف و معجون۔

یہ ادویات ہردو اقسام کے مالیخولیا کے مریضوں کے لیے آب حیات ہیں۔ بہت زیادہ باتیں 'کرنے والے' سچے جھوٹے دعوے کرنے والے وہمی افراد کی وحشت کو ختم کرتی ہیں۔ پرانی بدہضمی۔ دل کی کمزوری۔ جگر کی خرابی۔ تبخیر معدہ۔ ریاح۔ بادی بواسیر اور باؤگولہ کا خاتمہ کرتی ہیں۔ مریض کی نیند بحال ہو جاتی ہے۔

سفوف مراق افسنتین والا ہمراہ جوارش مصطگی ورم معدہ۔ درد فم معدہ کے مریضوں کے

لیے نہایت فائدہ مند ہے۔ لیکن زخم پر یہ سفوف نہ دیں۔ اگر ایک تولہ سفوف میں کچلی (۱:۷) ایک ماشہ ملادی جائے تو اس کے اثرات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

درمنہ

Artemisia maritima

{ اردو: اجوائن کرمانی } { ہندی: کرمالا } { فارسی: درمنہ۔ افسنتین البحر۔ شح۔ ساریقون } { پشتو: ترکھا } { کشمیری: مرنی۔ مورن } { انگلش: Worm seed }

تاریخ: درمنہ کو ایک اندازے کے مطابق سب سے پہلے مصر میں دریافت کیا گیا۔ جیسا کہ پلائینی کے بیان کے مطابق مصری اس کی ٹہنیاں پوشیدہ اور پر اسرار علوم حاصل کرتے وقت اور رسوم ادا کرتے وقت ہاتھ میں رکھا کرتے تھے۔ یہ زمانہ قدیم ہی سے دواء" مستعمل ہے۔ قدیم یونانی اسے تقویت معدہ اور کرم امعاء کو خارج کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اطالوی بھی اسے استعمال کرتے تھے اور اسے سیمنی زینا کے نام سے پکارتے تھے جس کا مطلب چھوٹے چھوٹے بیج ہیں۔ وہ اس کے ننھے ننھے پھولوں کو بیج خیال کرتے تھے۔ انگریزی میں اس کا ایک اور نام سیمن کانٹرا ورمز بھی ہے جس کے لغوی معنی تخم دافع کرم ہیں۔

پرانے عرب اور ایرانی طبیب بھی اسے بکثرت استعمال کرتے تھے۔ علاوہ ازیں۔ استسقاء قلب۔ اور آلات تنفس کی تحریک کے لیے بھی اسے استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے اسے شح کا نام دیا جب کہ بازار میں یہ ساریقون اور افسنتین البحر کے نام سے فروخت ہوتی تھی۔

ہندی طبیبوں کو اس کے متعلق علم نہ تھا کچھ لوگ سنسکرت نام گدا دھارا اس کے اوپر منطبق کرتے ہیں لیکن یہ ایک مشکوک بات ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ قدیم ہند میں اس کی کثرت پیدائش کے باوجود کسی قدیم آیورویدک کتاب مثلاً چرک۔ سشرت اور واگ بھٹ وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں۔ بہت بعد کے مسلم دور حکومت میں ایک خاص اجوائن کا ذکر ملتا ہے جسے چوہار کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جس کا دوسرا نام جنتو ناشن لکھا ہے جس کے معنی ہیں قاتل دیدان۔ نگھنٹو رتناکر میں اسے کرمانزی یوانی کے نام سے پکارا گیا ہے جس کا ہندی میں مطلب کرمانی اجوائن ہے۔

اگرچہ اجوائن خراسانی کی طرح درمنہ بھی اجوائن کہلانے کی حقدار نہیں لیکن قدیم اطالویوں کی طرح ویدوں نے بھی اس کے ننھے ننھے بے کھلے پھولوں کو' جو بظاہر چھوٹے چھوٹے بھورے رنگ کے اجوائن کی مانند بیج معلوم ہوتے ہیں' سے دھوکہ کھایا ہے۔ اسے اجوائن سے مشابہ دیکھ کر اجوائن ہی کی ایک قسم قرار دے دیا۔ اور چونکہ یہ کرمان سے درآمد ہوتی تھی اسے اجوائن کرمانی کے نام سے پکارنے لگے۔ اب اس کا جدید سنسکرت نام کیٹ آری یعنی دشمن کرم ہے جو کہ حقیقت سے قریب تر ہے۔

ایلوپیتھی میں بھی اس کا جوہر سینٹونین کے نام سے مستعمل ہے اور یہ برٹش فارماکوپیا میں داخل ہے۔ انڈین نیشنل فارماکوپیا میں درمنہ اور سینٹونین دونوں شامل ہیں۔

سینٹونین کا نام اب کسی کے لیے بھی نیا نہیں ہے۔ پاکستان میں اسے کرم کیمیکل کمپنی پودے سے حاصل کرتی تھی لیکن کچھ عرصہ سے پاکستان میں اس کی پیداوار بند ہو چکی ہے اب درمنہ ہندوستان کو برآمد کر دی جاتی ہے جہاں اس سے سینٹونین حاصل کی جاتی ہے۔

سینٹونین کو پیٹ کے کیڑوں کے لیے زہر سمجھا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر Von Schreeder کے بقول ایسا نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سینٹونین خاص طور پر کینچوؤں کو ہلاک نہیں کرتی بلکہ اپنی کڑواہٹ اور بدمزگی کی وجہ سے انہیں معدہ میں اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے اور لمبی آنتوں میں دھکیل دیتی ہے جہاں سے انہیں کسی بھی مسہل کے ذریعہ نکالا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکماء کا قول بھی یہی ہے لیکن ان کے بیان کے مطابق بڑی انتڑیوں میں یہ کیڑے ہلاک بھی ہو جاتے ہیں اور اگر مسہل سے ان کو نکالا نہ جائے تو یہ تعفن پیدا کر کے انسانی زندگی کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتے ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق سینٹونین صرف لمبے کیڑوں یعنی کینچوؤں کے نظام عصبی پر اثر انداز ہو کر انہیں مفلوج کر دیتی ہے اور اس طرح وہ خارج ہو جاتے ہیں۔

شناخت: یہ ایک مضبوط جڑ سے نکلتی ہوئی بہت زیادہ سیدھی شاخوں والی ساڑھے تین فٹ تک بلند جھاڑی ہے۔ پتے ا تا ڈیڑھ انچ لمبے اور سفید یا سفیدی مائل ہلکے سبز ہوتے ہیں۔ پتے دوھرے پرہ دار شکل کے ہوتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے حصوں میں گیندے کے پتے کی طرح تقسیم ہوتے ہیں۔ یہ سیدھے خطوط کے پتلے اور نازک پتے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل گیاہی

ہوتی ہے۔ پتوں پر سفید رواں ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ سفید نظر آتے ہیں۔ تنے کی موٹائی انگلی کے برابر اور شاخوں کی موٹائی پنسل کے برابر ہوتی ہے۔ شاخوں کے سروں پر بہت سے ۳ تا ۱۰ پھولوں پر مشتمل گچھے ایک ترتیب میں نیچے سے اوپر سرے تک لگے ہوتے ہیں۔ انہیں کھلنے سے قبل توڑ کر سکھا لیتے ہیں۔ یہی کلیاں دراصل درمنہ کے نام سے بازار میں ملتی ہیں۔ یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے بھورے رنگ کے بیج نظر آتے ہیں جن پر ابھری ہوئی لکیریں پائی جاتی ہیں لیکن انہیں کاٹیں تو یہ پھول ہوتے ہیں۔ تازہ پھولوں کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے لیکن خشک کرنے پر بھورا ہو جاتا ہے۔ پھولوں کی لمبائی ۱۸/ ۱ تا ۱۲/ ۱ انچ تک ہوتی ہے۔ یہ بیضوی لمبوترے ہوتے ہیں جن کا بالائی سرا زیادہ چوڑا ہوتا ہے۔ پھول نیچے کو گاؤدم ہو کر قدرے نوکیلا ہو جاتا ہے۔ پنکھڑیاں چمکیلی اور روئیں سے صاف ہوتی ہیں۔ کاسہ گل چھوٹے چھوٹے بیضوی نوکیلے ورقہائے گل پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک دوسرے پر مچھلی کے چھلکوں کی طرح لگے ہوتے ہیں۔ پیالے کے نیچے ایک پینڈی پائی جاتی ہے جس کے اطراف میں چمکیلے ننھے ننھے روغنی غدود ہوتے ہیں جو طاقتور محدب عدسے سے بھی نظر نہیں آتے۔ خشک دوا کو رگڑنے سے ایک خوشگوار فراری روغن کی بو پیدا ہوتی ہے۔ دوا چکھنے سے کڑوی خوشبودار اور ٹھنڈی محسوس ہوتی ہے جس میں کافور کی سی بو پائی جاتی ہے۔

مقام پیدائش: یہ پودا بلوچستان۔ صوبہ سرحد۔ شمالی علاقہ جات کے اضلاع چلاس۔ گلگت۔ کشمیر۔ افغانستان۔ ہندوستان میں گڑھوال۔ روس۔ ایران۔ تبت۔ بھوٹان اور نیپال میں ۴۰۰۰ تا ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک بکثرت دستیاب ہے۔ افغانستان میں اس بہتات سے اگتا ہے کہ قندھار سے جو پھل پیٹیوں میں بند ہو کر آتے ہیں ان میں پیکنگ کے کام آتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: درمنہ میں پائے جانے والے اہم اجزا میں ایک فراری روغن ہے جس کی بو کاجوپٹ آئل کی طرح ہوتی ہے۔ نیز اس میں سے کافور کی مانند بو آتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں تھوجون (thujone) اور کیمفین (camphene) وغیرہ ہوتے ہیں۔ ایک کڑوا جزو اور آرٹی سین (articine) بھی ملتے ہیں۔ ان اجزاء کے علاوہ اس میں سب سے اہم جزو سینٹونین پایا جاتا ہے جو کہ پیٹ سے کیڑوں کو خارج کرنے کا باعث ہے۔

سینٹونین: طب جدید میں سینٹونین کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اسے پیٹ سے کینچوے خارج کرنے والی ایک بے خطا دوا کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ایلوپیتھی میں اس کا کوئی خاص استعمال نہیں آج کل تو سینٹونین کا استعمال بھی بہت کم ہو چکا ہے اور اس کے متبادل کئی اور ادویات متعارف ہو چکی ہیں جو کہ سینٹونین کی نسبت سستی اور زود اثر ہیں۔ لیکن طب یونانی میں پورے پودے کے دوائیہ استعمال کی وجہ سے اس کی اہمیت بدستور برقرار ہے اور بہت سارے امراض پر اس کا استعمال آج بھی روز اول کی طرح اپنی اہمیت رکھتا ہے۔

سینٹونین میں ایک ایسڈ این ہائیڈرائیڈ (acid anhydride) ہے جس کا فارمولہ $C_{15}H_{18}O_3$ ہے۔ یہ ٹھنڈے پانی میں بہت تھوڑی حل ہوتی ہے۔ اس کا ایک حصہ ۴۰ حصہ ریکٹی فائیڈ سپرٹ میں حل ہوتا ہے جب کہ نقطہ ابال پر ۳ حصہ سپرٹ میں ۱ حصہ حل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ۴ حصہ کلوروفارم میں بھی ایک حصہ حل ہو جاتا ہے۔ سینٹونین کی منشوری قلمیں ہوتی ہیں۔ یہ بے بو۔ بے ذائقہ ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد ذائقہ تلخ ہو جاتا ہے۔ سینٹونین کا نقطہ پگھلاؤ ۱۶۹ ڈگری تا ۱۷۱ ڈگری سینٹی گریڈ ہے اور وزن مخصوص ۱۸۶۶ء۱ ہے۔ سورج کی روشنی میں سینٹونین پیلے رنگ کی ہو جاتی ہے جسے سنہری سینٹونین بھی کہتے ہیں۔

سینٹونین بیرونی استعمال میں کوئی خاص اثر نہیں کرتی۔ منہ کے ذریعہ استعمال کرنے پر یہ کوئی خراش پیدا نہیں کرتی۔ تقریباً بے ذائقہ ہوتی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہلکا تلخ ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ معدہ میں موجود نمک کے تیزاب میں یہ حل ہو جاتی ہے اور تھوڑی سی معدہ میں جذب بھی ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسے خالی معدہ نہ دینے کی ہدایت کی جاتی ہے تاکہ جسم اس کے نقصانات سے محفوظ رہے۔

زہریلے اثرات: سینٹونین کی بڑی مقدار خوراک جوانوں میں زہریلے اثرات کا باعث بنتی ہے جب کہ بچوں میں بہت تھوری مقدار (0.06 گرام) بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کی کئی مثالیں بھی سامنے آئی ہیں۔ جوانوں میں 0.2 گرام تک کی مقدار ہلکی سی علامات پیدا کرتی ہے جب کہ 0.5 تا 1.0 گرام تک کی مقدار سخت زہریلے اثرات پیدا کرتی ہے۔ لیکن

یہی مقدار کئی لوگوں میں کوئی بھی خطرناک علامات پیدا نہیں کرتی۔ جسم میں جذب ہونے والی دوائی کی ایک مخصوص مقدار پیشاب کو پیلا رنگ دیتی ہے اور آنکھوں سے پیلا نظر آنے لگتا ہے لیکن بہت زیادہ خوراک استعمال کرنے کے بعد اس کی علامات یکدم نہ بڑھنے کے بجائے آہستگی سے بڑھتی ہیں اور بتدریج شعور و ادراک کی کمزوری۔ اینٹھن۔ بے ہوشی۔ اور پھر موت پر ختم ہوتی ہیں۔

پہلے درجہ میں اشیاء ہلکی سے پیلی یا بنفشی نظر آنے لگتی ہیں جن کا بعض اوقات مریض کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ لیکن بعد ازاں اشیاء کا رنگ واضح پیلا ہو جاتا ہے۔ اس درجہ کے وقت کا دورانیہ مختصر ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی مریض کو احساس نہ ہو لیکن اس کے بعد جب تمام اشیاء پیلی نظر آتی ہیں تو یہ کافی وقت تک ایسے ہی رہتی ہیں۔ تمام چمکدار اشیاء پیلی اور گہری نیلی نظر آتی ہیں جب کہ بنفشی رنگ کی اشیاء کالی نظر آنے لگتی ہیں۔ مریض کے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ سوچیں منتشر ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھار قے بھی آتی ہے یہ علامات اکثر اوقات مزید تکلیف دیے بغیر رفع ہو جاتی ہیں۔

بہت زیادہ مقدار استعمال کر لینے کی صورت میں مندرجہ بالا علامات کے بعد قے شروع ہو جاتی ہے۔ قولنجی دردیں اور اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ سرد پسینے آنے لگتے ہیں۔ سانس اور قلب کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ گردوں اور پیشاب کی نالیوں میں خراش پیدا ہو جاتی ہے جس سے خون آمیز پیشاب کی شدید درد کے ساتھ بار بار حاجت ہوتی ہے۔ بعض اوقات جلد پر چھپاکی نما دھبے نمودار ہو جاتے ہیں۔ مریض سر درد اور چکرانے کی شکایت کرتا ہے۔ کمزوری محسوس ہوتی ہے اس پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے جو بعد ازاں بے خبری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آخر میں مریض پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے بولنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور مرگی کی مانند دورہ پڑتا ہے۔ جسم کے عضلات میں شدید تشنج ہو سکتا ہے۔ عضلات کا یہ تشنج عموماً جسم کے ایک طرف ہی ہوتا ہے جب کہ دوسری طرف عموماً محفوظ رہتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

علاج: معدہ کو فوراً سٹامک ٹیوب کی مدد سے خالی کر دینا چاہیے اور نمکین پانی کا مسہل دینا چاہیے اور حقنہ بھی کرنا چاہیے۔ اگر تشنج کا دورہ ہو تو اپومارفین جیسی مرکزی دوائی کا استعمال

افنتین

ARTEMISIA VULGARIS

اٹھمقام آزاد کشمیر۔ بلندی: ۱۰،۰۰۰ فٹ، ۲۷ راگست ۱۹۸۸ء

کرنا چاہیے۔ ایتھر یا کلوروفارم کا استعمال بھی دورہ روکنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ محرک اشیاء کا استعمال مندرجہ بالا علامات میں شدت پیدا کر کے جان لیوا ثابت ہوتا ہے اس لیے ان کا استعمال کسی صورت میں نہ کریں۔

افسنتین کشمیری

Artemisia sieversiana

یہ بھی افسنتین کی ایک قسم ہے جو کہ اس کی جگہ اکثر بازار میں فروخت ہوتی ہے۔ پہلے پہل یہ ایران سے درآمد ہوتی تھی۔ ہندوستان میں اسے پرتگیزیوں نے متعارف کرایا تھا۔ بمبئی میں اسے چند عیسائی خاندان کاشت کرتے تھے اور بازار میں تازہ حالت میں فروخت کرتے تھے۔ ان کی کئی پشتوں سے اس کی کاشت پر اجارہ داری تھی۔ تازہ حالت میں اس کی بہت اہمیت اور قیمت تھی۔ اسے مقوی اور دافع بخار مانا جاتا تھا۔ جب کہ بیرونی طور پر اس کا لیپ دافع تعفن جانا جاتا تھا۔ حکماء اسے یرقان۔ استسقاء۔ نقرس مراق اور اختناق الرحم پر برتتے تھے۔

افسنتین سفید گل

Artemisia vulgaris

﴿ اردو: افسنتین سفید گل۔ ﴾ ﴿ ہزارہ: جھاؤ سفید۔ ﴾ ﴿ پنجاب: افسنتین۔ بنجیرو۔ بوئے مادراں، چمبرا۔ ﴾ ﴿ ہندی: دونا۔ مستارو۔ ناگداونا۔ گاتھی وانا۔ ﴾ ﴿ سنسکرت: ناگ دمنی۔ ناگ دونی گرنتھی پرنی۔ ﴾ ﴿ انگریزی: Motherwort- Mugwort- Indian werm wood ﴾

تاریخ: ویدک دور میں اس پودے کی شناخت اور نام میں بہت غلط فہمی پائی گئی ہے۔ شمالی ہند اور بنگال میں اسے ناگ دمنی کا نام دیا گیا یعنی ایک ایسا پودا جو مکڑیوں اور سانپ کا زہر دور کرنے والا اور مقوی تھا۔ دکن اور جنوبی ہند میں اسے سنسکرت نام اندھانا سے پکارا گیا۔ مرہٹی

زبان میں اسے ناگداونا کہا گیا جو ناگ دمنی ہی کا ترجمہ ہے۔ لیکن مرہٹی زبان میں ایک دوسرے پودے کو بھی ناگ دمنی مانا گیا ہے جس کا نباتی نام (Crintum asiaticum) ہے اور یہ ایک گھاس نما پودا ہے جس کے نیچے پیاز جیسی جڑ ہوتی ہے۔ محی الدین شریف کے بقول ناگ دمنی کا جنوبی ہند میں نام گرانتھی پرنی ہے۔ یہ نام عام نہیں ہیں حالانکہ یہ پودا تمام برصغیر میں عام ہے۔ اس وجہ سے قدیم سنسکرت میں اس کا جو نام دیا گیا ہے وہ مشکوک ہے۔

میں اسرول کے باب میں یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ فی زمانہ بہت سی بوٹیاں ایسی ہیں جو ناگ دمنی کا وصف رکھتی ہیں اور یہ نام بہت سی بوٹیوں پر منطبق ہونے کی وجہ سے متنازعہ حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے اس کو عقاقیر کی فہرست سے خارج کر دینا چاہیے۔ اس کا دوسرا نام بوئے مادراں بھی غلط ہے یہ دراصل برنجاسف کا نام ہے اور برنجاسف کا افسنتین سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ اگلے صفحات میں برنجاسف کے باب میں اس کی تصحیح موجود ہے۔ مندرجہ بالا مقامی نام میں نے ایک مستند کتاب Poisonous plants of India سے لیے ہیں جس کے مصنف مشہور ماہر نباتات۔ چوپڑا۔ گھوش اور بدھوار ہیں۔ لیکن مقامی نام چونکہ قدیم طبی کتب یا بازار سے اخذ کیے جاتے ہیں اس لیے ان میں بہت سی اغلاط آ جاتی ہیں۔ اور انہیں غلط العام ناموں سے کسی پودے کی شناخت مشکوک ہو جاتی ہے اس لیے ہمیں مقامی ناموں میں پائی جانے والی غلطیوں کی اصلاح بھی کرنی چاہیے اور جن بوٹیوں کے نام مشترک ہوں انہیں نئے نام دیے جانے چاہئیں۔

شناخت: یہ جھاڑی نما تیز بو والی دو تا آٹھ فٹ بلند دائمی بوٹی ہے۔ اس پر رواں یا بال ہوتے ہیں۔ نچلے پتے ڈنڈی دار دو تا چار انچ لمبے ہوتے ہیں۔ یہ بیضوی ا یا ۲ پرہ دار ہوتے ہیں۔ جن کی بنیاد میں لو کی مانند گوشک ہوتی ہیں۔ پتے کی نچلی طرف سفید یا خاکستری اور روئیں دار ہوتی ہے۔ اوپر والے پتے مکمل یا ۳ پرہ دار بغیر ڈنڈی کے ہوتے ہیں۔ پھول بغیر ڈنڈی یا چھوٹی سی ڈنڈی سے ایک قطار میں شاخ کے آخری سرے تک لگے ہوتے ہیں۔ یہ دو صنفی ہوتے ہیں۔ جو کہ بیضوی یا نیم گولائی میں ہوتے ہیں اور ۱/۶ تا ۱/۸ انچ لمبے ہوتے ہیں۔ جن کا رنگ پیلا۔ یا سفیدی مائل پیلا یا بھورا پیلا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش: یہ پودا پورے سلسلہ کوہ ہمالیہ میں سوات سے لے کر آسام تک ۵۰۰۰ تا ۱۲۰۰۰ فٹ پر پایا جاتا ہے۔ آزاد کشمیر میں وادی نیلم۔ ہزارہ۔ کاغان۔ بلتستان میں منی مرگ کے پاس اکثر جگہ پائی گئی ہے۔

افعال و خواص: اس کے پتے کپڑوں میں رکھیں تو انہیں کیڑا نہیں لگتا۔ اسے ہر جگہ مخرج بلغم اور جراثیم کش کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن زیادہ بڑی خوراکوں سے تشنج اور اینٹھن کے ساتھ مرگی کی طرح کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ جس کے ساتھ لہسن جیسی بو والا پسینہ کثرت سے آتا ہے۔ رحم میں سخت اینٹھن اور زچگی جیسی دردیں ہوتی ہیں۔ اسقاط حمل ہو جاتا ہے اگر حمل نہ ہو تو رحم میں ورم ہو کر نیچے سرک جاتا ہے اور بعض اوقات رحم ٹل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے باقی ماندہ اثرات افسنتین ہی کی طرح ہیں۔

مجربات

پلورسی: درمنہ ا تولہ۔ کشتہ توتیا خصوصاً بندق میں تیار کردہ ۲ رتی۔
سفوف بنالیں۔ آدھ ماشہ صبح شام ہمراہ پانی۔ ایک ہفتہ کھانے کے بعد ۲۔ ۳ یوم ناغہ کریں پھر ایک ہفتہ استعمال کریں۔

Family: Compositae

برنجاسف

Achillea

کچھ عرصہ قبل جڑی بوٹیوں کے بارے میں ایک مضمون اخبار میں چھپا تھا جس میں آرطی ماشیا یعنی افسنتین (Artimisia) کی مختلف اقسام پر بحث کی گئی تھی۔ اس مضمون میں ایک بوٹی کا خاص طور پر تذکرہ تھا۔ جسے فارسی میں بوئے مادراں۔ پشتو میں زول (Zawal) اور سندھی میں گاؤ مادر کہتے ہیں۔ اسے فشار الدم اور ذیابیطس پر بہت مفید قرار دیا گیا۔ کتب میں اس بوٹی کا نام برنجاسف درج ہے۔ لیکن کئی اور پودوں کی مانند برنجاسف کی شناخت کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بہت ساری کتب کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کے بارے میں تحقیق کسی بھی طبیب نے نہیں کی بلکہ زمانہ قدیم سے اس کے بارے میں جو تحریر کر دیا گیا ہے اسے ہی نقل در نقل کیا گیا ہے۔

برنجاسف کے بارے میں کچھ کتب سے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"ایک بوٹی ہے جو افسنتین سے ملتی جلتی ہے اس کا تنا نصف گز لمبا ہوتا ہے۔ شاخیں پتلی پتلی ہوتی ہیں پتے سرو یا مازو کی طرح کٹے پھٹے۔ برچھی کی نوک کی طرح چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ ڈالیوں پر ایک چیپ دار رطوبت ہوتی ہے۔ پھول چھوٹے چھوٹے سوئے کی طرح چتردار ہوتا ہے۔ یہ سفید زرد یا نیلگوں ہوتے ہیں اور کسی قدر گول ہوتے ہیں۔ ان کی خوشبو بابونہ کی طرح ہوتی ہے اور اس کے پودے سے افسنتین کی بو آتی ہے۔ (بیان الادویہ)

"ایک گھانس ہے۔ افسنتین سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس کی ساق ایک ہاتھ کے قریب لمبی ہوتی ہے۔ شاخیں پتلی پتلی۔ پتے ننھے ننھے۔ پھول سوئے کے پھول کی طرح چتردار ہوتا ہے۔ پھول کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ بعض کا رنگ سفید اور بعض کا کبودی ہوتا ہے۔" (خزائن

برنجاسف ACHILLEA MILLEFOLIUM نزد درہ برزل، بلتستان

۱۲/اگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۱۰۰۰ فٹ

الادویہ)

برنجاسف Artimisia vulgaris: برنجاسف کے نام سے بازار میں خشک بوٹی جس میں پتے اور پھول ہوتے ہیں دستیاب ہے دراصل برنجاسف نام کی دوا کا ماخذ اوپر لکھے ہوئے پودے ہی ہیں۔ لیکن آج کل بازار میں برنجاسف کے نام سے جو دوا ملتی ہے اس کا ماخذ مذکورہ پودا نہیں بلکہ Achillea millefolium ہے اسی لیے اطباء نے برنجاسف کے جو افعال و خواص لکھے ہیں بازار میں دستیاب برنجاسف سے حاصل نہیں ہوتے۔ جہاں تک مصنف کی تحقیق ہے وہ یہ کہ برنجاسف کا یونانی نام جیسا کہ محیط اعظم میں ارطامایا لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ دیگر دوسری طبی کتب میں برنجاسف کی ماہیت میں یہی لکھا ہے کہ یہ افسنتین کی مانند ایک بوٹی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آرٹی میشیا ہی ہے نہ کہ (ach.) کی کوئی قسم۔ ہاں ہو سکتا ہے قیصوم کے بارے میں (ach.) صحیح ثابت ہو۔" (یونانی ادویہ مفردہ)

"برنجاسف کو اہل یونان "ارطامایا" کہتے ہیں۔ اس کی دونوں قسمیں کسی قدر گرمی اور معمولی خشکی پیدا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں کو دوسرے درجہ کی مسخن اور پہلے درجہ کی ابتدا میں مجفف ادویہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ دونوں قسموں میں کسی قدر لطافت پائی جاتی ہے اسی وجہ سے یہ گردے میں پیدا ہونے والی پتھریوں اور رحم کے پھوڑوں میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ (جامع المفردات بحوالہ جالینوس مصنفہ ابن بیطار)

آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ الجھن کیسے پیدا ہوئی۔ جیسا کہ جالینوس کے بیان کے مطابق برنجاسف کو اہل یونان ارطامایا کہتے ہیں جس کو معرب کر کے لاطینی میں آرٹی میشیا کے نام سے پکارا گیا جو کہ افسنتین کی تمام انواع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب اگر ہم افسنتین کو دیکھیں تو افسنتین کی تقریباً تمام انواع میں پھول شاخ پر ایک قطار میں لمبائی کے رخ لگے ہوتے ہیں اور زیادہ تر کا رخ زمین کی طرف ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ پھول ہی کسی پودے کی نوع۔ جنس یا خاندان کا تعین کرتا ہے۔ اب یہاں پر ایک خاص بات جو کتب میں برنجاسف کی شناخت کے بارے میں لکھی ہے یہ کہ "اس کے پھول سوئے کے پھول کی مانند چتردار یعنی پھولوں کا گچھا ہوتے ہیں" اب اگر ہم برنجاسف کو آرٹی میشیا کی قسم تصور کر لیں تو اس کے چتردار پھول نہیں ہونے چاہیں جبکہ تمام کتب میں اس کے پھول چتردار ثابت کیے گئے ہیں نیز اس کے

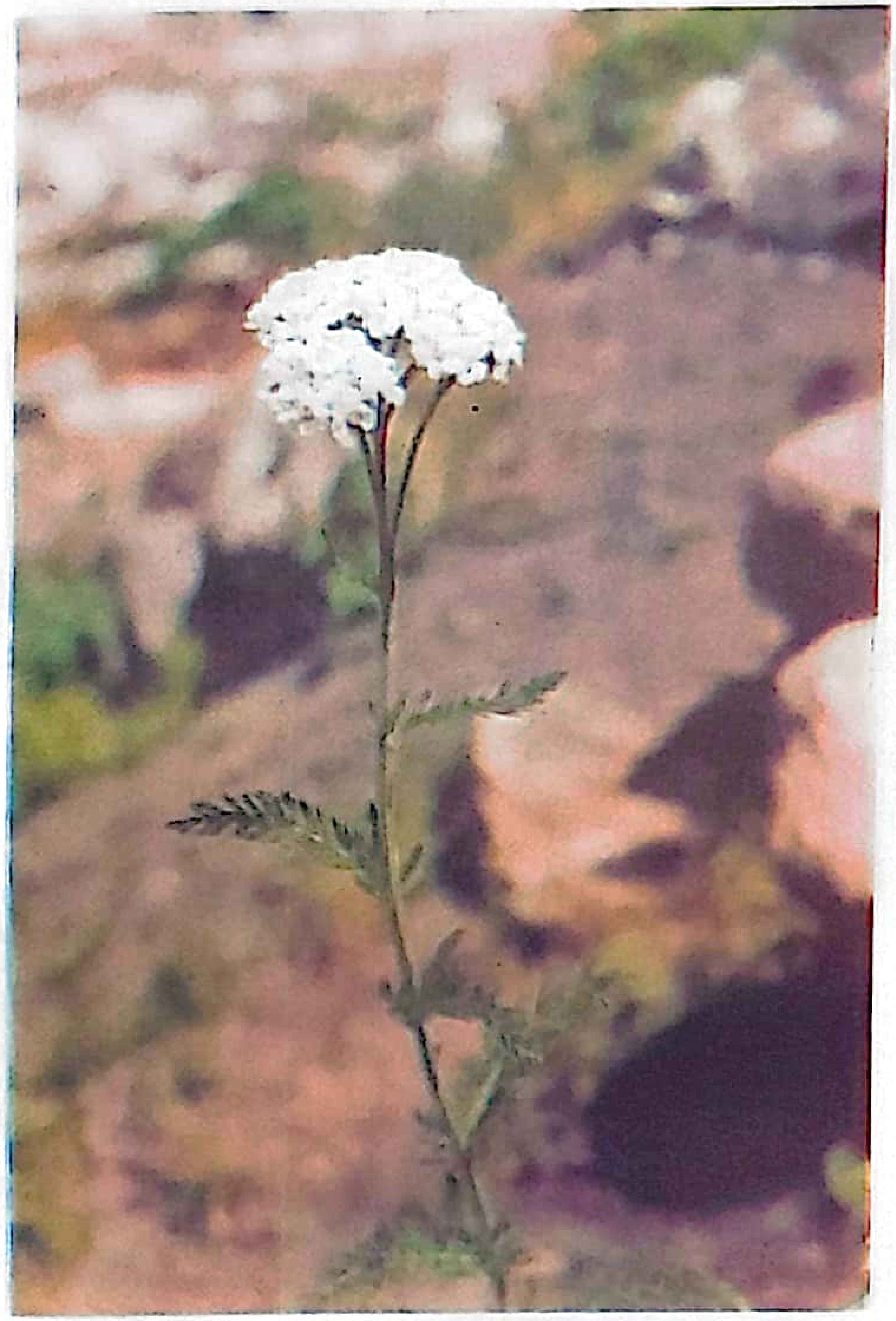

برنجاسف ACHILLEA MILLEFOLIUM نزد درہ برزل، بلتستان
۱۲ اگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۱۰۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

پھولوں کے مختلف رنگ پیلے۔ سفید۔ جامنی وغیرہ بتائے گئے ہیں جبکہ افسنتین کی ایک آدھ قسم کو چھوڑ کر ان میں رنگوں کا تنوع نہیں ہوتا جب کہ برنجاسف کی اقسام میں بہت سارے رنگ ہیں۔

کئی جدید کتب مثلاً انڈین میڈیسنل پلانٹس۔ فلاور آف ہمالیہ۔ فارما کوگرافیا وغیرہ میں برنجاسف کی وہی شناخت اور تصویر دی گئی جیسا کہ پرانی کتب میں بیان کیا گیا ہے یعنی پرہ دار پتے اور اجوائن۔ سوئے سونف یا ہینگ کی مانند سفید یا پیلے چتردار پھولوں کے گچھے۔ لیکن اس پودے کا افسنتین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی یہ اپنی شکل کے لحاظ سے کسی طرح بھی افسنتین سے مشابہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی اور افسنتین کی جنس اور خصوصیات آپس میں ملتی ہیں۔

اکثر کتب میں افسنتین کی ایک قسم آرطی ماشیا ولگیرس (ناگ داون) کو برنجاسف قرار دیا گیا ہے اب اگر ہم آرطی ماشیا ولگیرس کا جائزہ لیں تو برنجاسف کی بیان کی گئی تمام شناخت غلط ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ آرطی ماشیا ولگیرس (Artemisia vulgaris) کے چتردار پھول نہیں ہوتے بلکہ شاخ کے ساتھ ایک ترتیب سے سیدھے قطار میں لگے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی تصویر سے ظاہر ہے۔ نیز اس کے پتے ۲ تا ۴ انچ لمبے پردار ہوتے ہیں جس میں بڑی پتی درمیان میں اور چھوٹی پتیاں دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس برنجاسف کے پتے مرکب دوہرے پرہ دار ہوتے ہیں۔

یہاں ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ برنجاسف کے جو چھتردار پودے بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں وہ خصوصیات نہیں ملتیں جو افسنتین سے مشابہ پودے میں ملتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ برنجاسف کی بہت زیادہ انواع ہیں۔ اور یہ بات لازم ہے کہ مختلف انواع میں جوہر موثرہ کی مقدار کم وبیش ہوتی ہے جس کی وجہ سے خصوصیات میں فرق آجاتا ہے۔

تاریخ: برنجاسف کی مختلف اقسام زمانہ قدیم ہی سے طبی استعمال میں تھیں۔ عربوں میں برنجاسف کی ایک قسم قیصوم کے نام سے داخل مفردات تھی۔ جس کے متعلق شیخ کا بیان ہے کہ "جالینوس کے قول کے مطابق اس کے پھول افسنتین کے پھولوں سے زیادہ مفید اور مشہور ہیں۔" اصل برنجاسف کو فارسی اور بلوچی میں بوئے مادراں کہتے ہیں اسے Stocks

نے Achillea santolina کے نام سے شناخت کیا تھا۔ تحفۃ المومنین میں بھی مصنف نے برنجاسف کی جو شناخت بتائی ہے وہ بلا شک و شبہ اسی پودے کی ہے۔ اور یہی پودا سندھ اور ایران میں تقویت کے لیے عام استعمال ہوتا ہے۔ مصر میں اس کی ایک قسم بربرا کے نام سے استعمال ہوتی ہے۔ اس پودے کی کئی اقسام مصر۔ سوئٹزرلینڈ۔ امریکہ۔ برطانیہ اور ایشیا کے کئی ممالک میں استعمال ہوتی ہیں۔

اقسام: معتدل اور سرد علاقوں میں اس کی کافی زیادہ انواع ملتی ہیں یہی وجہ ہے کہ قدیم طبی کتب میں اس کے پھولوں کے مختلف رنگ اور اقسام دی گئی ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مزید اقسام کی مختصر شناخت اور نام لکھنے کے بعد پاکستان میں پائی جانے والی دونوں مشہور اقسام کی تفصیلی شناخت درج ہے۔

Achillea decolorans (1)

شناخت: اس کے پھول نسبتاً بڑے ہوتے ہیں۔ چتر میں پھولوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ اور پھول تھوڑے بکھرے ہوتے ہیں پھولوں کی رنگت بالکل سفید ہوتی ہے۔

Achillea filipendulina (2)

شناخت: اس کے پھول بالکل چھوٹے چھوٹے۔ چھتا گھنا ہوتا ہے۔ پھول شوخ پیلے۔ ساق سیدھی ہوتی ہے پتے کی چوڑائی تھوڑی زیادہ ہوتی ہے۔ پتے میں کٹاؤ پتے کی ڈنڈی تک ہوتے ہیں لیکن Tomentosa کی نسبت ذرا کم۔

Achillea tayeetea (3)

شناخت: اس کے پتے نسبتاً زیادہ پتلے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ پودے پر چھوٹے چھوٹے گتھے ہوئے پھولوں کا گھنا چھتر ہوتا ہے۔ پھول کریم کلر یا ہلکا بادامی رنگ کا۔

Achillea tomentosa (4)

شناخت: ۴ پنکھڑی والا نسبتاً بڑا پھل ہوتا ہے۔ پتے پتلے لمبے پرہ دار دونوں اطراف سے

Scanned with CamScanner

ڈنڈی تک کنگھی کی طرح کٹی ہوئی پتیاں ہوتی ہیں۔ پودا تین فٹ تک بلند بکھرا ہوا۔ پھولوں کا رنگ گہرا پیلا۔

برنجاسف سفید پھول والا

Achillea millefolium

﴿ اردو: برنجاسف ﴾ ﴿ بلوچی: بوئے مادراں ﴾ ﴿ ہزارہ: چورا ﴾
﴿ انگلش: Old Man's pepper۔ Devil's nettle Milfoil۔ blood wort ﴾

شناخت: کھڑے تنے کی تیز بو والی دائمی بوٹی ہے۔ پودے کی جڑ زمین میں متوازی ہوتی ہے جس سے مزید شاخیں نکلتی ہیں۔ ٹہنی پر لکیریں ہوتی ہیں۔ پتے بغیر ڈنڈی پتلے لمبے پرہ دار۔ جن میں پتیاں مزید کٹاؤ والی پتے ۵ تا ۱۵ سنٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ نچلے پتے ڈنڈی دار ہوتے ہیں۔ پھول شاخ کے سرے پر اکٹھے ہموار سطح میں بڑا سا چھتہ بناتے ہیں۔ پھول ۴ علیحدہ علیحدہ پنکھڑی والے سفید رنگ کے ہوتے ہیں اس کے پھل یک تخمی چمکدار ہوتے ہیں۔ پھول کی پنکھڑی ۱ تا ۲.۵ ملی میٹر لمبی ہوتی ہے۔ پھول ۶ ملی میٹر تک گولائی میں ہوتے ہیں۔ پھول جولائی تا ستمبر نکلتے ہیں۔

مقام پیدائش: آزاد کشمیر۔ صوبہ سرحد تمام سلسلہ کوہ ہمالیہ۔ مری وغیرہ میں ۴۰۰۰ تا ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک زمینوں۔ کھیتوں میں عام ملتا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً تمام یورپ۔ مغربی ایشیاء۔ شمالی امریکہ۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: HCN گلوکو سائیڈ Achillein نامی پایا جاتا ہے۔ پھولوں میں فراری روغن Azulene نامی پایا جاتا ہے۔ تمام بوٹی میں 0.47% تک روغن پایا جاتا ہے۔

افعال و خواص: یہ پودا کڑوا خوشبودار مقوی سکیڑ پیدا کرنے والا اور قابض ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ محرک اور پسینہ لانے والی خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ سردی لگنے بخار' اختناق الرحم' نفخ' سینے کی جلن' قولنج اور مرگی میں بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس کے علاوہ بواسیر' گردہ کی تکالیف اور جریان خون کو روکتا ہے۔ غشاء مخاطی میں کثیر مقدار میں رطوبات پیدا کرتا

ہے۔ باری کے بخاروں میں اس کا دینا بہت فائدہ مند ہے۔ یہ بخار کے دوران مقوی اثرات رکھتا ہے۔ بند نزلہ میں پتوں کا سفوف بطور نسوار استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا جوشاندہ بواسیر اور کثرت الطمث میں خون روکنے کے لیے اکسیر الاثر ہے۔ فوراً خون کو بند کرتا ہے۔ اس کے پھول محرق' پسینہ لانے والے' پیشاب آور اور زخموں کو مندمل کرنے والے ہیں۔

برنجاسف پیلے پھول والا

Achillea santolina

Achillea wilhelmsii

﴿ اردو' فارسی: برنجاسف ﴾ ﴿ سندھی: گاؤ مادر ﴾ ﴿ بلوچی: بوئے مادراں ﴾ ﴿ پشتو: زول Zawal ﴾

شناخت: اس کے پتے نازک پتلے سیدھے خط والے پرہ دار ہوتے ہیں۔ جن میں بنیادی پتیاں جڑ تک کٹاؤ دار ہوتی ہیں۔ یہ پتے دندانہ دار تین تا ۵ حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پھول چھتے دار ہوتے ہیں۔ ایک چھتے میں ۳۵ تک چھوٹے چھوٹے پیلے رنگ کے پھول ہوتے ہیں۔ اس پھول میں ۳ تا ۵ تکی لمبی پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ یاد رہے کہ ہمالیہ کے علاقے میں پایا جانے والا برنجاسف سفید پھولوں والا ہوتا ہے جب کہ یہ پیلے پھولوں والا وہی برنجاسف ہے جس کے خواص طبی کتب میں ملتے ہیں۔

مقام پیدائش: وزیرستان۔ بلوچستان۔ ایران۔ ترکی۔ عراق۔ افغانستان میں کھلی خشک جگہوں۔ ڈھلوانوں پر ۴۵۰۰ تا ۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی تک ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: اس کے پھولوں سے نیلا یا گہرا سبز فراری روغن جس کی کثافت ۰ء۹۲ ہوتی ہے برآمد ہوتا ہے ۱۸۴۶ء میں اس سے ایک کڑوا مواد Achillei کے نام سے حاصل کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس میں رال' گوند' ٹینن اور چند نمکیات مثلاً نائیٹریٹ' فاسفیٹ۔ پوٹاشیم اور کیلشیم کے کلورائیڈز اور ۱۳ تا ۱۷ فیصد راکھ حاصل ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

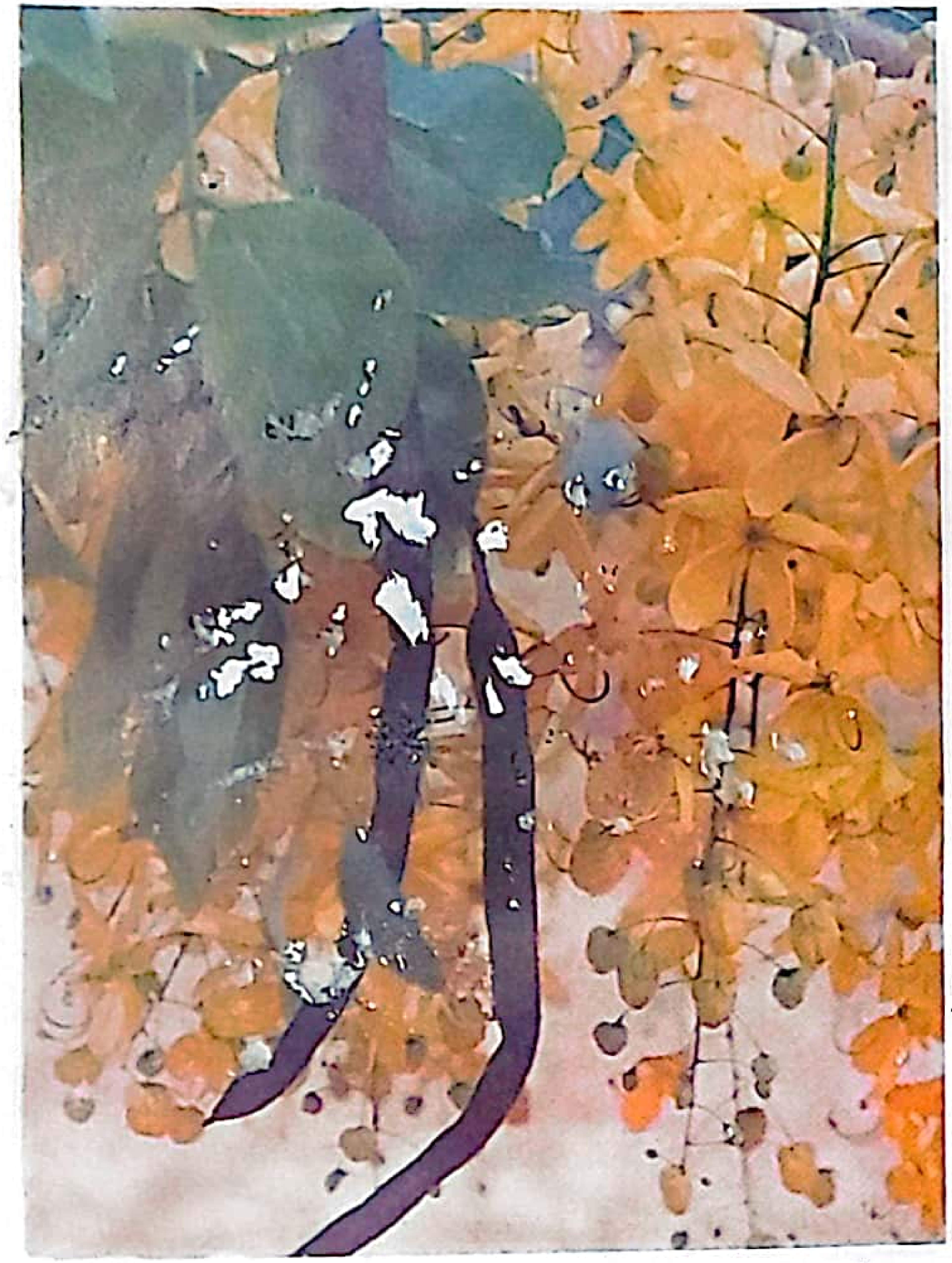

املتاس CASSIA FISTULA مارچ ۱۹۸۸ء اسلام آباد

بلندی : ۱۷۰۰ فٹ

اگر ہم دونوں انواع کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ برنجاسف نمی والی زمین اور بارش کے علاقے میں تمام کشمیر۔ کاغان۔ سلسلہ کوہ ہمالیہ وغیرہ میں عام ملتی ہے۔ جب کہ زول بلوچستان کے خشک پہاڑی علاقے میں عام ہوتی ہے۔ مختلف انواع۔ مختلف آب و ہوا اور زمین کی ساخت کی وجہ سے دونوں کی خصوصیات میں بہت زیادہ فرق ہے۔

پس اگر برنجاسف کشمیر سے آئے گی تو اس میں وہ خصوصیات نہیں ملیں گی جن کے لیے یہ مشہور ہے یعنی فشار الدم اور ذیابیطس وغیرہ اس لیے اسے نقلی برنجاسف خیال کیا جائے گا چونکہ بلوچستان میں پائی جانے والی برنجاسف جسے زول بھی کہتے ہیں مذکورہ اثرات کی حامل ہے اس لیے وہ اصلی قرار پاتی ہے حالانکہ دونوں ہی بوٹیاں برنجاسف ہیں لیکن اثرات کے لحاظ سے زول بہتر ہے۔ البتہ انجائنا (قلب) کے درد میں ہزارہ میں پائی جانے والی برنجاسف جسے وہاں کی زبان میں چورا کہتے ہیں زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔

Family: Leguminosae

املتاس

Cassia fistula

﴾ اردو: املتاس ﴿ ﴾ عربی: خیار شنبر ﴿ ۔ ﴾ پنجابی: امبلتاس ﴿ ﴾ سندھی: چھمکڑی ﴿ ﴾ انگریزی: پرجنگ کیشیا Purging cassia ﴿ ﴾ ہندی: کروالی۔ املتاس۔ ﴿ ﴾ فارسی: خیار چنبر ﴿ ﴾ سنسکرت: آرگ بارھا۔ سودرنکا (سنہری) پیت پشپ (زرد پھولوں والا) دیرگھ پھل (لمبی پھلیوں والا)۔ کنڈوگھن (نافع خارش) ﴿

تاریخ: قدیم سنسکرت میں املتاس کو نام آرگ بادھا۔ سودرنکا اور راجا تارو یعنی شاہی درخت اس کی بے مثال خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا۔ یہ خوبصورتی اس کے پیلے پھولوں کے لمبے لمبے گچھوں اور رول کی طرح گول لمبی لمبی پھلیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میسور میں ہندو ان گچھوں کو دوران عبادت اپنے سامنے رکھتے تھے۔ چونکہ املتاس کی اصل جائے پیدائش ہندوستان ہے اس لیے قدیم ہندوؤں کو اس کا بخوبی علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم ویدک کتب چرک اور سشرت وغیرہ میں اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ عربوں کو بھی عرصہ دراز سے اس کا علم تھا اور وہ اس کو طبی استعمال میں لاتے تھے۔ عربوں نے اس کو خیار شنبر کا نام دیا جو کہ فارسی نام خیار چنبر کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ چنبر کا قدیم فارسی میں مطلب ہے ہار۔ پہلے پہلے قدیم یونانیوں کو اس کا علم نہ تھا لیکن بعد ازاں یونانیوں کو عربوں سے اس کا پتہ چلا۔ اس کے نام کا بتدریج ہندوستان سے یونان کی طرف بڑھنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ برصغیر پاک و ہند کا پودا ہے۔

مقام پیدائش: املتاس کا درخت پاکستان۔ ہندوستان۔ برما۔ نیپال اور بنگلہ دیش میں ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پہاڑی ڈھلوانوں خصوصاً ہمالیہ کی ترائیوں میں افراط سے پایا جاتا ہے۔ حیدرآباد دکن، کشمیر، پنجاب اور بنگال میں اس کے درخت عام پائے جاتے ہیں۔ چونکہ اس کا

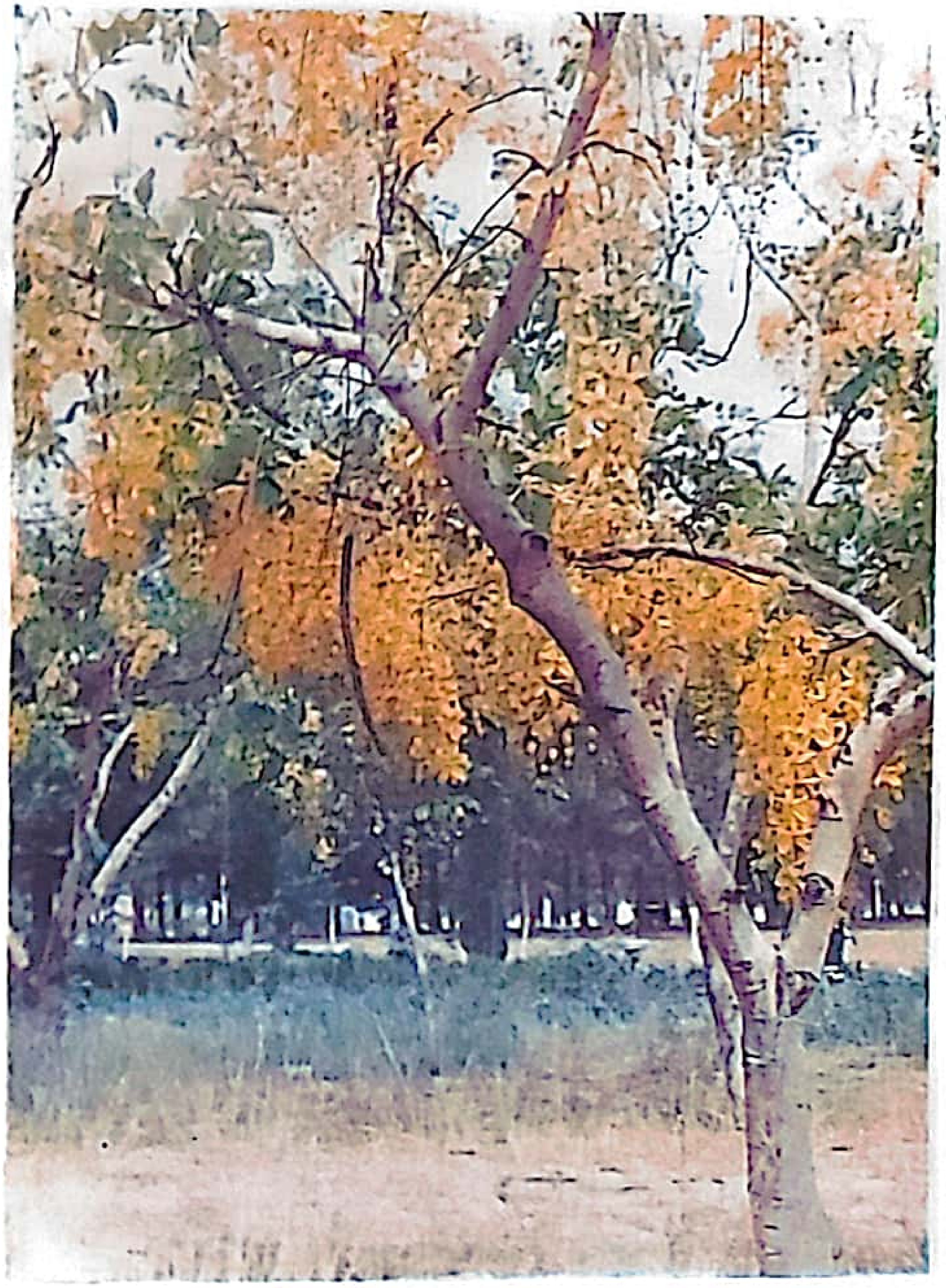

املتاس مارچ ۱۹۸۸ء CASSIA FISTULA اسلام آباد

بلندی : ۷۰۰ فٹ

درخت نہایت خوبصورت ہوتا ہے اس لیے پاک و ہند کے تمام بڑے شہروں میں سڑکوں پر لگایا جاتا ہے۔ اسلام آباد اور لاہور کی سڑکوں پر اس کے درخت عام دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ویسٹ انڈیز۔ برازیل اور افریقہ کے گرم مرطوب حصوں میں بھی دستیاب ہوتا ہے۔

نباتی توضیح: یہ ۲۰ تا ۳۰ فٹ اونچا درمیانے قد کا درخت ہے جس کے تنے کی موٹائی ۲ تا ڈھائی فٹ ہوتی ہے۔ چھال ۴/۱ انچ تک موٹی ہوتی ہے۔ یہ باہر سے سبزی مائل بھورے رنگ کی اور اندر سے سرخی مائل ہوتی ہے۔ نئی چھال نرم ملائم اور پرانی کھردری اور سخت ہوتی ہے۔ اس کی لکڑی بڑی سخت اور مضبوط ہوتی ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ جب اس لکڑی کو خشک کیا جائے تو سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔ اس کے پتے مرکب ہوتے ہیں جو کہ ۴ تا ۱۰ جوڑے پتیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پتیاں ۳ تا ۶ انچ لمبی اور تقریباً دو انچ چوڑی ہوتی ہیں۔ جب پتیاں چھوٹی ہوتی ہیں تو ان پر نچلی سطح پر سفید رواں سا ہوتا ہے۔ یہ جامن کے پتوں سے مشابہ ہوتی ہیں۔ مارچ میں جہاں پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور اپریل مئی میں نئی نکل آتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی پانچ پنکھڑیوں والے سنہری رنگ کے نہایت خوبصورت پھولوں کے خوشے نکلتے ہیں۔ جو عموماً ایک فٹ تا ڈیڑھ فٹ لمبے اور لٹکے ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے درخت انتہائی خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ پتے ابھی چھوٹے ہوتے ہیں اور درخت صرف ان لٹکتے ہوئے خوشوں سے بھرا ہوتا ہے۔ یہ خوشے ستمبر کے مہینے میں بھی کبھی نکل آتے ہیں لیکن کم مقدار میں۔

ہر پھول کے نیچے تخم دان میں بہت سے بیجوں کے شگوفے پائے جاتے ہیں۔ جب پھول جھڑ جاتے ہیں تو نیچے سے پھلیاں نمودار ہوتی ہیں۔ جو کہ باریک اور گول ہوتی ہیں۔ یہ بڑھتی ہوئی اکتوبر تک مکمل سائز کی ہو جاتی ہیں۔ پھلیاں پہلے سبز ہوتی ہیں۔ بعد ازاں ان کا رنگ تبدیل ہوتا ہے اور اگلے موسم کے پھول نکلنے سے قبل یعنی مارچ کے مہینے تک پک کر سیاہی مائل بھورا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ پھلیاں پتوں کے درمیان ڈنڈوں کی طرح لٹکی ہوتی ہیں اور ایک ایک گچھے میں کئی ہوتی ہیں۔ یہ ایک تا ۲ فٹ لمبی ایک تا ڈیڑھ انچ موٹی اور ڈنڈے یا رول کی صورت میں ہوتی ہیں۔ ان کی ڈنڈی چھوٹی لیکن مضبوط ہوتی ہے۔ آخری سرا گول چونچ دار ہوتا ہے۔ پھلی کا بیرونی چھلکا سخت چوبی ہوتا ہے جو کہ صاف اور چمکیلا ہوتا

ہے۔ اس کے دونوں طرف لمبائی کے رخ پر دو سیدھی لکیریں ہوتی ہیں۔ پھلی کے اندر آڑے رخ پر ۲۵ تا ۱۰۰ خانے ہوتے ہیں۔ جن کی چوڑائی ۴/۱ انچ تک ہوتی ہے۔ ان خانوں میں ایک ایک تخم ہوتا ہے۔ یہ خانے باریک پردوں سے بنے ہوتے ہیں۔ ان پردوں پر سیاہ رنگ کا گودا ہوتا ہے جو سرخی مائل جھلک دیتا ہے۔ اس کی بو قدرے ناگوار لیکن ذائقہ شیریں ہوتا ہے یہی گودہ ادویہ میں کام آتا ہے۔ بیج سرس کے بیج کی طرح بھورا چمکدار ہوتا ہے سرس کا بیج لمبا جب کہ یہ گول تقریباً پان کی شکل سے مشابہت رکھتا ہے یہ موٹائی میں تقریباً ۱۰/۱ انچ اور اس کا قطر تقریباً ۴/۳ انچ ہوتا ہے۔

نباتی فصیلہ: چونکہ اس پودے کو پھلی لگتی ہے اس لیے نباتی حیثیت سے یہ دال والی اجناس میں سے ہے۔ اس لئے اس کو فصیلہ بقلیہ یعنی نیچرل آرڈر لیگومنوسی (Leguminosae) میں شمار کرتے ہیں۔

اقسام: املتاس کے درخت کی تین اقسام پائی جاتی ہیں لیکن اس کی بہت سی دوسری اقسام بھی ملتی ہیں جن میں سے کئی ایک کو ہم مختلف بوٹیوں کی حیثیت سے شناخت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایک ہی جنس سے تعلق رکھنے والی انواع و اقسام اگر اپنی شکل کے لحاظ سے مختلف ہوں تو بھی ان کی خصوصیات میں بہت سی چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔ اس لیے میری کوشش ہے کہ ایک ہی جنس کے ذیل میں آنے والی مختلف اقسام کو ایک ہی باب میں بیان کر دوں تا کہ کتاب مربوط ہو جائے۔

(۱) Cassia absus چاکسو

(۲) Cassia alata دار مردن۔ جنگلی سناء۔ Ring worm shrub

(۳) Cassia senna، Cassia angustifolia سناء ہندی۔ حجی سناء۔ سناء مکی۔

(۴) Cassia auriculata تروار

(۵) Cassia fistula املتاس پاک و ہند والا عام

(۶) Cassia glauca

(۷) Cassia javanica املتاس ولائتی (فرنج گیانا)

Scanned with CamScanner

(۸) Cassia mimosoides

(۹) Cassia moschata املتاس

(۱۰) Cassia obovata

Cassia italica

Cassia burmanal دیسی سناء۔

(۱۱) Cassia occidentalis کسوندی۔ Negro coffee

(۱۲) Cassia pumilla

(۱۳) Cassia siamea

(۱۴) Cassia sophera کسوندا Senna

(۱۵) Cassia tora

Cassia obtusifolia چاکنڈا۔ پنواڑ Ringworm plant

کیمیائی تجزیہ: جڑ کے چھلکے میں آکسی انتھرا کوئی نن (Oxy - anthraquinone) نامی جوہر پایا جاتا ہے جس پر اس کی مسہل خصوصیات کا دارومدار ہے۔ اس کے علاوہ فلوبیفی نس (Phlobaphenes) اور ٹینن (Tannin) بھی پائے جاتے ہیں۔

پتوں میں انتھرا کوئی نن نامی جوہر مسہلہ اور بہت تھوڑا ٹینن (Tannin) پایا جاتا ہے۔

گودے میں انتھرا کوئی نن (Anthraquinone)۔ تھوڑی مقدار میں غیر فراری روغن۔ تین عموی مادے اور ایک رال دار مادہ۔ ۵۰ فیصد شکر۔ پیک ٹین اور کیلشیم آگزیلیٹ پائے جاتے ہیں۔

افعال و خواص: آیورویدک کتب میں املتاس کو ثقیل۔ شیریں۔ ٹھنڈی۔ ہلکی مسہل اور مخرج صفرا مانا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اسے بخار۔ امراض دل۔ فساد خون بوجہ سوداوی یا ریحی امراض ریح کا نیچے خارج ہونے کے بجائے اوپر رخ کرنا (اوداورت) قولنج۔ جذام اور بلغم میں پر منفعت مانا گیا ہے۔

جس بخار میں قبض ہو اس میں املتاس کا استعمال بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔اس کے پھول

ٹھنڈے۔ شیریں۔ ہلکے کڑوے اور ملین ہوتے ہیں۔ جن کی گلقند مندرجہ بالا امراض میں نافع ہے اس کے علاوہ قبض میں ایک بہترین ملین ہے۔

املتاس کی پھلی کا گودا میٹھا۔ حرارت ہاضمہ کو بڑھانے والا۔ چکنا اور کرمہائے شکم کو نافع ہے۔

طب یونانی میں اسے ہلکا مسہل مانا گیا ہے۔ نیز یہ سینے کی خشونت کو دور کرتا ہے جوش خون کو سکون دیتا ہے گرم صفراوی و سوداوی مرضوں کو دور کرتا ہے۔ اور ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ جسم سے مادے کو آسانی سے نکالتا ہے۔ بچوں اور حاملہ خواتین کو آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ جس خلط کی دوا کے ساتھ ملا کر اسے دیا جائے اسی خلط کو خارج کرتا ہے۔ صفرا کے اخراج کے لیے املی کے ساتھ بلغم کے اخراج کے لیے نسوت کے ساتھ اور سودا کے اخراج کے لیے شاہترہ۔ بسفائج اور افتیمون کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ ریشہ خطمی۔ بہدانہ۔ اسپغول کے لعابوں اور روغن بادام کے ساتھ آنتوں کا سدہ دور کرتا ہے۔ پیچش اور مروڑ کو نافع ہے۔ رنگ کی زردی رفع کرتا ہے۔ املتاس کا ضماد جوڑوں کے درد اور نقرس کے واسطے مفید ہے۔ سخت ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ آنتوں میں فضلہ اور براز اگر خشک ہو کر چمٹ جائے تو اس کو خارج کر دیتا ہے۔ سخت سوداوی ورموں کو تحلیل کرتا ہے اس کے لیپ سے ورموں کی جلن جاتی رہتی ہے۔ ابتدائے اورام حلق میں مکو کے پتوں کے پانی کے ہمراہ یا دھنیا کے پتوں کے پانی کے ہمراہ غرارے کرنے سے اور انتہائے ورم میں سفوف ریٹھہ کے ہمراہ جوش دے کر غرارے کرنے سے ورم تحلیل ہو جاتا ہے۔ اس کے چھلکوں خصوصاً پھلی کے چھلکوں کو باریک پیس کر زعفران شکر اور گلاب کے ساتھ کھانا عسر ولادت اور اخراج مشیمہ کے لیے مجرب ہے۔

جدید ترین طبی تحقیق کے مطابق اس کے اثرات کھاری ہیں اس لیے یہ اعصاب کے لیے محرک اثرات رکھتا ہے۔ اور چونکہ تر گرم ادویہ اور اغذیہ جگر و گردے اور دیگر غدد اور غشائے مخاطی کی سوزش و ورم اور درد میں مفید ہوتی ہیں اس لیے ایسے امراض و علامات جن کا تعلق غدد و غشائے مخاطی سے ہوتا ہے اس میں املتاس ایک یقینی دوا ہے۔ خاص طور پر ورم و سوزش اور درد احشاء میں گلے سے لے کر امعا اور مثانہ تک خصوصی دوا ہے۔ نقرس ایک

مشکل مرض ہے اس کی صورت بھی یرقان اور درد جگر جیسی ہی ہے اس لئے اس میں بھی املتاس بے خطا دوا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قدیم اطباء نے اس کو ہر خلط کا مسہل لکھا ہے حالانکہ یہ صرف صفرا کا مسہل ہے۔ باقی اخلاط کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

املتاس کو استعمال کرتے وقت چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) املتاس کی نئی پھلیوں کی بجائے پرانی پھلیاں استعمال کریں۔ کیونکہ بعض اوقات نئی پھلیوں سے پیشاب میں خون آنے لگتا ہے۔ بہتر ہے کہ پھلی کم از کم ایک سال پرانی ہو۔ گنج باد آورد میں لکھا ہے کہ بہتر املتاس سیاہ۔ غلیظ اور پرانا ہوتا ہے۔ اور پرانے سے مراد یہ ہے کہ تین سال سے لے کر دس سال تک اس پر گزر گئے ہوں۔

(۲) گودہ املتاس نکال کر رکھنے سے صرف چند دن اچھا رہتا ہے پھر خراب ہو جاتا ہے اور اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔ نیز اس کو کیڑا بھی لگ جاتا ہے اس لیے ہمیشہ بوقت ضرورت پھل سے گودا نکال کر کام میں لانا چاہیے۔

(۳) گودہ کو تنہا استعمال کرنے سے جی متلاتا ہے اور پیٹ میں مروڑ ہونے لگتی ہے اس لیے اسے تنہا استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ سونف اور املی وغیرہ کے ہمراہ استعمال کریں۔

(۴) اس کے گودے کو جوش دے کر استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ذائقہ بھی زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔

ذاتی مجربات

جوشاندہ املتاس: اجزا: پھلی املتاس ۲۵ گرام۔ برگ سناء ۱۰ گرام۔ گل سرخ ۱۵ گرام۔ سونف ۵ گرام۔

ترکیب: پھلی املتاس کو توڑ کر ۲/۱ کپ پانی میں علیحدہ بھگو دیں۔ جب کہ باقی اشیاء کو ۶ کپ پانی میں ۸ گھنٹہ کے لیے بھگو دیں۔ بعد ازاں جوش دیں جب ۲ کپ رہ جائے تو اتار کر چھان لیں اور املتاس کا پانی بھی چھان کر اس جوشاندہ میں ملا دیں۔ اس میں حسب ضرورت چینی بھی ملا لیں۔ نصف رات سوتے وقت اور نصف صبح پئیں۔

میں اس جوشاندہ کو مطب پر عام استعمال کرتا ہوں۔ ضرورت کے وقت اس میں چند تبدیلیاں بھی کر لیتا ہوں ایسے مریض جن میں حرارت زیادہ ہو ان کے لیے برگ سناء کو نکال کر گل بنفشہ ۵ گرام کا اضافہ کر دیتا ہوں۔ نیز شدید قبض والے مریض کے لیے بادام روغن ایک چمچ کا اضافہ کر دیتا ہوں۔

افعال و خواص: تمام سوداوی و صفراوی بیماریوں میں پیٹ کی صفائی کے لیے ایک بہترین دوا ہے۔ خصوصاً ورم معدہ سوداوی میں ایک تو ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ جسم سے سودا کو کم کرتا ہے اور درد معدہ میں تخفیف کرتا ہے۔ اگر گرمی خشکی سے جسم میں صفراء کا اضافہ ہو کر انتڑیوں میں سوزش' مروڑ اور درد ہونا شروع ہو جائے یا سوزش کی وجہ سے ورم ہو جائے تو چند دن ہی میں اس کے استعمال سے تمام سوزش و ورم ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کے لیے گل بنفشہ والا جوشاندہ زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

حبوب ملین - اجزا: گودہ املتاس ۵۰ گرام۔ مغز بادام شیریں ۵۰ گرام۔ چینی ۵۰ گرام گوند کیکر ۱۰ گرام۔

ترکیب: املتاس کی پھلی توڑ کر پانی میں بھگو کر ۵۰ گرام خالص گودہ حاصل کریں۔ مغز بادام کو بھگو کر چھلکا اتار لیں۔ چینی اور گوند کیکر کو علیحدہ باریک پیس کر کپڑ چھان کر لیں۔ پہلے مغز بادام کھرل میں اچھی طرح رگڑ کر ملائم کریں۔ پھر تھوڑا تھوڑا گودہ ملا لیں۔ بعد ازاں چینی ملا لیں اور آخر میں گوند ملا کر اچھی طرح کھرل کریں۔ اگر دوائی گیلی ہو تو دھوپ میں خشک کریں۔ پھر نخودی گولیاں بنالیں اس کی گولیاں بنانے میں تھوڑی مہارت کی ضرورت ہے۔ اگر گولیاں ہاتھوں سے چپکیں اور نہ بنیں تو اس مرکب کو دھوپ میں اچھی طرح خشک کر کے ہاون دستہ میں کوٹیں۔ اور پھر گولیاں بنالیں۔

مقدار خوراک: ۱ تا ۵ گولیاں۔ زیادہ بھی کھا سکتے ہیں۔

فوائد: یہ گولیاں مزیدار ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچوں کے لیے بہت مفید ہیں۔ نیز حاملہ عورتوں کے لیے بھی فائدہ مند ہیں۔ قبض کو نہایت سہولت سے رفع کرتی ہیں۔ کسی قسم

نقصان نہیں کرتیں۔ لذیذ ہونے کی وجہ سے ان کو آسانی کے ساتھ بطور چاکلیٹ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ قبض کی صورت میں بچوں کو میں یہ گولیاں چوسنے کے لیے دیتا ہوں۔

۳۔ غرارے: خناق' جو کہ سوداوی مرض ہے' کے فوری آرام کے لیے نیز ورم لوز تین۔ ورم لہاۃ یعنی کوے کا پھول جانا یا گر جانا (بشرطیکہ ورم بلغمی نہ ہو) کے لیے اس کے غرارے مفید ہیں۔ اگر ورم کی ابتدا ہو تو املتاس کا گودا کشنیز سبز اور مکو سبز کے پانی میں حل کر کے غرارے کریں۔ اگر ورم انتہاء پر ہو تو سفوف ریٹھہ پانی میں جوش دے کر اس پانی میں گودہ املتاس حل کر کے غرارے کریں۔ انشاء اللہ ورم تحلیل ہو جائے گا۔

پنواڑ

Cassia obtusifolia

{ اردو: پنواڑ Cassia tora } { پنجابی: چاکنڈا۔ پنواڑ۔ پوار } { سندھی: کھور وال }
{ انگریزی: Sickle pod - Ring worm plant }

جیسا کہ اس سے پہلے بتا چکا ہوں کہ املتاس کی چند دوسری اقسام کو ہم مختلف بوٹیوں کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان بوٹیوں کی شناخت اور مختلف افعال و خواص درج ذیل ہیں ان میں سے چند ایک کی تصاویر موجود ہیں جب کہ چند تصاویر ابھی نہیں کھینچ سکا۔ انشاء اللہ آئندہ کتاب کے دوسرے حصہ یا ایڈیشن میں ان کا مفصل تذکرہ ہمراہ تصاویر کرنے کی کوشش کروں گا۔

شناخت: یہ جھاڑی نما پودا ۲ تا ۳ فٹ تک بلند ہوتا ہے جس پر مرکب پتا لگتا ہے۔ اس پتے میں ۲ تا ۳ جوڑے چھوٹے ۲ پتیوں (Leaf let) کے آمنے سامنے لگتے ہیں۔ پتیوں کی شکل بیضوی ہوتی ہے جو ڈنڈی کی طرف سے کم چوڑی لیکن آزاد طرف سے زیادہ چوڑی ہوتی ہے جسے ہم انڈے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

اس کے پتوں کی سناء کے پتوں میں اکثر ملاوٹ کر دی جاتی ہے اس کا پھول شوخ پیلے رنگ کا ہوتا ہے جس کی پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو پھول کی جڑ تک علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔

پنکھڑیاں اردو کے ہندسہ ۵ کی طرح ہوتی ہیں املتاس کے پھولوں کا رنگ سنہری چمکدار پیلا ہوتا ہے جب کہ اس کا پھول صرف تیز پیلا ہوتا ہے۔ پھول کا رخ نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ اسے ایک لمبی پھلی لگتی ہے جس میں مونگ کے دانے کے برابر تخم ہوتے ہیں جن کا رنگ خاکستری ہوتا ہے۔ یہ دانے لمبے گول ہوتے ہیں جن کے دونوں سرے گول ہونے کی بجائے چپٹے ہوتے ہیں بالکل ایک ڈھول یا گنڈیری کی مانند۔ پھلی میں تقریباً ۲۰ دانے ہوتے ہیں اس کا پودا کسونڈی سے چھوٹا لیکن پھلی لمبی ہوتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ اس پودے کے پتے رات کو بند ہو جاتے ہیں جب کہ دن کو کھل جاتے ہیں۔ اس کی دوسری شناخت یہ ہے کہ اس کی پھلی کسونڈی کی پھلی کی طرح پکنے پر پھٹتی نہیں۔ اس کے تخم نہایت سخت ہوتے ہیں اور پانی میں بھگونے پر بھی نرم نہیں ہوتے۔ پتوں کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے جن میں کچھ خوشبو ہوتی ہے۔

مقام پیدائش: پاکستانی اور بھارتی پنجاب کے خشک پہاڑی ویرانوں اور ریتلی زمینوں مثلاً دہلی۔ جموں۔ پٹھان کوٹ۔ سیالکوٹ۔ گجرات کے اضلاع میں جہاں کسونڈی ہوتی ہے اس کے پودے بھی ملتے ہیں علاوہ ازیں یہ سندھ۔ چین۔ وسطی امریکہ میں بھی عام ہے۔

کیمیائی تجزیہ: خوشبودار روغن ۵ % کرائی سوفینک ایسڈ۔ گلوکوسائیڈز اور سرخ رنگ کا مواد پائے جاتے ہیں۔

افعال و خواص: اس کی جڑ جلدی امراض میں استعمال کرتے ہیں اورام پر لیپ کرنے سے ان کو تحلیل کرتا ہے علاوہ ازیں دمہ۔ ضیق النفس۔ جذام۔ بواسیر۔ جسمانی درد۔ جلدی امراض۔ پیشاب کی رکاوٹ اور دل کے امراض میں استعمال کرتے ہیں۔ مخرج صفراء بھی ہے۔ روغن بیدانجیر میں اس کے پتوں کو گرم کر کے زخموں پر باندھنے سے انہیں اچھا کرتا ہے۔ معدہ کے زخموں کے لیے اندرونی طور پر استعمال کرنے سے انہیں نفع دیتا ہے۔ بچوں کے دانت نکلنے کے زمانے میں ہونے والے بخاروں پر اس کا جوشاندہ دینے سے دانت آسانی سے نکلتے ہیں۔ اس کے بیجوں کا لیپ داد پر اکیلے یا مناسب ادویہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آنکھوں کے امراض میں اس کا لیپ کرنا مفید ہے۔

Scanned with CamScanner

داد کا علاج: داد یا (Ring worm) ۲ طرح کا ہوتا ہے ایک جس میں کھجلی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں بن جاتی ہیں جن کو کھجلانے سے پانی نکلتا ہے اسے گیلا داد کہتے ہیں۔ سوکھے داد میں صرف کھجلی ہوتی ہے اور کھجلانے سے سوکھے چھلکے اترتے ہیں۔ داد کی بڑی پہچان یہ ہے کہ جسم پر خاص کر جوڑوں کی جلد پر گول گول چکتے پڑ جاتے ہیں۔

نسخہ: پنواڑ کے بیج۔ ساگہ چوکیہ۔ گندھک آملہ سار ہموزن۔

کپڑ چھان سفوف بنا کر لیموں کے رس میں کھرل کر کے گولیاں بنا کر رکھ لیں۔

ترکیب: داد کو کھجلا کر گولی کو پانی میں گھس کر اس جگہ پر لگا دیں۔ واضح رہے کہ داد کی جگہ پر صابن نہ لگائیں۔

چاکسو

Cassia Absus

اردو: چاکسو۔ چشخام ◊ پنجابی: چاکسو ◊ فارسی: چشمیزج، چشخام

شناخت: ایک سالہ ۲ فٹ تک اونچا پودا ہوتا ہے جو روئیں دار ہوتا ہے۔ شاخیں پتلی اور کھڑی ہوتی ہیں شاخوں کے سروں کے پاس پھول لگتے ہیں جن کا رنگ ہلکا پیلا ہوتا ہے۔ پتے مرکب ہوتے ہیں۔ چھوٹی پتیاں ۱ تا ۲ انچ لمبی سبز رنگ کی ہوتی ہیں جن کی شکل زیتون کے پتوں جیسی ہوتی ہے۔ پھلی ۱ تا ۲ انچ لمبی ہوتی ہے جس میں ۵ تا ۶ سیاہ رنگ کے چمکدار چپٹے بیج ہوتے ہیں۔ یہ بیج ملائم اور سخت ہوتے ہیں۔ بیج کو ۲ حصوں میں تقسیم کرنے سے پیلے رنگ کی ۲ دالیں بن جاتی ہیں۔

مقام پیدائش: جن جگہوں پر کسونڈی یا پنواڑ کے پودے پائے جاتے ہیں تقریباً انہی مقامات پر ملتا ہے یعنی ریتلی خشک جگہوں پر پاکستان۔ ایران ہندوستان اور عرب ممالک میں عام پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: تخموں میں کھاد ۳ تا ۷% اور کچھ میگنیزیا پایا جاتا ہے۔

افعال و خواص: چاکسو کی خصوصیات تو بہت ہیں لیکن یہ پاک و ہند میں آنکھوں کے

امراض کی ایک گھریلو دوائی ہے۔ آنکھ کے درد۔ آشوب چشم اور جالا کو نافع ہے۔ اس کو مدبر کر کے زعفران۔ ممیرا اور مصری کے ساتھ پیس کر آنکھ میں لگانے سے بینائی کو تیز کرتا ہے۔ اس کا ذرور جالے کو کاٹتا ہے ککروں پر بھی اس کا سفوف چھڑکنا فائدہ مند ہے۔ علاوہ ازیں بواسیر خونی کے لیے بھی بہت فائدہ مند ہے۔ اس مقصد کے لیے اس کا ایک مجرب نسخہ درج ذیل ہے۔

(۱) چاکسو مدبر: سونف کے پودے کو کوٹ کر پانی حاصل کریں اور اس پانی میں چاکسو ایک ڈھیلی ڈھالی پوٹلی میں باندھ کر لٹکا دیں۔ اور جوش دیں جب چاکسو گل جائیں تو نکال کر اوپر کا چھلکا چھیل کر اندر کی دال نکال کر خشک کر لیں اور کھرل میں سرمہ سا بنا لیں۔ اگر سونف کا پانی نہ ملے تو گائے کے پیشاب میں بھی یہ عمل کر سکتے ہیں۔

(۲) حبوب بواسیر اجزاء: چاکسو مدبر مقشر ۱ تولہ ۳ ماشہ۔ رسونت مصفیٰ در آب مولی ۵ تولہ۔ گوگل مصفی ڈھائی تولہ۔ مغز تخم نیم ڈھائی تولہ۔ پوست ریٹھا ڈھائی تولہ۔ گندھک آملہ سار مدبر ۲ تولہ۔ مغز تخم بکائن ۱ تولہ۔ سرمہ سیاہ مدبر آب لیموں ۱ تولہ ۳ ماشہ۔ ایلوا مصفی ۱ تولہ۔ سہاگہ بریاں ۱ تولہ۔

ترکیب: گندھک کے سفوف کو مولی کے پانی کے ہمراہ اس قدر کھرل کریں کہ ذرات کی چمک معدوم ہو جائے پھر سرمہ سیاہ کو آمیز کر لیں بعد ازاں باقی اشیاء کپڑ چھان شدہ ملا کر ۴-۴ رتی کی گولیاں بنا لیں۔

مقدار خوراک: ۱ تا ۲ گولی صبح شام ہمراہ آب تازہ۔

سناء مکی

Cassia senna

اردو، ہندی: سناء مکی ◊ انگلش: Bombay senna - Landian senna

تاریخ: سناء کو سب سے پہلے بطور جلاب آور دوا عربی اطباء نے استعمال کیا اور انہوں نے ہی

اس کو یورپ میں متعارف کرایا۔ جزیرہ نما عرب سے ہی پہلے پہل اسے ہندوستان میں درآمد کیا گیا اور پھر اس کی کاشت جنوبی ہندوستان میں شروع کر دی گئی۔ یہیں سے اسے یورپ میں برآمد کیا جاتا تھا۔ جب اسے ہندوستان میں کاشت نہیں کیا جاتا تھا تو اس وقت بھی عرب میں اسے اکٹھا کر کے جدہ اور عدن وغیرہ بندرگاہوں سے ہندوستان برآمد کیا جاتا تھا اور پھر بمبئی کلکتہ کی بندرگاہوں سے اسے یورپ میں دوبارہ برآمد کیا جاتا تھا۔ اس وقت یورپ میں اس کی قیمت زنجبیل اور کالی مرچ کے برابر تھی۔ یورپ میں اسے ہندی سناء یا بمبئی سناء اسی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں اٹلی میں بھی سناء کی کاشت شروع کر دی گئی۔

شناخت: بقول حکیم رام لبھایا سناء کی دو اقسام ہیں۔

(۱) Cassia acutifolia (۲) Cassia augustifolia

اس کی جھاڑی ڈھائی فٹ تا ۴ فٹ اونچی ہے اس کو بھی مرکب پتا لگتا ہے جس میں ۵ تا ۸ جوڑے پتیوں کے آمنے سامنے لگتے ہیں۔ پتیاں ۴/ ۳ انچ تا ۱ انچ لمبی اور برچھی نما ہوتی ہیں۔ کسی قدر بیضوی نوکدار۔ رنگ ہلکا سبز تقریباً صاف لیکن نچلے حصے پر نہایت باریک بال۔ پھول اس کا خفیف سا نیلگوں ہوتا ہے۔ پھلی چپٹی لمبی کسی قدر مڑی ہوئی جس کے اندر چپٹا لمبا اور کسی قدر خم کھایا ہوا تخم ہوتا ہے۔ یہ تو اصل سناکی کی شناخت ہے جب کہ اس کی دوسری قسم جسے سناء ہندی بھی کہتے ہیں' اور جو زیادہ تر آج کل بازار میں دستیاب ہے' کے پتے اس سے بڑے ۱ تا ۲ انچ لمبے ہوتے ہیں اور اس کا پھول زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس قسم میں اثرات زیادہ تیز نہیں ہوتے۔ اسی لیے جب ہم بازار سے سناء خریدتے ہیں تو اس میں وہ مطلوبہ اثرات نہیں پاتے جس کے لیے سناء خصوصیت سے مشہور ہے۔ عام ملنے والی اس سناء کی شناخت اس کے بڑے پتوں اور ان میں شامل زرد پھولوں سے بھی ہو جاتی ہے اور یہ قسم آج کل سندھ سے آتی ہے۔

مقام پیدائش: اس کا اصل مقام پیدائش تو جزیرہ نما عرب ہے لیکن بعد ازاں اسے ہندوستان میں مختلف جگہوں پر باقاعدگی سے کاشت کیا جانے لگا۔ سندھ میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔

افعال و خواص: قدیم حکماء اس کو گرم خشک مانتے ہیں لیکن جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ گرم خشک اشیاء مولد صفرا تو ہوتی ہیں لیکن وہ مخرج صفراء نہیں ہوتیں۔ جب کہ سناء کو زمانہ قدیم ہی سے صفراء کا مسہل مانا گیا ہے۔ ایسی تمام ادویہ جو غدد کو مشینی طور پر تحریک دے کر غدد کی رطوبات کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا اخراج بھی کریں گرم تر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سناء گرم تر ہے۔

اپنے اس مزاج کی وجہ سے یہ سردی خشکی کا خاتمہ کرتی ہے۔ خشکی سردی کی زیادتی سے پیدا ہونے والے سوداوی امراض مثلاً ریحی درد۔ درد کمر۔ عرق النساء دائیں جانب۔ درد پہلو دائیں جانب۔ وجع الورک۔ نقرس اور وجع المفاصل کے لیے بہترین ہے۔ لیکن ان مقاصد کے لیے اسے مسہلہ مقدار میں دینا چاہیے۔ یہ کدو کیڑوں کے اخراج کے لیے بہترین ہے۔

سناء چونکہ جگر کے ساتھ ساتھ تمام نالی دار غدد کے افعال کو تیز کرتی ہے اور رطوبات کو جسم سے خارج کرنے کے ساتھ خود بھی خارج ہوتی ہے اس لیے اس کا اثر ماں کے دودھ میں بھی آ جاتا ہے جس سے دودھ پینے والے بچے کو دست لگ جاتے ہیں۔

صفراوی ادویات قلب و عضلات میں شدید ضعف و گھبراہٹ پیدا کرتی ہیں اس لیے انہیں بغیر اصلاح استعمال کرنے سے متلی۔ دست شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اکیلی سناء کا استعمال منع ہے اور اسے گل سرخ۔ روغن بادام۔ ریوند چینی اور ملٹھی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ مدر بول بھی ہے اس لیے بندش بول اور تقطیر البول کے لیے نہایت مفید ہے۔ یرقان۔ استسقاء سوء القنیہ۔ سوج۔ تھوج کا بہترین علاج ہے۔

کیمیائی تجزیہ: کتھارٹک ایسڈ۔ گلوکو سائڈ۔ ایموڈین۔ کرائی سوفینک ایسڈ۔ سرخ رنگ کا مواد۔

مجربات سناء

(۱) معجون سنا: ایلوپیتھی میں اس کا صرف ایک مرکب کنفکشن آف سناء (معجون سناء) کی صورت میں استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ نسخہ میرا تجربہ شدہ تو نہیں ہے لیکن اچھا ہونے کی وجہ سے درج کر رہا ہوں۔

Scanned with CamScanner

اجزاء: برگ سناء باریک سفوف ساڑھے تین چھٹانک۔ تخم کشنیز باریک سفوف ڈیڑھ چھٹانک۔ انجیرا چھٹانک۔ تمرہندی ساڑھے چار چھٹانک۔ گودا املتاس ساڑھے چار چھٹانک۔ آلو بخارا ۳ چھٹانک۔ رب السوس آدھ چھٹانک چینی ۱۵ چھٹانک۔

ترکیب: انجیر اور آلو بخارا کو تین پاؤ پانی میں ہلکی آنچ پر ۴ گھنٹہ جوش دیں۔ بعد میں پانی پورا کرنے کے لیے اور ملا لیں۔ پھر اس میں تمرہندی و گودا املتاس داخل کر کے ۲ گھنٹہ بھگو رکھیں۔ پھر اس مرکب کو چھلنی سے چھان لیں تا کہ بیج وغیرہ علیحدہ ہو جائیں۔ پھر اس کو ہلکی آنچ پر رکھ کر اس میں رب السوس اور چینی مخلوط کر لیں جب گرم ہو جائے تو اس میں سفوف برگ سناء اور سفوف کشنیز ملا دیں جب معجون قوام پر آجائے تو اتار لیں۔

مقدار خوراک: ۴ تا ۸ ماشہ۔

دائمی قبض کے لیے بہترین دوا ہے نیز یرقان میں ایک بہت اچھی امدادی دوا ہے۔

(۲) **غدی اعصابی ملین**: مرچ سیاہ ا تولہ۔ نوشادر ۲ تولہ۔ زنجبیل ۲ تولہ۔ سناء مکی صاف شدہ ۵ تولہ۔ باریک سفوف بنا لیں۔

مقدار خوراک: ۱ تا ۳ ماشہ دن میں ۳۔۴ مرتبہ ہمراہ پانی۔

یرقان۔ اماس۔ تہوج۔ سوالقنیہ۔ استسقاء کا بہترین علاج ہے۔ لیکن صفراوی مزاج کو احتیاط سے استعمال کرائیں۔ کیونکہ بعض اوقات جسم میں صفرا کے فوری طور پر بڑھاؤ سے وقتی طور پر تکلیف بھی پہنچ جاتی ہے۔ لیکن صفراء کے اخراج سے یہ صورت حال ٹھیک ہو جاتی ہے۔ البتہ شربت بزوری اور عرق مکو کاسنی کے ہمراہ دینے سے ہر طرح سے بے ضرر ہو جاتا ہے۔

(۳) **شربت جگر**: سناء مکی ا پاؤ۔ کشنیز خشک ۵ تولہ۔ انجیر ۱۵ تولہ۔ تخم کشوث ۵ تولہ۔ بیخ کاسنی ۱۰ تولہ تمرہندی ۱۰ تولہ۔

ترکیب: سناء کو ۲ سیر پانی میں ڈال کر چینی یا مٹی کے کسی برتن میں نرم آگ پر پکائیں۔ برتن سے بھاپ نکلنے نہ پائے صرف پانی گرم رہے۔ ۲۴ گھنٹہ پکائیں پھر چھان کر تھوڑا پانی مزید ملا کر پانی پورا کر لیں۔ باقی اشیاء ملا کر درمیانی آگ پر اس قدر پکائیں کہ مطبوخ کا وزن ڈھائی پاؤ رہ

جائے۔ چھان کر ڈیڑھ سیر چینی اور آدھ پاؤ سرکہ انگوری ملا کر شربت بنائیں اور سرد کر کے ۵ تولہ ریوند سرمہ سا کر کے ملا دیں۔

مقدار خوراک: ا تولہ تا ۲ تولہ تھوڑے پانی میں حل کر کے پلائیں۔

فوائد: ضعف جگر۔ ورم جگر۔ عظم جگر۔ ضعف طحال۔ ورم طحال۔ عظم طحال۔ قبض۔ قولنج۔ سوالقنیہ۔ کرم امعاء۔ استسقاء۔ کمی تولید صفراء۔ کمی اخراج صفراء۔ یرقان۔ تمیات جگر۔ تپ موسمی۔

جنگلی سناء

Cassia alata

﴾ اردو: جنگلی سناء۔ داد مردن ﴿ ﴾ سندھی: جنگلی سناء۔ جنگلی گھوڑا وال ﴿
﴾ انگلش:۔ Christmas candles ‘Winged senna۔ Wild senna۔ Ring worm shrub ﴿

شناخت: یہ ایک دائمی بڑی جھاڑی ہے جس کی نیچے کی طرف جھکی ہوئی گھنی شاخیں ہوتی ہیں۔ اس کو مرکب پتے لگتے ہیں جو کہ ۳۰ تا ۵۰ سنٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں جن میں ۸ تا ۱۲ جوڑے پتوں کے لگتے ہیں یہ چکنے بغیر روئیں دار ہوتے ہیں۔ پتہ لمبوترا۔ بیضوی اور بے نوک ہوتا ہے بلکہ اسے ہم مستطیل یا مستطیل نما کہہ سکتے ہیں۔ سرے پر ہلکی سی نوک ہوتی ہے۔ پھول کی پنکھڑی ۳ سے ۳.۵ سنٹی میٹر لمبی ہوتی ہے جو کہ کافی چوڑی اور بیضوی ہوتی ہے۔ جس کا رنگ تیز پیلا اور اس پر گہرے رنگ کی لائنیں ہوتی ہیں۔ نر زردار حصہ غیر مساوی ہوتا ہے مکمل زردار ۷ ہوتے ہیں جب کہ دوسرے غیر مساوی ہوتے ہیں۔ پھلی لمبی ہوتی ہے اور بغیر روئیں دار اور سیدھی ہوتی ہے۔

مقام پیدائش: پاکستان۔ ایران۔ انڈیا۔ سری لنکا۔ چین۔ افغانستان۔ ویسٹ انڈیز۔ مغربی افریقہ جنوب مشرقی افریقہ اور جنوبی امریکہ میں ریتلی اور پتھریلی خشک جگہوں پر ہوتی ہے۔

افعال و خواص: اس کے پتے ذائقہ میں کھٹے ہوتے ہیں اور جلدی امراض اور خصوصاً داد کے لیے بہترین مانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کھانسی۔ دمہ اور سانپ کے کاٹے پر بھی مفید مانے جاتے ہیں۔ پتوں کی پلٹس بنا کر جلد پر باندھنے سے داد۔ ایگزیما وغیرہ کو دور کرتے ہیں۔ اس کا تیز جوشاندہ بنا کر اگزیما سے متاثرہ جلد کو دھونے سے جلد آرام آ جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ پودا جلد کی سوداوی بیماریوں کے لیے بہترین مانا گیا ہے۔ تسہیل ولادت کے لیے اس کے پتوں کا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ضیق النفس پر بھی پتوں اور پھولوں کا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے۔ پرانے اور خراب زخموں کو اس کے پتوں کے جوشاندہ سے دھوتے ہیں حتیٰ کہ جذام تک پر بھی اس کا جوشاندہ دھونے اور پینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پتوں کا قہوہ بنا کر اسہال۔ دیدان اور فشار الدم قوی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ یہ قبض کشا بھی ہے۔ اس کے تخم بھی دست آور ہونے کے ساتھ پیٹ کے کیڑوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں۔ پھول بھی جراثیم کش اور مسہل ہیں۔ اس کی لکڑی اور چھال کو متبادل کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن لکڑی کا خیساندہ ہلکا مسہل ہے۔ اس کے علاوہ اس پودے کو گھر کے ارد گرد باڑ کے طور پر لگانے سے چیونٹیاں نہیں آتیں۔

کیمیائی تجزیہ: اس میں کرائی سارو بن (Chrysarobin) اور انتھراسین (anthrasine) نامی گلوکوسائیڈز پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں کرائی سو فینک ایسڈ پایا جاتا ہے۔ پتوں میں الماس میں پایا جانے والا انتھراکوئی نون Anthraquinone نامی مادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گلوکوز والی شکر بھی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک پیلے رنگ کا قلمدار مادہ بھی ملتا ہے جس کا فارمولا $C_{16}H_8O_7$ ہے۔ پھل میں 2.2 فیصد آکسی میتھائل انتھراکوئی نون (Oxy methyl anthraquinone) پایا جاتا ہے۔

کالی کسوندی

Cassia sophera .

اردو: کسوندا۔ کالی کسونجی۔ انگلش: Senna

شناخت: یہ ایک ۲ سالہ یا دائمی جھاڑی ہے۔ جس کی اونچائی ۲ تا ۲.۳ میٹر ہے۔ پتے مرکب لگتے ہیں جن کی لمبائی ۱۸ تا ۲۷ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے۔ یہ تقریباً چمکدار بغیر بالوں کے ہوتے ہیں۔ ڈنڈی پر ۶ تا ۱۰ جوڑے چھوٹے پتیوں کے ہوتے ہیں جو ۴ تا ۶.۵ سنٹی میٹر تک لمبے آمنے سامنے لگے ہوتے ہیں۔ یہ پتے جھلی کی طرح کے ہلکے سبز بغیر رواں کے ہوتے ہیں۔ ان میں بالکل معمولی ڈنڈی جو تقریباً ۱.۸ تا ۲ ملی میٹر تک ہوتی ہے لگی ہوتی ہے۔ پھول ۵ پنکھڑی میں پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ جھاڑی میں پھولوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس کی پھلی ۷.۵ تا ۱۰ سینٹی میٹر لمبی ہوتی ہے جو کہ درمیان سے ہلکی سی پھولی ہوتی ہے۔ اور تھوڑی سی خمدار ہوتی ہے۔ ہر پھل میں ۲۵ تا ۴۰ گہرے خاکستری رنگ کے دبے ہوئے نوکدار بیضوی بیج ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: پاکستان۔ ہندوستان۔ استوائی اور نیم استوائی خطوں میں ریتلی زمینوں پر اگتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: پودے میں کرائی سو فینک ایسڈ پایا جاتا ہے جبکہ پتوں میں فلیونول ۸ سی گلائیکوسائیڈ پایا جاتا ہے۔

افعال و خواص: اس کی جڑ زخموں۔ داد۔ آتشکی زخموں۔ بچھو کے کاٹے اور سانپ کے کاٹے پر استعمال ہوتی ہے۔ پتے ذائقہ دار مٹھاس لیے ہوئے کڑوے ہوتے ہیں جو کہ کھانسی دمہ' بخار' امراض معدہ' صفراوی امراض اور گلے کی خراش میں استعمال ہوتے ہیں۔ پتوں کا جوشاندہ سوزاک کی مزمن حالتوں میں پیا جاتا ہے۔ جب کہ بیرونی طور پر آتشکی زخموں کو اس سے دھویا جاتا ہے۔ داد پر اس کے پتوں کی پلٹس صندل کے سفوف کے ہمراہ باندھی جاتی ہے۔ اس کے پتوں کا رس یرقان اور استسقاء میں بہت مفید ہے۔ نیز نقرس اور نقرسی بخار میں بھی بہت فائدہ مند ہے۔ پیٹ کے اندرونی کیڑوں کو ختم کرتا ہے۔ شہد کے ساتھ ملا کر ذیابیطس کے مریضوں کو دیتے ہیں۔ خارش اور داد پر خصوصیت کے ساتھ مفید ہے۔ اس کے ہمراہ گندھک کا استعمال اس کی ان خصوصیات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ پیشاب کی جلن۔ ضیق النفس اور جوش خون میں اس کے اجزاء نہایت مفید ہیں۔

Scanned with CamScanner

کسوندی

Cassia occidentalis

Senna occidentalis

﴿اردو: کسوندی۔ کسونجی﴾ ﴿پنجابی: کیسودو﴾ ﴿انگریزی: نیگرو کافی Cassia۔ rubbish cassia fetid﴾

شناخت: یہ ٦ فٹ تک اونچی دائمی جھاڑی ہے۔ جس کی شاخیں کم چکنی اور نالی دار یا دھاری دار ہوتی ہیں۔ اس کا پتہ مرکب ہوتا ہے جس کی لمبائی ١٢ تا ٢٠ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ ہر پتے کی ڈنڈی ٹہنی پر اکیلی نکلتی ہے۔ ڈنڈی چکنی بے مو ہوتی ہے جس کی بنیاد میں ایک غدود پایا جاتا ہے جس کو رگڑنے سے یہ کالا ہو جاتا ہے۔ ڈنڈی کی جڑ میں چھوٹا سا برچھی نما گوشک یعنی چھوٹی پتی پائی جاتی ہے پتے کی ڈنڈی پر ٣ تا ٥ جوڑے پتیوں کے آمنے سامنے لگتے ہیں جو کہ ٢.٥ تا ٩ سم لمبے اور ١.٢ تا ٣.٣ سم چوڑے ہوتے ہیں۔ یہ پتیاں نوکدار بیضوی یا بھالا نما ہوتی ہیں۔ جن کی بنیاد نسبتاً گول ہوتی ہے یہ پتی چھوٹی سی ڈنڈی کے ساتھ بڑی ڈنڈی سے منسلک ہوتی ہے۔ پھول ٥ پنکھڑی چکنے بے مو ہوتے ہیں۔ یہ پنکھڑیاں بنیاد تک کٹی ہوئی یعنی علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔ پنکھڑی کا رنگ سفید ہوتا ہے جس میں گلابی رنگ کی ہلکی سی آمیزش ہوتی ہے۔ یہ پھول ڈنڈی پر چھوٹے سے گچھے (یعنی ٢۔٤ پھولوں کے گچھے) کی صورت میں لگتے ہیں۔ اس کو پھول جھڑنے کے بعد پھلیاں لگتی ہیں جو کہ ٩ تا ١٢.٥ سم تک لمبی اور ٧ تا ٨ ملی میٹر چوڑی ہوتی ہیں۔ یہ بے مو۔ چکنی اور دبی ہوئی ہوتی ہیں جس میں عرضاً" قطع کرتے ہوئے علیحدہ علیحدہ خانے ہوتے ہیں۔ ان خانوں میں ٢٠ تا ٣٠ عدد بیضوی شکل کے بیج ہوتے ہیں جو کہ درمیان سے دبے ہوتے ہیں۔ ان کی ایک طرف نوکدار اور دوسری گول ہوتی ہے۔ تخم کی لمبائی ٦ تا ٦.٥ ملی میٹر اور چوڑائی ٥ ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ اس کا رنگ ہلکا بھورا چمکدار ہوتا ہے۔ تخم ملائم اور سخت ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: پاکستان۔ انڈیا۔ ایران۔ چین۔ ویسٹ انڈیز اور دوسرے استوائی اور نیم

استوائی خطوں میں ریتلی اور نیم ریتلی زمینوں میں اگتا ہے۔ یہ نہروں کے کناروں پر بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بطور باڑ بھی اگایا جاتا ہے۔ اس کی باڑ خوبصورت ہوتی ہے۔

کیمیائی تجزیہ: جڑ میں ٠.٣٠ % آکسی میتھائل اینتھرا کوئی نن (Oxy methyl anthraquinone) پایا جاتا ہے۔ جب کہ پتوں میں یہ ٠.٢٥ % ملتا ہے۔

بیجوں میں چربی والے اجزاء ٹینن، گلوکوز، گوند، رنگ، میوسیلج اور ایلبیومن ملتے ہیں۔ بیجوں میں ملنے والے رنگوں میں ایک تیز مالٹائی (Orange red) اور دوسرا سنہرا پیلا (Golden yellow) ہوتا ہے۔ یہ دوسرا رنگ کرائی سوفینک ایسڈ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس میں سے ایک اور بنفشی Violet رنگ ایکروسین کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ پیٹرول ایتھر ایکسٹریکٹ سے ایک سرخی مائل قلمی مواد حاصل ہوتا ہے جس کو فائی سی کون (Physicon) کہتے ہیں۔ بقول وہمر (Wehmer) بیجوں میں ٹینن۔ ٣٦ فیصد میوسیلج، ٢.٥٥ فیصد، غیر فراری روغن۔ ایموڈین اور ٹاکس ایلبومین پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی کیفین یا گلوکوسائیڈ نہیں ملتے۔ مورین (Maurin) نے آکسی میتھائیل اینتھرا کوئی نون پتوں میں بہت کم مقدار میں اور ٠.٢٥ فیصد جڑ سے دریافت کئے ہیں۔

بیجوں میں ٹینک ایسڈ میوسیلج ٣٦ فیصد۔ تیل ٢.٥٦ فیصد۔ ایموڈین اور ٹاکس ایلبومن پائے جاتے ہیں۔ روغن میں چکنائی والا تیزاب ١٩.٧ فیصد۔ لینولیک ایسڈ ٣١.٤ فیصد۔ اولیک ایسڈ ٣٠.٧ فیصد۔ لنولیمک ایسڈ ٦.٣ فیصد۔ فراری روغن ٠.٧ فیصد اور ناقابل ذکر مواد ٤.٧ فیصد پایا جاتا ہے۔

افعال و خواص: یہ ایک نہایت ہی فائدہ مند جھاڑی ہے افسوس ہے کہ طب میں اس کا استعمال عام نہیں ہے شائد اس کی وجہ یہ ہے کہ املتاس اور سناء اس کی ضرورتوں کو کسی حد تک پورا کرتے ہیں۔

اس کی جڑ کا جوشاندہ معدہ کے امراض میں مفید ہے۔ یہ استسقاء میں مفید ہے۔ ٹانگوں کے ورم اور جلدی بیماری میں اس کا خیساندہ بہت مفید ہے۔ علاوہ ازیں اس کو داد پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیز بچھو کے ڈنگ پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جڑ کی چھال کا جوشاندہ بطور مقوی

Scanned with CamScanner

استعمال ہوتا ہے۔ سردرد کے لیے تازہ جڑ کا جوشاندہ یا رس ناک میں سڑکا جاتا ہے۔ ملیریا بخار میں یہ کونین کا ایک اچھا نعم البدل ہے کونین دل کو کمزور کرتی ہے جب کہ یہ دل کو طاقت دیتی ہے۔ تازہ جڑ کا پانی داد پر لگانے سے داد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ زخموں کو بھرتا ہے۔ نرم جڑ کو گلے کے درد میں چبانے سے درد کو آرام آ جاتا ہے۔ انتڑیوں میں پیدا شدہ کیڑوں کو اس کا جوشاندہ ہلاک کر کے خارج کر دیتا ہے۔

اس کے پتوں کا ذائقہ اچھا ہوتا ہے اور انہیں دمہ، سردی لگ جانا، قبض، کھانسی، صفراء کی زیادتی، بخار، درد اور گلے کی خراش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پتوں کا جوشاندہ سردی لگ جانے، بخار ہو جانے، زخموں کو دھونے اور حاملہ کی قبض میں استعمال ہوتا ہے۔ پتوں کا گرم گرم جوشاندہ ملیریا بخار میں اپنی مقوی خصوصیات کی وجہ سے کونین کی جگہ دیا جا سکتا ہے۔ تمام جلدی سوداوی بیماریوں میں اس کے جوشاندہ سے غسل کیا جا سکتا ہے۔ تازہ پتوں کی پلٹس ورموں اور زخموں کو تحلیل کرتی ہے۔ تازہ پتوں کو چبانے سے دانتوں کا درد دور ہوتا ہے۔ بچوں کے معدہ کی تکالیف اور بخار میں اس کے پتوں کا سفوف فائدہ مند ہے۔ پلورسی میں اس کا اندرونی اور بیرونی استعمال ورم اور سوزش کو رفع کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اورام اور سوزش کے لیے بھی اس کو استعمال کرتے ہیں۔ آنکھوں کی بیماریوں میں اس کے پتوں کا رس بطور لوشن ڈالا جاتا ہے۔ جڑوں اور پتوں کو یرقان، استسقاء، پیچش، سوزاک اور جگر کی سوزش اور تکالیف میں یقینی طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بیج دمہ، گردہ اور مثانہ کی تکالیف۔ خفقان القلب، دل کی حرکات کا بے قاعدہ ہونا، دل کی رگوں میں انجماد خون سے دل رک جانے میں بہت مفید ہیں۔ بلند فشار الدم۔ ملیریا بخار، سردی کی کھانسی۔ جانوروں کی کھانسی اور داد میں بہت مفید ہیں۔ اس کے بھونے ہوئے بیج بطور قہوہ پینا کافی کا ایک بہترین نعم البدل ہیں اور جو تکالیف کافی پینے سے ہوتی ہیں یہ ان کو دور کرتے ہیں۔ اس کا ایک کپ قہوہ دن میں ایک دو مرتبہ پینے سے قبض جاتی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کی خصوصیات ملین ہیں۔

بکن PHYLLA NODIFLORA راول ڈیم، اسلام آباد
جون ۱۹۸۶ء بلندی : ۱۶۰۰ فٹ

Family: Verbenaceae

بکن

Phylla nodiflora

﴿ اردو: بکن ﴾ ﴿ پنجابی: بکن ﴾ ﴿ ھندی: بھوئی اوکڑا ﴾ ﴿ سنسکرت: بکن ﴾
﴿ انگلش: Mat lippia ﴾

تاریخ: کچھ مصنفین کہتے ہیں کہ سنسکرت نام "داسرا" بکن کا نام ہے۔ لیکن ویدک کی مشہور کتاب نگھنٹو میں اس نام کی کوئی بوٹی نہیں ہے۔ ہاں البتہ "داسوکا" نام کی ایک بوٹی سنسکرت کتب میں ملتی ہے۔ یہ پودا جنوبی اٹلی اور سسلی کے علاوہ ہندوستان میں بھی عام پایا جاتا ہے اس کے علاوہ یہ پاکستان میں بھی عام ہے لیکن پھر بھی سائنس دانوں نے اس کے مختلف نام رکھے ہیں مثلاً گارٹز نے اس کو Blairia nodiflora کہا ہے تو لیمارک نے Zapania nodiflora کا نام دیا ہے جب کہ فورسکل اس کو Vercena capitata کہتا ہے۔

شناخت: یہ ایک بوٹی ہے جو کہ نہروں دریاؤں اور پانی والی جگہوں کے کناروں پر ہوتی ہے۔ یہ بوٹی جڑ سے نکل کر زمین پر پھیلتی ہے اور یہ پھیلاؤ عموماً ایک ڈیڑھ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کا تنا نباتی اور بیل نما ہوتا ہے پودے کی شاخیں گول اور ہموار ہوتی ہیں جن پر لمبائی کے رخ لکیریں نظر آتی ہیں۔ بڑی شاخ سے دائیں بائیں چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں جن پر پتے آمنے سامنے لگے ہوتے ہیں پتا ۴/ ۳ انچ لمبا اور ۱۶/ ۵ انچ چوڑا ہوتا ہے۔ پتہ کنگرے دار ہوتا ہے جو سرے کی طرف سے گول اور چوڑا اور بنیاد کی طرف سے پتلا ہوتا ہے۔ پتلی طرف سے یہ پتا بالکل چھوٹی سی ڈنڈی کے ذریعے شاخ سے لگا ہوتا ہے۔ پتے کا ذائقہ تھوڑا کڑوا ہوتا ہے اور اس سے مچھلی کی طرح کی بو آتی ہے۔ پتے کی جڑ کے درمیان سے ایک چھوٹا سا خوشہ پھوٹتا ہے جس کے سرے پر ۴ عدد چھوٹے چھوٹے باجرے کے دانے کے برابر

پھول لگے ہوتے ہیں جب یہ پھول مرجھاتے ہیں تو مزید ۴ پھول نکل آتے ہیں اس طرح یہ خوشا لمبا ہوتا جاتا ہے اور ایک سے سوا انچ تک ہو جاتا ہے۔ یہ خوشا گول ہوتا ہے اور اس پر طولانی لائنیں پڑی ہوتی ہیں۔ خوشا ایک باریک ۴/۱ انچ لمبی ڈنڈی کے ساتھ ٹہنی سے جڑا ہوتا ہے۔ جیسے لمبا شہتوت ٹہنی کے ساتھ لگا ہو۔ پھولوں کا رنگ سفید یا ہلکا گلابی ہوتا ہے۔ خوشے میں بالکل باریک گول یا ایک طرف سے گول اور دوسری طرف سے ہموار بیج ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: بکن کا پودا جیسے کہ شروع میں لکھ چکا ہوں پانی اور خاص طور پر صاف اور چلتے ہوئے پانی یعنی نہروں وغیرہ کے کنارے تمام پاکستان۔ ہندوستان۔ سری لنکا۔ بنگلہ دیش۔ جنوبی اٹلی اور جزیرہ سسلی تک پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ: پودے میں ۲ گلوکوسائیڈ نوڈی فلورن۔ اے (Nodiflorin-A) اور نوڈی فلورن۔ بی (Nodiflorin-B) پائے جاتے ہیں۔ جب کہ اس میں کچھ کڑوا مادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ روغن، گوند اور کافی مقدار میں پوٹاشیم نائیٹریٹ یا قلمی شورہ پایا جاتا ہے۔ بیجوں میں ۱۳ فیصد تک روغن ہوتا ہے جس میں ۴۹.۴ فیصد لنولیک (Linoleic) اور ۸.۷ فیصد اولیک ایسڈ (Oleic Acid) پایا جاتا ہے۔ پتوں میں ٹینن (Tannins) ۸ فیصد۔ نباتی چربی (Fat) ۹ فیصد اور رال دار مادہ پایا جاتا ہے۔

افعال و خواص: بکن کو بواسیر کے علاج میں خصوصی اہمیت ہے۔ سنیاسی لوگ اس بوٹی کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اطباء میں یہ بوٹی عام نہیں ہے۔ بواسیر کا خون جب کسی طریقے سے بند ہونے میں نہ آ رہا ہو تو ایک تا دو تولہ اس کے پتے اور چند کالی مرچیں ملا کر گھوٹ کر پلانے سے ایک آدھ دن میں ہی خون رک جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ بوٹی میری مجرب ہے۔ علاوہ ازیں نکسیر کا خون بھی بالخاصہ بند کرتی ہے۔ ایک اور خصوصیت اس میں یہ ہے کہ سوزاک کے مریض کو گھوٹ کر پلانے سے پیشاب کی جلن۔ ٹیس اور دشواری سے آنے کو دور کرتی ہے۔ یعنی سوزاک کے لیے اچھی دوا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے وید اس کو زمانہ قدیم سے استعمال کرتے آ رہے ہیں۔

اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ جست کو بہت جلد کشتہ کر دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے جست کو پگھلا کر اس کے پتے تھوڑے تھوڑے ڈالیں۔ جست بہت جلد پھول جائے گی یہ کشتہ آنکھوں کے امراض کے لیے بہترین ہے۔

یہ بوٹی بہترین مصفیٰ خون بھی ہے۔ گرم مزاج نوجوانوں میں اس کا استعمال بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ نہ صرف چہرے کے داغ دھبے دور کرتی ہے بلکہ خون کا جوش۔ کثرت شہوت اور ہاتھ پاؤں کی جلن بھی دور کرتی ہے۔ اس کا ایک استعمال یہ بھی ہے کہ مچھلی کی بساند دور کرنے کے لیے اس کے پتوں کو مچھلی پر مل کر اسے دھویا جاتا ہے جس سے اس کی بو بہت کم ہو جاتی ہے۔

صاحب مخزن اسے گرم خشک اور وید سرد بتاتے ہیں۔

Family: Violaceae

بنفشہ

Viola

﴿ اردو، فارسی، ہندی: بنفشہ ﴾ ﴿ پنجابی: بنفشہ ﴾ ﴿ عربی: البنفسج ﴾

تاریخ: یہ ایک چھوٹے سائز اور کافی اقسام کی بوٹی ہے جسے سب سے پہلے یونانیوں نے بطور دوا استعمال کیا۔ جہاں سے مسلمان اطباء اس کے استعمال سے واقف ہوئے۔ برصغیر میں اس کی کئی اقسام ملنے کے باوجود قدیم ہندو ویدوں میں اس کے استعمال کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم ویدک کتب اس کے ذکر سے خالی ہیں۔ جب کہ طب اسلامی کی قرابادینوں میں اس کی خصوصیات اور استعمال کا عام ذکر ہے جہاں اسے سرد تر مزاج کی حامل اور گلا و سینہ کی سوزش اور خراش کے لیے بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اسے جسم سے صفراء کے اخراج کے لیے بطور ملین بھی ایک اچھی اور کارآمد دوا مانا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایلوپیتھک طریقہ علاج کے حاملین نے اس کی جڑوں کو مشہور انگریزی دوا اپی کاکیوانا کے متبادل کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن بنگال ڈسپنسری کے مصنف کے بقول یہ لا حاصل رہا بوٹیوں کے ماہر اس کی ارغوانی قسم کو سب سے بہتر مانتے ہیں اور اس کے استعمال کی سفارش کرتے ہیں۔ پہلے یہ پھول ایران سے درآمد کئے جاتے تھے۔ جب کہ پتوں اور پھولوں سمیت پیلا یا سفیدی مائل نیلا بنفشہ جو آج کل دستیاب ہے کشمیر اور کاغان۔ مری۔ گلیات وغیرہ سے آتا ہے۔

مقام پیدائش: بنفشہ تمام سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ۔ ہندوکش میں پاکستان سے لے کر بھوٹان تک اور اس کے علاوہ تمام شمالی معتدل پہاڑی علاقوں میں سایہ دار جگہوں۔ درختوں کے نیچے اور ڈھلوانوں میں عام ملتا ہے۔ مری، کاغان، اور کشمیر کے تمام علاقوں میں ۷۰۰۰ تا ۹۰۰۰ فٹ کی بلندی تک اس کی نیلی اور پیلی اقسام عام ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ وسط ایشیاء اور یورپ

میں بھی عام ملتا ہے۔ اس کے پھول شروع موسم گرما اور برسات میں اگتے ہیں۔

اقسام: پاکستان۔ ہندوستان۔ نیپال۔ بھوٹان اور چین میں ہمالیہ کی ترائیوں پر اس کی کئی اقسام ملتی ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ اقسام کے نام اور شناخت درج ذیل ہے۔

Viola betonicifolia

Viola biflora

Viola canescens

Viola indica

Viola kunawarensis

Viola pilosa

Viola rupestris

Viola wallichiana

ان میں سے وہ اقسام جو کشمیر سمیت پاکستان میں ملتی ہیں ان کی شناخت درج ذیل ہے۔

تیز پیلے رنگ کا پھول

Viola bilflora

شناخت: اسکا پھول پانچ شوخ پیلے رنگ کی پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر پنکھڑی میں گہرے بھورے رنگ کی لکیریں پنکھڑی کی بنیاد سے درمیان تک ہوتی ہے۔ یہ پنکھڑیاں ایک دوسری سے علیحدہ ہوتی ہیں اور انکا سائز بھی یکساں نہیں ہوتا پھول ۱.۵ سنٹی میٹر قطر کا ہوتا ہے۔ پتے گردہ کی شکل کے یا گول ۱ تا ۳ سم چوڑے ہوتے ہیں۔ جن کے کنارے گول دندانے دار ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی بہت لمبی ۱۰ سینٹی میٹر یا اس سے لمبی اور سیدھی کھڑی ہوتی ہے۔

مقام پیدائش: پاکستان تا جنوب مغربی چین اور شمالی گرم علاقوں میں ۲۴۰۰ تا ۴۵۰۰ میٹر (۷۰۰۰ تا ۱۴۰۰۰ فٹ) کی بلندی تک کھلی ڈھلوانوں۔ مرغزاروں۔ جنگلوں میں درختوں اور جھاڑیوں کے نیچے پایا جاتا ہے۔ جہاں یہ مئی تا جولائی اپنی بہار دکھاتا ہے۔

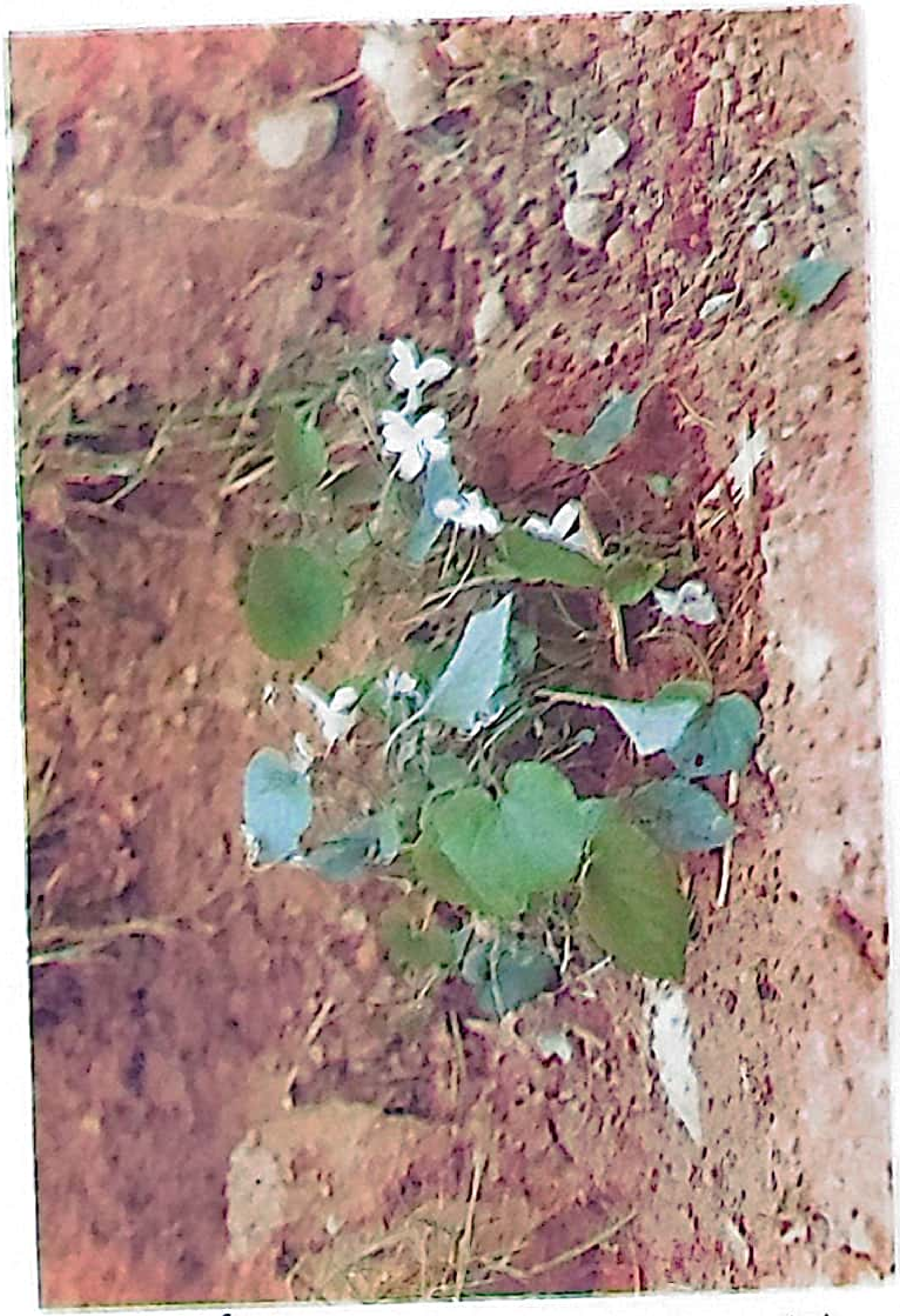

بنفشہ VIOLA CANESGENCE مری، جولائی ۱۹۹۱ ء

بلندی : ۷۰۰۰ فٹ

بنفشی رنگ اور گہری لکیروں والا پھول

Viola betonicifolia

شناخت: بنفشہ کی اس قسم میں بھالا نما یا برچھی نما کند دھار والے پتے ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی لمبی۔ پتے کی بنیاد میں ہلکا سا زاویہ قلب نما کی طرح ہوتا ہے۔ پتے کا کنارا کنگورے دار ہوتا ہے۔ پتے مختلف سائز کے ہوتے ہیں۔ عام طور پر ۲ تا ۴ سنٹی میٹر لمبے جن کے کنگورے موٹی دھار کے ہوتے ہیں۔ گوشک زیادہ تر نوکدار۔ پھول کا رنگ خالص بنفشی جن کی پنکھڑیوں کے درمیان گہرے رنگ کی عمودی لکیریں ہوتی ہیں۔ پھولوں کا سائز ا سنٹی میٹر تک ہوتا ہے جب کہ اس کا مہمیز نما زائدہ چوڑا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش: پاکستان تا جنوب مغربی ہندوستان۔ جنوب مشرقی ایشیا۔ آسٹریلیا میں ۱۰۰۰ تا ۳۰۰۰ میٹر (۳۰۰۰ تا ۹۵۰۰ فٹ) کی بلندی تک سایہ دار جگہوں پر اپریل مئی میں پایا جاتا ہے۔

بنفشی رنگ کا پھول

Viola canescens

شناخت: بنفشہ کی اس قسم کو ہلکے خاکستری روئیں کی وجہ سے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ یہ بال پتوں اور ان کی ڈنڈی پر ہوتے ہیں اس کے پھول ہلکے بنفشی رنگ کے ہوتے ہیں جو کہ درمیان سے مزید ہلکے رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہ تقریباً ا سنٹی میٹر قطر کے ہوتے ہیں۔ کلی کی سبز پتی (اکمامہ) پر بھی بال ہوتے ہیں۔ پھول میں ایک چھوٹا سا مہمیز نما بھی ہوتا ہے۔ پتے بیضوی قلب یا گردہ کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پتوں کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے جن پر نیچے مڑے ہوئے بال ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی کی جڑ میں عدسے نما چھوٹی پتیاں ہوتی ہیں پودا اکثر جڑ سے آگے افقی طور پر بڑھتا ہے تو پھر اس سے پتے اٹھتے ہیں۔ اس کے ڈوڈے پر بھی بال ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: ۱۵۰۰ تا ۲۴۰۰ میٹر (۵۰۰۰ تا ۸۰۰۰ فٹ) کی بلندی تک کشمیر سے بھوٹان تک جھاڑیوں اور سایہ دار جگہوں پر مارچ سے مئی تک ملتا ہے۔

نیلے بنفشی رنگ کا پھول

Viola indica

شناخت: اس کے پھول چمکدار نیلے بنفشی رنگ کی وجہ سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ جن کا سائز ۲ سنٹی میٹر (۳/۴ انچ) تک ہوتا ہے ان میں ایک سنٹی میٹر تک مہمیز نما ہوتا ہے۔ پتے چوڑے بیضوی قلب نما ہوتے ہیں۔ جن کا سرا نوکدار اور پتے کا کنارا دندانے دار ہوتا ہے۔

مقام پیدائش: پاکستان سے ہماچل پردیش تک عام طور پر سلسلہ کوہ ہمالیہ میں ۱۵۰۰ تا ۲۴۰۰ میٹر (۵۰۰۰ تا ۷۵۰۰ فٹ) بلندی تک سایہ دار جگہوں جھاڑیوں میں اپریل مئی کے مہینوں میں ملتا ہے۔ یہ قسم مری اور کشمیر میں عام ہے۔

بنفشی رنگ اور چھوٹے سائز کا پھول

Viola kunawarensis

شناخت: یہ ایک چھوٹا سا دو سالہ پودا ہے جس کے پتے جڑ سے گچھا سا بنا کر نکلتے ہیں۔ پتے چھوٹے چھوٹے لمبی ڈنڈی والے ملیلچی شکل کے ہوتے ہیں۔ پتوں پر غیر واضح دندانے ہوتے ہیں اور یہ ایک تا ۲ سنٹی میٹر سائز میں ہوتے ہیں۔ اس کے پھول چھوٹے سے بنفشی رنگ کے ہوتے ہیں جن کا سائز ۵ تا ۱۰ ملی میٹر تک ہوتا ہے۔ یہ پھول جڑ سے نکلنے والی ڈنڈی پر لگتا ہے۔ جس پر کوئی پتا نہیں ہوتا۔ پھول کے پیچھے ایک موٹا زائدہ یا دم ہوتی ہے۔ پنکھڑیوں پر گہرے رنگ کی لکیریں ہوتی ہیں۔ ڈوڈا بالکل چھوٹا سا بیضوی نوکیلا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش: کشمیر سے نیپال تک ۳۰۰۰ تا ۴۷۰۰ میٹر (۹۵۰۰ تا ۱۵۰۰۰ فٹ) تک پتھریلے پہاڑوں پر مئی جون میں اگتے ہیں۔

ہلکے بنفشی چمکدار بڑے پھول والی قسم

Viola rupestris

شناخت: ایک چھوٹا گچھے دار پودا ہے جس کو چمک دار ہلکے ہلکے بنفشی رنگ کے بڑے پھول

لگتے ہیں جو درمیان سے مزید ہلکے ہوتے ہیں۔ یہ پھول پتوں سے اوپر ہوتے ہیں۔ پھول ۱.۵ سنٹی میٹر یا اس سے زیادہ قطر کے ہوتے ہیں۔ جس میں فربہ' مہمیز نما' چھوٹا بھالا نما اکمامہ ہوتے ہیں۔ پتے گول یا قلب نما موٹے کنارے والے ا تا ڈیڑھ سنٹی میٹر لمبے جن کے آخر میں بال ہوتے ہیں۔ ان کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے۔ جب کہ گوشک چوڑی بھالا نما اور جھالر دار ہوتی ہے۔ پتے آخر میں نوکدار ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش: پاکستان میں مری سے کشمیر تک ۳۰۰۰ تا ۴۰۰۰ میٹر (۹۵۰۰ تا ۱۴۰۰۰ فٹ) تک جنگلوں۔ مرغزاروں۔ الپائن۔ ڈھلوانوں اور خاص طور پر کشمیر میں الپائن ڈھلوانوں پر پایا جاتا ہے۔ اس کے پھول جون تا اگست تک کھلتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ: پھولوں میں رنگ دار مادہ پایا جاتا ہے جب کہ تھوڑا سا فراری روغن بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ تین قسم کے تیزاب پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک سرخ رنگ اور باقی دو بے رنگ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں سیلی سلک ایسڈ بھی ملتا ہے۔ ایک تے آور جز واؤلن بھی ملتا ہے۔ پھولوں کا رنگ دار مادہ تیزابوں کے ساتھ آسانی سے سرخ اور اساس کے ساتھ سبز ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کو آسانی کے ساتھ تیزابوں اور اساس کی شناخت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بے رنگ تیزاب وائلینک تیزاب کہلاتا ہے۔ جس کی ریشمی قلمیں بنتی ہیں۔ جو کہ پانی۔ الکوحل اور ایتھر میں حل پذیر ہیں اور پیلے نمکیات بنتے ہیں جو کہ جلد پر دھبے ڈال دیتے ہیں۔ پیلے پھول والے بنفشہ (V.calaminaris) کے متعلق پتہ چلا ہے کہ یہ اگر ایسی جگہ پر اگے جہاں زمین میں جست پائی جائے تو پودے میں بھی یہ دھات ملتی ہے۔

افعال و خواص: بنفشہ کے پھول۔ پتے اور جڑ ادویات میں استعمال ہوتے ہیں لیکن جب صرف بنفشہ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد گل بنفشہ ہوتے ہیں۔ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ نیلے پھول والا بنفشہ پیلے پھول والے کی نسبت اثرات میں قوی ہے۔ اس کے افعال کے بارے میں اطباء کو بہت زیادہ اختلاف ہے۔ کچھ اسے سرد تر۔ کچھ گرم تر اور کچھ خشک گرم گردانتے ہیں اور ہر مکتبہ فکر اس سلسلہ میں اپنے اپنے دلائل رکھتا ہے۔

بنفشہ سینہ کی جلن' کھانسی' گلے کی جلن' ریشہ دار کھانسی اور زکام وغیرہ میں بہت مفید ہے۔ یہ بلغم کو گاڑھا کر کے خارج کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ عمدہ ملین و مسہل بھی ہے۔ خشک بنفشہ صفراء کو دستوں کی راہ آسانی سے خارج کرتا ہے۔ خزائن الادویہ میں لکھا ہے کہ "اس کا یہ فعل گل سرخ کے مخالف ہے۔ کیونکہ گل سرخ نچوڑ کر دست لاتا ہے اور بنفشہ تلین پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر بنفشہ کو گل سرخ کے ہمراہ دیں تو اس کی مقدار زیادہ رکھیں۔ نیز اس میں چینی استعمال کریں کیونکہ شہد سے دست آور اثر کم ہو جاتا ہے۔" میرے خیال میں اگر گل سرخ اور بنفشہ دونوں مخرج صفرا ہوں تو ہرگز ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہو سکتے بلکہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ لیکن جیسا کہ گل سرخ کے متعلق ہمیں علم ہے کہ یہ مولد و مخرج بلغم ہے جب کہ مصنف کے بقول گل سرخ اور گل بنفشہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بنفشہ بلغم کو گاڑھا کر کے خارج کرتا ہے جو کہ مولد سودا چیزوں کا فعل ہے۔ اس لیے اگر ہم بنفشہ کو مولد و مخرج سودا تسلیم کر لیں تو یقیناً یہ گل سرخ کے اثرات کو باطل کر دے گا۔ لیکن اس حالت میں بنفشہ سرد تر یا گرم تر کہلانے کی بجائے سرد خشک کہلائے گا۔

اس کو پینے سے زکام اور نزلہ' جس کا رجوع سینہ کی طرف ہو' کو فائدہ کرتا ہے اور گرم جلن دار کھانسی کو بھی افاقہ ہوتا ہے۔ یہ ان ادویہ میں سے ہے جو آسانی اور سہولت سے دست لاتی ہیں۔ گلقند کے ہمراہ مرکب بخاروں کے لیے عمدہ دوا ہے اسے زیادہ جوش نہ دینا چاہیے ورنہ اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

طب یونانی میں بنفشہ بہت سارے مرکبات کی صورت میں مستعمل ہے۔ جیسا کہ شربت بنفشہ جو کہ گرمی کے نزلہ و زکام۔ ذات الجنب۔ ذات الریہ کو مفید ہے۔ نیز معدے کی سوزش کو ختم کرتا ہے اور ایک عمدہ ملین ہے۔ ہر قسم کے بخاروں میں حرارت اور اخلاط کی گرمی اور تیزی کو مٹاتا ہے۔ خفقان اور غشی میں فائدہ مند ہے۔ خمیرہ بنفشہ کے بھی یہی افعال ہیں۔ اسی طرح روغن بنفشہ جو کہ روغن کنجد یا روغن بادام ۲۸ تولہ میں سوا گیارہ تولہ پھول ڈال کر رکھنے سے بنتا ہے نیند لانے' بالوں کو گرنے سے روکنے کے لیے اور جوڑوں کو نرم کرنے کے لیے ان پر مالش کی جاتی ہے۔ اس میں ایک خامی یہ ہے کہ اسے زیادہ استعمال کرنے سر درد

Scanned with CamScanner

بن ککڑی　　PODOPHYLUUM EMODI　　دومیل بلتستان

۱۲ اگست ۱۹۹۴ء　　بلندی : ۱۰،۰۰۰ فٹ

شروع ہو جاتا ہے۔

مجربات : (۱) گل بنفشہ ۱۰ گرام۔ گل سرخ ۵ گرام۔ املتاس ۱۰ گرام۔ بادیان ۳ گرام۔ بادام روغن ۵ تا ۱۰ گرام ۴ پیالی پانی ملا کر جوش دیں جب ۲ پیالی رہ جائے تو مل چھان کر روغن بادام اور چینی ملا کر صبح شام ایک ایک پیالی پلائیں۔

فوائد : یہ ایک عمدہ مسہل ہے جو گرمی سے ہونے والے پیٹ درد۔ قبض۔ انتڑیوں کی سوزش۔ یرقان میں صفراء کے خارج کرنے اور خاص کر بوڑھوں کے شکم کو نرم کرنے کے لیے جنہیں قبض کے ساتھ سانس کی تکلیف ہو بہت فائدہ کرتا ہے۔

(۲) بنفشہ ۵۰ گرام۔ زوفا ۵۰ گرام۔ منقی ۵۰ گرام چینی ایک کلو ملا کر شربت بنالیں۔ ایک چمچ دن میں ۳۔۴ مرتبہ چاٹیں۔

فوائد : نزلہ۔ زکام۔ گلے کی خراش کے لیے فائدہ مند ہے۔ الرجی سے ہونے والی چھینکوں کے لیے اطریفل اسطوخودوس کے ہمراہ دیں۔

Scanned with CamScanner

Family: Berberidaceae

بن ککڑی

Podophyllum emodi

﴿ اردو، ہزارہ، کشمیر: بن ککڑی، بن کھکھڑی ﴾ ﴿ کشمیری: بن وینگان ﴾ ﴿ پشتو: گکوڑا ﴾
﴿ ہندی: پاپڑا، پاپڑی، بکرا، بھون بکرا ﴾ ﴿ انگریزی: May apple ﴾ ۔

تاریخ:- یہ ایک نہایت قیمتی پودا ہے جو اپنی مسہلہ اور دافع صفرا خصوصیات کی وجہ سے تمام دنیا میں نہایت مقبول ہے۔ اس کی اب تک ۴ اقسام دریافت ہو چکی ہیں جن میں سے ایک سلسلہ کوہ ہمالیہ پر، دو چین میں اور ایک امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ ہمالیہ والی قسم سایہ دار جگہوں پر کشمیر اور ہزارہ وغیرہ میں عام ملتی ہے۔ اس کے پھل کی خوبصورتی اور سرخی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ زمانہ قدیم ہی سے ویدک اور چینی ادویہ میں اپنا نام پیدا کر چکی تھی۔ اس کے ہندی نام پاپڑا اور بھون بکرا سے ظاہر ہوتا ہے کہ دافع صفرا خصوصیات کی وجہ سے یہ لفظ سنسکرت پارپٹا سے اخذ کیا گیا ہے جس کو عام بول چال میں واکرا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہندی میں لفظ پارپٹا، پاپڑا میں اور واکرا لفظ بکرا میں تبدیل ہو گیا اور بھون پہاڑ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لہٰذا بھون بکرا سے مراد پہاڑی پاپڑا ہے جو کہ بن ککڑی کا نام ہے۔ کیونکہ عام پاپڑا شاہترا کو کہتے ہیں جسے ہندی میں کھیت پاپڑا بھی کہتے ہیں۔ اسے پنجابی اور کشمیری میں بن کھکھڑی یعنی جنگلی خربوزہ اور انگریزی میں Mayapple یعنی بھوتوں کا سیب کہتے ہیں لیکن دونوں نام اس کی شکل و صورت سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے اس کا پھل جب پختہ ہوتا ہے تو بالکل ایک درمیانے سائز کے لمبوترے ٹماٹر کی مانند ہی شکل و صورت رکھنے والا گودہ دار ہوتا ہے اس لیے اس کا نام بن ٹماٹر ہو تو اس کی شناخت میں کوئی مغالطہ نہیں رہے گا۔

قدیم کتب میں اس کے متعلق کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہوتیں پچھلی صدی میں اس کا ایک نمونہ ایک کمیٹی کو برائے تحقیق بھیجا گیا لیکن اس کے متعلق کوئی خاص تحقیقات نہ ہو سکیں۔ فارما کوپیا آف انڈیا میں اسے جوہر پوڈو فائلن (podophyllin) حاصل کرنے کا

ایک ممکنہ ذریعہ بتایا گیا ہے۔

آج کل اس پودے پر بہت تحقیقات ہو رہی ہیں اور کینسر کے علاج کی تجرباتی ادویہ میں اسے بھی ایک اہم مقام دیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں فارسٹ انسٹی ٹیوٹ پشاور کے زیر اہتمام اس کی کاشت و پرداخت پر کچھ تحقیقاتی کام ہوا ہے لیکن اس کے افعال و خواص پر وسیع پیمانے پر تجربات اطباء ہی کر سکتے ہیں۔

پاکستان سے حاصل ہونے والی تمام پیداوار برآمد کی جا رہی ہے اور طب یونانی میں اس کو ابھی تک استعمال نہیں کیا جا رہا سوائے چند مقامی لوگوں کے۔ مجھے امید ہے کہ اس مضمون کے ذریعے اس انتہائی اہم پودے کے متعلق ہمارے اطباء کو چند ابتدائی معلومات حاصل ہوں گی اور وہ اسے اپنے تجربات میں لا کر اس کے فوائد کا طبی فارماکوپیا میں اضافہ کریں گے۔

شناخت :- یہ ایک چھوٹا سا امتیازی نباتی پودا ہے جس کا ایک بغیر شاخ کا ہلکا سبز کھڑا نباتی تنا ہوتا ہے۔ پودا ایک تا ڈیڑھ فٹ (۲۵ تا ۴۰ سینٹی میٹر) بلند ہوتا ہے۔ تنے کی موٹائی عام پنسل سے ڈیڑھ گنا تک ہوتی ہے۔ جب پودا چھوٹا ہوتا ہے تو یہ تنا سرخی مائل رس دار ہوتا ہے۔ اس میں زمینی تنا بھی پایا جاتا ہے جو کہ دائمی ہوتا ہے اس تنے سے نیا پودا اپریل یا مئی میں برف پگھلنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے زمینی تنے کی بڑھوتری نہایت آہستگی سے ہوتی ہے اور اسے طبی استعمال میں لانے کے لیے ۶۔۷ سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

تنے کے سرے پر عجیب سے پتوں کی ایک ہی جوڑی اپنی لمبی ڈنڈیوں کے ساتھ انگریزی لفظ Y کی صورت میں لگی ہوتی ہے جو چھتری کی مانند ڈنڈی پر جھکے ہوتے ہیں۔ یہ پتے میقاتی گوشہ دار نصف تک تین بیضوی گوشوں میں کٹے ہوئے ۱۰ تا ۱۵ سنٹی میٹر قطر کے ہوتے ہیں۔ یہ گوشے مزید چھوٹے گوشوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پتوں پر سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے دھبے یا چتے پڑے ہوتے ہیں۔ دونوں پتوں کی ڈنڈیاں تنے پر ایک زاویہ بناتی ہیں اور اس زاویے کے درمیان سے پھول کی کلی نکلتی ہے یہ پھول کپ نما ایک تا پونے دو انچ (۲ تا ۴ سم) قطر کا سفید یا ہلکے گلابی رنگ کا ہوتا ہے جس کے اکمامے ۳ عدد ہوتے ہیں جو پھول کھلتے ہی گر جاتے ہیں۔ اس کی پنکھڑیاں ۶ عدد ہوتی ہیں۔ عضوئے زینہ ۶ ہوتے ہیں۔

اس کو پہلے سبز اور پکنے پر چمکدار سرخ رنگ کا لیموں کے سائز کا بالکل ٹماٹر کی مانند اور

اسی کی طرح گودے دار پھل لگتا ہے یہ پھل جب پکنے لگتا ہے تو اس وقت پتے مرجھا کر گرنے کے قریب ہوتے ہیں۔ پھل کا ذائقہ ہلکا سا کھٹا اور تھوڑا تھوڑا کڑوا لیکن مزے دار ہوتا ہے جسے بندر بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اس کے بیج گول اور سخت امرود کے بیجوں کی مانند ہوتے ہیں جو کہ بندر ہضم نہیں کر پاتے اور ثابت ہی خارج ہو جاتے ہیں اور سردیوں میں برف کے نیچے دبے رہتے ہیں جب کہ موسم بہار میں ان سے نئے پودے پھوٹ آتے ہیں۔

جڑ ۵/۱۱ انچ تا ۳/۱ انچ موٹی کسی قدر چپٹی گول ہوتی ہے جس پر مختلف مقامات پر بڑی اور بے قاعدہ گرہیں ہوتی ہیں جن کے اوپر صرف نشان اور نیچے کی جانب بال جڑیں ہوتی ہیں جو کہ بھوری اور بہت نازک ہوتی ہیں اگر یہ بال جڑیں ٹوٹ جائیں تو ان کی جگہ سفیدی مائل نشان رہ جاتے ہیں۔ ان کی رنگت سیاہ بھوری سرخی مائل یا زرد سرخی مائل ہوتی ہے۔ سطح صاف یا جھری دار اور بو خفیف اور ذائقہ تلخی مائل خراش دار اور جی متلانے والا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش :- افغانستان سے جنوب مغربی چین تک ۷۵۰۰ تا ۱۴۵۰۰ فٹ (۲۴۰۰ تا ۴۵۰۰ میٹر) کی بلندی تک جنگلوں اور مرغزاروں میں سایہ دار جگہوں پر' سوات' دیر' چترال' ہزارہ' مری اور آزاد کشمیر میں پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- اس کی جڑوں اور زمینی تنے میں ۹ تا ۱۳ فیصد رال نما مادہ پوڈو فائلن (Podophyllin) پایا جاتا ہے۔ یہ اس کا جوہر موثرہ ہے۔ یہ ہلکا زردی مائل بھورا یا نارنجی شکل کا ہوتا ہے۔ اس کے اندر پوڈوفائلو ٹاکسن (podophyllotoxin) بھی ملتا ہے۔ پاکستانی جڑوں میں امریکن جڑوں کی نسبت بہت زیادہ رال دار مادہ ہوتا ہے۔

افعال و خواص :- بن ککڑی کا پھل اور جڑ ہر دو مسہل و مخرج صفرا ہیں۔ جڑ کے افعال قوی تر ہیں اور خاص طور پر زمینی تنا کے۔ یہ مسہل صفرا اور پانی کی مانند دست لانے والی ہے۔ اس کی رال کو تندرست جلد پر لگانے سے تو کچھ اثر نہیں ہوتا لیکن مجروح جلد یا بلغمی جھلی کے زخم پر لگانے سے یا اس کی زیر جلد پچکاری کرنے سے خون میں جذب ہو کر اسہال پیدا کر

دیتی ہے۔ اس کا اثر زیادہ تر چھوٹی انتڑیوں خصوصاً اثناء عشری آنت پر ہوتا ہے اس کے برابر صفراوی دست اور کسی نباتی دوا سے نہیں آتے۔ اسی لیے اس کو ویجی ٹیبل کیلومل (Vegetable calomel) یعنی نباتی رس کپور کہتے ہیں۔ نمک کے ساتھ دینے سے اس کی مسہلہ تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ بڑی مقدار میں دینے سے یہ معدہ و امعاء میں سخت خراش پیدا کرتی ہے جو موت کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔ صفرا میں پوڈوفائلن حل ہو جاتا ہے جو کہ تھوڑی مقدار میں قوی محرک کبد ہے اور صفرا کے اخراج کو بڑھاتا ہے۔ مسہلہ مقدار میں اس کو دینے سے جگر سے زیادہ صفرا خارج نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے پتے میں سے زیادہ صفرا اثناء عشری آنت میں گرتا ہے۔ جو دوا کو فوراً انتڑیوں میں بہا دیتا ہے اور اسے جذب ہونے کا موقع نہیں دیتا۔ اس وجہ سے اس کی تھوڑی مقدار کی نسبت اس کی زیادہ مقدار سے جگر میں صفرا کی تراوش کم ہو جاتی ہے۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ دوا صفرا کی تراوش اور اخراج دونوں کو بڑھاتی ہے لیکن یہ صرف مدر صفرا ہے۔ اس لیے ایسے قبض میں جو جگر کے فعل کے سست ہو جانے سے ہو مفید ہے۔ علاوہ ازیں غلبہ صفرا۔ سوء ہضم جگری اور پتے کی پتھریوں کے اخراج کے لیے بہت مفید ہے۔ اور ریوند چینی کے ساتھ ملا کر دینے سے اس کی یہ تاثیر یقینی ہو جاتی ہے۔ بچوں کی قبض میں جب کہ پاخانہ سخت اور مٹیالا آتا ہو تو یہ ایک مفید دوا ہے۔

یہ دوا غدد میں شدید تحریک پیدا کرتی ہے اس لیے اس سے مروڑ آتے ہیں۔ اگر مروڑ یا دست زیادہ آنے لگیں تو دہی کا پانی' لعاب بہیدانہ' اسپغول یا آش جو پلانے سے رک جاتے ہیں۔ اس کو بطور محرک جگر تھوڑی مقدار میں استعمال کر کے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر رنگر کے بقول اسہال مزمن میں جب زیادہ رنگین دست آئیں اور پیٹ میں کانٹے کا سا درد ہو یا ہلکے زرد رنگ کے رقیق جھاگ دار دست نہایت مروڑ سے آتے ہوں اور اس قسم کے اسہال جو صرف صبح کے وقت ہوتے ہوں اور دن کے وقت ختم ہو جائیں اور اگلی صبح پھر آئیں یعنی اسہال کبدی ان سب میں اس کی دن میں دو تین خوراکیں دینے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

مقدار خوراک :- جڑ ۳۰ تا ۶۰ ملی گرام جب کہ پوڈوفائلن کی مقدار خوراک ڈیڑھ تا ساڑھے ۶ ملی گرام ہے جب کہ ۶ تا ۱۵ ملی گرام سخت مسہل ہے۔ اس کا ٹنکچر ۱۵ قطرہ سے ایک

فلوئڈ ڈرام تک دے سکتے ہیں۔

کینسر یعنی سرطان کے کچھ اقسام پر یہ فائدہ مند ثابت ہوئی ہے اس نقطہ نظر سے اطباء حضرات کو اس پر مزید تحقیق کرنی چاہیے۔

بہی PYRUS CYDONIA سکردو، اگست ۱۹۹۳ء

بلندی : ۷۶۰۰ فٹ

Family: Rosaceae

بہی

Pyrus cydonia

﴾ اردو، ہندی، پنجابی: بہی ﴿ ﴾ فارسی: بہ، بہی ﴿ ﴾ عربی: سفرجل ﴿

﴾ انگلش: Quince tree ﴿

تاریخ:- بہی کا پھل زمانہ قدیم ہی سے یونانیوں رومیوں عربوں اور منگولوں میں اپنی مفرح خصوصیات اور لذیذ ذائقے کی وجہ سے یکساں مقبول تھا۔ یونانی اسے چرائسو میلا (Chryso mela) اور رومی میلوم اوریوم (Malum aureum) کے نام سے پکارتے تھے۔ وینس میں اسے ایک مقدس پھل کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں دلہن کی رخصتی سے قبل اسے کھلایا جاتا تھا۔ جب کہ سپین میں اسے دافع جنون پھل کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ مخزن الادویہ میں اس کی تین اقسام کھٹی، میٹھی اور کھٹ میٹھی مرقوم ہیں۔ عربوں اور ایرانیوں میں میٹھی اور کھٹ میٹھی اقسام بہت شوق سے کھائی جاتی ہیں۔ اور انہیں مفرح، دافع خفقان اور صفراء سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کھٹی قسم کو پکا کر بھی کھایا جاتا ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں اس کا درخت ملتا ہے وہاں اس کی کھٹی قسم زیادہ ملتی ہے جسے مقامی لوگ پکا کر بطور سبزی استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ یہ بہت مفید پھل ہے اس لیے تمام مخزنوں میں اس کا شربت، مربہ اور جوارش وغیرہ بنانے کے طریقے درج ہیں۔ ہندوستان میں اس کے تخم بطور دوا زیادہ استعمال ہوتے ہیں یا کچھ مربہ استعمال ہوتا ہے۔ عربوں اور ایرانیوں کی نسبت یہاں اس کا استعمال محدود ہے۔ یورپ میں اس کی کھٹی قسم اور ایران میں میٹھی اور کھٹ میٹھی اقسام زیادہ کاشت کی جاتی ہیں۔

اقسام:-

Pyrus communis

اردو: ناشپاتی۔ پنجابی: ناکھ۔ انگلش: Pear Tree

۲- Pyrus Cydonis

اردو: بہی فارسی: بہ، بہی۔ عربی: سفرجل۔ انگلش: Quince Tree

۳- Pyrus malus

اردو: سیب۔ پنجابی: سیب، سیو۔ بلتی: کشو۔ کشمیر: کشو۔ انگریزی: Apple tree

۴- Pyrus variolose

پہاڑی: تنگ، بٹنگ، بشگی۔

شناخت :- کتب میں لکھا ہے کہ بہی کا پھل اور درخت دیکھنے میں بالکل ناشپاتی کی مانند نظر آتا ہے۔ لیکن میں نے سکردو میں جو کھٹی قسم کے درخت دیکھے ہیں وہ بالکل سیب کی مانند نظر آتے ہیں اور جس شخص نے پہلے انہیں نہ دیکھا ہو وہ اسے سیب ہی کا درخت سمجھتے ہیں جب کہ اس کے پھل بالکل سیب ہی کی مانند نظر آتے ہیں۔ دراصل بہی بھی سیب، ناشپاتی اور بٹنگ ہی کی جنس سے تعلق رکھنے ولا پودا ہے اس لیے اس کے پھول اور پتے ان سے ملتے جلتے ہیں۔

یہ ایک درمیانے سائز کا درخت ہے جس کا تنا چھوٹا اور شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پتے بیضوی ہوتے ہیں جو سرے سے ہلکے نوکدار ہو جاتے ہیں۔ یہ سامنے سے سبز اور پشت سے سفیدی مائل سبز ہوتے ہیں۔ یہ سفیدی پتوں کی پشت پر موجود بھاری تعداد میں موجود نرم ملائم روئیں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پھول سفید رنگ ۲ انچ تک قطر کے ہوتے ہیں۔ یہ عموماً اکیلے اور کہیں کہیں جوڑے کی شکل میں ہوتے ہیں۔ پھول زیادہ تر چھوٹی شاخوں کے سروں پر نکلتے ہیں۔

پھل پر سفید یا پیلے روئیں کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ پھل کی ڈنڈی کے ساتھ بھی ۲۔۳ پتے لگے ہوتے ہیں یہ سیب کی مانند ہوتا ہے جو کچا سبزی مائل پیلا اور پکنے پر سنہری پیلا ہو جاتا ہے۔ پھل کے اندر ایک لعاب دار جھلی میں ۲۰۔ ۲۵ سہ گوشہ بے ڈھنگے بیضوی اور چپٹے بیج ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ گہرا بھورا ہوتا ہے۔ لعاب دار جھلی پانچ خانوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ہر بیج کے اوپر بھی لعاب دار جھلی ہوتی ہے۔ بیج کا مغز سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں موسم گرما کے آغاز میں اس کو پھول آتے ہیں اور موسم سرما کے آغاز میں اس کے پھل پک

بہی PYRUS CYDONIA سکردو، اگست ۱۹۹۳ء

بلندی : ۷۰۰۰ فٹ

جاتے ہیں۔ اس کے پھل اور پھول میں خوشبو پائی جاتی ہے۔

مقام پیدائش :- بہی کو افغانستان' ایران' سندھ' بلوچستان اور پنجاب میں کاشت کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شمال مغربی ہمالیہ' ہزارہ' کوہستان' شمالی علاقہ جات' نیلگری (انڈیا) کی پہاڑیوں پر بھی اس کے درخت کاشت کئے جاتے ہیں۔ سکم' بھوٹان' براعظم ایشیا اور یورپ کے معتدل آب و ہوا والے علاقوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ یونان میں اس کے خود رو درخت ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ بیج سے اگنے والا درخت ہے جب کہ بیجوں کا پھیلاؤ بے ترتیب ہوتا ہے اس لیے اس کے اصل وطن کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- بیجوں میں ۱۵ فیصد تیل پایا جاتا ہے اور ۳.55 فیصدی راکھ پائی جاتی ہے۔ جس میں پوٹاش۲۷.۰۹% 'سوڈا۳.۰۱۱% 'میگنیشیا۱۳.۰۱% 'چونا۷.۶۹% 'فاسفورک ایسڈ ۴۲.۰۲ % ' سلفیورک ایسڈ ۲.67 % ' سلیکا ۰.۷۵ % ' لوہا ۱.19% اور نمک ۲.57% پائے جاتے ہیں۔

افعال و خواص :- بہی کھٹ میٹھا' سرد خشک تاثیر رکھتا ہے جو کہ دل کو تقویت دینے کے لیے بہت مفید ہے۔ چونکہ اس میں خوشبو اور قبض ہے اس لیے مفرح ہے۔ اس سے خون صاف اور بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کو بھون کر کھانے سے معدے کو طاقت ملتی ہے۔ ہاضمہ قوی ہوتا ہے اور بھوک پیدا ہوتی ہے۔ اگر عورتوں میں مٹی کھانے کی عادت ہو تو اسے ختم کرتا ہے۔ معدے میں رطوبت کی وجہ سے ضعف آجائے تو درست ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہیے ورنہ عضلات میں درد' قولنج اور پیٹ میں مروڑ پیدا کر سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کا رس چوس کر گودا پھینک دیا جائے۔ بھون کر کھانے سے دست بند ہوتے ہیں اور آنتوں کے زخم بھر جاتے ہیں۔ لیکن اس غرض کے لیے ۱۰ گرام سے زیادہ نہیں کھانا چاہیے۔ حاملہ عورت کو اس کا رس پلاتے رہنے سے حمل مضبوط ہوتا ہے۔ اور بچہ صحت مند پیدا ہوتا ہے۔ اگر پسینہ زیادہ آتا ہو تو اس کا ضماد اسے کم کرتا ہے۔ اس کے پھل کا رس شراب کے خمار کو ختم کرتا ہے۔ بہی کے رس کا لیپ جلن دار چھالے اور سوزش ختم کرتا ہے۔ اس کے پھول بھی قابض ہیں اور قبض پیدا کرتے ہیں۔ اور گرمی کے سر درد کو

دور کرتے ہیں۔ ان کو سونگھنے سے دل کو راحت ملتی ہے۔ تر و تازہ پتوں کے لیپ سے گرمی کا ورم تحلیل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے گوند کو گھول کر چیونٹیوں کے سوراخ اور پسوؤں کی جگہ پر چھڑک دیں تو وہ مر جاتے ہیں۔ بہی کا مربہ کھلانے سے جگر اور دل کی کمزوری رفع ہوتی ہے اور بار بار دست کرنے کی حاجت ختم ہو جاتی ہے۔ بہی گلے میں خراش کرتا ہے اس لیے اس سے کھانسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا رس صفراوی قے میں بہت مفید ہے۔ بہی کے بیج جنہیں بہی دانہ بھی کہتے ہیں کو پانی میں بھگونے سے ان کا لعاب الگ ہو جاتا ہے۔ یہ لعاب حلق اور قصبہ ریہ کی خشونت کو دور کرتا ہے۔ گرمی کی خشک کھانسی کو دور کرتا ہے۔ پیشاب کی جلن مٹاتا ہے۔ آنتوں کی خراش اور امراض صفراوی میں نافع ہے۔ اگر جسم پر جلن ہو یا آگ سے جل جائے تو اس کا لعاب لگانے سے تسکین ملتی ہے۔ مولف ذخیرہ کے بیان کے مطابق بہی دانہ باوجود لعابیت کے معدے کو مضر نہیں ہے اور یہ تاثیر اس میں بہی کے گودے کی وجہ سے آئی ہے جو مقوی معدہ ہے۔

بیدمشک　　SALIX CAPREA　　سکردو　　۶۰۰۰ فٹ

اپریل ۱۹۹۴ء

Family: Salicineae

بید مشک

Salix caprea

﴾ اردو، پنجابی، ہندی: بید مشک ﴿ ﴾ عربی: خلاف بلخی ﴿ ﴾ فارسی: گربہ بید ﴿
﴾ انگریزی: Seented willow ﴿

بید مشک کا درخت قدیم زمانے سے ہی تمام مہذب اقوام میں اپنی خصوصیات کی وجہ سے متعارف تھا۔ قدیم یونانی اسے اچھی طرح جانتے تھے اور وہ اسے ولو (Willow) کے نام سے پکارتے تھے۔ جو کہ سنسکرت لفظ وتکا (Vitika) جرمن لفظ ودا (Vida) اور پرانی انگریزی میں ود یا ودی (vid یا vidi) کا ہم اصل و ہم جنس ہے۔ مشہور یونانی حکیم اور سیاح ہیرو ڈوٹس نے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ لاطینی ماہر نباتیات پلائنی نے بھی اس کی کاشت اور خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ قدیم اطباء اسے بہت سرد خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھا جاتا تھا کہ یہ عورتوں میں عارضی بانجھ پن بھی پیدا کرتا ہے۔ بید مشک کا منجمد رس یونانی اور لاطینی مصنفین کے نزدیک ترنجبین کی ایک قسم ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے القانون میں خلاف بلخی کے نام سے بید مشک کے اوصاف اور شناخت بیان کی ہے جب کہ اس نے بید مشک کے پھولوں کو بہرامج کے نام سے علیحدہ بیان کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہ ریاحین کی قسم ہے۔ لیکن گیلانی کے نزدیک بہرامج کا اطلاق بید مشک پر ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے شیخ کی مراد بہرامج سے کوئی اور چیز ہو۔

تمام مسلمان اطباء نے اس کے رس یا گوند کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ حاجی زین الدین العطار کے بیان کے مطابق اس کے پتوں سے یہ رس پسینہ کی طرح ترشح پاکر اوپر جم جاتا ہے۔ ۱۸۸۹ء میں یونین فارما میں اسے مصنف نے (Willow honey) یعنی "بید مشک کا شہد" کے نام سے پکارا ہے اور بتایا ہے کہ یہ اس کے پتوں اور نئی شاخوں سے نکلتا ہے۔ اور ہلکا سا

Scanned with CamScanner

شکری ذائقہ رکھتا ہے۔ فارس میں اسے بید بلخی اور اس کے پھولوں کو بید مشک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

چین اور ایران میں اس درخت کو بقائے دوام یا ابدیت کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اور ایران میں اسے قبرستانوں میں لگایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اس کے درخت کو مغلوں نے متعارف کروایا۔ کشمیر کی آب و ہوا اسے بہت راس آئی وہیں سے یہ درخت شمالی علاقہ جات میں پہنچے۔ سکردو میں اس کے درخت ان لوگوں کے گھروں میں لگے ہوئے ہیں جو کشمیر سے ہجرت کر کے وہاں بس گئے ہیں۔ برصغیر میں ہمایوں کے عہد میں بہت سے ایرانی بس گئے تھے انہوں نے یہاں اس کے پھولوں اور عرق کو متعارف کرایا۔ یہاں مسلمانوں اور پارسیوں کے خوشحال گھرانوں میں اسے ایک گھریلو دوائی کے طور پر امراض قلب کے لیے خاص طور سے اور عام طور پر بخاروں میں بطور مفرح استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ روغن بید مشک بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

اٹھارویں صدی میں کافی عرصہ کے لیے اس کا استعمال یورپ میں متروک ہو گیا لیکن ۱۷۶۳ء میں ڈاکٹر سٹون نے ایک مقالے میں جب اس کو تپ لرزہ کے لیے مفید قرار دیا تو مختلف ڈاکٹروں نے اس کو استعمال کر کے اس کی تصدیق کی۔ اس طرح اس کی چھال پھر ایک دفعہ مقبول ہو گئی اور اسے لندن، ایڈن برگ اور ڈبلن میں سرکاری فارماکوپیا میں شامل کر لیا گیا۔ اور اسے سنکونا کی چھال کا عمدہ بدل قرار دیا گیا۔

۱۸۷۴ء کے لگ بھگ لاہور میں دریائے راوی کے کنارے بید مشک کے نر درختوں کے کئی ایکڑ میں پھیلے ہوئے باغات ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر فتح کیا تو اس کے وزیر ہری چند نے اس درخت کو پنجاب میں متعارف کروایا ورنہ اس سے قبل پنجاب میں اس کے خود رو پودے نہیں ملتے تھے۔

۱۸۲۵ء میں بید مشک کے مختلف اقسام کے درختوں کی چھال سے ایک قلمدار جوہر سیلی سین (Selicin) دریافت کیا گیا جسے ۱۸۳۰ء میں خالص شکل میں حاصل کیا گیا۔ اس وقت اس کے متعلق بہت مشہور کیا گیا کہ یہ ایک بہترین مسکن حرارت ہے۔ جیسا کہ آج کل سیلی سلک ایسڈ (Salicylic acid) کے متعلق مشہور ہے۔ اس لئے سیلی سین کو لرزے کے

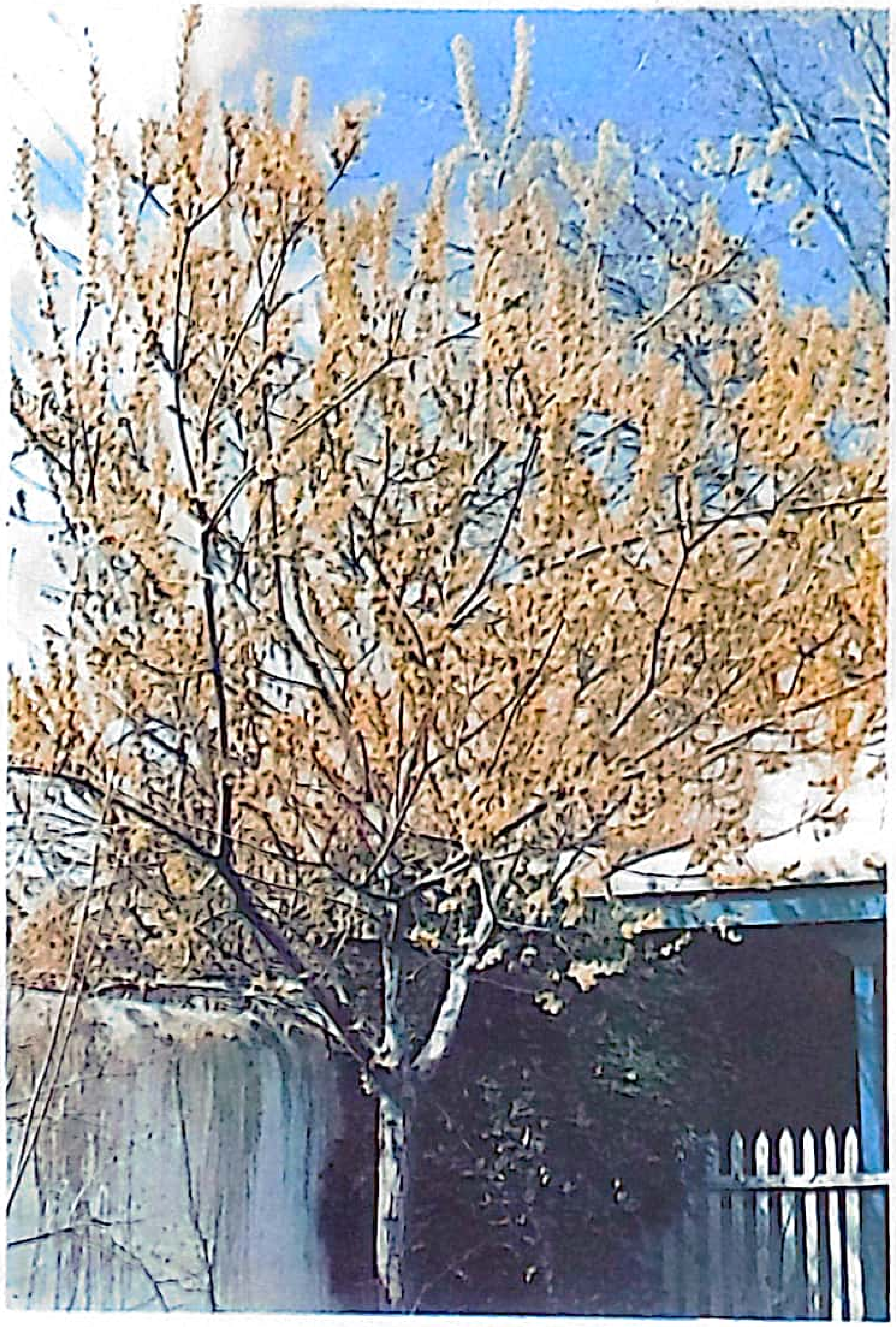

بید مشک SALIX CAPREA سکردو ۷۶۰۰ فٹ

اپریل ۱۹۹۴ء

Scanned with CamScanner

بخار کو روکنے اور نزلہ و زکام وبائی اور گھاس کے بخار میں بہت مفید قرار دیا گیا۔ لیکن بعد کے تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ یہ درجہ حرارت کم کرنے کے لیے کوئی خاص اثر نہیں رکھتا۔ یہ انکشاف ہونے پر اس کی اہمیت پھر کم ہو گئی۔ آج کل اس کے پھولوں سے کشید کردہ عرق ہی عام طور پر استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کی چھال طبی لحاظ سے کسی خاص استعمال میں نہیں لائی جاتی۔

شناخت :- ایک لمبی جھاڑی یا چھوٹا ۲۵ تا ۳۰ فٹ بلند درخت ہے جس کے پتے بلیلیجی۔ دندانے دار، اوپر سے بے بال، چکنے اور نیچے سے خاکستری روئیں دار، کم و بیش سلوٹ دار ہوتے ہیں۔ گوشک بڑے اور نصف گردہ نما ہوتے ہیں۔ پھول یعنی ہرریہ (Catkin) پتوں سے پہلے نکلتے ہیں۔ جب پودا پوری طرح پھولوں سے بھرا ہوتا ہے تو پتے نکلنے شروع ہوتے ہیں ہرریہ بلوطی شکل کا ملائم ریشمی اور گھنا ہوتا ہے جس میں پھول معمولی ڈنڈی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ نر ہرریہ لمبوترا بیضوی یا مدور سا ایک انچ لمبا سیدھا کھڑا ہلکے پیلے رنگ کا میٹھی خوشبو والا ہوتا ہے۔ جس کے چھلکے گہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔ زردار حصے دو ہوتے ہیں جب کہ زیرہ گل بلیلیجی بیضوی ہوتا ہے۔ مادہ ہرریہ سلنڈر نما دو تا تین انچ لمبا نیچے جھکا ہوا اور کلی پرتوں والا ہوتا ہے۔ ڈوڈا خاکستری اور ۴/۱ انچ لمبا سلنڈر نما ہوتا ہے جو بنیاد سے بیضوی ہوتا ہے۔

درخت کے پتے دسمبر کے آخر میں جھڑ جاتے ہیں اور پھر فروری میں اور ٹھنڈے علاقوں میں مارچ میں پہلے پھولوں سے درخت بھر جاتا ہے اور پھر اگلے ماہ درخت پر بلوری پتے آ جاتے ہیں۔ ان پھولوں سے بھینی بھینی اور مٹھاس بھری خوشبو آتی ہے۔

جن علاقوں میں بید مشک کے درخت پائے جاتے ہیں وہیں اس کی دوسری قسم (Salix Alba) بھی ملتی ہے۔ اس کی خاص شناخت یہ ہے کہ اس میں پتے پہلے آتے ہیں جب کہ پھول بعد میں نکلتے ہیں۔ یہ پھول ویسے گول مٹول اور خوبصورت نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سے ویسی بھینی خوشبو آتی ہے۔

مقام پیدائش :- پنجاب اور پشاور میں کہیں کہیں کاشت کیا جاتا ہے جب کہ کالام، گلگت،

بلتستان، لداخ، پونچھ، کرم، پاراچنار میں بھی کاشت ہوتا ہے۔ پاکستان میں اس کے خود رو درخت نہیں ملتے جب کہ تمام یورپ، شمالی ایشیا، ایشیائے کوچک اور ایران کے جنگلوں میں عام ملتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ :- اس کی چھال میں ابریشم کی مانند تیز رنگ والا گلوکو سائیڈ سیلی سین (Salicin) ۷ فیصد ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دو مزید گلوسائیڈز اور ایک انزائم سیلی سی نیز (Salicinase) بھی پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ٹینن ۱۰.۴ فیصد، موم، چربی جیسا تیل اور گوند بھی ملتے ہیں۔ اس کے پتوں پر ترنجبین جیسا میٹھا رس بھی جما ہوا ملتا ہے۔

افعال و خواص :- بید مشک بہترین مفرح ہے جو کہ گرمی کے درد سر کو تسکین دیتا ہے اور دل و دماغ کو قوت بخشتا ہے۔ یہ بخاروں کی حرارت کو کم کرنے اور گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے بہت موثر ہے۔ اگر گرمی کی وجہ سے سر درد ہو تو اس کے پھولوں کو سونگھنے سے جاتا رہتا ہے۔ اس کے جوشاندے سے سر دھونے سے سر کی بھوسی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر جسم سے خون خارج ہو رہا ہو تو اس کا عرق متواتر پینے سے یا بطور امدادی دوا کسی دوسری دوا کے ہمراہ پینے سے خون آنا رک جاتا ہے۔ اس کی راکھ بھی خون بند کرتی ہے پستان کے ورم اور پھنسیوں پر جو گرمی سے ہوں اس کے پتوں کا لیپ بہت فائدہ مند ہے۔ اس کے تازہ پتوں کو گھوٹ چھان کر پلانے سے خون کے دست بند ہو جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اس کے پتے ۳ ماشہ سے ۷ ماشہ اور پتوں کا پانی دو تولہ تا پانچ تولہ تک استعمال کر سکتے ہیں۔

Family: Ranunculaceae

بیش

Aconite

بچھناک' میٹھا زہر' میٹھا تیلیا' وش۔

تاریخ :- بیش کا یونانی نام "آکونی تون" جس کا معرب "اقونی طون" ہے لفظ اکونہ سے مشتق ہے جس کے معنی تختہ سنگ کے ہیں۔ چونکہ اسکی زیادہ تر اقسام سرد۔ پتھریلے اور اونچے پہاڑوں پر اگتی ہیں اسلئے اسکو یونانیوں نے اس نام سے موسوم کیا۔ اسکا لاطینی نام ایکونائیٹم اور انگریزی نام ایکونائٹ مذکورہ بالا یونانی نام سے مشتق ہیں۔ چونکہ اسکے پھول کی شکل پرانے زمانے کے مسیحی راہب کی ٹوپی کے مشابہ ہوتی ہے اسلئے اسکو انگریزی میں مانکس ہڈ یا کلاہ راہب کہتے ہیں۔ ایرانیوں نے اسکو تاج سلطانی کے مشابہ دیکھ کر اسکا نام تاج الملوک رکھ دیا۔ زمانہ قدیم میں اس سے جنگلی بھیڑیے اور چیتے وغیرہ کو زہر دے کر ہلاک کیا جاتا تھا اسلئے اسکو انگریزی میں ولفس بین یعنی زہر بھیڑیا بھی کہتے ہیں۔ جس کا مترادف عربی میں خانق الذئب اور خانق النمر ہے جیسا کہ مخزن الادویہ ڈاکٹری میں درج ہے۔ مگر یونانی اطباء نے خانق الذئب اور خانق النمر دوسری دواؤں کا نام بتایا ہے۔ اسکی ایک قسم جو ایلوپیتھی میں زیادہ استعمال ہوتی ہے ایکونائیٹم نیپلس (Aconitum napellus) ہے جس کے معنی بیش شلغمی یا ارغوانی بیش کے ہیں۔ اسکی جڑ چھوٹے شلغم کی مانند اور پھول ارغوانی ہوتا ہے۔

حکیم دیسقوریدوس یونانی نے اکونی تون کے نام سے جس دوا کا ذکر کیا ہے وہ یہی ایکونائیٹم نیپلس ہے۔ لیکن جالینوس نے لائی گاگ ٹون کے نام سے زرد رنگ کے بیش کا ذکر کیا جسے قدیم ایام میں جنگلی درندوں کو ہلاک کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ قاتل کو کھلا کر موت کی سزا بھی اسی سے دی جاتی تھی۔ قدیم قومیں اپنے تیر بھی اسی سے بجھایا کرتی تھیں۔

چین میں بھی بیش کی مختلف اقسام کی جڑوں کا رس تیروں پر لگایا جاتا تھا۔ آسام سے کشمیر تک بسنے والے جنگلی قبائل زمانہ قدیم میں جنگلی درندوں مثلاً ریچھ شیر وغیرہ کے شکار میں

بلیش ACONITUM LAEVE اٹھمقام، آزادکشمیر

۲۷ راگست ۱۹۸۸ء بلندی : ۱۰,۰۰۰ فٹ

اس کے زہر میں بجھے ہوئے تیر استعمال کرتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ قبائلی جنگوں میں بھی ان تیروں کا استعمال کرتے تھے۔ انہیں تیروں سے انگریزی دور میں فوجی مہمات میں شامل کئی لوگ سکم، بھوٹان اور آسام کے علاقوں میں زخمی ہوئے تھے اور ان میں سے چند ایک ہلاک بھی ہو گئے تھے۔

ہر سال کئی جانور خصوصاً بھیڑ بکریاں جو کہ موسم گرما میں خانہ بدوش چرانے کے لیے اونچے علاقوں میں لے جاتے ہیں بیش کے پتے کھانے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے بکروال جس علاقے میں بیش کے پودے ہوں وہاں جانور چرانے میں خصوصیت سے محتاط ہو جاتے ہیں۔ کشمیر ہزارہ اور شمالی علاقہ جات کے پہاڑوں پر بیش کی قسم ایکونائیٹم کیش منتھم (Aconitum chasmanthum) یعنی موہری جس کی تصویر زیر نظر ہے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور اس میں زہر کی مقدار اکثر اقسام سے زیادہ ہے اس لیے وہاں اکثر جانور اسے کھا کر مر جاتے ہیں۔

زمانہ قدیم سے ہندوستان کے وید بیش کے متعلق معلومات رکھتے تھے اور انہیں سے ایرانیوں کو اس کے متعلق علم ہوا۔ لیکن عربوں کو غالباً بیش کے متعلق معلومات یونانیوں سے حاصل ہوئیں۔

قدیم ہندو مصنفین نے تقریباً ۱۸ اقسام بیش یا زہروں کی بیان کی ہیں جن میں سے ۱۰ انہوں نے انسان کے لیے انتہائی زہریلی ہونے کی وجہ سے ناقابل استعمال قرار دیں جب کہ باقی ۸ مناسب طور پر مدبر کر کے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان ۸ اقسام میں چند زہریلی، کچھ نیم زہریلی اور ایک دو غیر زہریلی ہیں۔ ان ۸ اقسام کو عموماً بچھناگ تیلیا یا بیش تیلیا کا نام دیا گیا ہے۔ دراصل پہلے زمانہ میں بلکہ آج بھی چند ادویہ کو کیڑے مکوڑوں سے بچانے اور اس کے دوائیہ اثرات کو محفوظ اور بہتر کرنے کے لیے انہیں تیل میں بھگو دیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں تیلیا کہتے تھے۔ علاوہ ازیں چند ایسی ادویات جو قدرتی طور پر چکنی ہوں بھی تیلیا کہلاتی ہیں (مثلاً سپاری تیلیا جو دوسری سپاری کی نسبت چبانے سے چکنی معلوم ہوتی ہے)

وید بیش کے پودے سے اچھی طرح واقف تھے لیکن یہ لفظ صرف بیش ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر قسم کی زہریلی جڑی بوٹی پر لفظ وش یا زہر کا اطلاق کیا جاتا تھا۔

سنسکرت میں جن نو (۹) سخت زہریلی جڑوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے چند ایسی ہیں جن پر بچھناگ کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا یا یہ ان علاقوں میں پیدا ہوتی ہیں جہاں بیش نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ وش یا بچھناگ مختلف جڑوں پر استعمال ہوتا تھا لیکن بیش کی اقسام پر یہ خصوصیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ جب کہ بیش کی وہ اقسام جو غیر زہریلی ہیں ان کو علیحدہ مخصوص نام دیئے گئے ہیں جیسے کہ اتیس۔

موجودہ دور میں برصغیر میں بیش کی ۲۴ اقسام دریافت ہو چکی ہیں جب کہ اس کے علاوہ چند ایک قسمیں اور بھی ہیں جو کہ مشکوک ہیں۔

بیش کی خصوصیات کے متعلق بہت مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔ مثلاً اگر اس کو کسی بھینس کے سینگوں پر لیپ کیا جائے تو اس کو دودھ کی بجائے خون آنے لگتا ہے یا جس جگہ بیش اگتی ہے وہاں کوئی دوسری سبزی نہیں اگتی صرف جدوار کی ایک قسم اس کے نزدیک اگتی ہے اور وہ بھی چند گز کے فاصلہ پر۔ نیز اس مقام کی مٹی سیاہ نظر آتی ہے اور ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے روغن سے چکنی کر دی گئی ہو۔ یہ مٹی اتنی سخت ہوتی ہے کہ کسی اوزار سے کھودی نہیں جا سکتی صرف آہو کے سینگ سے اسے کھودتے ہیں۔ اس کے پھول آنے کے دنوں میں کوئی جانور اس کے نزدیک نہیں پھٹکتا کیونکہ اس کی بو سے مرجاتا ہے مگر ایک قسم کا چوہا جسے بش موش کہتے ہیں وہ بیش کھاتا ہے اور اس کا گوشت بیش اور دوسرے حیوانی اور نباتی زہروں کا تریاق ہے۔

ذاتی طور پر مجھے سیر و سیاحت کے دوران جو تجربات اور مشاہدات ہوئے ہیں وہ میں ذیل کی سطور میں درج کر رہا ہوں تا کہ حقائق معلوم ہو جائیں اور غلط باتوں کی تصحیح ہو جائے۔

زمین کی بلندی نباتات کے اگنے کے لحاظ سے تین بڑے حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ سطح سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ اونچائی تک مختلف اقسام کے درخت، جھاڑیاں وغیرہ اگتی ہیں۔ یہ سطح آب و ہوا کے لحاظ سے کہیں کم اور کہیں تھوڑی زیادہ ہوتی ہے اسے سنولائن یا برفانی حد کہتے ہیں۔ عموماً اس بلندی پر بھوج پتر کے درخت اگے ہوتے ہیں۔ یہ درخت ہی اس حد کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس حد سے اوپر زیادہ تر گھاس اور چھوٹے پودے ملتے ہیں۔ یہ حد زیادہ سے زیادہ ۱۷۰۰۰ فٹ تک ہوتی ہے لیکن ۱۵۰۰۰ فٹ سے اوپر یہ گھاس اور پودے کم ہونے

شروع ہو جاتے ہیں۔ ۱۷۰۰۰ فٹ سے زیادہ بلندی پر صرف برف، پتھر اور مٹی ہی ملتی ہے اس حد کو ہارڈ سنولائن یا سخت برفانی حد کہتے ہیں۔ ویسے شاذ حالت میں ۲۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک بھی کائی کی اقسام ملی ہیں لیکن عام طور پر پودوں کے اگنے کی یہی حد ہے۔

بیش کی زیادہ تر اقسام ۱۲۰۰۰ تا ۱۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ملتی ہیں۔ اور یہ حد ایسی ہے جہاں درخت یا جھاڑیاں نہیں ملتیں۔ ویسے بھی اس بلندی پر موسم گرما نہایت مختصر صرف ۳ ماہ تک ہوتا ہے۔ اس لیے اس بات کا ذہن میں آنا ممکن ہے کہ بیش کے نزدیک کوئی پودا نہیں اگتا۔ تمام سلسلہ ہائے قراقرم میں ۱۳۰۰۰ فٹ سے اوپر میں نے بیش کے نزدیک کوئی جھاڑی نہیں دیکھی کیونکہ وہاں جھاڑیاں ہوتی ہی نہیں لیکن بیش کے پودوں کو خوب صحت مند گھاس کے درمیان اگا ہوا پایا۔ اس گھاس کی جڑیں اس قدر گھنی ہوتی ہیں کہ نرم زمین ہونے کے باوجود بیش کو درمیان سے نکالنا مسئلہ بن جاتا ہے۔ جب تک کہ کدال وغیرہ پاس نہ ہو۔ لیکن سلسلہ کوہ ہمالیہ میں ۱۲۰۰۰ فٹ اور اس سے کچھ کم بلندی پر میں نے بیش کو ہر قسم کی جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان اگا ہوا پایا۔

یاد رہے کہ بیش نمی والی جگہوں پر چشموں اور ندیوں کے کناروں یا سیم زدہ زمین میں زیادہ تر ملتی ہے اور یہ جگہ سخت نہیں بلکہ بہت نرم ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بیش کے ساتھ دوسرے گھاس پھوس کی جڑیں اس قدر زیادہ ہوتی ہیں کہ عام کھرپے وغیرہ سے اس کی جڑیں مشکل سے نکلتی ہیں۔ البتہ میں نے جتنی جگہ بھی بیش کو اگا ہوا دیکھا صرف وہاں کی مٹی کالے رنگ کی دیکھی جب کہ اس جگہ سے ہٹ کر باقی مٹی کا رنگ مختلف تھا۔ یہ مٹی ایسے نظر آتی تھی جیسے وہاں پر گاڑیوں سے نکلنے والا گندا انجن آئل کسی نے پھینک دیا ہو۔ لیکن یہ کیفیت صرف ایسی جگہ پر تھی جہاں بیش کے پودوں کے جھنڈ تھے۔ ورنہ جہاں اکا دکا پودے تھے وہاں مٹی کا رنگ دوسری مٹی سے مختلف نہ تھا۔

اس کے علاوہ کتب میں لکھا ہے کہ "بیش کے نزدیک کوئی دوسرا پودا نہیں اگتا صرف جدوار کا پودا اگتا ہے اور وہ بھی چند قدم کے فاصلے پر۔ اور یہ کہ اس کا تریاق یہی جدوار ہے اور یہ کہ بیش اس قدر زہریلی ہوتی ہے کہ جب اس کے پھول نکلتے ہیں تو کوئی جانور اس کے نزدیک نہیں پھٹکتا ورنہ اس کی بو سے ہلاک ہو جاتا ہے۔"

Scanned with CamScanner

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بیش اور جدوار ایک جیسی آب و ہوا اور بلندی پر پائے جانے والے پودے ہیں اس لیے جس بلندی پر بیش ملتا ہے تقریباً اسی بلندی پر جدوار بھی ملتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں۔ سطح مرتفع دیوسائی میں ۱۳۲۰۰ فٹ کی بلندی پر بیش کے بہت زیادہ پودے ملتے ہیں لیکن ان کے دور و نزدیک جدوار کا کوئی پودا نظر نہیں آتا۔ البتہ کشمیر میں اٹھ مقام کی پہاڑی چوٹیوں پر بیش اور جدوار ملتے ہیں۔ لیکن بیش ۱۲۰۰۰ فٹ سے نیچے شاذ ہی ملتا ہے جب کہ جدوار کی چند اقسام کم بلندی پر بھی ملتی ہیں۔

پاکستان میں پائی جانے والی بیش کی تمام اقسام میں زیادہ زہریلی ایکونائیٹم کیش مینتھم یعنی موہری سیاہ ہے جس میں ۴% سے زیادہ الکلائیڈز پائے جاتے ہیں۔ میں نے اس کے پھولوں کو خود اپنے ہاتھ سے توڑا جب کہ میرے ہمراہ برادر محترم حکیم عبدالوحید سلیمانی صاحب بھی موجود تھے اور وہ بھی اس کے پھول اپنے ہاتھوں سے توڑتے رہے لیکن ہمیں تو سردرد بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو یہ سب خانہ بدوشوں کی سنائی ہوئی حکایات نظر آتی ہیں جو اس کی اہمیت بڑھانے اور اسے افسانوی رنگ دینے کے لیے گھڑتے ہیں۔ بلتستان میں استور سے دیوسائی کی طرف جائیں تو وہاں راستہ میں ایک مقام چلم چوکی کے نام سے آتا ہے۔ اس جگہ خانہ بدوشوں کا سردار بھی رات ہمارے ہمراہ ٹھہرا۔ وہ بھی مختلف پودوں کے متعلق ایسی ہی حکایات سناتا رہا۔

بش موش (بیش کھانے والا چوہا):- تقریباً عقاقیر کی تمام کتب میں ایک جانور کا ذکر بیش کے باب میں آتا ہے جسے بش موش کے نام سے پکارتے ہیں۔ شیخ بو علی سینا نے اسے بوکابش موش کہا ہے اور لکھا ہے کہ "بیش کے نزدیک کوئی جانور نہیں رہتا اور یہ کہ اس کے قریب ایک چوہا رہتا ہے جس کو بوکابش موش کہتے ہیں اس کا گوشت نہ صرف بیش بلکہ ہر قسم کے نباتی اور حیوانی زہروں کا تریاق ہے۔"

بش موش کے متعلق ہمیشہ مہمل سا بیان تمام کتب میں آتا ہے مجھے اس سلسلہ میں بہت تجسس تھا کہ اس کی حقیقت دریافت کروں۔ اس سلسلہ میں تحقیقات کرنے سے جو نتائج ملے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

۱۲۰۰۰ فٹ یا اس سے زیادہ بلندی پر اور خصوصاً ۱۳ تا ۱۴ ہزار فٹ کی بلندی پر پرندے اور

بلیش (موہری) CONITUM CHASMANTHUM اٹھمقام
آزادکشمیر ۲۷راگست ۱۹۸۸ء بلندی : ۱۲،۰۰۰فٹ

جانور بہت کم اقسام میں ملتے ہیں۔ عام طور پر اس بلندی پر ۲ اقسام کے چوہے ملتے ہیں۔ ایک کا سائز بہت ہی چھوٹا عام گھریلو چوہے سے بھی کم ہوتا ہے اور یہ باہر زمین پر بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ یہ زمین کے اندر ہی بل بنا کر رہتا ہے اور اندر ہی اندر جڑیں وغیرہ کھاتا رہتا ہے۔ میرے دوست جناب رفیق صاحب جو کہ ایک ماہر حیوانات ہیں کے بیان کے مطابق یہ چوہا شاذ ہی کسی انسان کو نظر آتا ہے۔

اصل بش موش جس کا سائنسی نام Caudata marmota ہے جسے شینا زبان میں خیوا اور بلتی میں کھیاؤ کے نام سے پکارتے ہیں بلی سے کچھ بڑا سرخی مائل سنہری رنگ کا جانور ہے جس کی پشت اور دم سیاہ ہوتی ہے۔ یہ دم سرے پر سیاہ ہوتی ہے۔ یہ دم لمبائی میں جانور کا ۳/ ا حصہ ہے۔ اس کے منہ میں خرگوش کی طرح ۲ لمبے دانت اوپر اور ۲ دانت نیچے ہوتے ہیں اگلے پنجے میں چھوٹا سا انگوٹھا اور چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ جب کہ پچھلے پنجے میں بڑا انگوٹھا اور ۴ انگلیاں ہوتی ہیں جن میں سیاہ رنگ کے تھوڑے مڑے ہوئے سخت اور لمبے ناخن ہوتے ہیں۔ یہ جانور چاروں پنجوں پر دوڑتا ہے اور خرگوش کی طرح پھدکتا ہے۔ اس کی رفتار زیادہ نہیں ہوتی۔ ایک تیز دوڑنے والا پھرتیلا شخص اسے پکڑ سکتا ہے۔ اگر خطرے میں نہ ہو تو یہ پچھلے دونوں پاؤں پر بھی چل سکتا ہے۔ اگر خطرہ محسوس کرے تو پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی آواز تیز چیخ سے مشابہ ہے۔ اگر اس کے بل کی طرف جائیں تو تیز آواز میں چیخ چیخ کر بچوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ یہ قراقرم اور ہندوکش میں عام ملتا ہے لیکن ہمالیہ میں نہیں پایا جاتا۔ اس کے بل زیادہ تر اس جگہ پائے جاتے ہیں جہاں بیش کے پودے ملتے ہیں۔ پاکستان میں اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اس وجہ سے یہ بہت زیادہ تعداد میں ملتا ہے۔ لیکن افغانستان کے علاقہ نورستان میں اسے برفانی خرگوش کے نام سے پکارتے ہیں اور ایک کتاب "قافلہ دعوت و جہاد" کے مصنف کے بقول اس کا گوشت جو کہ بہت چربی والا ہوتا ہے وہاں کے لوگ اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ ۹ ماہ برف کے نیچے رہتا ہے۔ جب موسم گرما آتا ہے تو یہ آئندہ کے لیے بل کے اندر گھاس اکٹھی کرتا رہتا ہے۔ یہ تمام موسم سرما میں بل کے اندر رہتا ہے۔ جب دوبارہ برف پگھلتی ہے تو یہ بچی کھچی گھاس بل سے باہر ڈھیر کر دیتا ہے۔ اس کا وزن ۴.۶ کلو گرام تک اور لمبائی بغیر دم کے ۵۰ تا ۶۰ سنٹی میٹر ہوتی ہے۔ یہ جانور

بش موش CAUDATA MARMOTA دیوسائی میدان بلتستان
۱۱ اگست ۱۹۹۲ء بلندی: ۱۳،۲۰۰ فٹ

باقاعدہ کالونیاں بنا کر رہتا ہے۔ اس کے کان چھوٹے چھوٹے گول باہر کی طرف ہوتے ہیں جن کے آگے پیچھے سنہری بال ہوتے ہیں۔ اس کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس کا سائنسی نام Marmota bobak ہے۔ یہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے صرف اس کی رنگت خاکستری ہوتی ہے۔ یہ ضلع ہزارہ میں کاغان' ضلع چلاس' گلگت' استور' دیوسائی' خنجراب' ناگا پربت کی ڈھلوانوں' ازبکستان' نورستان اور پغمان میں ملتا ہے۔

"بیش کی تمام اقسام کی مشترکہ شناخت":- یہ دائمی یا دو سالہ اور کوئی کوئی یک سالہ کھڑا پودا ہے۔ بہت کم جڑواں ہوتا ہے۔ اس کا تنا نباتی ہوتا ہے اور اونچائی ۶ انچ سے ۵ فٹ تک ہوتی ہے۔ پتے پودے پر نیچے زیادہ اور اوپر کم ہوتے جاتے ہیں بہت کم اقسام میں تمام پودے پر پتے ہوتے ہیں۔ پھول بے ترتیب اور گچھوں میں ہوتے ہیں۔ جن کے رنگ نیلے' جامنی' سفید یا پیلے ہو سکتے ہیں۔ پھول بالکل راہب کی ٹوپی کی طرح ہوتے ہیں۔ پھول کی ایک پنکھڑی پھول کے اوپر قوس کی صورت میں مڑی ہوتی ہے جس طرح باز کی چونچ آگے سے مڑی ہوتی ہے۔ اس کا سامنے کا حصہ تنگ ہوتا ہے۔ یہ پنکھڑی بعض اقسام میں پھول کی نسبت کافی لمبی اور بعض میں چھوٹی ہوتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہی مڑی ہوئی پنکھڑی تمام اقسام کی مشترکہ شناخت ہے۔ یعنی آپ اس قسم کے کسی بھی پھول کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ بیش کی کوئی قسم ہے۔

پھول کی ۵ تک پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ ۲ پچھلی پنکھڑیاں باز کے ناخن کی طرح مڑی ہوتی ہیں۔ پنکھڑی کا کنارا بالکل ٹوپی کی طرح ہوتا ہے اور ایک ہیلمٹ میں بند ہوتا ہے۔ نیچے کی ۳ پنکھڑیاں چھوٹی یا متروک ہوتی ہیں۔ زریعنی زردار حصے کئی ہوتے ہیں جن میں ۳ تا ۵ غدد یا تھیلیاں ہوتی ہیں۔ بیج کئی ہوتے ہیں اور بیجوں کا خول اسفنجی ساخت کا ہوتا ہے جس پر جھریاں ہوتی ہیں۔ بیش کی تمام اقسام کے پتے کٹے پھٹے باریک حصوں میں تقسیم دھنیا کے باریک پتوں کی طرح ہوتے ہیں یا مختلف شگافوں کی وجہ سے چند حصوں میں تقسیم گردہ نما یا گول ہوتے ہیں۔ یہ شگاف عموماً پتے کی بنیاد تک جاتے ہیں۔

مقام پیدائش:- یہ سرد آب و ہوا کا پودا ہے اس لئے یورپ میں عام پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ

اس کی ایک قسم ایکونائیٹم نیپلس (Aconitum napellus) تو طبی ضروریات کے لیے کاشت کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں چترال سے کشمیر تک اور ہندوستان میں سلسلہ کوہ ہمالیہ کے علاوہ نیپال' تبت اور چین میں اس کی مختلف اقسام پیدا ہوتی ہیں۔

کیمیائی تجزیہ:- بیش کی زہریلی خصوصیات کو پرانے لوگ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی زیادہ تر اقسام انتہائی زہریلی ہیں ان کے الکلائیڈز انتہائی طاقتور ہوتے ہیں۔ جو کہ ایکونائیٹن' (Aconitine) انڈایکونائیٹن (Indaconitine) اور سوڈو ایکونائیٹن (Pseudaconitine) وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اقسام غیر زہریلے الکلائیڈز پر مشتمل ہوتی ہیں جیسے اتیس میں پایا جانے والا الکلائیڈ اتیسین (Atisine) اور پام اتیسین (Palmatisine) وغیرہ۔ جدوار کی اقسام میں بھی ایک اہم ترین الکلائیڈ ڈیلفینین (Delphinine) پایا جاتا ہے جو بالکل اتیسین کی طرح عمل کرتا ہے۔

جسم انسانی پر اثرات:- بیش کے تمام حصوں خصوصاً جڑوں میں الکلائیڈز ہوتے ہیں جو زہریلی خصوصیات رکھتے ہیں۔ یورپی بیش شلغمی میں پایا جانے والا الکلائیڈ جب جلد پر رگڑا جاتا ہے یا مرہم کی صورت میں لگایا جاتا ہے یا مخاطی جھلی پر لگایا یا کھایا جائے تو پہلے اعصاب کے سروں میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور چبھن کا احساس ہوتا ہے۔ یہ سرے بے چین اور ہیجان خیز ہو جاتے ہیں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اعصاب کے سرے مفلوج ہو جاتے ہیں۔ دل پر اس کے اثرات غیرواضح اور بدلتے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلے تو حرکات تیز ہو جاتی ہیں پھر آہستہ ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ تھوڑی مقدار میں کھانے سے انسان کے دل پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا جب کہ اس کی زیادہ سے زیادہ طبی خوراک ابکائی یا متلی پیدا کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معدے میں خراش پیدا کرتی ہے۔ اس کا اثر مرکز تنفس پر براہ راست ہوتا ہے اور یہ تنفس کو مفلوج کر دیتا ہے۔ اس سے قبل کہ دل کو اس کا اثر پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض انسانوں کے مرنے کے تھوڑی دیر بعد تک بھی ان کا دل دھڑکتا رہتا ہے۔ اگر اسے اس خوراک سے تھوڑا زیادہ جس سے کہ متلی پیدا ہوتی ہو دی جائے تو عضلات میں کمزوری اور ناطاقتی محسوس ہوتی ہے۔ اور حرام مغز کے نچلے سرے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ جب کہ

Scanned with CamScanner

تھوڑی مقدار ان پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ ایکونائیٹن بعض اوقات بدن کا درجہ حرارت کم کر دیتی ہے لیکن اس کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکی۔

مخزن الادویہ کے مصنف اور دوسرے عربی اور فارسی حکماء نے بیش کو ہندوستانی پودا قرار دیا ہے اور ہندی کتب سے اس کو اخذ کیا ہے لیکن اس کی خصوصیات میں حکماء اور ویدوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ اسے چوتھے درجہ میں سرد خشک کہتے ہیں اور دل کی حرکات اور دوران خون سست کرنے والی کہتے ہیں جب کہ دوسرا گروہ اسے گرم خشک مانتا ہے اور اس کو سرد بیماریوں مثلاً کوڑھ' دمہ' کھانسی اور گلے کی خراش وغیرہ میں مفید مانتا ہے۔ بہر حال اس کے اثرات پر تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں ہو گی۔

جسم انسانی پر زہریلے اثرات کی علامات :- عموماً بیش کی زہریلی مقدار استعمال کرنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی علامات واضح ہونے لگتی ہیں آنکھیں دھندلانے لگتی ہیں اور آنکھوں میں اس کا اثر یا رس چلا جائے تو شدید درد اور جلن ہونے لگتی ہے اور آنسو بہنے لگتے ہیں جو کئی گھنٹے تک جاری رہتے ہیں۔ اور اس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اس کے کھانے سے معدے میں شدید اینٹھن اور جلن کے ساتھ متلی اور قے شروع ہو جاتی ہے اگر بیش کا کوئی حصہ چبایا جائے تو پہلے اس کا ذائقہ کڑوا اور مٹھاس ملا ہوا لگے گا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد سخت کڑوا اور جلن دار محسوس ہو گا۔ پھر ایک مستقل جھنجھناہٹ اور بے حسی زبان پر محسوس ہو گی۔ یہی جھنجھناہٹ متلی اور قے اور دست کا سبب بنتی ہے۔ جلن دار احساس کچھ دیر کے بعد بے حسی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بہت زیادہ اذیت اور بے آرامی محسوس ہوتی ہے۔ نبض آہستہ اور کمزور ہو جاتی ہے جو کہ بعد میں متواتر اور بہت تیز ہو جاتی ہے۔ سانس رکنے لگتا ہے۔ ضیق النفس کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ عضلات میں کمزوری آ جاتی ہے اور چکر آنے لگتے ہیں۔ جلد ٹھنڈی اور چپچپی ہو جاتی ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں پہلے تو سکڑ جاتی ہیں پھر تشنج اور سانس رکنے کی وجہ سے پھیل جاتی ہیں۔ دماغی حالت عموماً صحیح رہتی ہے لیکن یہ بے حسی یا بے ہوشی کی وجہ سے مختل ہو سکتی ہے احساسات اور بول چال میں کمزوری آ جاتی ہے۔ تشنج اور اینٹھن اس میں لازمی ہیں۔ موت مرکز تنفس کے کام چھوڑ دینے یا دل کے اعصاب مفلوج ہو جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کی علامات بہت جلد واقع ہوتی ہیں شاذ

کسی میں ایک گھنٹہ کے بعد بھی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ بہت زیادہ مقدار میں استعمال کر لینے کے ۲ تا ۶ گھنٹہ کے اندر موت واقع ہو جاتی ہے۔

علاج :- زہر خوردنی کی حالت میں معدہ فوراً دھویا جائے اور ایٹروپین یعنی جوہر لفاح بذریعہ انجیکشن دیا جائے گو ایٹروپین علامات کم کرنے میں مدد دیتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ صحت بحال کرنے میں مدد نہیں دیتا اس لیے اس کے ساتھ ساتھ محرک قلب ادویہ کا استعمال بذریعہ وریدی انجیکشن کرنا چاہیے تاکہ فوراً قلب پر اثر انداز ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ جسم کو گرم کرنا اور قلب کی مالش بھی ان ادویہ کے ہمراہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق جوہر دیجیتال اور جوہر کچلہ بھی اس میں فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔

حکم دیسقوریدوس کمافیطوس کو اور اکثر اطباء پوست بیخ کبر کو جبکہ ہندی اطباء جدوار کو اس کا تریاق لکھتے ہیں۔

افعال و استعمال :- طب میں اسے نبض کی رفتار اور جسم کا درجہ حرارت کم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے اثرات غیر واضح ہوتے ہیں۔ حسی اعصاب پر اس کے اثرات سے اعصابی دردیں کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بقول کرنل چوپڑا ہو سکتا ہے اس سے اس صورت حال میں کچھ مدد ملتی ہو لیکن اس کے سائنسی استعمال سے اس کی ایسی خصوصیات کا پتہ نہیں چلتا۔

قدیم اطباء نے زہریلی اشیاء کو استعمال کرنے سے قبل ان کو مدبر کرنے کا جو طریقہ اپنایا ہے دراصل یہ طریقہ ان اشیاء کی اصلاح کرتا ہے اور ان کے مضرت رساں اثرات کو ختم کرتا ہے۔ مثلاً جب بیش کو گائے کے پیشاب میں ابالا جاتا ہے تو اس کے نقصان دہ اثرات ختم ہونے کے بعد فوائد باقی رہ جاتے ہیں۔ لیکن کرنل چوپڑا نے بیش کا تجزیہ خالص حالت میں کیا۔ جس سے وہ اس کے بدلتے ہوئے اثرات کی وجہ سے صحیح فوائد سے آگاہ نہیں ہو سکے۔

بقول چوپڑا اس کی وہ مقدار خوراک جو جسم پر اثر انداز ہو ہمیشہ زہریلی ہوتی ہے کیونکہ کم مقدار جسم پر اثر انداز نہیں ہوتی یا بہت کم اثر کرتی ہے۔ ایک کلوگرام خرگوش کے لیے ایکونائیٹن کی مقدار خوراک ۰.۰۰۰۱۳۹ گرام ہے۔

Scanned with CamScanner

ویدک میں بچھناک مقوی اور بدن کو مضبوط کرنے والا سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مختلف بدرقہ جات کے ہمراہ استعمال کرنے پر آب حیات اور اکسیر کا کام کرتا ہے۔ جوانی کی حفاظت کرتا ہے اور کوئی مرض جسم میں نہیں رہنے دیتا۔ اعصابی دردوں پر مسکن اثر کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے پرانا بخار چھوٹ جاتا ہے۔ گنٹھیا اور چھوٹے جوڑوں کی سوجن پر اس کے تیل کی مالش فائدہ مند ہے۔ دل کی بڑھی ہوئی دھڑکن کو کم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بخار میں قبض ساتھ ہو تو اسے رس کپور اور شنگرف کے ہمراہ استعمال کرتے ہیں۔ زیادتی پیشاب اور شکر آنا میں مفید ہے۔

طب یونانی میں بیش کو ویدک کی نسبت کم استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے ویدک دوائی سمجھا جاتا ہے علاوہ ازیں طبیب اس کے زہریلے اثرات کی وجہ سے بھی اسے کم استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال سوزشی بخار' ذات الریہ' ذات الجنب' التہاب باریطون' سوزش غلاف دل' سرخ بادہ' وجع المفاصل' شدید نقرس' سوزاک' کان کی اندرونی سوزش' خناق' سوزش حلق غرضیکہ ہر اس جگہ جہاں دل طاقتور ہو اور دوران خون تیز ہو اور اس تیزی کی وجہ سے سوزش اور ورم پیدا ہو رہا ہو تو بیش کے استعمال سے دوران خون ست ہو کر آرام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے لیکن میعادی یا مسلسل بخاروں مثلاً محرکہ ہذیانی' محرکہ اسہالی اور خفیف تپ لازم میں جب کہ دل کمزور ہو گیا ہو اس کا دینا نقصان دہ ہے۔ عورتوں میں سردی لگ جانے سے ایام بند ہو جائیں تو دینے سے پھر جاری ہو جاتے ہیں۔ ایام حمل میں قے آئیں تو بطور مسکن معدہ ہومیوپیتھک طاقتوں میں استعمال کرتے ہیں۔

مجربات بیش

مرتیونجی رس :- بیش مدبر' فلفل سیاہ' فلفل دراز' گندھک آملہ سار مدبر' سہاگہ بریاں ہر ایک کا سفوف ایک ایک تولہ' شنگرف رومی مدبر ۲ تولہ' آب ادرک ۱۵ تولہ' تمام اشیاء کا کپڑ چھان سفوف لے کر آب ادرک تھوڑا تھوڑا ملا کر کھرل کریں۔ حتیٰ کہ خشک ہو کر سفوف بن جائے۔

مقدار خوراک ہمراہ شہد یا دودھ ہر تین یا ۴ گھنٹہ کے وقفہ سے دیں۔ یہ

خوراک ایک جوان کے لیے ہے۔ بچوں کو اسی نسبت سے کم دیں یعنی ۱ چاول تا ۱ رتی۔

فوائد :- ویسے تو یہ ہر قسم کے نئے اور تیز بخار میں فوری اثر ہے اور اسی وجہ سے اسے مرتیونجی رس یعنی موت پر فتح پانے والی دوائی کہا جاتا ہے۔ لیکن میں اسے تپ محرقہ اور خسرہ پر استعمال کراتا ہوں اگر پوری حفاظتی تدابیر کے ساتھ بچہ کو استعمال کرائی جائے تو خسرہ نکلنے سے لے کر غسل صحت تک ۳۔۴ دن لگتے ہیں۔ خسرہ میں اس کے ساتھ خمیرہ مروارید اور جوشاندہ ذیل معمول مطب ہیں۔

نسخہ جوشاندہ :- گاؤزبان ۴ ماشہ' خوب کلاں ۵ ماشہ' عناب ۷ عدد' تخم گذر ۴ ماشہ' پرسیاؤشاں ۳ ماشہ اور دانے نہ نکلنے کی صورت میں انجیر ۳ عدد۔ تمام کو جوش دے کر ایک پیالی بنالیں۔ تھوڑی سی چینی ملالیں۔ اس ایک چمچ جوشاندہ میں ایک تا ۲ چاول دوائی گھول کر بچہ کو پلائیں اور اوپر سے ۳۔۴ چمچ جوشاندہ پلادیں ساتھ ہی خمیرہ مروارید بھی ۲/۱ ماشہ کھلا دیں پورے دن میں ۳ تا ۴ خوراک دیں۔

سفوف بخار :-

(۱) پارہ مصفی۔ گندھک آملہ سار' کافور' صندل سفید' بالچھڑ' ناگرموتھا ہر ایک ایک تولہ خس ۲ تولہ تمام اشیاء کا کپڑ چھان سفوف بنائیں۔ پارہ اور گندھک کی عمدہ کجلی تیار کرلیں۔ پھر تمام اشیاء ملا کر عرق گلاب دو آتشہ یا خیساندہ صندل سفید سے اچھی طرح کھرل کر کے سفوف تیار کرلیں۔ اس کو رس آدی رس کہتے ہیں۔

(۲) کشتہ گئودنتی گلو یا نیم میں بنا ہوا ۸ تولہ' کشتہ زہرمہرہ یا سحیقہ زہرمہرہ ۲ تولہ' رس آدی رس ۲ تولہ۔ بیش مدبر در گاؤ موتر ایک تولہ' سہاگہ بریاں ۱ تولہ تمام کا سفوف بنالیں۔ ۲ رتی یا ۲/۱ ماشہ دن میں تین مرتبہ ہمراہ پانی یا اوپر درج جوشاندہ۔

فوائد :- کسی بھی قسم کے بخار میں جب کہ درجہ حرارت ۱۰۴ فارن ہائیٹ تک یا اس سے زیادہ ہو جائے دینے سے درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔ انفلوئنزا کے لیے بھی ہر دو نسخہ جات بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ نسخہ تپ محرقہ پر کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوا۔ اس نسخہ کو اگر عرق گاؤزبان ایک بوتل میں خمیرہ گاؤزبان ۱۰۰ گرام ملا کر اس میں سے ۲/۱ تا ۱ پیالی کے ہمراہ

Scanned with CamScanner

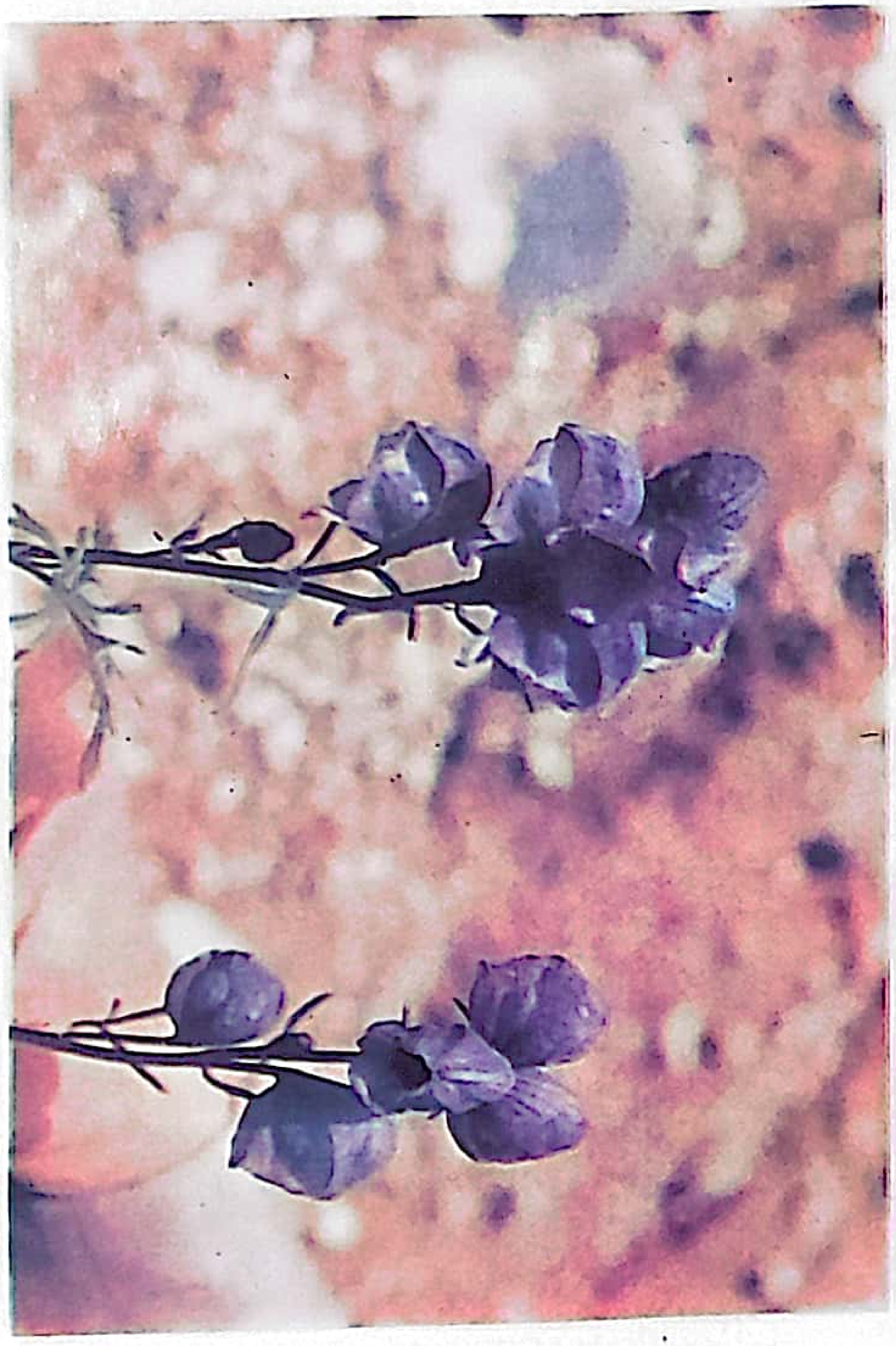

بنیر ACONITUM VIOLACEUM دیوسائی میدان بلتستان
۱۱ راگست ۱۹۹۴ء بلندی ۱۳،۲۰۰ فٹ

دیں تو پرانا خلطی بخار چند یوم میں دور ہو جاتا ہے۔

اقسام:-

(1) Aconitum balfourii	نیپال: گویاری۔ گڑھوال: بانوا
(2) Aconitum chasmanthum	ہزارہ: موھری، بمبل ناگ۔
(3) Aconitum deinorrhizum	اردو: سفید بیش، دودھیا بیش، موھرا۔
(4) Aconitum elwesii	
(5) Aconitum falconeri	گڑھوال: میٹھا تیلیا، بس، بخ۔
(6) Aconitum ferox	ہندی: وشا، بیش، وچ ناگ۔
(7) Aconitum gammiei	
(8) Aconitum heterophyllum	اردو: اتیس۔ ہندی: اتی وشا۔ کشمیر: پتیس۔ ہزارہ: پترلیس
(9) Aconitum hookeri	
(10) Aconitum laciniatum	
(11) Aconitum laeve	
(12) Aconitum laridum	مقامی زبان بیش۔ بچ ناپ۔ ماھور۔
(13) Aconitum lethale	
(14) Aconitum moschatum	
(15) Aconitum napellus	مقامی زبان میٹھا تیلیا، بیش، یورپی بیش، شلغمی بیش۔
(16) Aconitum naviculare	
(17) Aconitum palmatum	ہندی: بخ ما۔ بھوپال: واخما۔
(18) Aconitum soongaricum	
(19) Aconitum spicatum	نیپال: بیش۔ سکم: بیش (کلکتہ مارکیٹ میں بھی بیش کے نام پر بکتی ہے۔)

دودھیا بیش ۔ تیلیا کچانگ۔ (20) Aconitum violaceum

پاک و ہند میں بیش کی ۲۴ اقسام پائی جاتی ہیں جب کہ ان کے علاوہ چند ایسی اقسام بھی ہیں جو کہ مشکوک ہیں۔ ان تمام کی تفصیل لکھنا مضمون کو غیر ضروری طور پر طویل کرنے کے مترادف ہو گا۔ نیز ایسی اقسام جو مستعمل نہیں یا ان کی اہمیت نہیں غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دی گئی ہیں۔ صرف ان اقسام کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو ہمارے ملک میں پائی جاتی ہیں یا اپنی طبی اہمیت کی وجہ سے قابل ذکر ہیں۔ مثلاً ایکونائیٹم نیپلس جو خالص یورپی قسم ہے اس کا ذکر ہے یا ایکونائیٹم فیروکس جو کہ ہندوستانی اور اصل بیش ہے کا بیان درج کیا ہے۔

موہری

Aconitum chasmanthum

﴿ہزارہ: موہری﴾ ﴿کشمیری: بمبل ناگ موہری۔ بازار موہری﴾

شناخت:۔ بیش کے اکثر پودے ۲ سالہ یا دائمی ہوتے ہیں اس لئے ان کی ۲ جڑیں ہوتی ہیں۔ ایک جڑ نئی موجودہ سال کی جب کہ ایک گذشتہ سال کی ہوتی ہے جس سے کہ پودا دوبارہ پھوٹتا ہے۔ اسی طرح موہری کی بھی ۲ جڑیں ہوتی ہیں۔ نئے سال کی جڑ مدور یا کون کی طرح ہوتی ہے جس کی لمبائی ۲ انچ تک اور موٹائی آدھ انچ تا پون انچ تک ہوتی ہے۔ اس پر تھوڑی بہت بال جڑیں ہوتی ہیں جن کو توڑا جائے یا اتارا جائے تو اصل جڑ پر گانٹھ دار نشانات چھوڑ جاتی ہیں۔ جڑ کی اوپر کی چھال بھوری یا سیاہی مائل بھوری ہوتی ہے جو کہ خشک ہونے پر ملائم یا جھری دار ہو جاتی ہے۔ تازہ جڑ ملائم اور گذشتہ سال والی جھری دار ہوتی ہے۔

تنا ایک ساق کا ہوتا ہے جو سیدھا ۲ تا ۴ فٹ بلند ہوتا ہے۔ پتے نچلے حصے میں کافی زیادہ ہوتے ہیں اور بڑے ہوتے ہیں۔ جن کی ڈنڈی بھی کافی لمبی ہوتی ہے۔ جب کہ اوپر کے حصہ میں پتے کم اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ پتا گول گردے کی شکل کا کثیر رہ دار ہوتا ہے جو کہ ۱.۶ انچ تا ۲.۵ انچ لمبائی چوڑائی میں ہوتا ہے۔ پتا دھنیے کے باریک پتوں کی طرح بنیاد تک کٹی ہوئی پتیوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور عموماً ۳ بنیادی پتیوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ جن کے آخری کنارے دندانے دار ہوتے ہیں۔ پتہ پتلا نازک اور نوکدار ہوتا ہے۔ ساق کے اوپر پھول گچھوں کی

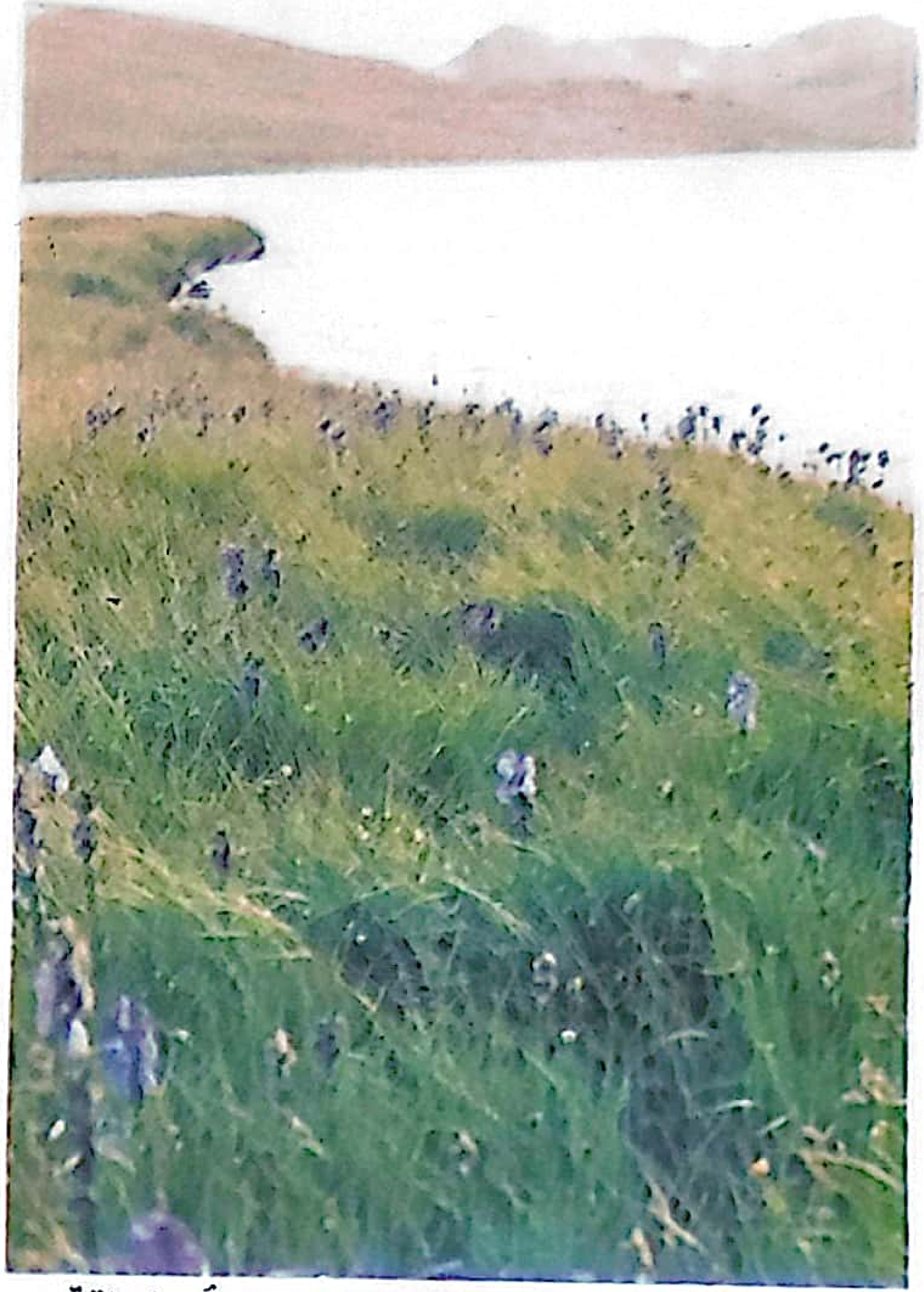

دودھیا بیش ACONITUM VIOLACEUM دیوسائی میدان، بلتستان

اا راگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۳٫۲۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

صورت میں لگنے شروع ہو جاتے ہیں جو کہ تقریباً ۱ فٹ تک لمبے گچھوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پنکھڑیاں تیز نیلے یا ہلکے نیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ پھول کی ۵ پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ بیجوں کی تھیلی چھوٹی ہوتی ہے جو پک جانے پر پھٹ جاتی ہے اور اس میں سے سہ گوشہ بے ڈھنگے بیج نکل آتے ہیں۔

مقام پیدائش :- یہ ۱۲۰۰۰ فٹ تا ۱۴۰۰۰ فٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ بلندی پر کشمیر، شمالی علاقہ جات، کوہ ہندوکش میں چترال، نورستان، کاغان، سطح مرتفع دیوسائی، درہ برزل کے گردونواح، اٹھمقام اور کیل کی پہاڑی چوٹیوں پر عام ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- اپنے اثرات کی بدولت یہ یورپی قسم ایکونائیٹم نیپلس یعنی بیش شلغی کی سب سے بہتر بدل ہے۔ اس کی جڑوں میں ۳.۴% الکلائیڈز پائے جاتے ہیں۔ اس میں خصوصی الکلائیڈ انڈیکونائیٹین (Indaconitine) پایا جاتا ہے۔

بیش

Aconitum ferox

﴿ عربی : بیش ﴾ ﴿ ہندی: بچھناگ، بس، میٹھا زہر، سنگیابس، تیلیابس ﴾ ﴿ فارسی: شناگ، زہر ﴾ ﴿ اردو: میٹھا تیلیا ﴾

شناخت :- بیش کی اس قسم میں بھی جڑوں کا جوڑا ہوتا ہے جو کہ گرہ دار ہوتی ہیں جن کی شکل بیضوی لمبوتری ہلیلہ کی طرح ہوتی ہے۔ جڑیں مشکل سے ٹوٹتی ہیں۔ جڑوں کو کوٹنے سے ان میں سے نشاستہ یا میدہ نکلتا ہے جس کا رنگ ہلکا پیلا ہوتا ہے۔ پرانی جڑ نئی کی نسبت زیادہ سکڑی ہوئی اور جھری دار ہوتی ہے۔ ساق سیدھی ڈیڑھ تا ۳ فٹ بلند ہوتی ہے پتے منتشر ۸ انچ چوڑے دائرہ نما یا گردہ کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پنجہ کی شکل میں پتا کٹا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کٹاؤ پتے کی جڑ تک ہوتے ہیں۔ پتے میں ۸ تا ۱۰ شگاف یا درزیں ہوتی ہیں۔ پھول نیلے رنگ کے ہوتے ہیں جن کی ۵ عدد پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ پھولوں کا گچھا ۴ تا ۱۰ انچ لمبا ہوتا ہے۔ بیج چھوٹے چھوٹے اور پہلو دار ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- سلسلہ کوہ ہمالیہ میں نیپال اور آسام میں پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ انتہائی زہریلا پودا ہے اس میں ایک زہریلا الکلائیڈ سوڈ ایکونائیٹین Pseudaconitine پایا جاتا ہے۔ بیش کی یہ قسم بیش سے حاصل ہونے والے الکلائیڈز کا بڑا منبع ہے۔

Aconitum laeve

شناخت : ساق یا تنا سیدھا ۶ فٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ جڑ کے پاس اور نچلے پتے ۱ فٹ تک چوڑے ہوتے ہیں جو حلقہ نما گردہ کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پتا ۵ تا ۹ حصوں میں کٹا ہوتا ہے۔ نچلے پتوں کی ڈنڈی کافی لمبی اور اوپر کے پتوں کی ڈنڈی چھوٹی ہوتی ہے۔ پھول پیلے، سفید، نیلے، جامنی نیلے یا مکمل جامنی رنگ کے ہوتے ہیں۔ تخم دان جھری دار پھٹ جانے والا ہوتا ہے جب پکتا ہے تو پھٹ کر تخم منتشر ہو جاتے ہیں۔

مقام پیدائش :- ہمالیہ کے سلسلہ کوہ میں چترال سے کماؤں تک پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر جنگلات میں ۵۰۰۰ تا ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- فلورا آف برٹش انڈیا میں اس پودے کو lycoctonum Aconitum کا نام دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس میں اور شمالی اور شمال مشرقی یورپ میں پائے جانے والے پودے کے زہریلے پن میں فرق ہے۔ لیکن اس کو زہریلا مانا گیا ہے جب کہ اس کے برعکس ڈاکٹر بور کو اس کے اندر کسی قسم کی زہریلی خصوصیات نہیں ملتیں۔ چونکہ اس پودے کو طبی استعمال میں نہیں لایا جاتا اس لئے اس کی کیمیائی خصوصیات پوری طرح نہیں مل سکیں۔

یورپی بیش شلغمی

Aconitum napellus

انگریزی :- راھب کی ٹوپی۔ بھیڑیے کا زہر۔ بیش شلغمی۔ بیش یورپی۔

Scanned with CamScanner

کیمیائی تجزیہ:- یہ یورپ کی قسم ہے جس کی جڑ شلغم جیسی لیکن اس سے سائز میں چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ یورپ میں کاشت کی جاتی ہے اور ادویات میں استعمال ہونے والی بیش کی اقسام میں سب سے بہتر سمجھی جاتی ہے۔ اس کی جڑ میں سے ایک الکلائیڈ ایکونائیٹن نکالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ۲ نمکیات نکالے جاتے ہیں جو زیادہ فائدہ مند نہیں۔

جڑوں میں الکلائیڈ ۰.۲۹۶ تا ۲.۷۹۱% تک پایا جاتا ہے۔ یہ الکلائیڈ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب پھول ابھی پوری طرح کھلے نہ ہوں۔ پتوں' پھول اور بیجوں میں بھی تھوڑا بہت الکلائیڈ پایا جاتا ہے۔ اس کا بہترین بدل موہری ہے۔

پاکستانی بیش شلغمی

Aconitum soongaricum

شناخت:- بیش کی اس قسم کی جڑیں حسب سابق جوڑے کی صورت میں ہوتی ہیں۔ جن کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ جبکہ جڑواں جڑ پر چند ایک جڑ بال پائے جاتے ہیں۔ رنگت بھوری ہوتی ہے اور ساخت سینگ کی مانند ہوتی ہے۔ اصل جڑ دوسری کی مانند لیکن تھوڑی سکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ تنا سیدھا سوا دو فٹ تک بلند ہوتا ہے جب کہ پتے منتشر ہوتے ہیں۔ نچلے پتوں کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے۔ پتا گولائی میں یا گردہ کی شکل کا ہوتا ہے۔ پتا جڑ تک پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور بیرونی شگاف پتے کی جڑ تک چلا جاتا ہے۔ اندر کی طرف کان کی لو یا پھیپھڑے کی شکل میں تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے یا تین دندانے دار پروں کی شکل میں تقسیم ہوتا ہے یہ حصے سیدھے خط میں ہوتے ہیں یا ہلکے زاویہ دار ہوتے ہیں۔ ان حصوں کے تمام کنارے اوپر سے نوکدار ہوتے ہیں۔ پھولوں کا گچھا ڈھائی تا ۷ انچ لمبا ہوتا ہے۔ اوپر کے حصہ میں مزید شاخیں بھی ہوتی ہیں۔ پھول نیلے رنگ کے ہوتے ہیں اور تخم خانہ کچھ ثابت اور کچھ پھٹا ہوا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:- یہ گلگت سے ترکستان تک پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- چونکہ اسے عام استعمال نہیں کیا جاتا اس لیے اس کی خصوصیات کچھ خاص تو معلوم نہیں لیکن پاک و ہند میں پائی جانے والی تمام اقسام سے زیادہ یہ یورپی قسم بیش شلغمی کے قریب ترین ہے۔ بلکہ اسے پاکستانی بیش شلغمی کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ کچھ کتابوں میں تو اس کو A.Nepellus ہی کہا گیا ہے۔ اگر ایکونائیٹم نیپلس کو وسیع مفہوم میں لیا جائے تو یہ بھی اس کی نوع ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس کی جڑیں سائز اور شکل میں چھوٹی ہوتی ہیں اس کے علاوہ اس کے پھول کی ٹوپی خاص انداز کی لمبی چونچ دار ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بیش شلغمی کی قسم سمجھی جاتی ہے اس لیے یقیناً زہریلی ہے۔ اس کی جڑ سے ایک الکلائیڈ Sangoring حاصل کیا گیا ہے۔

بیش سفید

Aconitum siolaceum

شملہ: دودھیا بیش' تیلیا کچانگ۔

شناخت:- اس کی جڑیں بھی دو ہوتی ہیں۔ ملحق جڑ چھوٹی سی ہوتی ہے جو ۳/۱ تا ۸/۱۱ انچ لمبی اور ۴/۱ تا ۶/۱۱ انچ موٹی ہوتی ہے۔ جس پر چند ایک جڑ بال ہوتے ہیں۔ یہ آسانی سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کی چھال ملائم اور رنگ بالکل دودھ کی مانند سفید ہوتا ہے۔ اصل جڑ سکڑی ہوئی اور جھری دار ہوتی ہے جو کہ اندر سے بھوری ہوتی ہے۔ تنا کھڑا یا اٹھتا ہوا تقریباً ایک فٹ تک بلند ہوتا ہے۔ جس پر چند ایک پتے ہوتے ہیں۔ صرف اوپر والے پتوں کو چھوڑ کر باقی تمام پتے لمبی ڈنڈی والے ہوتے ہیں۔ پتوں کی شکل مرکب پرہ دار گردہ نما یا گولائی میں ہوتی ہے جن کا سائز ۱ تا ۲ انچ تک ہوتا ہے۔ پتے پنجے کی شکل کے' جڑ تک کٹے پھٹے اور کافی ٹکڑوں میں بٹے ہوتے ہیں۔ یعنی پتا باریک حصوں میں دھنیا کے پتوں کی طرح کٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس پر چند ایک پھول ہوتے ہیں جن کا رنگ عموماً نیلا' پیلا یا نیلگوں ہوتا ہے۔ بیج پر کی طرح لیکن سہ گوشہ ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:- پاکستان میں گلگت سے لے کر ہندوستان میں کماؤں تک ۱۰۰۰۰ تا ۱۵۰۰۰

فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- کچھ نباتات دان اسے زہریلا اور دوسرے غیر زہریلا کہتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں کے لوگ اس کی جڑیں ایک مفرح ٹانک کے طور پر کھاتے ہیں۔

اتیس

Aconitum heterophyllum

﴿اردو، ہندی: اتیس﴾ ﴿کشمیری: اتیس، پتیس﴾ ﴿ہزارہ بلتستان: پتریس﴾ ﴿سنسکرت: اتی وشا﴾

تاریخ :- ویدک کتب شارنگ دھر اور چکردت میں اس کا ذکر اتی وشا کے نام سے کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب زہر کا توڑ کرنے والی یا زہر کا اثر کم کرنے والی ہے۔ ان کتب میں اتیس کو دافع بخار، مقوی، کھانسی، دستوں اور بدہضمی کے لیے مفید دوائی قرار دیا گیا ہے۔ عرب اور ایرانی حکماء کو اس کی خصوصیات کا علم ہندوؤں سے ہوا۔ مخزن الادویہ میں مصنف نے اسے ہندی جڑی قرار دیا ہے۔ اور اس کی تین اقسام اتیس، پارت بکھتا اور شام قند بیان کی ہیں جب کہ باقی حکماء اس کی صرف دو اقسام اتیس سفید اور سیاہ تسلیم کرتے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق اتیس کی ایک ہی قسم ہے۔ نئی اور گذشتہ سال کی جڑوں کی رنگت میں فرق ہوتا ہے۔

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو وہ اس کی خصوصیات سے بہت متاثر ہوئے خصوصاً بخاروں کے دوران اس کے مقوی اور دافع بخار اثرات سے۔ بعد میں اس چیز کی دریافت سے کہ اس کا جوہر مؤثرہ اتیسین انتہائی قلیل مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یورپ میں اس کی مانگ انتہائی کم ہو گئی کیونکہ تجارتی نکتہ نظر سے اس کا الکلائیڈ نکالنا انتہائی مہنگا تھا۔

بازار میں ملنے والی دو اقسام میں ایک سفید اور دوسری سلیٹی رنگ کی ہوتی ہے۔ دراصل ان میں ایک اصل یعنی مادر جڑ ہوتی ہے جو بڑی لمبی اور شکن دار ہوتی ہے اور بازار میں کم قیمت پر فروخت ہوتی ہے جبکہ بچہ جڑ جو کہ رنگت میں سفید اور ملائم ہوتی ہے زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔ حالانکہ اثرات کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

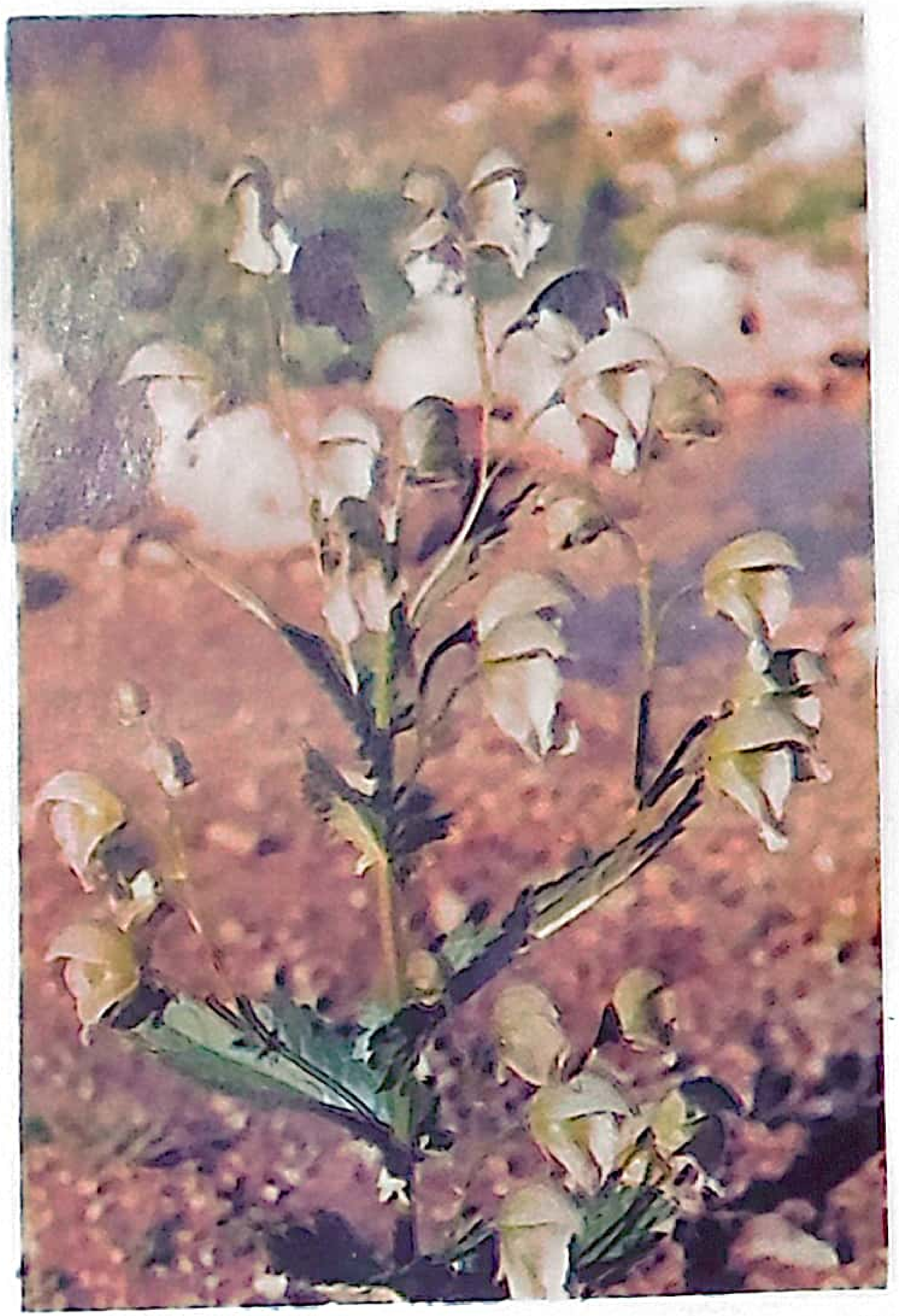

اتیس ACONITUM HETEROPHYLLUM چلم چوکی نزد دیوسائی بلتستان
۱۱ اگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۲,۵۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

شناخت :- پودا ایک تا ۳ فٹ بلند ہوتا ہے جس کا تنا سیدھا ہوتا ہے کچھ پودوں میں تنے پر اوپر جا کر تین چار شاخیں نکلتی ہیں۔ تنے اور شاخ پر پتے اس طرح لگے ہوتے ہیں کہ پتا شاخ کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک پتے کے بعد کچھ اوپر دوسرا پتا پہلے کے مقابل لگا ہوتا ہے۔ پتے کی شکل بیضوی ہوتی ہے اور اس کا کنارہ دندانے دار ہوتا ہے۔ پتے ۲ تا ۴ انچ تک لمبے چوڑے اور نوکدار ہوتے ہیں۔ چونکہ اتیس بیش ہی کی ایک قسم ہے اس لیے اس کے پھول بھی بیش کے پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اور بیش ہی کی طرح ڈنڈی کے اوپر گچھوں کی صورت میں لگتے ہیں۔ ان کا رنگ سبزی مائل نیلا' پیلا یا سبزی مائل جامنی ہوتا ہے۔ اس کو چکنے چھلکے کے نوکدار بیج لگتے ہیں۔ جڑ ہاتھی کی سونڈ کی طرح اوپر سے موٹی اور نیچے سے پتلی ہوتی ہے۔ جو توڑنے پر اندر سے سفید نکلتی ہے۔ اس کا ذائقہ خالص کڑوا یعنی تلخ ہوتا ہے جس میں کسی اور ذائقہ کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔

مقام پیدائش :- تمام کشمیر میں' شمالی علاقہ جات' کاغان اور ہزارہ میں ۹۰۰۰ تا ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پیدا ہوتا ہے۔

فوائد :- باہ کو قوی کرتی ہے۔ کھانا ہضم کرتی ہے۔ دستوں کو بند کرتی ہے۔ بخار اور بلغم کو ختم کرتی ہے۔ بچوں کی کھانسی میں مفید ہے اور ریاح تحلیل کرتی ہے۔ بواسیر اور استسقائے ذی کو مفید ہے۔ ایک ماشہ سفوف بخار آنے سے قبل استعمال کرنے سے بخار رک جاتا ہے۔ سخت کڑوی ہے۔ رسونت اور اندر جو کے ساتھ ملا کر استعمال کرانے سے بواسیر کو آرام دیتی ہے۔ اس کے سفوف کے ہمراہ ناگ کیسر ملا کر کھلانے سے قے ختم کرتی ہے۔ چونکہ اس میں کسی قسم کا زہر نہیں ہے اس لئے مقدار خوراک زیادہ بھی ہو جائے تو نقصان نہیں پہنچاتی۔ باؤ بڑنگ کے ہمراہ پھانکنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ اور چرائتہ کے ہمراہ ملا کر دینے سے پھوڑے پھنسی دور ہوتے ہیں جن کو مچھر یا کھٹمل کاٹنے سے دھپڑ (چکتے) پڑ جاتے ہوں ان کو ان حشرات کے کاٹنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ کاٹنے والے خود مرجاتے ہیں لیکن اس کے لیے چرائتہ کے ہمراہ اس کو ایک ماہ تک لگاتار استعمال کرنا چاہیے۔

اتیس ACONITUM HETEROPHYLLUM اٹھمقام، آزاد کشمیر

۲۷ راگست ۱۹۸۸ء بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

Family: Ranunculaceae

جدوار

Delphinium

《 فارسی: ماہ پروین 》《 عربی: انتلہ 》《 ہندی: نربسی 》《 یونانی: ساتریوس 》

گو کہ بیش اور جدوار ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کی جنس مختلف ہونے کی وجہ سے بیش کے باب میں اس کا ذکر کچھ مناسب نہ تھا لیکن ضروری اس لیے ہو گیا کہ جدوار کو بیش کا تریاق سمجھنے کی وجہ سے اس کا ذکر بیش کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ دونوں پودے ایک جیسی آب و ہوا اور بلندی پر پیدا ہوتے ہیں اور ایک بڑی وجہ جدوار اور بیش کی جڑوں کی آپس میں ملاوٹ بھی ہے۔ علاوہ ازیں بیش کی کئی غیر زہریلی اقسام کو بھی جدوار سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے ان کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے لیے اسے اسی باب میں درج کیا گیا ہے۔

تاریخ:- جدوار' جس کا مطلب تریاق اعظم ہے' کو مخزن الادویہ میں عربی نام انتلہ اور یونانی نام ساتریوس دیا گیا ہے۔ جیسا کہ بیش کے باب میں درج کیا جا چکا ہے کہ ہندوؤں کے خیال میں بیش کے نزدیک صرف ایک ہی پودا اگتا ہے اور وہ جدوار ہے جو کہ بیش کا تریاق ہے۔ ہندی لفظ نربسی کا مطلب بھی بیش کا تریاق ہے۔

اقسام:- طب میں اس کی پانچ مشہور اقسام قرار دی گئی ہیں یہ اقسام اس کی جڑوں کی شکل کے لحاظ سے درج ذیل ہیں۔

(۱) جدوار خطائی:- اوپر سے سیاہ رنگ کی ہوتی ہے جب کہ اندر سے جامنی رنگ کی ہوتی ہے جس میں نیلا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ اس کی شکل عقربی ہوتی ہے۔ مزا پہلے ہلکا شیریں اور پھر سخت کڑوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ سب سے بہتر قسم ہے۔

(۲) دوسری قسم باہر سے سیاہ اور اندر سے زردی مائل سیاہ شکل عقربی اور مزا کڑوا ہوتا

ہے۔

(۳) تیسری قسم بالکل سیاہ ہوتی ہے لیکن پانی کے اندر رگڑنے سے پانی کو نیلا رنگتی ہے۔

یہ اقسام تبت' نیپال اور رنگپور کے پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور کشمیر میں بھی ملتیں ہیں لیکن کم۔

(۴) انتلہ :- سیاہی مائل بھوری' کڑوی' قدرے موٹی یہ دکن میں پیدا ہوتی ہے جب کہ اس کی دوسری قسم جو اندلس یعنی سپین میں پیدا ہوتی ہے ۸ انچ تک لمبی' سیاہ' سخت کڑوی اور نرم جڑ ہوتی ہے جسے عربی میں انتلہ کہتے ہیں۔

(۵) خراسانی :- سفید شیریں' خوشبودار اور تھوڑی تیز ہوتی ہے لیکن اس میں تریاقیت کم ہوتی ہے۔

آج سے ۱۰۰ سال پہلے جدوار مختلف پودوں کی جڑوں کا نام ہوا کرتا تھا۔ بعد ازاں اسے ڈیلفینیم کا نام دیا گیا اور بیش کے خاندان سے اس کا تعلق تسلیم کیا گیا۔ فارما کو گرافیا انڈیکا میں ولیم ڈائموک لکھتا ہے کہ جدوار خطائی بیش کی قسم سے ایک جڑ ہے جو لیہہ (کشمیر) میں اسی نام سے پہچانی جاتی ہے اور نیپال سے لہاسہ کے راستہ درآمد کی جاتی ہے۔ رائل لکھتا ہے کہ امرتسر کی منڈی سے جو بہترین جدوار حاصل کی گئی وہ بیش سے مشابہت رکھتی تھی اور جب اسے کاٹا گیا تو اندر سے بھورے رنگ کی نکلی جس کا ذائقہ ہلکا کڑوا اور تیز تھا۔

دراصل جدوار کی شناخت میں مغالطہ ہمیشہ اس وجہ سے رہا کہ ہر مصنف نے بازار سے حاصل کردہ جدوار کا ہی تجزیہ کیا اور اس کے پودے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا۔ یعنی فروخت کنندہ جو چیز مارکیٹ میں لاتے رہے اسے ہی جدوار سمجھا گیا۔ اگر اس کے پودے کو دیکھا ہوتا اور اس کی مکمل تفصیل بیان کردی جاتی تو غلطی کا امکان نہ ہوتا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جدوار کی اقسام اتنی زیادہ ہیں کہ ان میں سے جدوار خطائی کی شناخت پھر بھی ایک مشکل کام تھا۔

جدوار ایک نہایت خوبصورت پودا ہے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے یورپ میں اس کی بیسیوں نئی اقسام پیدا کی گئی ہیں۔ اور یہ عام باغوں اور گھروں کی زینت ہے۔ گو کہ پھولوں

Scanned with CamScanner

کے لحاظ سے بیش کی اقسام بھی بہت خوبصورت ہیں لیکن اپنے زہریلے اثرات اور حادثات کی وجہ سے اب انہیں کاشت نہیں کیا جاتا۔ چترال سے لے کر نیپال تک اس کی تقریباً ۹ اقسام عام ملتی ہیں۔

چند مشہور اقسام :- ذیل میں وہ مشہور اقسام درج کی جا رہی ہیں جو برصغیر پاک و ہند اور وسط ایشیاء۔ افغانستان۔ چین میں پائی جاتی ہیں۔

(1) Delphinium ajacis	مقامی نام۔ سانپ پھلی
(2) Delphinium brunonianum	وادی راوی و ستلج۔ سپفلو۔ لاسکر۔ سپلو۔ سپت۔ پنی، سانپ پھلی
(3) Delphinium caerulueum	پنجاب ہمالیہ دا کانگو
(4) Delphinium cashmiriam	
(5) Delphinium denudatum	جدوار، نربی، نروشا۔
Delphinium paucifiorum	
(6) Delphinium elatum	
Delphinium speciosum	
(7) Delphinium pyramidale	
(8) Delphinium vestitum	شملہ۔ جوہی
(9) Delphinium zalil	غافث
Delphinium semibarbatum	

کیمیائی تجزیہ :- جدوار میں ۲ جواہر موثرہ ڈیلفی نین (Delphinine) اور سٹے فی ساگرین (Staphisa grine) پائے جاتے ہیں۔

تمام اقسام کی عمومی شناخت :- جدوار کے پودے ۱ تا ۳ فٹ تک بلند ہوتے ہیں جب کہ باغوں میں ۶ فٹ تک بھی اونچے ہو جاتے ہیں۔ کشمیر، ہزارہ، گلگت، چترال میں پائے جانے والے پودوں کے پھول زیادہ تر جامنی رنگ کے ہوتے ہیں یا نیلے رنگ کے ہوتے ہیں جن

Delphinium cashmerianum

بدوار کشمیر سلسلہ کوہ ہمالیہ

بلندی ۱۳۰۰۰ تا ۱۴۰۰۰ جولائی تا ستمبر

میں جامنی جھلک ملتی ہے۔ ان پھولوں کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ عام پھولوں کی طرح ان کی ڈنڈی آخر میں ہونے کی بجائے تقریباً درمیان میں ہوتی ہے جس کے ایک طرف پھول اور دوسری طرف پھول کا بڑھا ہوا ایک تنگ نلی نما زائدہ یعنی دم ہوتی ہے یہ کھڑی ساق کے پودے ہیں جن میں شاخیں کم ہوتی ہیں۔ ان شاخوں کے آخر میں پھول گچھوں کی صورت میں آتے ہیں۔ کچھ اقسام میں پھولوں کے گچھے بیٹی کی طرح ساق کے آخر میں ایک فٹ تک بھی لمبے ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک آدھ قسم ایسی بھی ہے جس میں شاخوں پر پھول بکھرے ہوئے لگتے ہیں۔ پتے گولائی میں لیکن گہرے کٹاؤ دار ہوتے ہیں۔ یہ ساق پر نیچے زیادہ اور اوپر کم ہوتے ہیں۔ عموماً ان کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے۔

چند مشہور اقسام۔ شناخت۔ مقام پیدائش

جدوار۔ سانپ پھلی

Delphinium brunonianum

پودے کی عمومی لمبائی ۲ فٹ تک ہوتی ہے۔ پودے پر روئیں یعنی بال پائے جاتے ہیں۔ پھول جولائی تا ستمبر آتے ہیں جڑ سے تقریباً ۷۔۸ انچ اوپر جا کر چند شاخیں پائی جاتی ہیں۔ پتے گول ۱ سے ۳ انچ تک ہوتے ہیں جن میں گہرے کٹاؤ ہوتے ہیں پھول گھنٹی نما بڑھے ہوئے زائدے کے ساتھ ۱ تا ۲ انچ لمبے جامنی رنگ کے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- سطح مرتفع پامیر، ہمالیہ، افغانستان، پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور مشرقی نیپال میں ۱۳۰۰۰ تا ۱۷۰۰۰ فٹ بلند ڈھلوانوں اور پتھریلی چٹانوں پر جہاں پانی وافر مقدار میں ہو، پائے جاتے ہیں۔

جدوار

Delphinium cashmirium

جدوار کا یہ پودا بالکل اس سے پہلے بیان کئے گئے پودے سے ملتا جلتا ہے لیکن اس پ

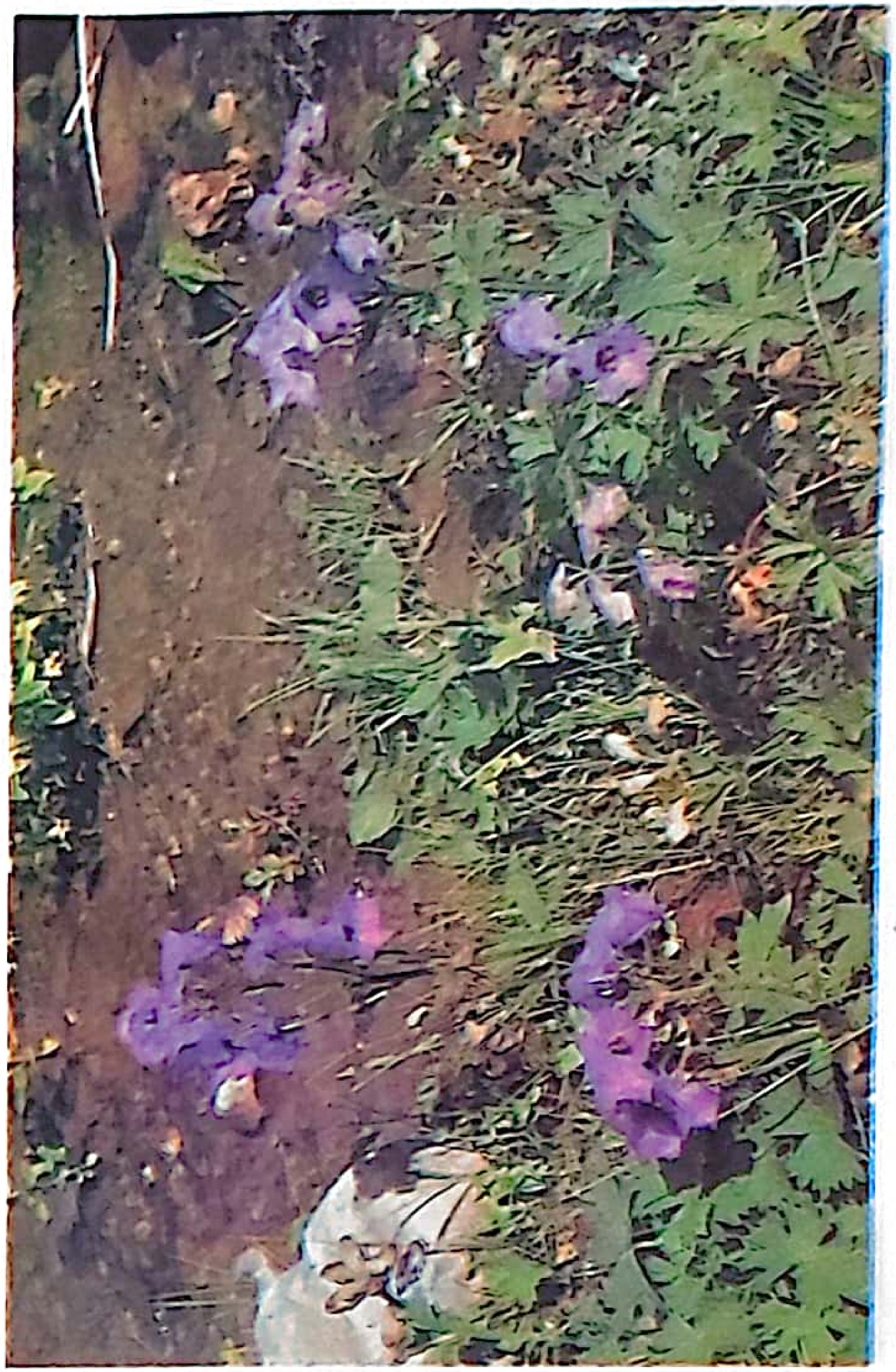

Delphinium brvnonia um

جدوار   کشمیر   سرمہ کوہ، ہمالیہ

۱۳۰۰۰ تا ۱۷۰۰۰   جولائی تا ستمبر

غددی رواں نہیں ہوتا نیز پھول تھوڑے چھوٹے پون انچ تا سوا انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ پتے ڈیڑھ تا دو انچ گولائی میں ہوتے ہیں جن میں گہرے کٹاؤ ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- شمالی پاکستان سے شمالی ہندوستان میں ہمالیہ کی چوٹیوں پر ۸۰۰۰ تا ۱۴۰۰۰ فٹ کی بلندی پر سورج کی روشنی اور سائے میں یکساں ملتا ہے۔

جدوار خطائی

Delphinium danudatum

ہندی: نربسی۔ فارسی: ماہ پروین۔ سنسکرت: نوشا

پودے کی بلندی ڈھائی تا تین فٹ ہوتی ہے۔ یہ سیدھے تنے کا پودا ہے جس پر کبھی کبھار روئیں بھی پائے جاتے ہیں۔ اکثر تنے پر روئیں نہیں ہوتے۔ پتے گول ہوتے ہیں اور عموماً ان کی گولائی ۲ تا ۶ انچ تک ہوتی ہے۔ پتے اوپر سے سبز اور نیچے سے زردی مائل سبز ہوتے ہیں۔ اس کے پتے بھی جدوار کی دوسری اقسام کی طرح کٹے ہوئے یعنی شگاف دار (منقسم) جل دھنیا کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے اس کے پھول گول ۱ تا ڈیڑھ انچ لمبوتری شکل کے ہوتے ہیں۔ نیچے کی پنکھڑیاں گہری نیلی یا خاکستری رنگ کی ہوتی ہیں۔ باقی اقسام کی طرح اس کے پھولوں کی شکل بھی پہلے سے بیان کردہ پھولوں کی طرح ہوتی ہے یعنی ڈنڈی کے ایک طرف پھول اور دوسری طرف بڑھا ہوا زائدہ۔ پھولوں کی اندرونی پنکھڑیوں پر رواں سا ہوتا ہے۔ اس کی جڑ مخروطی، شکل گرہ دار اور اتیس کی جڑ کے برابر اور وزنی ہوتی ہے جس کا ذائقہ ابتدا میں کڑوا اور بعد ازاں شیریں محسوس ہوتا ہے رنگ اوپر سے سیاہ یا بھورا اور توڑنے پر اندر سے نیلا ہوتا ہے اس کو اگر پانی میں گھسا جائے تو پانی نیلا ہو جاتا ہے۔

مقام پیدائش :- سلسلہ کوہ ہمالیہ میں کشمیر سے کماؤں تک ۸۰۰۰ فٹ تا ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پائے جاتے ہیں۔

تصحیح :- یہاں عربی نام انتلہ اور فارسی نام ماہ پروین جدوار کے باب میں درج کئے گئے ہیں۔ جب کہ اس نام سے تعلق رکھنے والے جدوار کے پودے دوسرے ہیں۔ اور وہ جدوار خطائی

سے علیحدہ اقسام ہیں اور ان کے اثرات بھی اتنے بہتر نہیں ہیں اس لیے مطلق جدوار سے ہم وہ قسم مراد لیں گے جس کو اردو میں جدوار خطائی اور لاطینی میں (Delphinium danudatum) کہتے ہیں اور اسی پر عربی اور فارسی نام منطبق کریں گے۔ تاکہ جدوار کے طبی استعمال میں کوئی غلطی نہ ہو۔ کیونکہ یہی وہ قسم ہے جس کے اثرات سب سے بہتر ہیں اور اس میں جوہر موثرہ ڈیلفی نین (Delphinine) بھی زیادہ پایا جاتا ہے جس پر جدوار کی خصوصیات کا دارومدار ہے۔

فوائد و استعمال :- مسکن اوجاع، تریاق سموم اور مقوی ہے۔ ہر قسم کے اندرونی و بیرونی اورام مثلاً خنازیر۔ طاعون۔ ورم لوزتین۔ خناق وغیرہ میں آب کشنیز سبز کے ہمراہ گھس کر لیپ کیا جاتا ہے۔ نیز آدھ ماشہ ہمراہ کھلانا بھی فائدہ کرتا ہے۔

شہد میں ملا کر استعمال کرنے سے فالج، لقوہ، صرع، استرخاء، خدر، ام الصبیان اور نزلہ زکام میں نفع بخش ہے۔ اگر زہریلی ادویات کے مسلسل استعمال سے جسم میں زہریلی کیفیات پیدا ہو جائیں تو جدوار کا سفوف نصف ماشہ تک مسلسل استعمال کرائیں۔ اس کا مشہور عام مرکب خمیرہ گاؤزبان عنبری جدوار عود صلیب والا ہے جو عموماً تقویت کے لیے صرع، ام الصبیان اور اختناق الرحم کے مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔ لیکن صرع اور ام الصبیان میں اس کا نفع مشکوک ہے۔

جدوار

Delphinium pyramidale

یہ سیدھے تنے کا پودا ہے جس پر چند ایک شاخیں ہوتی ہیں جن کا رخ اوپر کی جانب ہوتا ہے۔ پودے کی اونچائی ۲ تا ۳ فٹ ہوتی ہے۔ پتے نیچے زیادہ اور اوپر کم ہوتے ہیں۔ پتے گول ہوتے ہیں اور ان میں گہرے کٹاؤ ہوتے ہیں۔ نچلے پتے ۶ انچ تک قطر میں ہوتے ہیں۔ جن کی ڈنڈی لمبی ہوتی ہے۔ پودے کے تنے پر آخر میں ایک فٹ تک لمبا پھولوں کا گچھا لگتا ہے۔ پھول نیلا جامنی ہوتا ہے جو کہ سوا انچ لمبا ہوتا ہے۔ جدوار کی دوسری تمام اقسام کی طرح اس کی ڈنڈی بھی پھول کے درمیان میں ہوتی ہے جس کے ایک طرف پھول اور دوسری

Scanned with CamScanner

طرف اس کا بڑھا ہوا زائدہ یعنی دم ہوتی ہے۔ اس کے پھول جولائی تا ستمبر کے درمیان نکلتے ہیں۔

مقام پیدائش:- جدوار کی یہ قسم کوہ ہمالیہ پر ہزارہ تا کشمیر اور نیپال تک ۷۰۰۰ فٹ تا ۱۱۵۰۰ فٹ کی بلندی پر عام پائی جاتی ہے۔

مجربات:

حب ممسک:- جدوار، مصطگی رومی، شنگرف مدبر، لونگ، زعفران، افیون، ہیراہینگ، جادتری ہر ایک ایک تولہ پیاز کے مقطرپانی میں مسلسل ایک ہفتہ کھرل کر کے نخودی گولیاں بنا لیں۔

خوراک: ۱ تا ۲ گولی روزانہ۔

فوائد: ایک اچھی ممسک دوا ہے۔

غافث

Delphinium zalil

Delphinium semibarbatum

﴿ عربی: زریر ﴾ ﴿ فارسی: زالیل، اسفرک ﴾ ﴿ ہندی: ترائمان، گل جلیل ﴾ ﴿ اردو، پنجابی: غافث ﴾

تاریخ:- جدوار کی یہ قسم جسے غافث کے نام سے پکارا جاتا ہے آج سے ۱۰۰ سال پہلے بھی ہندوستان میں ایران سے درآمد کی جاتی تھی۔ اس وقت اسے پیٹ کے اندرونی ورموں کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ریشمی کپڑوں کو رنگنے کے لیے اس کے پھولوں میں سے پیلا رنگ حاصل کرتے تھے۔ مخزن الادویہ میں مصنف کا بیان ہے کہ زریر خورجان کے پہاڑوں میں اگتی ہے۔ اور شیراز کے لوگ اسے اسفرک (Asfarak) کے نام سے پکارتے ہیں جب کہ یونانیوں نے اس کا نام ارجیکن رکھا ہے۔ کافی عرصہ قبل ایک سائنس

elphinium zalil (D.semibarbatum,

غافث   خراسان (ایران)

دان Edge worth نے اس کو Delphinium altissium کی حیثیت سے شناخت کیا تھا لیکن بعد ازاں اپچی سن (Aitcheson) نے خراسان میں ان جگہوں پر جہاں غافث کا پودا پیدا ہوتا ہے جا کر شناخت کیا اور اسے Delphinium zalil کا نام دیا۔ بازار میں اس کے پھول' پتے اور کچے پھل ملے جلے ملتے تھے۔ تمام کا مشترکہ رنگ سبزی مائل پیلا ہوتا ہے۔ جس سے شہد کی مانند خوشبو آتی ہے۔

شناخت :- جدوار کی اس قسم کے پھول دوسری اقسام سے بالکل مختلف رنگ یعنی شوخ پیلے رنگ کے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے پودا انتہائی خوبصورت نظر آتا ہے, پودے کی اونچائی ڈھائی فٹ تک ہوتی ہے۔ یہ کھڑی ساق یا تنے کا پودا ہے جس میں چند ایک شاخیں مزید تنے کے نچلے حصے سے نکلتی ہیں۔ اور تنے کے ساتھ اوپر کی طرف اٹھتی ہیں۔ یہ شاخیں نرم ہوتی ہیں۔ شاخوں پر باریک پتلے اور لمبے پتے لگتے ہیں جن کا رنگ پیلاہٹ مائل سبز ہوتا ہے۔ پھول ۳ / ۱ انچ گولائی میں جب کہ ۲ / ۱ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ ان میں بھی جدوار کی دوسری اقسام کی طرح ڈنڈی درمیان میں ہوتی ہے جس کے ایک طرف پھول اور دوسری طرف اس کا بڑھا ہوا زائدہ ہوتا ہے ٹہنی پر پھولوں کا خوشا ہوتا ہے جو ایک فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ تخم زاویہ دار اور ہلکے بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ جن پر سفید پر کی شکل کے بال کافی تعداد میں قطاروں میں لگے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- افغانستان' وسط ایشیا اور شمال مغربی چین میں تائین شان کے علاقہ میں پہاڑی ڈھلوانوں پر پیدا ہوتا ہے۔ خراسان میں ۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر عام ملتا ہے۔

فوائد :- اس کا سفوف یرقان' عظم طحال اور استسقاء میں مفید ہے۔ ہر قسم کے اندرونی ورم کو تحلیل کرتا ہے بیرونی جلن دار ورموں پر جو کے آٹے کے ہمراہ پلٹس بنا کر لگانے سے ورم تحلیل ہو جاتا ہے۔

اصل غافث کون سا ہے؟ :- غافث کے متعلق خزائن الادویہ میں لکھا ہے کہ "یہ ایک خاردار روئیدگی ہے جس کے پتے لمبے چوڑے اور رونگٹے دار ہوتے ہیں جو بھنگ کے پتوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان سے ایک شاخ کھوکھلی اور کھردری پھوٹتی ہے۔ اس

Delphinium pyramidale

کشمیر سلسلہ کوہ ہمالیہ

جولائی تا ستمبر بلندی ۹۰۰۰ تا ۱۴۰۰۰

کا پھول نیلا اور لمبا گل نیلوفر کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے سارے اجزاء ایلوے سے بھی تلخ ہوتے ہیں۔ بہتر قسم وہ ہے جو شیراز کے پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہے۔ جگر اور تلی کا سدہ کھولتی ہے۔ مرکب پتوں کو زائل کرتی ہے صلابت معدہ و اورام جگر و طحال کو تحلیل کرتی ہے۔ استسقاء اور ورموں کو رفع کرتی ہے۔"

چونکہ فارما کو گرافیا انڈیکا میں اس کا ہندی نام ترائمان لکھا ہے اس لیے ہم خزائن الادویہ میں ترائمان کے متعلق جو بیان پڑھتے ہیں وہ اس طرح ہے۔ "اس کی بیل ہندوستان کے اکثر گرم خطوں میں بڑی ندیوں کے کنارے ہوتی ہے جیسا کہ ان بھوت چکستا ساگر میں مرقوم ہے۔ تذکرۃ الہند سے معلوم ہوا ہے کہ ایک قسم کا بیج ہے جو دھان یعنی چھلکے سے نہ نکلے ہوئے چاول کے برابر ہوتا ہے۔ چھلکا اس کا باریک و سیاہ ہوتا ہے۔ مغز سفید نکلتا ہے۔ مزے میں تلخی اور تیزی ہوتی ہے۔ صاحب تحفہ نے اس کو "غافث" جانا ہے۔ اور الفاظ الادویہ کے مولف نے غلطی سے اتمیں بتا دیا ہے۔ بہر صورت ان تمام اقوال کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نبات کی بیل ہوتی ہے اور بیج کی شکل دھان کی سی ہوتی ہے۔"

یونانی ادویہ مفردہ میں مصنف نے اس کا لاطینی نام (Agrimonia eupatoria) لکھا ہے اور اس کو جنس Agrimony سے بیان کیا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ "بعض ماہرین نباتات نے بازار سے حاصل کردہ نمونہ جات کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گل غافث جس پودے سے حاصل کئے جاتے ہیں اس کا نباتی اصلاحی نام (Gentiana dahurica) ہے۔ لیکن قدیم عربی کتابوں اور محیط اعظم وغیرہ میں غافث کی جو ماہیت بیان کی گئی ہے وہ وہی پودا ہے جو ہم نے اوپر نباتی طور پر لکھا ہے۔ مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ ایران میں غافث کے نام سے ایگری مونی (Agrimony) ہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ہم نے غافث کو یہی نام دیا ہے۔ اگرچہ مختلف کتابوں میں جیسے ڈاکٹر دلجیت سنگھ کی کتاب "یونانی درویہ گن گیان" اور ہمدرد سے شائع شدہ سروے آف ڈرگس نیز ویلتھ آف انڈیا میں غافث کو جنطیانہ کی قسم بتایا گیا ہے۔ ان ماہرین نے یہ نام محض بازار سے دستیاب ہونے والے نمونہ جات کے لیے دیا ہے۔ جو درحقیقت غلط ہے۔ غافث کے نام سے کوئی اور دوا بازار میں فروخت کی جا رہی ہے" اس کے افعال میں مصنف لکھتا ہے کہ یہ محرق، محلل اورام، جالی،

مصفی ہونے کی وجہ سے حمیات کہنہ و مرکبہ، استسقائے لحمی، اورام جگر و معدہ میں استعمال کرتے ہیں۔ ۱۰ گرام گل غافث کا جوشاندہ ان تمام عوارض میں مفید ہے۔

حکیم رام لبھایا کی بیان الادویہ میں اس کا لاطینی نام Delphinium zalil بیان کیا گیا ہے لیکن نیچے خزائن الادویہ کے اقتباس کو دہراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک خاردار بوٹی ہے جس کے پتے لمبے چوڑے روئیں دار ہوتے ہیں۔ پتوں کے درمیان ایک جوف دار شاخ اگتی ہے جس پر نیلا پھول گل نیلوفر کی طرح اگتا ہے۔ یہ عموماً ایران میں پیدا ہوتا ہے۔" اس کے افعال وہی لکھے ہیں جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔

اس ساری بحث سے ایک نتیجہ تو ہم یہ اخذ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں طب یونانی کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی ضرورت ہے اور چونکہ طب کا زیادہ تر دارومدار نباتی ادویہ پر ہے اس لیے پودوں کی شناخت کے لیے علم نباتات کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ طبیہ کالجوں میں انتہائی ضروری ہے۔ پرانے وقتوں میں پودوں کی تشریح سائنسی خطوط کی بجائے نظری علم سے کی جاتی تھی اس لیے اکثر اوقات شناخت میں بہت زیادہ غلطی ہوتی تھی۔ دنیائے نباتات میں بے شمار پودے ایسے پائے جاتے ہیں جن کا تعلق تو مختلف خاندانوں سے ہوتا ہے لیکن شکل و شباہت میں بالکل ملتے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی پودے کی جو خصوصیات ایک طبیب بیان کرتا ہے دوسرا اس کو رد کر دیتا ہے۔

غافث ہی کی مثال لیں جسے ولیم ڈائموک نے ڈیلفینیم کی قسم سے بتایا ہے اور سروے ڈرگس میں جنطیانہ جب کہ یونانی ادویہ مفردہ میں ایگری مونی کی قسم ثابت کی ہے جب کہ اسی ترائمان کو صاحب تحفہ غافث کہتے ہیں اور دوسرے الفاظ میں ترائمان ایک بیل ہے۔ جب کہ اس کے متعلق میں نے ایک بزرگ طبیب سے دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے کہ بھئی ہمیں تو بازار میں پنساری جو تھما دیتا ہے ہم اسے ہی غافث کے نام پر استعمال کر لیتے ہیں۔ اصل پودے کا تو ہمیں بھی علم نہیں۔ ان تمام بیانات میں صرف ایک بات یہ مشترک ہے کہ غافث خراسان کے پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہے۔ ایران سے درآمد ہوتی ہے اور اس کے افعال و خواص یہ ہیں کہ یہ پیٹ کے ہر قسم کے اورام خواہ وہ جگر، طحال، انتڑی یا استسقاء کے ہوں کو تحلیل کرتی ہے بلکہ ورم کے اوپر لیپ کرنے سے بھی ورم کو تحلیل کرتی ہے۔ اب اگر

Scanned with CamScanner

ڈیلفینیم، جنطیانہ اور ایگری مونی پر نظر دوڑائی جائے تو تینوں متذکرہ بالا مقامات پر پیدا ہوتی ہیں اور افعال و خواص بھی کم و بیش وہی ہیں۔ لیکن جنطیانہ اور ایگری مونی کی کافی اقسام پاکستان سے لے کر نیپال تک تمام ہمالیہ کے سلسلہ میں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ ڈیلفینیم زالیل صرف ایران، افغانستان، وسط ایشیا اور چین میں ملتی ہے۔ پاکستان اور ہندوستان میں یہ قسم بالکل نہیں پائی جاتی۔ دوسرے جنطیانہ اپنے اصلی نام سے بازار میں دستیاب ہے باقی رہ گیا ایگری مونی تو اس کی کافی زیادہ اقسام ہیں لیکن انہیں کسی دوسرے طبی نام سے جو کہ خاص اسی کی نشاندہی کرے استعمال کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ نیز اگر ان دو مذکورہ بالا اقسام کو شروع سے استعمال کیا جا رہا تھا تو اس کو درآمد کرنے کے بجائے مقامی پیداوار کو استعمال میں لایا جاتا لیکن مقامی پیداوار کے استعمال کا کہیں تذکرہ نہیں۔

اگر بازار میں آج کل جنطیانہ یا ایگری مونی کی اقسام استعمال ہو رہی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم انہیں غافث کے نام سے پکارنا شروع کر دیں کیونکہ جو خصوصیات اصل غافث کی ہیں وہ دونوں اقسام میں پوری طرح نہیں ملتیں اس لیے درآمد کنندگان کو چاہیے کہ وہ اگر ایران سے غافث درآمد کرتے ہیں تو اصل غافث (Delphinium zalil) ہی درآمد کریں۔ اور اگر انہوں نے غافث کے نام سے جنطیانہ یا ایگری مونی کو درآمد کرنا ہے تو ان دونوں اجناس سے ہمارے ملک کے شمالی پہاڑ بھرے پڑے ہیں۔ اور اگر یہاں سے ضرورت پوری نہ ہو تو ہندوستان، نیپال اور تبت تک سلسلہ کوہ ہمالیہ میں یہ وافر ہیں وہاں سے سستا منگوائیں۔

چونکہ ہم تینوں پودوں میں سے ایک کو غافث کا نام دے سکتے ہیں اس لیے افعال و خواص میں بہتر اور قوی (Delphinium zalil) کو ہی غافث کہا جا سکتا ہے اور یہی اصل غافث ہے۔

بیل — AEGLE MARMELOS — اسلام آباد

جون ۱۹۹۰ء — بلندی : ۱۷۰۰ فٹ

Family: Rutaceae

بیل

Aegle marmelos

﴿ اردو، ہندی، بنگالی: بیل ﴾ ﴿ عربی، فارسی: سفرجل ہندی ﴾ ﴿ ہندی، سندھی: کٹوری ﴾ ﴿ انگلش: Golden apple. Stone apple. Holy fruit. Bengal quince. Bael fruit. ﴾

تاریخ:- یہ ہندوؤں کا ایک متبرک درخت ہے۔ جس کے پتوں کو شو دیوتا کی پوجا کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے ہندوستان کے تقریباً ہر گھر یا باغ میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں اس کی بے ادبی کرنے والا تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسے مندروں میں ہر موسم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سنسکرت کی پرانی نظموں میں بھی اسے زرخیزی بڑھانے والا بتایا گیا ہے اور بہت زیادہ خوشحالی لانے والا بتایا گیا ہے۔ ہندو وید اس کے کچے اور ادھ پکے پھل کو قابض، ہاضم اور اسہال و پیچش دور کرنے میں استعمال کرتے تھے۔ جبکہ پکا ہوا پھل ٹھنڈا خوشبودار اور ملین سمجھا جاتا تھا۔ یورپین اقوام میں بھی اس کے پکے ہوئے پھل کا گاڑھا شربت یا رب بطور ملین استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جڑ کی چھال مراق، مالیخولیا اور خفقان القلب میں ایک دوا کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ ویدک کی مشہور دوا دشمول جس میں ۱۰ جڑوں کا عرق ہوتا ہے میں بیل بھی ایک جزو کے طور پر شامل ہے۔ اس کے پتوں کا تازہ رس شہد کے ہمراہ بخار اتارنے اور ملین کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

مسلمان اطباء بھی اسے بطور دوا استعمال کرتے تھے۔ محمد بن زکریا نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس نے پکے ہوئے پھل کو گرم خشک، ادھ پکے پھل کو پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک اور کچے پھل کو دوسرے درجہ میں سرد خشک بیان کیا ہے۔

مخزن الادویہ کے مصنف نے اس کو مقوی قلب اور مفرح بیان کیا ہے۔

سولھویں صدی عیسوی میں گوا کے وائسرائے کے طبیب (گارسیا ڈی اورٹا) نے اس کو

بیل — AEGLE MARMELOS — اسلام آباد

جون ۱۹۹۰ء — بلندی : ۱۷۰۰ فٹ

Banguala marmeloda کے نام سے لکھا ہے اور اسے پیچش کے لیے ایک بہترین دوا بتایا ہے Bontius نے بھی اس کا ذکر کیا ہے جب کہ Rumphius لکھتا ہے کہ اس کی گوند چیری کے گوند کی طرح ہے۔ جو چبانے سے پہلے تو میٹھی معلوم ہوتی ہے جب کہ بعد میں ہلکی سی کڑوی ہو جاتی ہے وہ مزید لکھتا ہے کہ چینی لوگ اس کے پتوں اور پھلوں کا رب افیون میں ملاوٹ کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ بنگال ڈسپنسری کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے متعلق کوئی نئی معلومات فراہم نہیں کیں۔ ۱۸۵۳ء میں مسزلی مارٹن نے اس کا ذکر کیا اور اس کی بہت تعریف کی اور اسے فارماکوپیا میں شامل کرنے کی سفارش کی۔ آخر کار ۱۸۶۹ میں اسے فارماکوپیا آف انڈیا میں شامل کر لیا گیا۔ جس میں اسے پیچش اور اسہال کے لیے ایک بہترین دوا کے طور پر متعارف کرایا گیا اور پرانی قبض میں بھی اس کے استعمال کی سفارش کی گئی۔

شناخت:۔ یہ ایک درمیانے درجے کی اونچائی کا حامل تقریباً ۳۰ فٹ تک اونچا درخت ہے۔ تنا زیادہ اونچا نہیں ہوتا۔ اور درخت زیادہ پھیلا ہوا بھی نہیں ہوتا۔ شاخیں بھی تھوڑی ہوتی ہیں جب کہ ڈالیاں پتلی لمبی اور زیادہ تر نیچے کی طرف لٹکی ہوئی' ڈالیوں کی وجہ سے درخت کافی گھنا نظر آتا ہے۔ پھول سبزی مائل سفید رنگ کے ہوتے ہیں جو کہ چھوٹے گچھوں کی صورت میں لگتے ہیں۔ پھول کی لمبائی ایک انچ تک اور ۴ تا ۵ پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پھولوں سے شہد کی طرح کی خوشبو آتی ہے۔ مند گل بالوں والی یعنی ریشہ دار ہوتی ہے۔ پھول کی پنکھڑی بیضوی ہوتی ہے جس پر گہرے نشان یا نکتے پڑے ہوتے ہیں۔ پھل گول یا بیضوی دو تا پانچ انچ قطر کا ہوتا ہے بعض جگہ اس سے بڑے ایک سیر وزنی پھل بھی ملتے ہیں۔ ان کا بیرونی چھلکا سخت ہوتا ہے۔ پھل ملائم پیلے۔ بھورے یا سبزی مائل پیلے ہوتے ہیں۔ اندر گودا موٹا' نارنجی رنگ کا میٹھا اور خوشبودار ہوتا ہے۔

درخت پر سہ برگی مرکب پتا ہوتا ہے یہ تین پتیوں کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں دو چھوٹی پتیاں آمنے سامنے اور تیسری بڑی پتی ڈنڈی کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ یہ پتا ایک تا دو انچ لمبی ڈنڈی کے ساتھ ٹہنی سے جڑا ہوتا ہے۔ پتے بیضوی برچھی یا بھالا نما نوکدار سرے والے ہوتے ہیں۔ کسی کسی درخت میں پتہ ۵ عدد پتیوں والا بھی ہوتا ہے۔ پتی کا کنارا ہلکا سا لہردار

ہوتا ہے۔

درخت کا تنا گولائی میں ۷ فٹ تک ہو سکتا ہے۔ شاخیں چند ایک اور ڈالیاں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں جو سرے پر ہلکی سی بیضوی ہوتی ہیں۔ تنے اور بڑی ٹہنیوں کی چھال آدھ انچ تک موٹی ہوتی ہے یا اس سے زیادہ۔ جو کہ باہر سے نرم اور کارک کی طرح ہلکی بھوری' خاکستری یا نیلی مائل خاکستری ہوتی ہے جس پر بڑے گہرے داغ ہوتے ہیں۔ تنے پر بے ترتیب چیچپاتی ہوئی اتھلی لکیریں یا نالیاں لمبائی میں ہوتی ہیں۔ لکڑی ہلکے رنگ کی ہوتی ہے جس پر دھبے اور گہری لہریے دار لکیریں پڑی ہوتی ہیں اور ہلکے رنگ کے چھوٹے چھوٹے دھبے پڑے ہوتے ہیں وزن ۴۰ تا ۵۰ پونڈ فی مکعب فٹ تک ہوتا ہے۔ بیج تھوڑے نکلتے ہیں اور ۵۔۶ بیج طولانی غلاف میں ہوتے ہیں۔ ایسے کئی غلاف ایک پھل میں ہوتے ہیں۔ نیز ہر غلاف کے اندر ایک لیسدار تلخ و تیز اور بکبی یا کسیلی رطوبت بھری ہوتی ہے۔ اس کے درخت پر گوند بھی لگتا ہے جو کہ مزے میں میٹھا ہلکی سی تلخی لیے ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:۔ وادی جہلم سے آسام تک ہندوستان میں چار ہزار فٹ کی بلندی تک عام ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ہندوؤں کا مقدس درخت ہے اس لیے مندروں کے باہر یہ درخت عام لگا ہوتا ہے۔ پاکستان میں شوقیہ کہیں کہیں لگایا جاتا ہے لیکن یہاں کی آب و ہوا اس کی کاشت کے لیے موزوں ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان میں اودھ' بہار' وسطی اور جنوبی انڈیا بنگلہ دیش اور برما میں عام ملتا ہے۔ تمام ہندوستان میں کاشت کیا جاتا ہے لیکن اودھ کے علاقے میں اس کے جنگل ملتے ہیں۔

موسم:۔ اس کے پتے مارچ اپریل میں جھڑ جاتے ہیں جب کہ نئے پتے اپریل اور مئی میں نمودار ہوتے ہیں۔ پھول تقریباً مئی میں نکلتے ہیں جب کہ پھل اکتوبر نومبر میں پکتے ہیں اور اگر توڑے نہ جائیں تو کافی عرصہ تک درخت پر رہتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ:۔ پکے ہوئے پھل میں جوہر موثرہ مارمالوسین (Marmelosin) کے علاوہ کاربوہائیڈریٹ 16 %' پروٹین 3.7 % چکناہٹ' 7 %' وٹامن سی 5.7 % ٹینن اور خوشبودار تیل پایا جاتا ہے۔

بیجوں میں ہلکے پیلے رنگ کا تیل ہوتا ہے جس میں پوٹاشیم' سوڈیم' لوہا وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ تازہ اور نئی چھال میں دو الکلائیڈ کومرین (Coumarin) %0.03 اور امبلی فیرون (Umbelliferone) 0.003 % پائے جاتے ہیں۔ جبکہ پرانی چھال میں امبلی فیرون (Umbelli ferone) اور کومرین 0.6 % پائے جاتے ہیں۔ پختہ چھال میں گما فریگرین (gama fragrine) %0.6 امبلی فیرون %0.6 اور ماری سین (marmesin) %0.6 ملتے ہیں۔ پتوں میں فراری روغن پایا جاتا ہے جس میں الفا اور بیٹا فیلنڈرین (Phellandrene) ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر پودے میں:

حل پذیر پوٹاشیم اور سوڈیم کے مرکبات	%0.16
کیلشیم اور آئرن کے فاسفیٹس	%0.13
کیلشیم کاربونیٹ	%2.16
میگنیشم کاربونیٹ	%0.19

اور میوسلیج (mucilage)' سیلکا (salica)' شکر' فراری روغن' ٹینن (tannin)' پیکٹین (pactin)' ماری لوسین وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

افعال و خواص: بیل کا گودا چونکہ ترش و شیریں ہوتا ہے اس لیے پکا ہوا پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہوتا ہے جبکہ کچا پہلے درجے میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔

چونکہ اس کے اندر تیزابیت ہے اس لیے یہ عضلات کو تحریک دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کو تقویت بھی دیتا ہے۔ اس لیے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ جسم سے بلغم کو ختم کرتا ہے اور بلغم کی زیادتی سے ہونے والے امراض میں نہایت مفید ہے۔ مثلاً سنگرھنی کے دستوں اور پرانے دستوں میں فائدہ مند ہے نیز سنگرھنی کی وجہ سے منہ میں پیدا ہونے والے چھالوں کو بہت مفید ہے۔ کھانسی میں اس کے پتوں کا جوشاندہ بہت فائدہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی لکڑی کی خوشبو سے سانپ بھاگتا ہے۔ کچے پھل کا جوشاندہ پینے سے پرانے دست بند ہو جاتے ہیں لیکن اس میں تھوڑی سی افیون ملا دی جائے تو یہ تیز اور پر اثر ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ رگوں میں سکیڑ پیدا کرتا ہے اس لیے بالخاصہ جسم سے خون بہنے کو بند

کرتا ہے۔ اس کے کچے پھل کے گودے میں ترشی کی وجہ سے دست بند کرنے کی خصوصیت زیادہ ہے جب کہ پکا پھل ہلکا سا ملین ہوتا ہے۔ اور اس کے پکے پھل کا شربت بھی ایک بہترین ملین ہے۔ کچے پھل کا شربت پینے' دستوں اور تمام اعصابی تکالیف پر بہت فائدہ مند ہے۔ چھوٹے بچوں کے پرانے دستوں کے لیے اس کا لعوق بنانا چاہیے تاکہ وہ اسے آسانی کے ساتھ چاٹ لیں۔ یہ اس طرح بنائیں کہ چھ حصہ بیل گری باریک کپڑ چھان سفوف' ایک حصہ کمر کس اور دو حصہ چینی لے کر پانی ملا کر پکائیں جب گاڑھا رب بن جائے تو اتار لیں۔ بلغمی بخار اس کے شربت پینے سے رفع ہوتے ہیں۔ صفراء کی زیادتی اور بلغم کی زیادتی سے جو قے آتی ہے اس کے درخت کی چھال کے جوشاندے کو پلانے سے رفع ہوتی ہے۔ چونکہ اس میں وٹامن سی کی کافی مقدار ہوتی ہے اس لیے مسوڑھوں کے مرض سکروی میں نہایت مفید ہے۔

نقصان: چونکہ جسم میں سودا کو بڑھاتا ہے اس لیے مسلسل کھانے سے بواسیر پیدا کر دیتا ہے۔ نیز سدے پیدا کرتا ہے۔ ہضم کے وقت معدہ میں جلن پیدا کرتا ہے اور اگر ہضم نہ ہو تو کھٹی ڈکاریں آتی ہیں۔

مقدار خوراک: آؤں کے دستوں میں بیلگری کا سفوف سوا ماشہ تا چار ماشہ دن میں تین چار یا چھ بار تک دینا چاہیے۔ دوسرے امراض میں ۵ رتی تا سوا ماشہ اور شربت ۸ ماشہ تا ۲ تولہ تک دن میں ۳۔۴ دفعہ دیں۔

پوست PAPAVER SOMNIFERUM اسلام آباد

مارچ ۱۹۹۲ء بلندی : ۱۷۰۰فٹ

Family: Papaveraceae

پوست ۔ افیون کا پودا

Papaver somiferum

﴿ اردو : پوست' افیون ﴾ ﴿ ہندی : افیون' ایم' اوپیوم' پوست ﴾ ﴿ پنجابی : پوست' افیم ﴾ ﴿ انگلش: poppy' Opium ﴾ ﴿ فارسی : تریاک ﴾ ﴿ سنسکرت : آہ پھین ﴾

تاریخ :۔ افیون کا انگریزی نام اوپیم اور عربی نام افیون اس کے یونانی نام اپیون سے مشتق ہے جو کہ خود لفظ اپوس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں رس۔ چونکہ یہ ڈوڈہ پوست کا دودھیا رس ہوتا ہے اس لیے یونانیوں نے اس کو یہ نام دیا۔ اس کا دوسرا مطلب گہری نیند لانے والی دوا کے بھی ہیں۔ کچھ عربی علماء مثلاً مصنف ''قاموس'' اس کو عربی لفظ خیال کرتے ہیں۔ اس کا سنسکرت نام آہ پھین دو الفاظ کا مجموعہ ہے آہ جس کے معنی سانپ اور پھین یعنی جھاگ۔ یعنی قدیم ہندو اس کو سانپ کے منہ کی جھاگ کہتے تھے۔ اس کا فارسی نام تریاک بھی تریاق کا مترادف ہے۔ یہ یونانی لفظ ہے جس کا مطلب فاد زہر کے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ایک زہر کو تریاق کا نام دیا گیا ہے۔ فارسی میں آجکل تریاق کچی افیون کو کہتے ہیں جبکہ پکی افیون کو شیرا فگن کا نام دیا گیا ہے۔ قدیم یونانیوں کو اس کا بخوبی علم تھا لیکن بقراط کو اس کے افعال کا علم نہیں تھا جب کہ اس کا ہم عصر طبیب ریا گوراس اسے بعض دماغی اور نخاعی امراض میں استعمال کرتا تھا۔ جالینوس نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ تقریباً ۳۰۰ قبل مسیح حکیم تاؤ میں فرسطس نے میکونیون کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ اسی زمانے میں یونانی طبیب دیسقوریدوس نے شیرہ پوست خشخاش کو اپوس کے نام سے پکارا ہے اسی نام سے بعد ازاں اپیون اور پھر اوپیم اور افیون برآمد ہوئے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ میکونیون پورے پودے کا عصارہ ہوتا ہے جب کہ اپوس پودے کے ڈوڈے کو شگاف دے کر نکلنے والے دودھ کو کہتے ہیں۔ اور یہ کہ میکونیون اپوس سے کمزور الاثر ہوتا ہے۔ اس نے افیون حاصل کرنے کا صحیح طریقہ بھی بتایا ہے۔ رومی طبیب پلائنی نے بھی اس کا ذکر اپیون کے نام سے کیا

Scanned with CamScanner

ہے۔ یونانیوں سے اس کا علم عربوں کو ہوا اور انہی سے یہ چین تک پہنچا جب کہ ہندوؤں تک اسے فارسی طبیبوں نے پہنچایا۔

پوست کے متعلق قدیم سنسکرت عالموں کو علم نہ تھا۔ کیونکہ پرانی کتب میں اس کا ذکر شامل نہیں ہے لیکن نئی کتب میں اس کو اہی پھینا (Ahiphena) کے نام سے لکھا گیا ہے جب کہ کرنل چوپڑا کے خیال میں ہندوستان کے اطباء اس کو پہلے سے جانتے تھے۔ لیکن شارنگ دھر نے چودھویں اور بھاؤ شر نے سولہویں صدیں عیسوی میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اگر اس کی قدیم تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ ۳۰۰ سال قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ یونانیوں کو جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں اس کا باقاعدہ علم تھا اور شائد یہ علم انہوں نے ملحقہ ترکی کے علاقوں سے حاصل کیا تھا۔ ان سے اس کی شناخت عربوں نے کی اور عربوں ہی نے اسے یونانی نام اوپین (Opion) کو معرب کر کے افیون کا نام دیا۔ عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ عرب اطباء سے یہ نام فارسی اطباء اور وہاں سے ویدوں کے پاس آیا۔ کچھ ایرانی اطباء کا خیال ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں مشہور زمانہ ایرانی سپہ سالار رستم نے سہراب کو دینے کے لیے کیکاؤس سے جو دوا تریاق نامی حاصل کی تھی وہ دراصل افیون ہی تھی۔

پاک و ہند میں جو قسم زیادہ تر بوئی جاتی ہے وہ یہی قسم ہے جس کی تصویر اس مضمون میں شامل ہے۔ یہ سرخ اور سفید دو اقسام کی ہوتی ہے۔ سرخ قسم کا بیج عموماً سیاہ رنگ کا ہوتا ہے جب کہ سفید قسم کے بیج بھی سفید ہوتے ہیں۔ سفید پھولوں والی ہندوستان میں اور سرخ قسم پاکستان اور ہمالیہ کے علاقوں میں کاشت ہوتی ہے۔

آج سے دو تا تین سو سال قبل تک اس کی اہمیت اس قدر تھی کہ زیر کاشت علاقوں کو اپنے قبضہ میں کرنے کے لیے یورپی اقوام جن میں انگریز، پرتگالی اور اطالوی شامل ہیں کے درمیان خون ریز جنگیں ہو چکی ہیں۔ جنگ افیون کے نام سے ہونے والی جنگ تو ابھی زیادہ پرانی نہیں۔ انگریزوں نے جب ہندوستان پر مکمل قبضہ کر لیا اور چین کو زیر اثر لایا تو اس کی پیداوار کو باضابطہ کیا گیا۔ اس سے پہلے اس کی کاشت بے ضابطہ ہوتی تھی۔ ۱۸۷۰ء میں ہندوستان میں باقاعدہ علاقے اس کی کاشت کے لیے مخصوص تھے۔ جہاں افیون کی کاشت کی جاتی تھی جس کو سارے کا سارا حکومت خریدتی تھی۔ اور سرکاری نگرانی میں افیون کو خشک کر

Scanned with CamScanner

کے اس کی تقریباً ساڑھے چار سیر وزنی اینٹیں بنا کر انہیں بیرون ملک برآمد کیا جاتا تھا۔ جب کہ ایک ایک سیر کی اینٹیں سرکاری نگرانی میں قائم کردہ دوکانوں جنہیں آبکاری یا ٹھیکہ کہا جاتا تھا پر فروخت کی جاتی تھیں۔ ۱۸۸۶ء میں بہار، بنارس، گورکھپور، آگرہ اور ہزاری باغ وغیرہ علاقوں میں ۹،۱۹،۸۵۲ بیگہ زمین پر افیون کی باضابطہ کاشت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ آزاد ریاستوں میں جو افیون کاشت ہوتی تھی جب اس کو برآمد کرنے کے لیے انگریزی عملداری میں واقع بندرگاہوں بمبئی وغیرہ پر لایا جاتا تو اس پر بھاری ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد بھی یہ ٹھیکہ سسٹم برقرار رہا اس زمانے میں اس کی کاشت پنجاب میں پرمٹ پر اور قبائلی علاقہ جات میں آزادانہ ہوتی تھی۔ جس کی پیداوار حکومت خریدتی تھی۔ بعد ازاں ٹھیکہ سسٹم مکمل طور پر ختم کر کے افیون کی کاشت پر پابندی لگا دی گئی۔

۱۹۸۰ء میں افیون سے بننے والی ایک تیز ترین نشہ آور دوا ہیروئن کے نام سے وجود میں آئی۔ دراصل تقریباً ۱۰۰ سال قبل جرمن سائنس دان اسے دریافت کر چکے تھے اور اس وقت اسے ایک بہترین دافع درد دوا کے طور پر متعارف کرایا تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد جیسا کہ آج تک انگریزی ادویات کے ساتھ ہو رہا ہے یہ اعلان کیا گیا کہ یہ انتہائی تیز دوا ہونے کے علاوہ نقصان دہ بھی ہے اور مریض اس کا عادی ہو جاتا ہے لہٰذا اسے منسوخ کر دیا گیا۔ بعد ازاں جرائم پیشہ گروہوں نے اسے بطور نشہ تمام دنیا میں پھیلا دیا۔

ایک وقت تھا کہ یورپی اقوام نے اس کالے سونے سے دولت کمانے کے لیے اسے تمام مشرقی ممالک میں پھیلانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ لیکن اب جب کہ اس کی تباہ کاریوں کی آگ کی آنچ ان کی اپنی نسلوں تک پہنچی ہے تو افیون دنیا کی سب سے زیادہ لعنتی چیز بن گئی ہے اور اس کو پیدا کرنے والے ملکوں پر شدید پابندیاں لگائی جاتی ہیں جب کہ اس کے مقابلہ میں شراب وہاں پانی کی طرح استعمال کی جاتی ہے جو بذات خود طبی طور پر ایک انتہائی نقصان دہ نشہ ہے لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں۔ بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ جن اسلامی ملکوں میں اس پر پابندی ہے وہ بھی ہٹالی جائے۔

طب یونانی کے ماہرین جڑی بوٹیوں سے ادویات بنانے کے جن طریقوں پر کاربند ہیں یہ

طریقے ہی انسانی صحت کے لیے بہترین ہیں کیونکہ جب ایک پورے پودے کو بطور دوا استعمال کرایا جاتا ہے تو اس کے نقصانات بالکل نہیں ہوتے یا نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں جب کہ ان سے بننے والے الکلائیڈز اثرات میں بہت تیز ہوتے ہیں۔ ان ادویات کو انسانی تکالیف کی شدت کو کم کرنے کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن مستقل آرام حاصل کرنے اور جسمانی نظام کو مکمل طور پر صحیح کرنے اور مدافعتی نظام کو بہتر کرنے میں ان کا استعمال اکثر اوقات بہتر ثابت نہیں ہوتا۔ اگر صرف تیز ترین دوائی سے ہی صحت حاصل ہوتی تو ہومیوپیتھی بالکل فیل ہو چکی ہوتی جس کے مرکبات میں دوائی انتہائی قلیل مقدار میں ہوتی ہے۔

اس کی بہترین مثال افیون ہی ہے۔ اسے میں نے ۸۰ سالہ بوڑھے کو بھی استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے جو ۴۰ سال سے لگاتار افیون کھا رہا تھا اور ٹھیک تھا جب کہ اس کے مقابلہ میں اسی افیون سے بننے والی ہیروئن مہینوں بلکہ دنوں میں انسان کو ختم کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں دیسی طب میں اسے بے شمار جگہوں پر بطور دافع درد، دافع سعال، اور پیچش اور اسہال میں عام استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس سے کبھی کوئی نقصان دیکھنے میں نہیں آیا۔

افیون کے نقصانات کے ساتھ ساتھ اس کے طبی فوائد بہت زیادہ ہیں اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ اس کی کاشت پر بالکل پابندی لگانے کی بجائے اس کی کاشت کو باقاعدہ بنائے اور اطباء کو باضابطہ فروخت کرے۔ کیونکہ یہ طبی فارماکوپیا میں انتہائی مفید دوا کے طور پر ہزاروں سال سے داخل ہے اور اطباء کو اسے دوائیہ استعمال کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ ایک مفید ترین دوا کو صرف اس کے غلط استعمال کی وجہ سے ختم نہ کیا جائے۔

خزائن الادویہ میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ افیون کی کئی اقسام مشہور ہیں۔ سمرنا کی افیون دراصل ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی) کی افیون ہوتی ہے اس کے ٹکڑے چوتھائی اونس سے لے کر نصف پاؤنڈ تک وزنی ہوتے ہیں۔ جن پر پوست کے پتے لپٹے ہوتے ہیں اور ان پر تخم حماض چھڑکے ہوتے ہیں کبھی قسطنطنیہ (استنبول) کی افیون کو بھی اس میں داخل کرتے ہیں لیکن اس پر تخم حماض نہیں چھڑکتے۔ اس کے علاوہ افیون چینی، ہندی اور ایرانی مشہور ہیں۔ ہندی کی تین اقسام مشہور ہیں۔ (۱) افیون ذخیرہ یا گوا کی افیون جو چین کو برآمد کی جاتی تھی۔ (۲)

افیون آبکاری یا ٹھیکے کی افیون اس کے مربع ٹکڑے ہوتے تھے اور یہ ہندوستان میں فروخت ہوتی تھی۔ اور افیون ڈاکٹری جس کی چھوٹی چھوٹی ڈلیاں یا سفوف ہوتا تھا اور یہ پٹنہ میں بنتی تھی۔

علاوہ ازیں افیون مصری' یونانی' انگریزی' جرمن اور فرانسیسی بھی ہوتی ہے۔ سمرنا کی افیون میں مارفیا یعنی جوہر افیون 10 % کے قریب پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بہت اچھی افیون پیدا ہوتی ہے خصوصاً پٹنہ کے باغات میں۔ مالوے میں بھی عمدہ افیون ہوتی ہے۔ طب یونانی کی کتب میں لکھا ہے کہ سب سے بہتر افیون مصر کی ہے پھر روم پھر فارس اور پھر ہندوستان کی۔ مگر ہندوستان کی افیون جو شہرت و خوبی رکھتی ہے وہ مصر کی افیون سے کم نہیں ہے۔

عمدہ افیون کی پہچان یہ ہے کہ سیاہ' کثیف' بھاری' کڑوی۔ تیز بو والی اور توڑتے پر اندر سے سرخی مائل نکلے۔ اس کا جرم چکنا ہو اور گرم پانی میں جلد حل ہو جائے۔ اور اس کے حل شدہ اجزاء مساوی ہوں یعنی یہ نہ ہو کہ بعض گاڑھے اور پتلے ہوں۔ نیچے ثفل نہ بیٹھے۔ جب چھانیں تو پھوگ باقی نہ رہے۔ جب اس کی ڈلی دھوپ میں رکھ دیں تو ملائم ہو کر لعوق کی طرح بن جائے اور پھر جلد نہ جم سکے۔ جب آگ پر ڈالیں یا چراغ کی لو پر رکھیں تو فوراً جل اٹھے۔ اور جلنے کے بعد اس کا زیادہ حصہ باقی نہ رہے۔ شعلہ اس کا صاف ہو' دھندلا نہ ہو۔ جب اس کو بجھائیں تو اس میں سے تیز اور قوی بو نکلے اور جس میں یہ اوصاف نہ ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ اس میں دوسری چیزوں کی ملاوٹ ہے۔ کبھی اس میں مصبر یا مرکی یا مسور کا آٹا یا مامیثا یا کاہوئے صحرائی کا عصارہ ملا دیتے ہیں۔ مصنف مخزن الغنی لکھتا ہے کہ میں نے مالوے اور راجپوتانہ میں دیکھا کہ پوست کے خشک پتے پیس کر ملا دیتے ہیں۔

افیون کے تازہ دودھ کو اول تیل میں رکھتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد نکال کر کام میں لاتے ہیں کیونکہ بغیر اس کے نقصان دیتی ہے۔ تیل پینے سے اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے اور پرانی ہونے سے نقصان کم ہوتا ہے۔ یہ تیل افیون کا تیل کہلاتا ہے اور اسے بادی کے دردوں پر مالش کرتے ہیں۔

جس زمانہ میں پوست کاشت نہیں ہوتی تھی اس وقت جنگلی پوست سیاہ بیج والی کا دودھ استعمال کیا جاتا تھا۔ اور بعض اس کے پورے پودے کو کچل کر اس کا عصارہ بنا کر استعمال

کرتے تھے۔

شناخت :۔ یہ یک سالہ سیدھا کھڑے تنے کا پودا ہے جس کا تنا نباتی ہوتا ہے۔ پودے کی اونچائی ۳ فٹ تک ہوتی ہے۔ یہ پودا اپنے بڑے بڑے اور گہرے سرخ پھولوں کی وجہ سے بہت خوبصورت لگتا ہے عام طور پر ان پھولوں کے درمیان کالا نشان ہوتا ہے۔ گل لالہ یعنی پوست کا پھول اپنے اسی کالے نشان کی وجہ سے رومانوی داستانوں میں مشہور ہے۔ پتوں کا رنگ ہلکا سبز یعنی سمندر کے رنگ جیسا ہوتا ہے۔ پتے بغیر ڈنڈی کے تنے سے جڑے ہوتے ہیں جو کہ تنے کے ساتھ اوپر کے رخ اٹھے ہوتے ہیں۔ پتا بیضوی لہریا دار ہوتا ہے جس کے چھوٹے چھوٹے زائدے سے بڑھے ہوتے ہیں۔ پتا کنگرے دار بھی ہوتا ہے۔ پتے ملائم اور بغیر روئیں کے ہوتے ہیں۔ جو ۴ انچ تک چوڑے اور ۸ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ پودے کا تنا موٹا ہوتا ہے۔ جو اوپر جا کر پتلی پتلی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ہر شاخ کے سرے پر پھول کی بیضوی کلی ہوتی ہے۔ اس کا رخ زمین کی جانب ہوتا ہے جب اس کلی کے اوپر کا سبز پتی دار خول پھٹتا ہے تو سرخ رنگ کا پھول برآمد ہوتا ہے۔ پھول بننے پر اس کا رخ مڑ کر اوپر کی جانب ہو جاتا ہے پھول بڑا' گہرا سرخ اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کی پتیاں شکن دار گول ہوتی ہیں جن کے کنارے کٹے ہوئے یا دندانے دار ہوتے ہیں۔ ہر پتی کی بنیاد کالے رنگ کی ہوتی ہے جو بعض پھولوں میں نہیں بھی ہوتی پھول ۳ انچ تا ۴ انچ قطر میں ہوتا ہے۔ کبھی پھول سفید رنگ کا بھی ہوتا ہے۔ پھول صرف ایک دن رہتا ہے اگلے دن جھڑ جاتا ہے۔ پھول جھڑنے کے بعد اس کو ڈوڈہ لگتا ہے یہ ڈوڈہ گول ۱ تا ۲ انچ قطر کا ہوتا ہے۔ ڈوڈے کے سر پر گول زائدوں سے بنی پلیٹ یا تاج سا ہوتا ہے۔ کچا ڈوڈہ سبز اور پکنے پر خاکستری رنگ کا ہو جاتا ہے۔ کچے ڈوڈے کو اگر ہلکا سا چیرا دیں تو اس میں سے ہلکا سا سرخی مائل سفید دودھ نکلتا ہے یہ دودھ ہی خشک ہونے پر افیون بن جاتا ہے۔ ڈوڈے کے اندر پھانک دار خانوں میں سفید یا سیاہ چھوٹے چھوٹے بیج بھرے ہوتے ہیں۔ جن کو خشخاش کہتے ہیں جو عام گھریلو استعمال کی چیز ہے اور تمام لوگ اس سے واقف ہیں ڈوڈہ بغیر روئیں دار صاف اور ملائم ہوتا ہے۔ پودا گندم کے موسم میں اگتا ہے اور اس کے پھول پاکستان میں جنوری فروری میں نکلنے شروع ہو جاتے ہیں ڈوڈے سے پیداوار مارچ اپریل میں حاصل ہوتی ہے اور مئی جون میں ڈوڈے پک کر

خاکستری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔

مقام پیدائش:- پوست کا پودا براعظم ایشیا اور یورپ کے گرم اور معتدل آب و ہوا کے علاقوں میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں صوبہ پنجاب اور صوبہ سرحد میں اس کی عمدہ فصل ہوتی ہے۔ آج کل اس کی کاشت پر پابندی ہے صرف قبائلی علاقہ جات میں تھوڑی بہت کاشت ہوتی ہے اس کے علاوہ ملحقہ افغان علاقوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- افیون میں تقریباً ۲۵ الکلائیڈز پائے جاتے ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں۔

مارفین (morphine) ۵ تا ۱۲ %۔ کوڈین (codeine) ۳ تا ۴ %۔ تھی بین (thebaine) ۰.۳ %۔ نارکوٹین (narcotine) ۲ تا ۷ % نارسین (narceine) ۰.۲ تا ۱ % پپاوورین (papaverine) ۰.۵ تا ۱ %۔ سوڈومارفین۔ (pscudo morphine) لاڑے مین۔ (laudanine) کوڈے مین۔ (codamine) کراپ ٹوپین۔ (cryptopine) لاڑے نوسین۔ (lauda nosine) گونوس کوپین۔ (gnos copine) پرٹوپین۔ (protopine) میکونی ڈین۔ (meconidine) لین تھوپین۔ (lan thopine) ہائیڈرو کوٹارنین۔ (hydro cotarnine) راحی اے ڈین۔ (rhoea dine) زین تھے لین۔

ثانوی الکلائیڈز:- بیچ مارفین۔ آکسڈائی مارفین۔ ایپوکوڈائین۔ ڈس آکسی کوڈین، تھے بے نین۔ کوٹارنین۔ ری اے ڈین۔ پرفتی راکسین۔

مواد معتدلہ:- ایپونین۔ میکونین۔ میکونائڈین۔

ایسڈز:- آرگینک ایسڈ۔ میکونک ایسڈ۔ لیکٹک ایسڈ۔

اس کے علاوہ گلوکوز۔ نباتی چربی۔ ربڑ۔ لطیف روغن۔ خوشبو دار اجزا۔ امونیم۔ کیلشیم اور میگنیشیم وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

بیجوں میں تھوڑی مقدار میں پپاوورین اور مارفین ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر فراری روغن بھی پایا جاتا ہے۔ جب کہ باقی پودے میں کوڈین اور مارفین زیادہ ملتے ہیں۔

افعال و خواص:- افیون خارجی استعمال میں حسی اعصاب کو ضعیف کر دیتی ہے۔ اس لیے مقامی طور پر مخدر اور مسکن الم ہے۔ لیکن جدید تحقیقات کے مطابق یہ جلد میں جذب نہیں ہوتی یا بالکل معمولی مقدار میں جذب ہوتی ہے اس لیے اس کا مقامی اثر مشتبہ ہے۔ لیکن غشاء مخاطی یا زخمی جلد کے ذریعہ یہ یقیناً خون میں جذب ہو کر درد میں تسکین و تخفیف پیدا کرتی ہے۔

معدے پر اس کا شدید مسکن اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے معدہ میں درد ہو تو اس کے دینے سے تسکین ہوتی ہے اور اگر قے آ رہی ہو تو رک جاتی ہے۔ لیکن معدہ کی حس و حرکت کے کم ہو جانے یا تراوش رطوبت میں کمی واقع ہونے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے اور ہضم خراب ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کی مقدار زیادہ ہو تو معدہ اس قدر تسکین میں چلا جاتا ہے کہ محرک اور مقئ ادویہ دینے سے بھی قے نہیں ہوتی۔ امعاء میں بھی یہی اثر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ امعاء کے عضلاتی پردے مفلوج ہو جانے پر ان کی حرکت دودیہ بہت کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے فضلہ اندر ہی رک کر شدید قبض ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شدید اسہال اور خاص کر امعاء سے خون آنے میں مفید ہے۔

افیون زیادہ تر پیشاب کے ذریعے خارج ہوتی ہے اس لیے اگر گردہ میں سوزش ہو اور اس کا اخراج بند ہو جائے تو یہ استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ جروح و قروح کے درد کو اس کے لیپ سے آرام پہنچتا ہے۔ ہر قسم کے عصبی درد اور کرم خوردہ دانت میں رکھنے سے تسکین ملتی ہے۔ قروح معدہ اور سرطان معدہ میں اس کے استعمال سے آرام آتا ہے۔ دست اور پیچش میں زہریلے مواد کو خارج کرنے کے بعد اس کا استعمال فائدہ پہنچاتا ہے۔ مرض سل کے دستوں اور محرقہ بطنی میں بھی ایک مفید دوا ہے۔ ہیضے کی ابتدا میں اس کا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے لیکن جب جسم سرد ہو جائے تو نقصان ہوتا ہے۔

سوزش باریطون۔ سوزش زائدہ اعور (اپنڈیکس) اور آپریشن کے بعد اس کی بڑی مقدار دینی چاہیے تاکہ مریض ہر وقت غنودگی کی حالت میں رہے۔ اس میں ہفتہ عشرہ کے لیے قبض ہو جائے تو پروا نہیں کرنی چاہیے۔ امراض شکم میں افیون مارفیا کی نسبت زیادہ مفید ہے۔

Scanned with CamScanner

یہ ایک عمدہ حابس دم دوا ہے اور آنتوں سے خون آنے کو مفید ہے۔ اس سلسلہ میں یہ میری تجربہ شدہ ہے۔ اگر خونی پیچش میں خون کی روانی میں شدت پیدا ہو جائے تو ڈوڈہ پوست ایک عدد ایک دو پیالی پانی میں جوش دے کر ۱۵۔۱۵ منٹ کے بعد پلانے سے یقینی آرام آتا ہے۔ چونکہ مرکز تنفس کو ست کرنے سے کھانسی کو آرام آتا ہے اس لیے کھانسی کے لیے ایک عمدہ دوا ہے لیکن جب ہوائی نالیوں میں بلغم رکا ہو اور اس کے اخراج کے لیے کھانسی آ رہی ہو جیسا کہ بچوں یا بوڑھوں میں ہوتا ہے تو اس کا دینا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور بات یاد رہے کہ جب نمونیا میں کھانسی کے ساتھ تنگئی تنفس کی شکایت ہو اور چہرہ نیلگوں ہو تو افیون یا کسی اور مخدر دوا کو کسی صورت میں نہ دینا چاہیے۔

یہ ایک معین حمل دوا ہے اور حمل گرنے سے روکنے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے بطور معین حمل ماہواری کے بعد اس کی ایک جو کے برابر مقدار رحم میں حمول کرنی چاہیے نیز اس کے ساتھ ہی میاں بیوی ایک دانہ گندم یا اس سے کم دوا کھا کر مباشرت کریں تو بہتر ہے۔

بچوں میں اس کی برداشت بہت کم ہوتی ہے اس لیے بچوں کو یا حاملہ عورت کو یہ بہت احتیاط سے استعمال کرائیں۔

ویدوں کے بقول افیون ممسک، مفرح، صفراء پیدا کرنے والی، ذیابیطس، کھانسی، دمہ، تاپ تلی اور جریان کو دور کرنے والی ہے۔ امراض قلب و پھیپھڑا اور اجتماع خون فی الدماغ والوں کو نہایت احتیاط سے دینی چاہیے۔

مقدار خوراک :- مسور کے دانہ سے ڈھائی رتی تک دیں۔ جس کو اس کی عادت نہ ہو اس کے لیے ۷ ماشہ مہلک مقدار ہے یہ خوراک نوجوانوں کے لیے ہے بچوں میں تو انتہائی کم مقدار بھی مہلک ہے۔

جسم انسانی پر زہریلے اثرات :- اگر کوئی شخص بہت زیادہ مقدار میں افیون کھالے تو پہلے اسے جسم میں طاقت محسوس ہوتی ہے لیکن فوراً بعد ہی جسم میں سردی پیدا ہو جاتی ہے اور بدن سن ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں بیہوشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ بدن

ٹھنڈا پڑنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر مریض کو چوٹ لگنے یا جسم پر گدگدی ہونے کا احساس ہو تو اس کے بچنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں ورنہ اس کے بعد یہ امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ ہونٹ اور چہرہ مرجھا جاتے ہیں۔ نبض ضعیف ہو جاتی ہے اور شدید کمزوری ہو جاتی ہے۔ زخرہ سکڑ جانے سے سانس بگڑ جاتا ہے۔ خراٹے شروع ہو جاتے ہیں اور مریض مر جاتا ہے۔ زیادہ مقدار میں مضعف قلب ہے۔ دل کی حرکت اور قوت میں کمی آ جاتی ہے۔ دل انبساطی حالت میں حرکت کرنے سے ساکت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبض قصیر اور بطی ہو جاتی ہے۔ موت سے قبل دل اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ اس کی حرکت کو تیز کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ موت حرکت قلب کے ساکن ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ مرکز قلب کے مفلوج ہونے سے واقع ہوتی ہے۔ لیکن مرکز قلب کی نسبت مرکز تنفس پر اس کا اثر جلد اور شدید ہوتا ہے۔ اس لیے تنفس ست ہوتا جاتا ہے اور آخر کار بے قاعدہ ہو کر موت لاحق ہو جاتی ہے۔ حالانکہ قلب ابھی حرکت میں ہوتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ افیون براہ راست مرکز تنفس کو مفلوج کر دیتی ہے۔

افیونی اور دوسرے بیماروں کی علامات فارقہ :- شراب کی بے ہوشی اور افیون کی بے ہوشی میں بو سے فرق معلوم ہو جاتا ہے لیکن جب شراب میں افیون ملا کر پلائی جائے یا افیون کھانے کے بعد کسی نے منہ میں شراب ڈال دی ہو تو مندرجہ ذیل باتوں سے اس کی شناخت ہو سکتی ہے۔

افیون کے زہر سے آنکھوں کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں جب کہ شراب کے زہر میں وہ طبعی حالت میں ہوتی ہیں یا پھیل جاتی ہیں۔ شراب کی بیہوشی میں مریض بیرونی تحریکات سے جلد ہوش میں آ جاتا ہے جب کہ افیون کی کامل بیہوشی میں وہ بیدار نہیں کیا جا سکتا۔ قارورہ کا امتحان اور پیٹ سے نکلنے والے مواد کے امتحان سے بھی پتہ چل جاتا ہے۔

جریان خون دماغی میں بھی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں لیکن دونوں آنکھوں کی پتلیاں یکساں طور پر سکڑی نہیں ہوتیں بلکہ دماغ کے جس حصہ میں جریان ہو گا اس کے دوسری طرف والی آنکھ سکڑی ہو گی البتہ فالج میں پتلیاں زیادہ سکڑی ہوتی ہیں لیکن فالج تو بذات خود جریان دماغی کی علامت ہے۔

Scanned with CamScanner

اگر جریان خون زیادہ ہو تو پہلے جسم کا درجہ حرارت یک دم کم ہو جاتا ہے لیکن بعد میں دوبارہ بڑھ جاتا ہے۔ جب کہ افیون خوردہ میں درجہ حرارت کم ہو کر دوبارہ نہیں بڑھتا۔

عموماً ذیابیطس یا سوزش گردہ میں جب گردے پیشاب بنانا بند کر دیتے ہیں تو خون میں زہریلے مادے یورک ایسڈ وغیرہ بڑھ جاتے ہیں جسے کمم بولی کہتے ہیں۔ اس میں بھی مریض بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن اس میں مریض افیونی کی طرح گہرا بے ہوش نہیں ہوتا نیز اس کے پیشاب میں زلال پایا جاتا ہے کبھی مریض کو تشنج ہوتا ہے کبھی بے ہوشی اور اگر ذیابیطس کے مریض کو بے ہوشی لاحق ہو تو اس کے سانس میں میٹھی میٹھی بو آتی ہے۔ اور پیشاب میں شکر پائی جاتی ہے۔

مرگی کے دورے کے بعد ہونے والی بے ہوشی زیادہ شدید نہیں ہوتی اور مریض کی آنکھوں کی پتلیاں بھی کشادہ ہوتی ہیں۔

اختناق الرحم کی بے ہوشی میں پہلے مریضہ پاگلوں جیسی حرکات کرتی ہے پھر گلے میں کسی چیز کے اٹکنے کا احساس کرتی ہے۔ اور اسے بار بار نگلنے کی کوشش کرتی ہے۔ نیز مریضہ کے سابقہ حالات میں اختناق الرحم کی بیماری پائی جاتی ہے۔ مریضہ کا لاشعور کام کر رہا ہوتا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد جو باتیں مریضہ کے لواحقین اس کے سامنے کرتے ہیں بتا دیتی ہے۔

کاربالک ایسڈ کے کھالینے سے بھی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور آنکھوں کی پتلیاں بھی سکڑ جاتی ہیں لیکن تیزاب سے منہ جل جاتا ہے اور منہ میں سفید چھالے پڑ جاتے ہیں منہ سے تیزاب کی بو آتی ہے اور داغ بھی بن جاتے ہیں۔

کلوروفارم اور ایتھر کے زہروں کی شناخت بھی سانس اور معدہ کے مواد سے لگایا جا سکتا ہے۔

علاج :- سب سے پہلے سٹاک پمپ سے معدہ کو دھوئیں اور پھر جتنی افیون کھائی ہو اس کا پانچواں حصہ پوٹاشیم پرمیگنیٹ (جسے لال دوائی اور پنکی بھی کہتے ہیں جو کنویں میں ڈالی جاتی ہے) اور اگر مارفین استعمال کی ہو تو برابر وزن آدھ پاؤ پانی میں حل کر کے پلا دیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ صرف اس وقت تک مفید ہے جب تک افیون معدہ میں حل نہیں ہوتی ورنہ فائدہ نہ ہو گا۔ نصف گھنٹہ کے بعد دوبارہ پلا کر معدہ خالی کریں۔ اور دودھ اور گھی پلانا شروع کر دیں۔

نیز تیز حقنہ بھی کریں تا کہ باقی ماندہ مواد پاخانہ کے راستہ خارج ہو جائے۔ مریض کو کسی قسم کی شراب ہرگز نہ دیں کیونکہ یہ اثرات کو اور تیز کر دیتی ہے۔ نیز افیون پر سرسوں یا تل کا تیل پلانے سے مریض لاعلاج ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی ترشی بھی سخت مضر ہے۔ مریض کو آکسیجن یا مصنوعی سانس جاری کریں۔

مریض کو جواہر مہرہ ۲ چاول دواءالمسک معتدل جواہر دار نصف چمچ میں ملا کر ہمراہ جدید ستر آدھ ماشہ' زعفران اماشہ' کستوری آدھ رتی' دودھ اور گھی کے ساتھ دیں۔

میرے تجربے میں ایک ۸۰ سالہ افیونی جس کا ناک کا بانسہ مڑ چکا تھا اور خراٹے جاری تھے اور پیشاب بند تھا اسی نسخہ سے صحت یاب ہو گیا پیشاب کے لیے مثانے پر ادرک پیس کر اس کا لیپ کروایا اور اوپر سے ٹکور کرائی تھی۔ یہی نسخہ ہیروئن کے عادی لوگوں کو استعمال کرانے سے ان کو نشہ چھوڑنے کے مابعد اثرات سے نجات مل جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ فرفیون افیون کا تریاق ہے نیز سونٹھ اور مولی کے بیج ہم وزن کوٹ کر سرکہ میں بھگو کر کھانے سے افیون کا نشہ فوراً اتر جاتا ہے۔

جندبیدستر بھی بہت فائدہ مند ہے۔ جس قدر افیون کھائی ہو اتنا جندبیدستر افیون خوردہ کو کھلانا نہایت فائدہ مند ہے۔

چند جواہر موثرہ کی خصوصیات

کوڈین :- یہ افیون یا مارفین سے حاصل ہونے والا جوہر ہے جس کی آٹھ پہلو بے رنگ قلمیں ہوتی ہیں یہ تلخ ذائقہ اور کھاری کیفیت والی دوا ۸۰ حصہ پانی میں ایک حصہ حل ہوتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ فاسفورک ایسڈ کو ملالیں تو کوڈین فاسفیٹ نامی قدرے تلخ بے بو قلمی سفوف حاصل ہوتا ہے یہ احشاء یعنی اندرونی اعضاء کے اعصاب کو مفلوج کر دیتا ہے اس لیے اس کے دینے کے بعد کوئی خراش دار زہر مثلاً سنکھیا دیا جائے تو اس سے قے آتی ہے اور نہ ہی دست۔ اس سے قبض کی شکایت نہیں ہوتی لیکن اگر زیادہ مقدار میں دیا جائے تو انتڑیوں کی حرکت دودیہ مفلوج ہونے کے باعث قبض ہو جاتی ہے۔ کھانسی اور احشاء کے درد عصبی میں اس کا دینا مفید ہے۔ اس کا ایک شربت کوڈین کف سیرپ کے نام سے ایلوپیتھی میں

مستعمل رہا ہے۔ اس کو اس طرح بناتے ہیں کہ ۴۰ گرین (سوا دو رتی) کوڈین فاسفیٹ کو چوتھائی فلوئڈ اونس (سوا ے ماشہ) پانی میں حل کر کے اس میں سوا انیس فلوئڈ اونس سادہ چینی کا شربت بنالیں۔ ذیابیطس میں پیشاب میں شکر کی مقدار کم کرنے کے لیے بھی یہ شربت دیا جاتا ہے۔ عمدہ خواب آور بھی ہے۔

کوڈین اور کوڈین فاسفیٹ کی مقدار خوراک ۲ گرین تک۔ انجکشن کے ذریعہ ۸ اگرین تا اگرین تک اور شربت آدھ تا ۲ فلوئڈ ڈرام دیا جاتا ہے۔

مارفیا یا مارفین:۔ نوشادر کو پانی میں حل کر کے اس کے ساتھ افیون کا محلول ملانے سے ایک سفید رنگ کا مرکب تشکیل ہوتا ہے جسے مارفیا کہتے ہیں۔ اسی مارفیا سے ہیروئن بنائی جاتی ہے۔ دراصل یہ ایک بہت ہی اعلیٰ قسم کی درد کش اور مسکن دوا ہے جسے ایلوپیتھی میں بہت زیادہ بلکہ بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے مختلف قسم کی دردناک بیماریوں مثلاً چہرہ کے عصبی درد، شقیقہ، عرق النساء، درد پشت، شریانی رسولی، درد دل، مزمن سوزش معدہ، سرطان، خراش معدہ کے سبب قے آنا، قولنج، درد گردہ اور درد جگر میں تسکین لاتے اور درد کم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ذیابیطس میں اس کے استعمال سے شکر آنا کم ہو جاتی ہے۔ افیون کی نسبت مارفین خون میں جلد داخل نہیں ہوتی اور جذب شدہ دوا کا زیادہ تر حصہ ایسے ہی خون میں دورہ کرتا رہتا ہے جو امعا کی غشائے مخاطی کے ذریعے خارج ہو جاتا ہے جب کہ اس کا بہت قلیل حصہ گردہ کے راستے پیشاب میں خارج ہو جاتا ہے اس لیے سوزش گردہ مزمن میں اسے نہیں دینا چاہیے کیونکہ اگر اس کا اخراج نہ ہو تو بار بار دینے سے یہ گردوں میں جمع ہو کر نقصان کا باعث بنتی ہے۔

مقدار خوراک:۔ ۸/ اگرین تا ۲/ اگرین۔

فاد زہر:۔ پوٹاشیم پرمیگنیٹ افیون کے ساتھ ساتھ مارفیا کا بھی فاد زہر ہے۔ لیکن اسے فوراً استعمال کرنا چاہیے کیونکہ اگر مارفیا معدے میں جذب ہو جائے تو پھر یہ کام نہیں کرتی۔ پوٹاشیم پرمیگنیٹ اپنی ہم وزن مارفیا اور پانچ گنا افیون کو بے اثر کر دیتا ہے۔ اگر کھائی گئی مقدار معلوم نہ ہو تو ۸ تا ۱۰ گرین پوٹاشیم آدھا گلاس پانی میں حل کر کے پلا دیں۔

نارسین:۔ یہ نرم قلموں والا جوہر ہے جو کہ شراب میں حل ہو جاتا ہے اور پانی کے ۴۰۰ حصہ میں ایک حصہ حل ہوتا ہے۔ عمدہ خواب آور ہے۔ یہ کوڈین اور مارفیا سے اثرات میں تیز ہے جس سے نیند خوب آتی ہے۔ افیون کی طرح اس سے قبض نہیں ہوتی اور بعد ازاں درد سر بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ کھانسی کی شدت کو کم کرتا ہے۔

مقدار خوراک:۔ ۲/ اگرین سے ایک گرین تک ہے۔

نارکوٹین:۔ افیون کا سفید رنگ کا یہ جوہر قلمدار ہوتا ہے۔ یہ پانی میں حل نہیں ہوتا۔ یہ خواب آور نہیں ہوتا اور باری کا بخار روکنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

مقدار خوراک: ا تا ۳ گرین ہے۔

مجربات

حبوب سعال:۔ افیون، مصری، بادام مقشر، زعفران، رب السوس، دار چینی، کمد ساڑھے تین ماشہ۔ شنگرف پونے تین ماشہ۔

تمام اشیاء کا کپڑ چھان سفوف بنا کر پانی کے ہمراہ کھرل کر کے فلفل سیاہ کے برابر گولیاں بنا لیں۔ رات سوتے وقت ا تا ۲ گولی ہمراہ نیم گرم پانی یا چائے۔ دمہ کے لیے ہمراہ جوشاندہ فلفل دراز دیں۔ احتیاط رہے کہ اس کے کھانے کے بعد سرد پانی ا تا ۲ گھنٹہ نہ پئیں۔

فوائد: نزلہ، زکام، کھانسی میں بہت مفید ہے۔

حبوب ہیضہ و دست اتیسار:۔ تخم مرچ سرخ اتولہ۔ ہیرا ہینگ اتولہ۔ کافور اتولہ۔ افیون خالص ۲ تولہ۔

ترکیب:۔ سرخ مرچ کے تخم پانی سے گھوٹ کر ملائی کی مانند بنائیں پھر ہینگ ڈال کر رگڑیں۔ بعد ازاں افیون ملا کر حل کریں اور پھر کافور ملا لیں۔ گولی دانہ نخود۔ ماش اور مونگ کے برابر بنا لیں۔

جوان کو نخودی گولی، کمزور کو ماش کے برابر اور بچے کو مونگ کے برابر ہمراہ جوشاندہ درج ذیل ہر پندرہ منٹ کے بعد دیں۔ آرام ہونے کی صورت میں وقفہ بڑھا دیں۔

جنگلی پیاز ALLIUM CAROLINIANUM نزد دیوساتی میدان، بلتستان
۱۱راگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

جوشاندہ :- پودینہ خشک ۳ ماشہ۔ کچور ۳ ماشہ۔ فلفل دراز ۳ ماشہ کو جوکوب کر کے ڈیڑھ پاؤ پانی میں ڈال کر جوش دیں۔ جب ۳ چھٹانک پانی رہے تو چھان کر ا تا ۲ تولہ پیاز کا پانی اور تھوڑا نمک ملا کر ہمراہ گولی دیں۔

فوائد :- پیٹ درد، بے اختیار دست، اسہال خونی اور ہیضہ میں از بس مفید ہے۔

حبوب ماسک البول :- افیون، جائفل، جاوتری، زعفران، تخم جوزماثل سیاہ، ناگر موتھا، کندر، جفت بلوط، خولنجان، حب الآس۔ زیرہ کرمانی ہر ایک ایک تولہ۔ ایکسٹریکٹ نکس وامیکا ا تولہ یا کچلہ مدبر ۲ تولہ سلاجیت ۶ تولہ۔ کشتہ فولاد ۳ تولہ۔ لونگ ا تولہ۔

تمام اجزاء کو کپڑ چھان سفوف بنا کر کھرل کر کے ۲ رتی کی گولیاں بنالیں۔

مقدار خوراک : ا گولی صبح ا شام ہمراہ قہوہ لونگ دار چینی۔

فوائد :- سلسل البول۔ بول فی الفراش کثرت پیشاب۔ سیلان الرحم اور ذیابطیس میں مفید ہے۔

حبوب ممسک :- جوہر سم الفار در آب ثمر دھتورا خام ا ماشہ۔ جدوار خطائی ۲ ماشہ۔ جندبیدستر ۳ ماشہ۔ عقرقرحا ۳ ماشہ۔ زعفران ۲ ماشہ۔ شنگرف ایک ماشہ۔ عروسک ۲ عدد۔ جائفل ا عدد۔ افیون خالص ۳ ماشہ۔ ۲ یوم عرق کیوڑہ اور ۲ یوم عرق گلاب میں کھرل کر کے رتی بھر کی گولیاں بنائیں۔

مقدار خوراک : صبح و شام ایک ایک گولی ہمراہ دودھ۔ وقت خاص سے تین گھنٹہ قبل ایک گولی کھائیں۔ رات کو میٹھے چاول یا دودھ چاول تھوڑے سے کھالیں۔ روٹی نہ کھائیں۔

فوائد : ایک اچھی ممسک دوا ہے لیکن گرم مزاج پرہیز کریں۔

Scanned with CamScanner

Family: Alliaceae

پیاز

Allium cepa

﴿ اردو' فارسی : پیاز ﴾ ﴿ عربی : بصل۔ عنصل ﴾ ﴿ سندھی : بصر ﴾ ﴿ پنجابی : گنڈا ﴾ ﴿ انگریزی : Onion ﴾ ﴿ ہندی : کولی کاندا ﴾

تاریخ : پیاز کی تاریخ بطور خوراک اور دوا ہزاروں سال پرانی ہے۔ جب انسان نے مختلف سبزیوں اور جڑوں کو بطور خوراک استعمال کرنا شروع کیا تو پیاز اسی وقت سے انسانی خوراک میں شامل ہو گیا۔ بعد ازاں جب باقاعدہ علم طب کا آغاز ہوا تو اپنے گوناں گوں فوائد کی بدولت اسے ادویہ میں ایک اہم مقام حاصل ہوا۔ قدیم مصری تاریخ ۴۷۷۰ قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ اہرام مصر سے جو خشتی تختیاں اور پیپرس کاغذ برآمد ہوئے ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ جو مزدور وہاں کام کرتے تھے ان کو پیاز بطور خوراک مزدوری میں ملتا تھا۔ مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس (۴۸۵-۴۲۵ ق م) لکھتا ہے کہ "خافرا کے ہرم پر ایک کتبہ قدیم مصری زبان میں نصب ہے جس میں لکھا ہے کہ مزدوروں کے لیے جو مولیاں' پیاز اور لہسن روزانہ فراہم کیا جاتا تھا صرف ان پر سولہ سو ٹیلنٹ (یہ اس وقت کا مروجہ وزن تھا) چاندی کا خرچہ آتا تھا۔"

پیاز جنگل میں بھی ملتا تھا اور اسے کاشت بھی کیا جاتا تھا۔ حکیم فیثا غورث یونانی نے پیاز دشتی کے افعال و خواص پر ایک مبسوط کتاب لکھی تھی اور سرکہ عنصل اسی کی دریافت ہے۔ دیسقوریدوس نے بھی اسکوِل (اسکیلی) کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ بقراط بھی اس کا داخلی اور خارجی استعمال کرتا تھا۔

ہندی میں پیاز جنگلی کو کولی کاندا بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کولی نام کی ایک قوم جو کپڑا بنتی ہے وہ لوگ پیاز دشتی کے لعاب کو سختی اور مضبوطی کے لیے تانے بانے میں لگاتے تھے۔ اس میں کاندا پیاز کو کہتے ہیں اور کولی کاندا کا مطلب وہ پیاز جو کولیوں کے کام

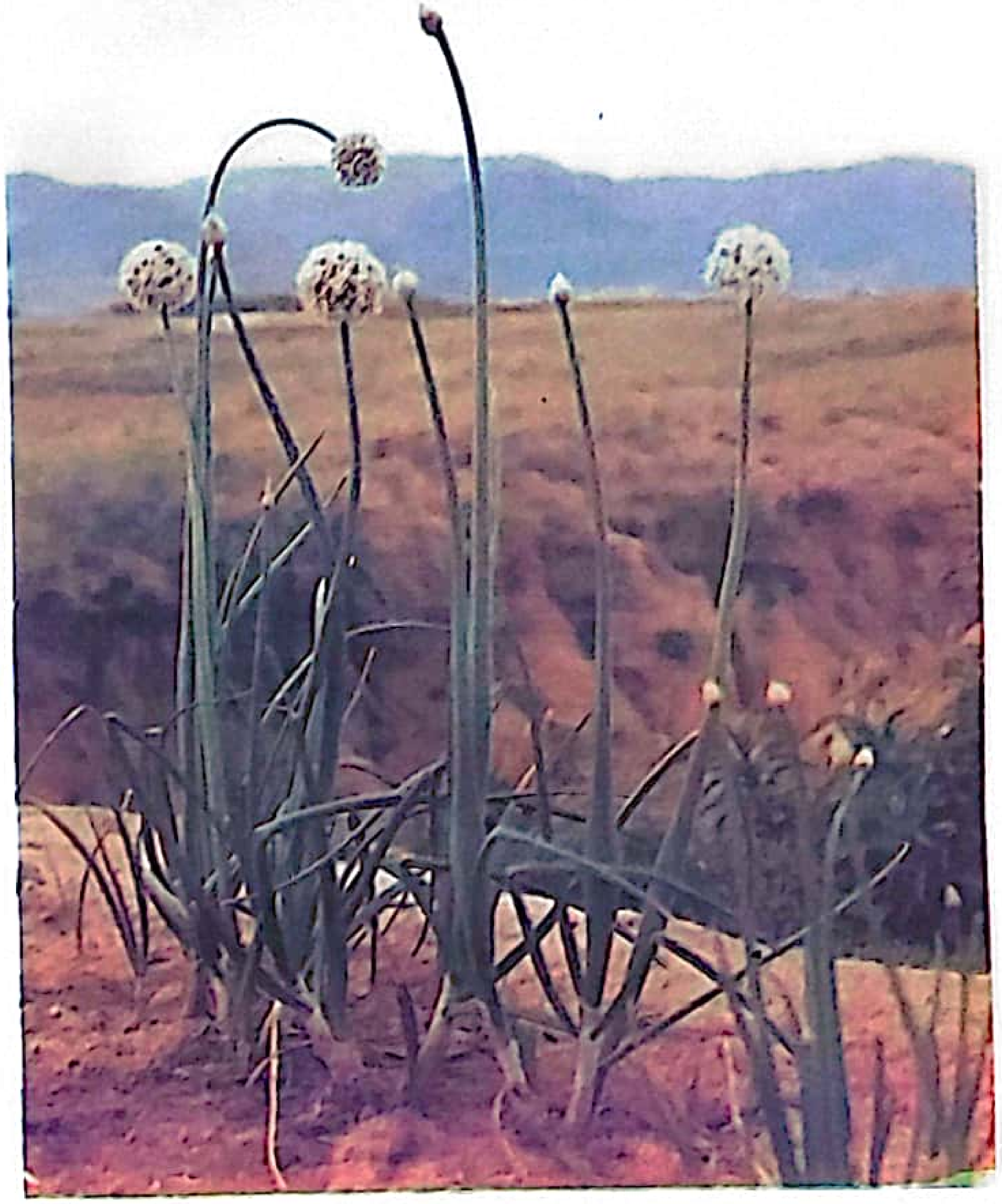

پیاز — ALLIUM CEPA — اسلام آباد

مارچ ۱۹۹۲ء — بلندی : ۱۷۰۰ فٹ

آتا ہے۔

پاکستان میں دو اقسام کا پیاز عام طور پر بویا جاتا ہے لیکن جنگلی پیاز کی تقریباً ۳۸ اقسام ہمارے ملک میں ملتی ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ایسے پودے جن کی شناخت آسان ہے اور بطور خوراک روزمرہ استعمال ہوتے ہیں نہ درج کروں تاکہ حکماء اور طب کے طلباء کو زیادہ سے زیادہ جڑی بوٹیوں کی شناخت ہو سکے یہ مضمون اس کی جنگلی قسم کی شناخت کے لیے لکھا گیا ہے لیکن اس میں عام پیاز کا احاطہ بھی کر دیا گیا ہے۔

نوٹ: ۳۸ اقسام جنگلی ہیں جبکہ باقی کاشت کردہ ہیں۔

پیاز کی اقسام کی مشترکہ شناخت:- خاندان (Alliaceae) کی جنس (Allium) سے تعلق رکھنے والے کھڑے نباتی تنے کے ۶ انچ تا ۳ فٹ بلند پودے ہیں جن کے نیچے پھولا ہوا تنا یا گٹھی یعنی بصلہ ہوتا ہے۔ بصلہ لمبوترا یا گول ہوتا ہے۔ جس کے نچلے حصے میں اتفاقی جڑیں ہوتی ہیں بعض اوقات یہ گٹھی مختلف چھوٹی چھوٹی گٹھیوں یا تریوں کا مجموعہ ہوتی ہے جیسے لہسن۔ ان کے پتے خطی، پتلے اور نازک ہوتے ہیں جن کا قاعدہ تنے کو مکمل طور پر گھیر لیتا ہے۔ درمیانی ساق کے سر پر سفید، پیلے نیلے، بینگنی یا کاسنی رنگ کے چھوٹے چھوٹے ۴ تا ۸ ملی میٹر لمبے پھولوں کا گول یا نصف گول گچھا ہوتا ہے۔ ساق دبیز، نرم اور درمیان سے سوراخ دار ہوتی ہے۔ یہ ساق گٹھی کے درمیان سے سیدھی نکلتی ہے۔ پتے چند ایک ہوتے ہیں جو زیادہ تر ساق کے نچلے نصف حصے پر ہی ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:- پیاز کی جنس سے تعلق رکھنے والے پودے دنیا کے بیشتر حصوں میں سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پائے جاتے ہیں۔

اقسام:- جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ صرف پاکستان میں پیاز کی ۴۱ انواع پائی جاتی ہیں جن میں سے ۳ یا ۴ کاشت کی جاتی ہیں۔ باقی سب جنگلی اقسام ہیں۔ اس قدر زیادہ اقسام کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ تمام اقسام کا احاطہ کرنا اس کتاب کے مقاصد میں شامل نہیں۔ اس لیے اس کی صرف ایک پہاڑی قسم جس کی تصویر شامل مضمون ہے اور باقی عام کاشت شدہ اقسام کی تفصیل پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

(۱) جنگلی پیاز — Allium carolinianum
(۲) عام پیاز — Allium cepa
(۳) لہسن — Allium sativum

پیاز دشتی جنگلی پیاز

Allium carolinianum

جنگلی پیاز کی پاکستان میں تقریباً ۳۸ قسمیں پائی جاتی ہیں۔ جس پیاز کی تصویر آپ دیکھ رہے ہیں یہ ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر بلتستان میں عام پایا جاتا ہے۔

شناخت:- اس پیاز کی گٹھی گول لمبوتری یا بیضوی ہوتی ہے جو کہ ۱ تا ڈیڑھ انچ تک موٹی ہوتی ہے جس کے اوپر کا چھلکا گہرا بھورا ہوتا ہے۔ اس کی ساق عام پیاز کی مانند نباتی، نرم اور نالی دار ہوتی ہے۔ جس کی لمبائی ۱۵ تا ۵۰ سنٹی میٹر تک ہوتی ہے۔ اس پر زمین کے نزدیک پتے لگے ہوتے ہیں۔ پتے ایک پودے میں پانچ تا چھ، چوڑے خطی یا عدسہ نما ہوتے ہیں۔ یہ پتے خمدار ہوتے ہیں۔ پتے درمیان سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ٹھوس ہوتے ہیں۔ جن کا سرا ہلکا سا نوکدار یا بے نوک ہوتا ہے۔ پھولوں کا گچھا بھی عام پیاز کی مانند گول ۱.۵ تا ۳ سنٹی میٹر قطر کا ہوتا ہے پھول گلابی یا سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ پنکھڑیاں عدسہ نما ۶ تا ۷ ملی میٹر لمبی ہوتی ہیں۔ زرتار پنکھڑیوں سے لمبے ہوتے ہیں جو کہ بنیاد سے جڑواں ہوتے ہیں۔ پھول کی کلغی گچھے دار سروالی ہوتی ہے۔ ڈوڈا گول جب کہ بیج بیضوی یا بیلیچی ۳.۵ ملی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ جن کی سطح دانے دار ہوتی ہے۔

عام پیاز

Allium cepa

شناخت:- پیاز کا زیر زمین بصلہ یا گٹھی پرت دار گول یا بیضوی ہوتی ہے۔ جس پر کاغذ کی

مانند سفید۔ سرخ یا بھورا چھلکا ہوتا ہے۔ گٹھی کے نیچے اتفاقی جڑیں ہوتی ہیں۔ دراصل پیاز ایک زیر زمین پھولا ہوا تنا ہے جس کے درمیان سے سیدھی ساق نکلتی ہے جو کہ نباتی ہوتی ہے۔ یہ ساق گول اور پائپ نما سوراخ دار ہوتی ہے جو کہ نصف سے نیچے چپٹی اور ٹھوس ہوتی ہے۔ ساق کے سرے پر پھولوں کا گول گھنا گچھا لگتا ہے۔ پھول ستارہ نما سبزی مائل سفید ہوتے ہیں۔ جن میں چھوٹی چھوٹی ۵ تا ۶ ملی میٹر لمبی ۶ عدد پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ زر تار پنکھڑی سے ۳ ۔ ۴ گنا لمبے ہوتے ہیں۔ پتے گول' درمیان سے خالی نالی دار اور نرم ہوتے ہیں۔ تمام پودے سے پیاز کی مانند بو آتی ہے۔

مقام پیدائش :- سارے پاکستان میں کاشت کیا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- پیاز میں فراری روغن اور نباتی گندھک پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایسے مواد ملتے ہیں جو محرک عضلات' نبض کو تیز کرنے والے۔ انتڑیوں کی حرکت دودیہ کو تیز کرنے والے اور شریانی خون کے بہاؤ کو تیز کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بلڈ شوگر کو کم کرتے اور صفراء کی مقدار کو بڑھاتے ہیں۔ یعنی مقوی جگر ہیں۔ اس کے روغن کا بڑا جزو ایملائل پروپائل ڈائی سلفائیڈ (Emllyl propyl disulphide) ہے۔ تازہ رس میں جراثیم کش اثرات پائے جاتے ہیں۔

افعال و خواص :- پیاز انتہائی خشک گرم دوائے غذائی ہے۔ یہ سودا پیدا کرتی ہے اور خون میں سودا کا اضافہ کرتی ہے چونکہ یہ مولد ریاح ہے اس لیے اسے مالیخولیا یا تبخیر کے مریضوں کو استعمال نہیں کرانا چاہیے۔ البتہ اعصابی علامات مثلاً نزلہ' زکام وبائی' ہیضہ' باولے کتے کے کاٹے اور اعصابی ضعف باہ میں یہ اپنی تریاقی قوت کی وجہ سے بہت فائدہ مند ہے۔ اس لیے اس کو چونے کے پانی یا سرکے میں شامل کر کے پلاتے ہیں۔

دافع ضرر سموم اور آب و ہوا کو صاف کرنے کی وجہ سے حالت سفر میں پیاز یا اس کا اچار نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ عضلاتی محرک ہونے کی وجہ سے اس کا پانی شہد میں ملا کر پینا نعوذ آور' مادہ منویہ کا پیدا کرنے والا اور انتشار کو شدت سے پیدا کرنے والا ہے۔ اختناق الرحم میں پیاز سنگھانے یا اس کا پانی آنکھوں میں لگانے سے مریضہ کو ہوش آجاتا ہے۔

پیاز چونکہ مولد و مخرج سودا ہے اور مخرج سودا اشیاء عام طور پر مخرج خون ہوتی ہیں اس لیے اس کا زیادہ استعمال حیض کے رکے ہوئے خون کو خارج کرتا ہے۔ تلی کا ورم یا خون کے سفید دانوں کے بڑھ جانے میں اعصابی علامات کا زور ہوتا ہے اس لیے پیاز کا سرکہ میں ڈالا ہوا اچار ان علامات کے لیے بہت مفید ہے۔

شیخ بو علی سینا کے بیان کے مطابق پیاز کی جو گٹھی لمبی ہوتی ہے اس میں تیزی گول کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور سرخ بہ نسبت سفید کے زیادہ تیز ہے جب کہ خشک بہ نسبت تر کے اور کچی بہ نسبت پکی کے زیادہ تیز ہے۔ اگر وبا کے دنوں میں حفظ ماتقدم کے طور پر کچی پیاز کو زیادہ استعمال کیا جائے اور اس کے ٹکڑے کر کے گھر کے دروازوں میں لٹکا دیئے جائیں تو وبا سے امن رہتا ہے۔ اس کی بو سے سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے نزدیک نہیں آتے۔ دوران سفر اگر عارضی رہائش گاہوں یا خیموں کے ارد گرد پیاز کاٹ کر بچھا دی جائے تو زہریلے کیڑے مکوڑوں سے امن ہو جاتا ہے۔

سرکے والی پیاز ان لوگوں کے لیے انتہائی مفید ہے جن کی بھوک معدے میں بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ پیاز گرمی اور سوزش پیدا کرتی ہے اس لیے گرم مزاج اور سوداوی مزاج کے حامل لوگوں کو اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زیادہ کھانے سے تشنگی اور زیادہ پسینہ آنے لگ جاتا ہے۔ درد سر اور ریاح پیدا ہو جاتے ہیں۔

مجربات :-

پیاز کو کوٹ کر نچوڑا ہوا پانی ۔ ایک حصہ شہد خالص ۔ ایک حصہ

دونوں کو ملا کر نرم آنچ پر اس قدر پکائیں کہ پانی جل کر خالص شہد رہ جائے۔ یہ شہد ایک چھوٹی چمچ صبح و شام استعمال کریں۔ یاد رہے کہ اس میں ناگوار بو ہوتی ہے اور اسے پینا کسی قدر دشوار ہوتا ہے۔

فوائد :- ایسے بلغمی مریض جن میں قوت باہ۔ انتشار اور مادہ منویہ میں کیڑوں کی شدید کمی ہوتی ہے اور اکثر مادہ میں پیپ کے خلیات (Puss cells) پائے جاتے ہیں ان کے لیے نسخہ بہت مفید ہے۔ اس نسخہ سے کافی لوگ با اولاد ہو گئے ہیں۔

لہسن۔ تھوم

Alliumsativum

شناخت :۔ گٹھی بیضوی ہوتی ہے جس میں ٦ تا ١٥ تریاں ہوتی ہیں۔ ان کا اوپر کا چھلکا سفید ہوتا ہے شروع میں پیاز کی مانند صرف پتے نکلتے ہیں۔ یہ پتے تنے کے گرد ہوتے ہیں۔ ایک پتے کے قاعدے سے دوسرا پتا نکلتا ہے اس طرح پودا سیدھا اوپر اٹھتا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس میں سے پیاز کی مانند استوانہ دار ساق برآمد ہوتی ہے۔ جس کے سرے پر پھول ایک کون نما چونچ دار غلاف میں لپٹے ہوتے ہیں۔ غلاف پھٹنے کے بعد چھتری دار پھولوں کا گچھا برآمد ہوتا ہے۔ پنکھڑیاں سفید' عدسہ نما' نوکدار ہوتی ہیں۔ زرتار پنکھڑیوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ پتے چپٹے اور خط نما یا تلوار نما ہوتے ہیں۔ پودے کو سونگھنے سے لہسن کی بو آتی ہے۔

کیمیائی تجزیہ :۔ لہسن میں ٠.٠٦ تا ٠.١ فیصد فراری روغن پایا جاتا ہے۔ جس میں ایلائل پروپائل ڈائی سلفائیڈ (Ellyl propyl di slphide) نامی گندھک کا مرکب۔ ڈائی ایلائل ڈائی سلفائیڈ (di ellyl di sulphide) نامی دوسرا گندھک کا مرکب اور دو مزید گندھک کے مرکب ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ جراثیم کش اور شریانوں کو پھیلانے والے مرکبات بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک الکلائیڈ ایلاسن (allacin) بھی ملتا ہے۔

افعال و خواص :۔ لہسن محلل ریاح' مقوی باہ' دافع بلغمی اور عصبی امراض مثلاً فالج' لقوہ اور وجع المفاصل کے لیے مفید ہے۔ یہ چونکہ محمر اور جالی ہے اس لیے خارش خشک اور تر کے لیے فوری اثر ہے۔ محلل اورام ہونے کی وجہ سے ورموں پر اس کا لیپ کیا جاتا ہے۔ اگر ورم میں پیپ نہ پڑی ہو تو اسے تحلیل کر کے بٹھا دیتا ہے ورنہ ورم کو پھاڑ کر پیپ خارج کر دیتا ہے۔ چونکہ دافع سوزش اورام ہے اس لیے وجع المفاصل بلغمی۔ فالج بلغمی' دمہ بلغمی' لقوہ' رعشہ اور اعصابی دردوں میں بہت مفید ہے۔ علاوہ ازیں اپنے گندھک کے اجزا کی وجہ سے جسم کو گرم رکھتا ہے۔ دافع تعفن ہونے کی وجہ سے گندے اور بہنے والے زخموں کو اس کے پانی سے صاف کرتے ہیں نیز تعفنی امراض مثلاً تپ محرقہ' خسرہ' چیچک وغیرہ کے لیے عمدہ چیز

ہے۔ رحم کے عضلات کو تحریک دے کر رکا ہوا حیض جاری کرتا ہے۔ چونکہ اس کے اندر گندھک پائی جاتی ہے اس لیے خارش' چنبل' آتشک' برص اور چھیپ پر بطور طلاء لگانے سے جسم صاف ہو جاتا ہے۔ قے دست اور ہیضہ کی صورت میں اس کا پانی نکال کر پلانے سے فوری فائدہ ہوتا ہے۔

مجربات :۔

شہد خالص ایک پاؤ' آب لہسن' آدھ چھٹانک' آب ادرک آدھ چھٹانک

تمام کو ملا کر بوتل میں بند کر کے ایک ہفتہ دھوپ میں رکھیں۔ بعد ازاں آدھ تا ایک چائے کا چمچ صبح دوپہر شام پلائیں۔

یہ نسخہ مقوی و محرک جگر ہے۔ خون صاف کرتا ہے صفراء پیدا کرتا ہے اس لیے سودا کی وجہ سے شریانوں کے سکیڑ اور بند ہو جانے کو کھولتا ہے۔ انجائنا کے درد میں بہت مفید ہے۔ مخرج ریاح' ورم معدہ اور السر سوداوی میں بہت مفید ہے۔ غدد کے ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ جفت شدہ اعضاء کو کھولتا ہے اور وجع المفاصل میں بہت فائدہ مند ہے۔

Scanned with CamScanner

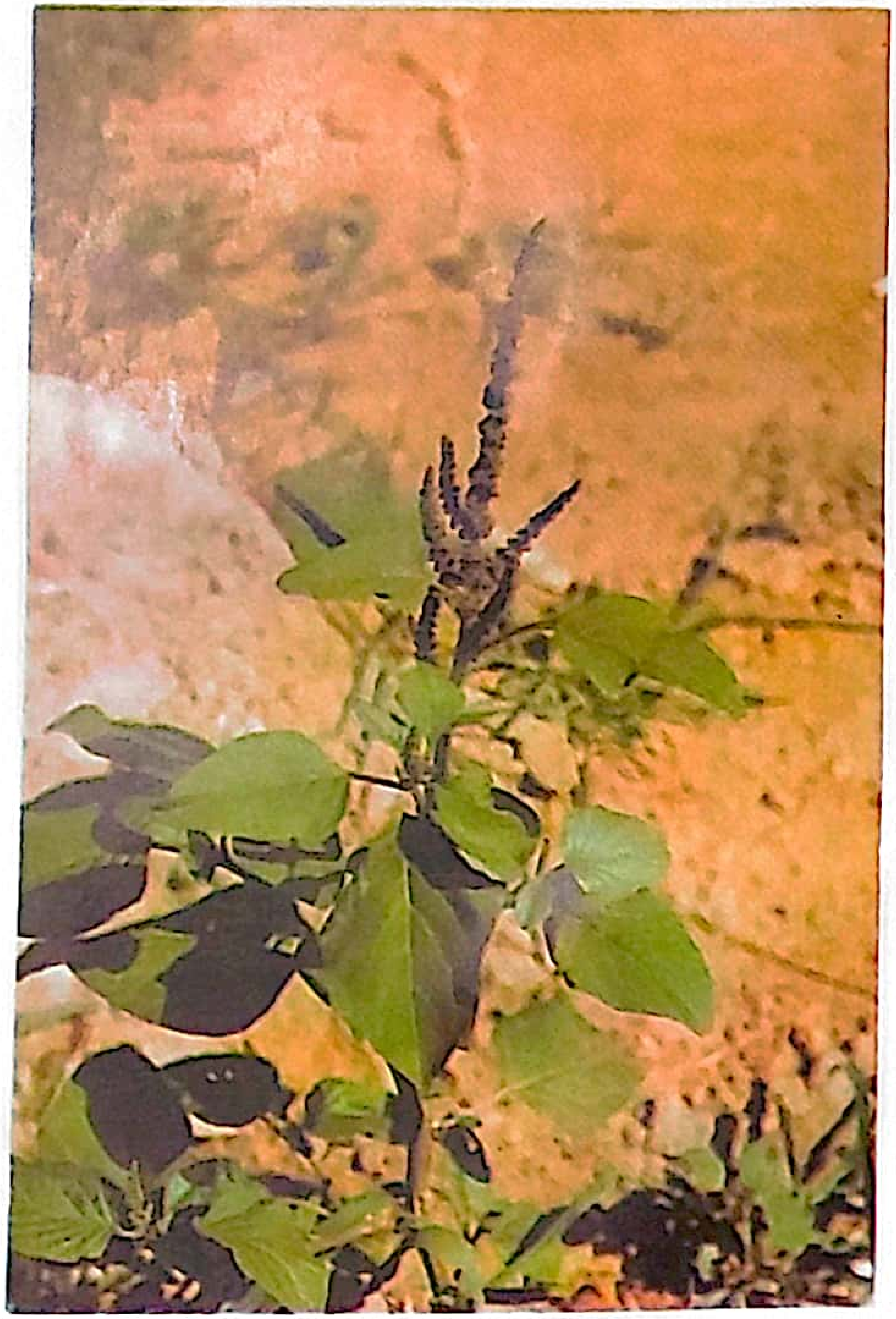

AMARANTHUS UIRDIS چولائی

اسلام آباد جون ۱۹۹۷ء

Family: Amaranthaceae

چولائی

Amaranthus

تاریخ :- یہ بوٹی مشہور عام ہے جس کی تمام پاک و ہند' ایران اور نیپال میں کئی اقسام پائی جاتی ہیں۔ جنہیں عرصہ سے بطور سبزی تمام ممالک میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قدیم ہندو دیومالا میں اسے دیوتاؤں کی بوٹی بتایا گیا ہے۔ عام طبی کتب میں اس کی تین اقسام سفید' سبز اور سرخ بتائی گئی ہیں۔ بقول صاحب خزائن الادویہ یہ عوام کی ترکاری ہے۔ خواص اسے بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ حکیم عبدالمجید نے تحفۃ المومنین کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ملک فارس کے علاقہ تبریز میں اس کو میں نے دیکھا تھا وہاں اس کو "سلیمانی" کہتے تھے اور وہاں کے لوگ اس سے "بورانی" پکاتے تھے۔ حکیم شریف خان نے لکھا ہے کہ اس کی ایک قسم کو گندھرست کہتے ہیں اور دوسری قسم کو مرسا۔ نیپال میں اس کی ایک قسم سرخ ستوں والی پائی جاتی ہے جسے وہاں بطور ساگ استعمال کیا جاتا ہے۔

مقام پیدائش :- چولائی کی مختلف اقسام ایران' پاکستان' نیپال' افغانستان' بنگلہ دیش کے علاوہ اور بھی کئی گرم آب و ہوا والے ممالک میں پائی جاتی ہیں۔ یہ سطح سمندر سے لے کر ۱۰۰۰۰ فٹ کی بلندی تک ملتی ہیں۔ پاکستان میں اس کی تقریباً ۶ اقسام ملتی ہیں لیکن ۲ اقسام جنہیں چولائی بے خار اور چولائی خاردار کی حیثیت سے لوگ جانتے ہیں' عام ہیں۔ یہ دونوں اقسام پاکستان کے زرخیز اور میدانی علاقوں میں کھیتوں' کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں' پانی کے نزدیک موسم گرما سے لے کر موسم سرما کے شروع تک عام ملتی ہیں۔ برسات میں یہ جوبن پر ہوتی ہیں۔

اقسام :-

(۱) چولائی خاردار Amaranthus spinosus

Scanned with CamScanner

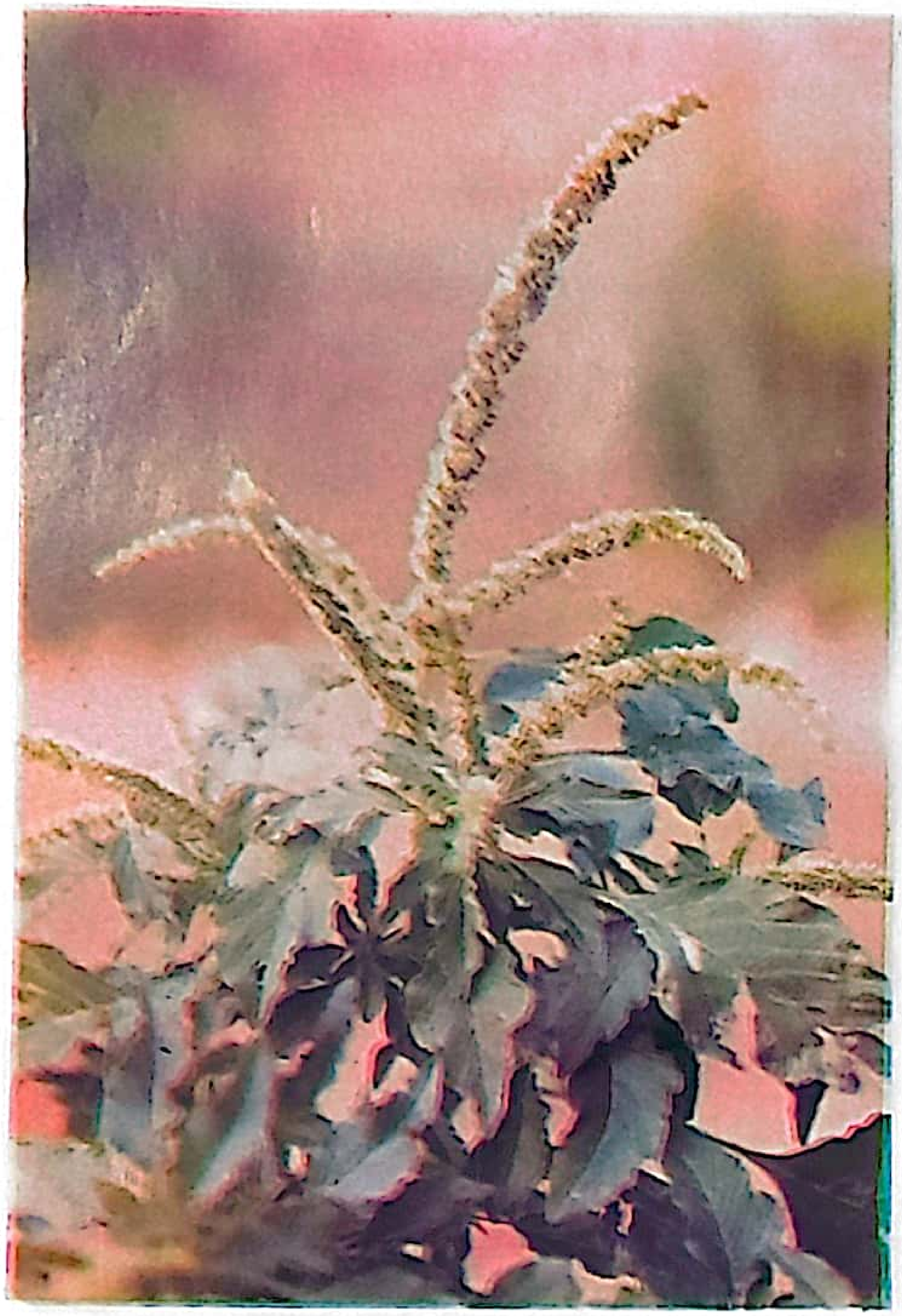

اسلام آباد AMARANTHUS SPINOSUS چولائی خاردار

اگست ۱۹۹۲ء

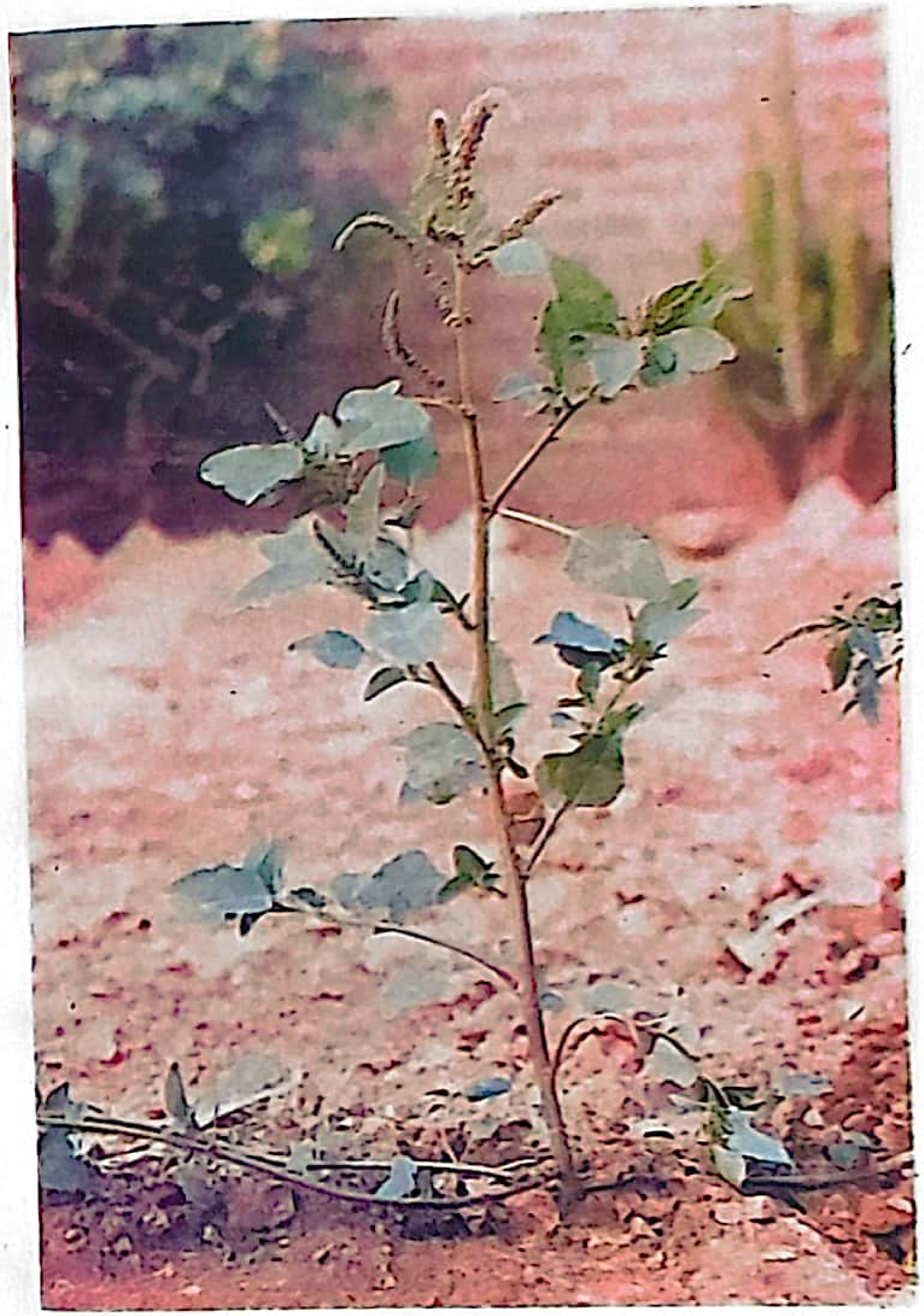

اسلام آباد AMARANTHUS VIRIDIS چولائی

اگست ۱۹۹۲ء

(۳) چولائی بے خار Amaranthus viridis

چولائی خاردار

Amaranthus spinosus

﴿ اردو: چولائی ﴾ ﴿ پنجابی: رسیل، چولائی کنڈے والی ﴾ ﴿ سنسکرت، تاندلیا ﴾ ﴿ ہندی: کنٹیلی چولائی ﴾

شناخت:- یہ دو تا چار فٹ اونچا کھڑے تنے کا تھوڑا پھیلا ہوا جھاڑی نما پودا ہے۔ اس کے پتے اور ٹہنیاں جڑ کے پاس سے ہی نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض زرخیز اور نم جگہوں پر تو زمین کے نزدیک ہی پودا کافی پھیل جاتا ہے۔ پودے کا تنا نباتی ہے پتے کافی تعداد اور مختلف سائز کے ہوتے ہیں۔ پتا ڈنڈی دار بیضوی، نوکیلا، کنارا لہریا دار اور الٹی طرف تھوڑا جھکا ہوتا ہے۔ پتوں کے نیچے شاخ کے ساتھ سبز رنگ کے ایک انچ تک لمبے تیز کانٹے لگے ہوتے ہیں سرسری طور پر دیکھنے سے نظر نہیں آتے اگر بے خیالی سے پودے کو پکڑا جائے تو سخت چبھتے ہیں۔ پتے گہرے سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کے سرے پر سٹہ نما خوشے نہایت چھوٹے چھوٹے پھولوں (ایک ملی میٹر) کے لگے ہوتے ہیں۔ پکنے پر ان سے خشخاش کی مانند بیج نکلتے ہیں۔ پودے کی شاخیں اور تنا بھی سبز ہوتے ہیں۔

اس کی دوسری قسم جو سرخ تنے، سرخ شاخوں اور سرخی نما پتوں والی بتائی جاتی ہے اور جسے کشتہ ساز اور کیمیاگر لوگ عام تلاش کرتے رہتے ہیں کے لیے یہ وضاحت بھی کر دوں کہ مجھ سے کئی احباب سرخ قسم کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے میں نے ان پودوں پر توجہ رکھی تو محسوس ہوا کہ سردی کے موسم میں اس پودے کا رنگ بدلتا ہے۔ پس میں نے چند پودوں کو زیر مشاہدہ رکھا تو اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ جیسے جیسے سردی شدت اختیار کرتی ہے پودا سرخ ہوتا جاتا ہے۔ شدید سردی میں اس کے پتے ٹہنی تنا سب نہایت سرخ یا کلیجی سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس لیے جو لوگ چولائی سرخ کی تلاش میں رہتے ہیں انہیں اکتوبر تا دسمبر تک یہ پودے مل سکتے ہیں۔

نیپال میں بھی چولائی کی ایک قسم (Amaranthus caudatus) کاشت کی جاتی ہے

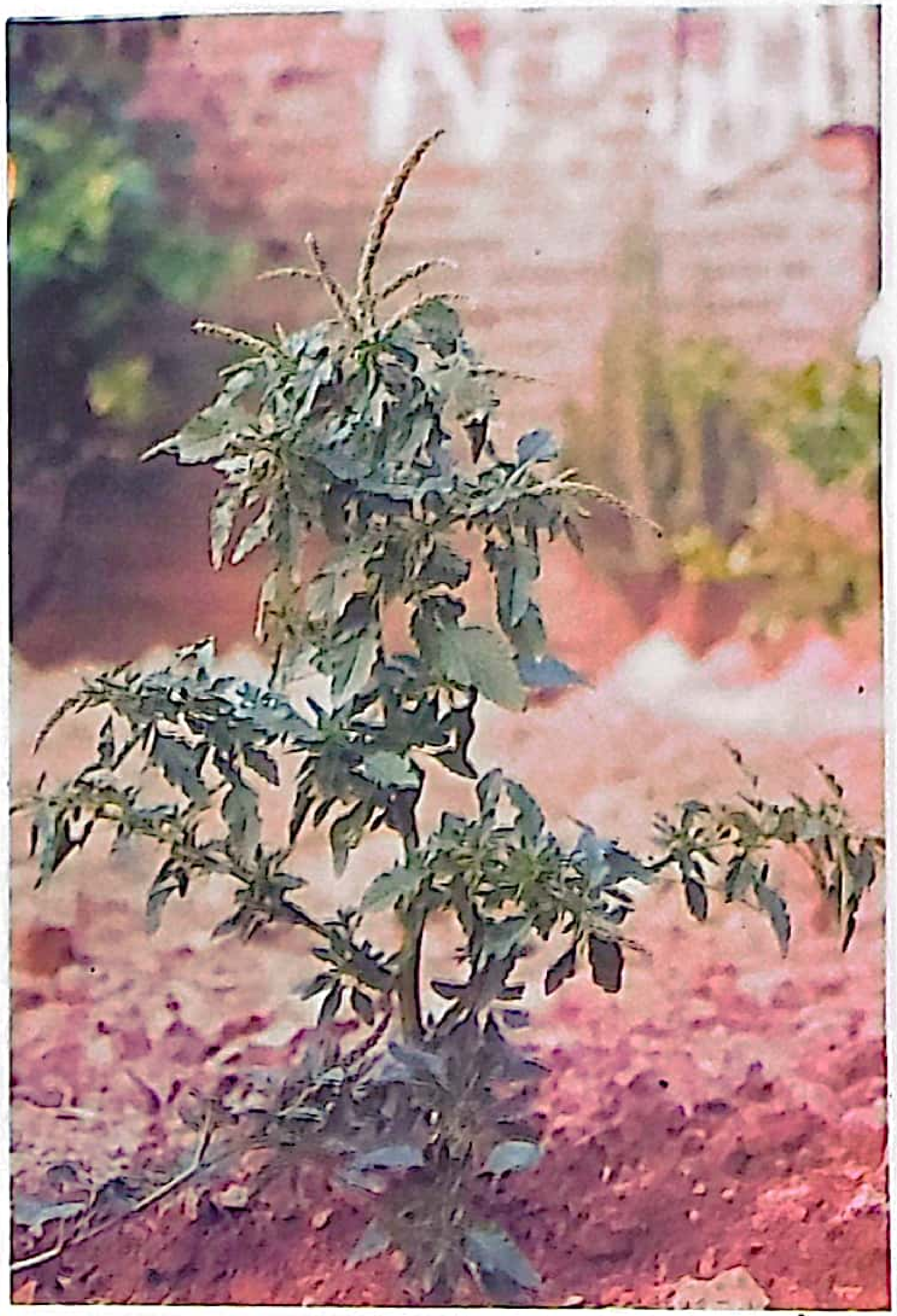

چولائی خاردار AMARANTHUS SPINOSUS اسلام آباد

اگست ۱۹۹۲ء

جس کے خوشے نہایت سرخ ہوتے ہیں لیکن اس قسم میں پتے اور ٹہنیاں سبز رنگ کی ہوتی ہیں۔ اس کا قد بھی عام پودوں جتنا ہوتا ہے اور پتے بیضوی نوکیلے اور تھوڑی پیچھے کی جانب مڑے ہوتے ہیں۔

افعال و خواص:- چولائی خار دار کی ایک خوبی جو کتب میں بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ یہ جسم سے پارے کے کشتہ کو خارج کر دیتی ہے اگر کسی نے کچا پارہ یا اس کا کچا کشتہ کھایا ہو اور جسم خراب ہونے لگے تو اس کا ساگ بغیر مرچ صرف نمک ڈال کر پکائیں اور اس سے گندم کی روٹی ۳ یوم کھلائیں اور پانی کی جگہ اس کا پھاڑا ہوا پانی پلاتے رہیں تو سارا کشتہ پیشاب کی راہ نکل جاتا ہے۔ ویدوں کے قول کے مطابق یہ تیز اور تلخ ہے۔ بلغم کو رفع کرتی ہے ریح اور استسقاء کو مفید ہے۔ قولنج اور شکم کے درد ریحی کو دور کرتی ہے جگر کی بیماری کو رفع کرتی ہے۔ چولائی گرم زہروں کے لیے تریاقی اثر رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ بچھو کے کاٹے پر اس کے پتوں کا لیپ آرام دیتا ہے۔ سانپ کاٹے کی صورت میں اس کے پتوں کا شیرہ پلانا مفید ہے۔

چولائی خار دار کے پانی میں خصوصاً جب یہ سرخ ہو چکی ہو سونے کے ورق رگڑ کر اور اسی کے نغدہ میں آگ دینے سے سونے کا نہایت عمدہ کشتہ ہو جاتا ہے۔

چولائی بے خار

Amaranthus viridis

{ اردو: بغیر کانٹوں والی چولائی } { پنجابی: چولائی } { سندھی: مریڑو }

شناخت:- اس کا پودا چولائی خاردار ہی کی مانند ہوتا ہے لیکن اس سے کم گھنا، ہلکا سبز اور بغیر کانٹوں کے پودا ہے جس کا تنا نباتی بھورا سبز ہوتا ہے۔ شاخوں کے سروں پر چولائی خاردار ہی کی مانند بٹے یا خوشے ہوتے ہیں۔ پتا بیضوی، بے نوک اور لمبی ڈنڈی والا ہوتا ہے۔

افعال و خواص:- یہ اپنے خواص میں تر گرم ہے۔ اعصاب کو تحریک دیتا ہے۔ مسکن اور مفرح قلب ہے۔ مسکن حرارت ہونے کی وجہ سے صفرا کی زیادتی اور حرارت کی حدت کو کم کر کے تسکین پیدا کرتا ہے۔ پیاس روکتا ہے۔ مدر بول ہے اور پیشاب کی نالی کی سوزش اور

سوزاک کے لیے نہایت فائدہ مند ہے۔ اس مقصد کے لیے اس کی جڑ گھوٹ کر پینا چاہیے۔ پیشاب کا قطرہ قطرہ اور خون آمیز آنا فوراً ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اگر خون حیض روک رک کر شدید درد کے ساتھ آتا ہو تو اس کا ساگ پکا کر کھانے یا پانی نکال کر پینے سے صحیح ہو جاتا ہے۔ تپ دق، گرم بخاروں اور دیوانگی، استسقاء زقی، ہاتھ پاؤں چہرہ، جوڑوں اور گردوں کے ورم کو دور کرنے کے لیے بے حد مفید ہے۔ صفراوی تحریک سے اگر جوڑوں میں درد ہو تو وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ استحاضہ کے لیے یہ بہت فائدہ مند ہے لیکن سیلان الرحم میں نقصان دہ ہے۔ بچھو کے زہر کے لیے تریاق ہے۔ چولائی کے پتوں اور نیم کے پتوں کو پیس کر کنپٹی پر لیپ کرنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے گردہ سے پتھری کا اخراج کرتی ہے۔ اگر جسم پر مکڑی پھر جائے اور پھنسیاں ہو جائیں یا بیری کے درخت پر رہنے والا کیڑا "کملہ" پھر جائے تو پتوں کو پیس کر لیپ کرنے سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ ملین بھی ہے۔ ساگ کھانے سے قبض رفع ہوتی ہے۔ چولائی کے بیج بھی مذکورہ بالا فوائد کے حامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

دھتورا

DATURA STARMONIUM

سلسلہ کوہ ہمالیہ و قراقرم

بلندی ۳۰۰۰ تا ۸۰۰۰ فٹ

Family: Solanaceae

دھتورا

Datura

﴿اردو' ہندی: دھتورا﴾﴿عربی: جوز الماثل' جوز مقاتل﴾﴿فارسی: گوز ماثل' ناتولہ' ناتورہ﴾﴿سنسکرت: دھستورا۔ راج دھورت﴾﴿انگریزی: ,Devils apple Thorn apple Datura﴾

تاریخ:۔ سنسکرت نام دھستورا یا دھتورا اس پودے کی تمام اقسام کے متعلق بولا جاتا ہے اور قدیم اطباء کے بیان کے مطابق یہی سنسکرت نام تمام زبانوں میں دھتورا کے نام کا ماخذ ہے اور انہیں زمانہ قدیم میں اس نام کے علاوہ اور کوئی نام نہیں ملتا اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ نام آریاؤں کے غلبہ کے دوران اس پودے کو دیا گیا اور یہ کہ آریا اس پودے کو اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے۔

خزائن الادویہ کے مصنف حکیم نجم الغنی اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے انگریزی نام تھارن ایپل کے معنی خاردار سیب کے ہیں اور ڈیولس ایپل کے معنی ہیں شیطان کا سیب اور سنسکرت میں بھی اس کا ایک نام راج دھورت یعنی بڑا شیطان کے ہیں۔ نیز داتورہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے کیونکہ ناتولہ کو ناتورہ بھی کہتے ہیں۔ فارسی میں را اور لام باہم بدلتے ہیں اور اس طرح دال اور نا بھی فارسی میں بدلتے ہیں اس لیے داتورہ فارسی لفظ ہو گا نہ کہ عربی۔ اور یہ غلطی کہ یہ عربی لفظ ہے مولف مخزن الادویہ ڈاکٹری کی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا سنسکرت نام اس کے فارسی نام ناتورہ سے مشتق ہو کیونکہ متاخرین اطباء یونان نے بھی اس کے فارسی نام ناتولہ ہی کو معرب کیا ہے اور لاطینی نام ڈاٹورا بھی وہی لفظ ہے صرف تلفظ کا فرق ہے۔ اس لیے ڈاکٹر ولیم ڈائموک کا یہ کہنا کہ دھتورہ قدیمی ہندوستان کی دوا نہیں بلکہ آریا قوم اس کو اپنے ساتھ لائی درست نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مسکن ہندوستان اور ایران ہی ہے اور امریکہ کی دریافت سے قبل اسے ایران ہی سے یورپ لے

جایا گیا تھا۔

قدیم وید اس کی دو اقسام دھتورا سفید اور دھتورا سیاہ کے نام سے بیان کرتے ہیں لیکن انہوں نے ان کی خصوصیات میں فرق کے متعلق کوئی خاص بات تحریر نہیں کی۔ صرف سیاہ دھتورا کو سفید سے بہتر بتایا ہے۔ لیکن کیوں بہتر ہے موجودہ زمانے کی کتب بھی اس معاملے میں خاموش ہیں۔

زمانہ قدیم ہی سے اسے زہریلا، ہاضم، قے آور اور گرم سمجھا جاتا تھا اور قدیم اطباء اسے بخار، جلدی بیماریوں، صفرا، کیڑوں اور سوداوی امراض میں استعمال کرتے تھے۔

ویدک کی ایک دوا جو نزلہ اور فلو سے ہونے والے بخار میں بہت سریع التاثیر سمجھی جاتی ہے اس میں تخم جوز ماثل استعمال کیے جاتے ہیں لیکن اس میں دوسری اشیاء اس قدر ہیں کہ جوز ماثل کا اثر واضح نہیں ہوتا۔ بہرحال نسخہ اچھا ہونے کی وجہ سے اس مضمون کے آخر میں درج کر دیا ہے۔

زمانہ قدیم میں جسم کے درد اور جلن والے حصوں پر اس کے کچلے ہوئے پتے باندھے جاتے تھے۔ اور اس کا رس تیل میں ملا کر سر پر جوئیں مارنے کے لیے لگایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے بیجوں کو پیس کر بطور تمباکو پینا دمہ کے لیے مفید خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن وید دت کے بقول دھتورا کے اس آخری استعمال کا ہندو کتابوں میں کوئی ذکر نہیں اور مسلمان اطباء کی کتب بھی اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔ جنوبی ہند میں دھتورا سیاہ کے پتوں کو دمہ کے دورہ کے لیے ایک دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ کانکن میں اس کے پتوں کا رس ایک تولہ باری کے بخار میں باری سے ۲ گھنٹہ قبل دیا جاتا تھا، جس سے بخار رک جاتا تھا۔ آج بھی دھتورا کے پتوں کی کونپل اس مقصد کے لیے طب میں مستعمل ہے۔

ہندوؤں کی نچلی ذاتوں میں اس کے بیجوں کو خمیر اور سستی قسم کی شراب بنانے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ جسے وہ عموماً ہولی کے تہوار پر پیتے تھے۔ مسلمان مصنفین نے جوز ماثل کے عنوان سے اس کی کئی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ مخزن الادویہ کا مصنف اس کی بینگنی قسم کو بہتر جانتا ہے۔ اس کے بقول دھتورا سیاہ کے تمام اجزاء سخت زہریلے اور نشہ آور ہوتے ہیں جن کو مسوں والی بواسیر پر بطور لیپ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

دھتورا DATURA INNOXIA اسلام آباد

جون ۱۹۸۶ء بلندی: ۱۷۰۰ فٹ

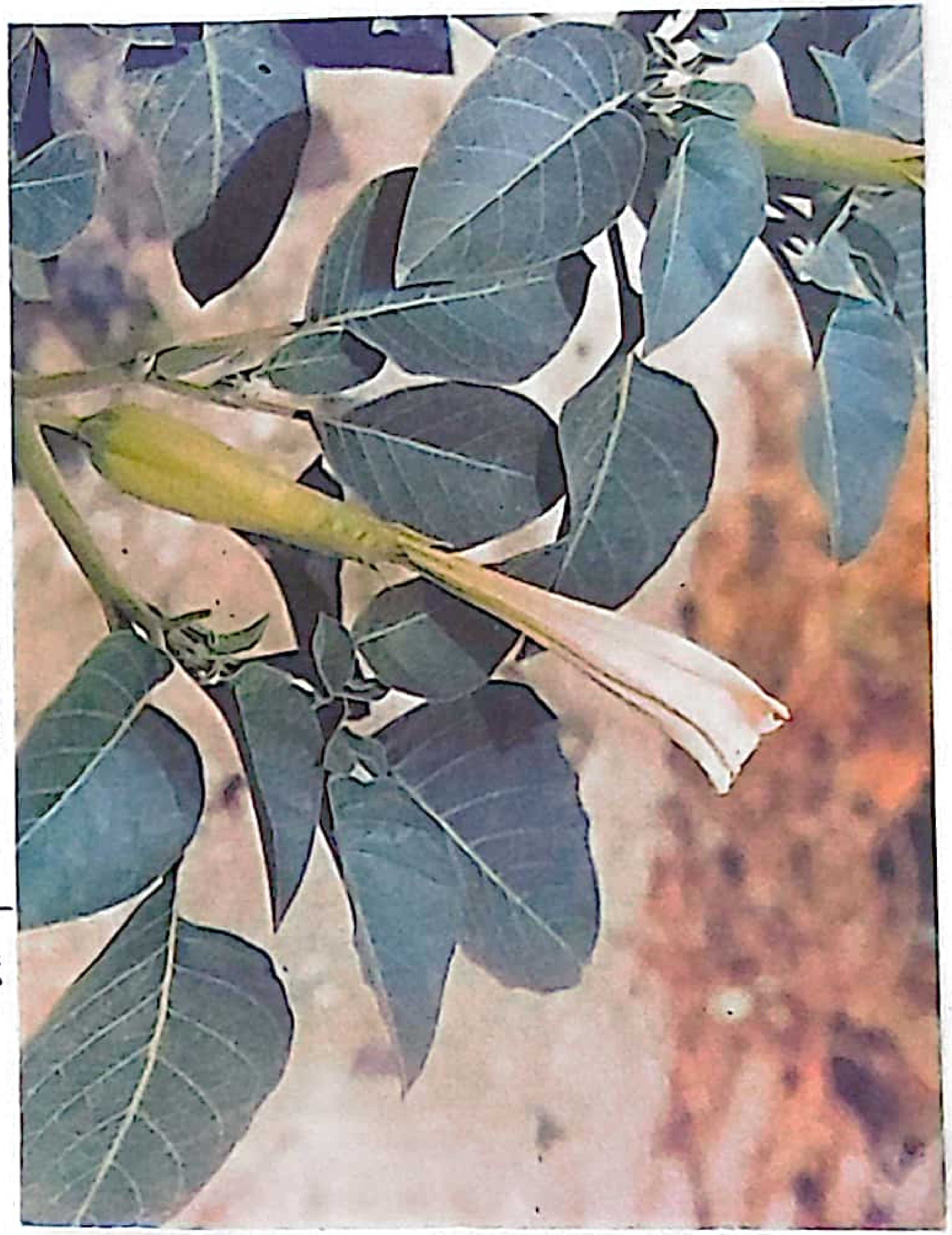

اس کے پتے اور بیج انڈین فارماکوپیا میں داخل ہیں اور اس سے ٹنکچر، رب، پلاسٹر اور لیپ بنانے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ تقریباً سو سال قبل اس کا رب مدراس کے جنرل ہسپتال میں لفاح (بیلاڈونا) کے رب کے بدلے کامیابی سے استعمال کیا جاتا تھا۔

شناخت :- شکل و صورت کے لحاظ سے دھتورے کی تمام اقسام آپس میں تقریباً ملتی جلتی ہیں۔ صرف ان کی اونچائی یعنی قد اور پتوں کا سائز، زمین کی حالت اور پودے کی اقسام کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ نیز ان کے پھول اپنی رنگت اور پنکھڑیوں کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔

سفید دھتورا پہاڑی (Datura stramonium) جامنی مائل سفید دھتورا (Datura metel) اور کالا دھتورا (Datura fastousa) کے پھول ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ جبکہ سفید دھتورا پہاڑی (D. stramonium) کے پتے دوسری اقسام کے پتوں سے زیادہ کٹے کٹے اور نوکدار ہوتے ہیں۔ پتوں کی لمبی ڈنڈی ہوتی ہے پتے بنیاد سے غیر مساوی بیضوی ہوتے ہیں۔ نیز یہ پتے کناروں سے لہردار ہوتے ہیں۔ پتے کے کنارے پر کان کی لو کی مانند بڑھے ہوئے زائدے ہوتے ہیں، کناروں کی نوکیں کان کی لو کی طرح بے ڈھنگی بڑھی ہوتی ہیں۔ جب پتے تازہ ہوتے ہیں تو ان میں رس کافی مقدار میں ہوتا ہے ار یہ رس خفیف سا تلخ اور ناگوار بو والا ہوتا ہے۔ جب پتے خشک ہو جائیں تو یہ بو ختم ہو جاتی ہے۔ سفید اور جامنی مائل سفید دھتورا میں پتے عام طور پر ہلکے اور روئیں دار ہوتے ہیں جب کہ دھتورا سیاہ میں یہ چکنے بے مو ہوتے ہیں۔ پتے عموماً لمبائی میں ۷۔۸ انچ اور چوڑائی میں ۴ تا ۵ انچ ہوتے ہیں۔ تمام اقسام میں پھول شہنائی کی طرح یا گراموفون کے بھونپو جیسا ہوتا ہے۔ ان پھولوں سے رات کے وقت بو آتی ہے۔ پھل تقریباً ایک انچ تا دو انچ تک لمبا اور آدھے انچ تا ایک انچ چوڑا مستطیل نما بیضوی ہوتا ہے۔ پھول کی بیرونی سطح نرم کانٹوں سے بھری ہوتی ہے۔ پکنے پر یہ کانٹے سخت ہو جاتے ہیں۔ پھول کے چاروں پہلوؤں پر درمیان میں ایک ایک گہری لکیر ہوتی ہے۔ جب ڈوڈہ پک جاتا ہے تو ان لکیروں کے مقام سے پھٹ کر ۴ پھانکوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اندر سے بھی یہ باریک پردوں کے ذریعے ۴ پھانکوں میں تقسیم ہوتا ہے جن کے اندر باریک چپٹے اور گردہ نما مرچ کے بیج کے برابر یا اس سے چھوٹے خاکستری،

سیاہی مائل یا بالکل سیاہ رنگ کے بیج پائے جاتے ہیں۔ ڈوڈے کی بیرونی سطح سبز رنگ کے دبیز خول سے بنی ہوتی ہے اس خول کے اندر کی جانب سفید رنگ کا باریک پردہ ہوتا ہے۔ خول کی بیرونی جانب چاروں طرف نرم کانٹے ہوتے ہیں جن کے سرے کند ہوتے ہیں یعنی یہ چبھتے نہیں۔ بیجوں کا ذائقہ ہلکا کڑوا اور بو ناگوار ہوتی ہے۔

مقام پیدائش :- سفید پھول والا اور نوکدار پتوں والا دھتورا (Datura stramonium) عموماً نم جگہوں اور نالیوں کے کناروں پر سلسلہ کوہ ہمالیہ میں کشمیر سے لے کر سکم تک، بلوچستان، وسطی اور جنوبی ہندوستان کے پہاڑی علاقے اور پنجاب میں ۹۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔ یہ عموماً سرد اور نم جگہوں پر ملتا ہے جب کہ اس کی دوسری سفید قسم (Datura innoxia) جس کے پتے بیضوی اور سادہ بے نوک اور بڑھاؤدار ہوتے ہیں اور جس کا ڈوڈہ گیند کی طرح گول ہوتا ہے تمام پنجاب اور ہندوستان، افغانستان، ایران اور لاطینی امریکہ میں خشک میدانی علاقوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

نیلے پھول والا دھتورا اصل میں میکسیکو کی پیداوار ہے جس کو بعد میں ہندوستان میں متعارف کرایا گیا۔ اب یہ مغربی ہمالیہ، دکن کے پہاڑی سلسلہ اور کشمیر میں ملتا ہے۔ اس کا ایک پودا فارسٹ ڈیپارٹمنٹ مظفر آباد سے میں نے حاصل کیا تھا جس سے ثابت ہوا کہ یہ کشمیر میں پایا جاتا ہے لیکن جس محدود علاقے میں میں نے سیر کی وہاں مجھے نہیں مل سکا۔ ڈیپارٹمنٹ نے اس کی کشمیر میں موجودگی کی تصدیق کی تھی۔ اس پودے کی تفصیلی شناخت آئندہ صفحات پر درج ہے۔

جامنی مائل سفید دھتورا (Datura metel) مغربی ہمالیہ، مغربی دکن، سندھ اور پنجاب میں ملتا ہے۔

اقسام :-

ہلکا بینگنی یا سفیدی مائل دھتورا	Datura fastuosa
سادہ سفید گول پھل والا دھتورا	Datura innoxia
جامنی مائل سفید دھتورا	Datura metel

Datura alba

سفید دھتورا لبوترے پھل والا — Datura stramonium

سرخ دھتورا

(نوٹ: دھتورے کے یہ رنگ اس کے پھولوں کے رنگ ہیں)

یونانیوں نے اس کی صرف دو قسمیں سفید اور نیلی بیان کی ہیں جب کہ ویدوں نے اس کی پانچ اقسام کا ذکر کیا ہے۔ پھول کی رنگت کے لحاظ سے یہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

دھتورا سفید گل' گول پھل والا

Datura innoxia

یہ وہ دھتورا ہے جس کی تصویر مضمون میں شامل ہے۔ یہ عموماً میدانی اور گرم علاقوں میں ہوتا ہے۔ یہ خشک جگہوں پر بھی آسانی سے اگ آتا ہے۔ اس کا پھل اخروٹ سے بڑا اور گول گیند کی طرح ہوتا ہے جس پر کند کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ پتے بیضوی بے نوک اور بغیر بڑھاؤ کے ہوتے ہیں۔ یہ پودا جھاڑی نما ہوتا ہے جڑ کے پاس سے ہی شاخیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پودے کی اونچائی ۳ فٹ سے لے کر ۵ فٹ تک ہوتی ہے۔

دھتورا سفید گل' لمبوترے پھل والا

Datura stramonium

دھتورہ کی یہ قسم دنیا کے سرد علاقوں کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ ہندوکش قراقرم میں چترال۔ گلگت۔ سکردو۔ کاغان۔ مری۔ کشمیر میں جب کہ شمالی ہندوستان۔ نیپال میں عام ملتی ہے۔

ایک تیز بو والا سالانہ بے مو پودا ہے۔ جو ۶۰ تا ۱۲۰ سم بلند ہوتا ہے۔ جس پر چند بڑے سیدھے سفید رنگ میں جب کہ کہیں کہیں ● بنفشی رنگ کے قیف نما پھول لگتے ہیں۔ پتا

● پرانی طبی کتب میں دھتورہ کے پھولوں کے مختلف رنگوں کی وجہ سے اس کی مختلف انواع بیان کی گئی ہیں جیسا کہ ان انواع کا حوالہ اوپر درج سطور میں بھی موجود ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ پھولوں کے =

بیضوی گوشے دار یا دندانے دار ہوتا ہے۔ یہ گوشے بے ڈھنگ ہوتے ہیں۔ پھول 7.5 تا 12 سم لمبے اور 2.5 تا 7.5 سم چوڑے ہوتے ہیں۔ جو گوشے دار ۵ حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ یہ گوشے آخر میں پتلے لمبے یا مرغولہ نما ہو جاتے ہیں۔ اکمامہ نلی نما لمبا ۵ گوشہ دار ہوتا ہے۔ جو کہ اکلیلچہ (Corolla) سے تقریباً نصف ہوتا ہے۔ اس کو ڈوڈہ۔ بیضوی یا لبوترا 4 خانہ دار 3.5 تا 7 سم لمبا لگتا ہے۔ جس پر نوکیلے نرم کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ ڈوڈے کی جڑھیں کمامہ پھیلی ہوئی حالت میں محدود ہوتا ہے۔

دھتورا زرد گل

اس پر زردی مائل سفید پھول لگتے ہیں۔ اس کے رنگ کو فرنگیوں کی آنکھ کی رنگ سے تشبیہ دیتے ہوئے دھتورا فرنگی بھی کہتے ہیں۔

دھتورا سیاہ گل

Datura fastuosa

یہ سیاہ پھول والا دھتورا ہے لیکن یہ بالکل سیاہ نہ ہوتے ہوئے بینگن کی طرح سیاہی مائل جامنی ہوتا ہے۔ آپ اسے گہرا جامنی رنگ بھی کہہ سکتے ہیں یہ ہندوستان کے گرم علاقوں میں ملتا ہے۔ زیریں پنجاب اور سندھ میں بھی ملتا ہے اسی کو کالا دھتورا یا اودھا دھتورا کہتے ہیں۔ اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے اور اس پر بڑھاؤ بھی ہوتے ہیں لیکن یہ بڑھاؤ دندانے دار یا نوک دار نہیں ہوتے بلکہ بینگن کے پتوں جیسے ہوتے ہیں۔ طب میں اسے تمام اقسام سے تیز اثرات والا مانا گیا ہے۔

دھتورا نیلے پھول والا

اس پودے کا قد ایک تا ڈیڑھ فٹ ہوتا ہے۔ پھول گہرا نیلا اور چھوٹا ہوتا ہے جب کہ اس کے پھل چھوٹے چھوٹے لبوترے ایک انچ تک لمبے اور آدھ انچ تک چوڑے

= رنگ مختلف ہونے سے انواع بھی مختلف ہوں۔ اسلئے ایک ہی نوع کے پھول سفید۔ ارغوانی یا بنفشی رنگ کے ہو سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ہی نوع کی مختلف اقسام Varieties ہیں۔

ہوتے ہیں۔ جب ڈوڈہ پک جاتا ہے تو چوٹی کی طرف سے ۴ حصوں میں پھٹ جاتا ہے جس میں تل سیاہ کی طرح کے بالکل سیاہ رنگ کے تخم ہوتے ہیں۔ اسی لیے بعض لوگ اسے جوزماثل سیاہ بھی کہتے ہیں۔

سرخ دھتورا

پاک و ہند میں یہ قسم نہیں ملتی لیکن اس کا وجود یہاں ممکن ہے کیونکہ قدیم ویدوں نے اس قسم کا ذکر کیا ہے۔ مگر وسطی امریکہ میں اس کے پائے جانے کی ماہرین نباتات تصدیق کرتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ:۔

سفید سادہ دھتورا Datura innoxia

اس پودے سے تجارتی پیمانے پر سکوپولامائن (Scopolamine) حاصل کیا جاتا ہے یہ لاطینی امریکہ میں پائے جانے والے پودے کے پتوں میں ۰.۵۲ تا ۰.۶۲ فیصد۔ ٹہنیوں میں ۱.۰۸ % جڑوں میں ۰.۳۹% پھل میں ۰.۷۷% اور بیجوں میں ۰.۴۴% پایا جاتا ہے۔ پتوں میں وٹامن سی اور ایک فکسڈ آئل (غیر فراری روغن) پایا جاتا ہے۔

جامنی مائل سفید دھتورا Datura metel

اس میں ہائیو سائمین (Hyoscyamine) ہائیوسین (Hyoscine) اور ایٹروپین (Atropine) نامی الکلائیڈ پائے جاتے ہیں۔ پتوں میں ۰.۴۲۶% الکلائیڈ پائے جاتے ہیں جس میں زیادہ تر ایٹروپین (جوہر لفاح) اور تھوڑی مقدار میں ہائیو سائمین (جوہر اجوائن خراسانی) ملتے ہیں۔ بیجوں میں ۰.۴۲۶۲% الکلائیڈ ملتے ہیں جو ہائیو سائمین پر مشتمل ہے جب کہ جڑوں میں ۰.۳۵۶% ہائیوسائمین پائی جاتی ہے۔ اور بیجوں میں ۱۲% روغن اور پتوں میں وٹامن سی پایا جاتا ہے۔

سفید پہاڑی دھتورا (Datura stramonium)

خشک بیجوں میں ۰.۰۳۳% اور پھل میں ۰.۰۳۸% الکلائیڈز پائے جاتے ہیں جن میں

سے ۲۵% سکوپولامائن اور ۷۵% ہائیو سائمین ہوتے ہیں۔

افعال و خواص:۔ اطبائے یونان دھتورا کو سرد خشک مانتے ہیں وہ اس کی سردی کم اور خشکی زیادہ بتاتے ہیں جب کہ ویدوں کے ہاں یہ گرم خشک ہے جس میں خشکی زیادہ ہے۔ اس سے ایک بات واضح ہے کہ اس میں گرمی یا سردی کی نسبت خشکی زیادہ پائی جاتی ہے اور جس چیز میں خشکی زیادہ پائی جائے وہ ہمیشہ محرک عضلات ہوتی ہے اور کیمیاوی طور پر جسم میں تیزابیت پیدا کرتی ہے جس سے خون گاڑھا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ مسکن، مخدر، مجفف، منوم اعضائے تنفس کی نالیوں کے تشنج کو رفع کرنے والی، بلغم کو غلیظ کرنے والی، مقئی، ممسک اور پریشان خواب دکھانے والا ہے۔

اگر اس کو تھوڑی مقدار میں استعمال کیا جائے تو یہ مسکن، مخدر اور منوم ثابت ہوتا ہے اس لیے اس کا روغن تیار کریں تو وہ وجع المفاصل، عرق النساء اور درد شقیقہ میں آرام دیتا ہے۔

دمہ بلغمی کی تکلیف میں اس کے خشک پتوں کو تمباکو کی جگہ پینے سے دورہ میں تخفیف ہو جاتی ہے چونکہ اس کے استعمال سے جسم میں رطوبات غلیظ ہوتی ہیں اس لئے یہ ممسک بھی ہے۔ اپنے اندر منوم اور مخدر اثر رکھتا ہے اس لیے افیون کا نعم البدل ہے۔ لیکن افیون کی طرح انسان اس کا عادی نہیں ہوتا۔ بلکہ افیونی اس کو استعمال کرے تو وہ آہستہ آہستہ افیون سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔ بلغمی بخار، تپ لرزہ اور دورہ سے ہونے والے بخار میں اس کا استعمال نہایت مفید ہے۔ اس کا رس شہد میں ملا کر پلانے سے پیٹ کے کینچوے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ نیز تیل میں رس ملا کر سر پر لگانے سے جوئیں مرجاتی ہیں۔

بیجوں کی راکھ ایک ماشہ تک چند یوم کھلانے سے زیادہ پسینہ آنا بند ہو جاتا ہے۔ صفراوی ورموں میں اس کی پلٹس باندھنے سے آرام آ جاتا ہے۔ اگر آنکھیں دکھنے لگیں اور سرخ ہو جائیں تو پلکوں پر اس کے پتوں کے لیپ سے سرخی ختم ہو جاتی ہے۔ نیز دھتورا کے پتوں کا رس مصفی نیم گرم ایک قطرہ کان میں ٹپکانے سے آنکھیں صاف ہو جائیں گی۔

چونکہ اس میں ہائیو سائمین اور ایٹروپین نامی الکلائیڈز پائے جاتے ہیں جب کہ ہائیوسائمین اجوائن خراسانی میں اور ایٹروپین لفاح میں پائے جاتے ہیں اس لیے اس کی

Scanned with CamScanner

خصوصیات ان جیسی ہوتی ہیں لیکن اس کے اثرات اجوائن خراسانی اور لفاح سے زیادہ ہوتے ہیں۔

جسم انسانی پر زہریلے اثرات :- اگر اس کو زیادہ مقدار میں استعمال کر لیا جائے تو تھوڑی دیر کے بعد منہ اور حلق میں سنسناہٹ، خشکی اور جلن عموماً ہوتی ہے۔ آواز بیٹھ جاتی ہے، منہ خشک ہو جاتا ہے، پیاس شدت سے لگتی ہے۔ اینٹھنے سکیڑنے کے اثر کی وجہ سے گلے کو بند کر دیتا ہے جس کی وجہ سے نگلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

منہ سے کف آتا ہے اور بار بار قے ہوتی ہے۔ دماغ میں دوران خون زیادہ ہونے کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے مختلف اقسام کی اشکال چلتی پھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ نظام عصبی میں دوران خون تیز ہونے کی وجہ سے اور آنکھوں کی سرخی کی بدولت روشنی برداشت نہیں ہو سکتی اس لیے کم دکھائی دیتا ہے یا بالکل دکھائی نہیں دیتا۔ آنکھوں کے ڈیلے باہر آنے کی وجہ سے مریض نہایت خوفناک اور غضبناک دکھائی دیتا ہے۔ دوران سر ہوتا ہے۔ حواس خمسہ میں فتور آ جاتا ہے۔ مسموم سوال کا جواب پورے طور پر نہیں دے سکتا۔

دھتورے سے متاثر شخص لڑکھڑا کر چلتا ہے۔ تھکن محسوس کرتا ہے۔ کانوں میں خون کے دباؤ کی وجہ سے آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ نیند نہیں آتی اور اگر آ بھی جائے تو خوفناک خواب نظر آتے ہیں اس لیے بیہوشی کی حالت میں بھی ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے۔ کپڑوں سے خیالی چیزوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے جیسے کوئی کپڑوں سے کیڑوں کو چن رہا ہو۔ اسی طرح ہوا میں بھی خیالی چیزوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حرارت غریزی کی کمی کی وجہ سے سردی محسوس ہوتی ہے۔ سرد پسینہ آتا ہے۔ پیشاب کی حاجت بار بار ہوتی ہے لیکن بہت کم مقدار میں آتا ہے۔ شدید زہر کے اثر سے خناق ہو جاتا ہے اور مریض بے ہوش ہو کر فوت ہو جاتا ہے۔

اگر مردہ کا پوسٹ مارٹم کیا جائے تو دماغ میں اجتماع خون ہوتا ہے۔ معدہ سکڑا ہوا اور ہلکا سرخ ہوتا ہے جب کہ انتڑیوں میں استرخا ہوتا ہے۔

علاج :- طب یونانی میں دھتورے کا فاد زہر کپاس کا پودا ہے۔ کپاس کے پھول، پتے اور تخم یعنی بنولے میں سے کسی ایک کا رس نکال کر پلائیں۔ بنولے کا تیل بھی پلا سکتے ہیں لیکن پہلے رائی کی مدد سے قے کرا لیں تا کہ جو زہر ابھی تک جسم میں تحلیل نہیں ہوا وہ خارج ہو جائے۔

اگر سٹامک پمپ موجود ہو تو اس کے ساتھ معدہ کو خالی کریں۔ سر پر سرد پانی ڈالیں۔ پیٹ اور گردن پر رائی کی پٹی لگائیں۔ گرم بوتلوں سے ٹکور کریں۔ گرم مالش کریں۔ اگر مریض زیادہ سرد ہونے لگے تو مصنوعی تنفس جاری کریں۔ کمزوری کی صورت میں دل کو تقویت دینے کی غرض سے ٹنکچر ڈیجی ٹیلس (digilalis) یعنی رب ڈیجیتال پلائیں یا زیر جلد پچکاری کریں۔ گرم محرکات مثلاً کافی وغیرہ دیں۔

مجربات

حب شفاء :- یہ ویدک کے مشہور و معروف نسخہ امرت دھارا کے مقابل طب یونانی کی پیش کش ہے پرانا سر درد، پرانا بخار اور نوبتی بخاروں میں نوبت سے ایک گھنٹہ پہلے دیں۔ الرجی سے ہونے والے نزلہ اور چھینکوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ علاوہ ازیں افیون چھڑانے کے لیے مجرب ہے۔ افیونی جتنی افیون کھاتا ہو یہ دوائی اتنی مقدار میں دیں اور افیون بالکل چھوڑ دیں کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد آہستہ آہستہ کم کر دیں اور پھر بالکل چھوڑ دیں۔ اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ انسان افیون کی طرح اس کا عادی نہیں ہوتا۔

نسخہ :- تخم جوز ماثل ۳ تولہ، زنجبیل ایک تولہ، گوند کیکر ایک تولہ، ریوند خطائی ۲ تولہ ۲ رتی کی حبوب بنا لیں۔ ۱ تا ۲ حبوب ہمراہ پانی صبح دوپہر شام دیں۔

بخور دمہ :- قلمی شورہ، برگ دھتورہ خشک، لوبان ہم وزن باریک پیس کر باہم ملا لیں اور تھوڑا سا پانی ملا کر باریک کھرل کر کے دھوپ میں خشک کر لیں۔ جب مریض کو دمہ کا دورہ پڑا ہو تو ۲ ماشہ کی مقدار چلم میں رکھ کر خالی از آب کش لگائیں۔ اس کے علاوہ اسے سگریٹ میں بھر کر بھی پلا سکتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں دورہ رک جائے گا۔ لیکن اسے بار بار استعمال نہ کریں نیز بہت کمزور مریض بھی استعمال سے پرہیز کریں۔

حبوب بخار :- کرنجوہ۔ مرچ سرخ اور تخم دھتورا ہموزن لے کر باریک سفوف بنا لیں۔ نصف رتی تا ایک رتی ہمراہ پانی دیں۔

بلغمی بخار' نزلہ' زکام' بخار لرزہ والا' اور باری کے بخار میں بہترین ہے۔

حبوب سریع الاثر :- پارہ ایک تولہ' گندھک ایک تولہ' بیش ۴ تولہ' زنجبیل ۲ تولہ' فلفل سیاہ ۲ تولہ' فلفل دراز ۲ تولہ' تخم جوز ماثل ۲ تولہ' زعفران ۲ تولہ' لونگ ۲ تولہ۔

ترکیب :- پارہ اور گندھک کی کجلی تیار کریں۔ بیش کو گھی میں بریاں کر کے باریک پیس لیں۔ لونگ اور زعفران کو پانی میں بھگو کر کھرل کر لیں۔ پھر تمام سفوف شدہ اشیاء کو ملا کر برگ اڑوسہ یا برگ بیدانجیر کے رس کے ہمراہ کھرل کر کے ۲ رتی کی گولی بنا لیں۔

فوائد :- درد ہر قسم' وجع المفاصل' عرق النساء' درد کمر' جریان اور بد ہضمی کے لیے فائدہ مند ہے۔

سفوف سریع الاثر :- شنگرف ۶ ماشہ' مرچ سیاہ ۶ ماشہ' گندھک آملہ سار ۶ ماشہ' سہاگہ ۶ ماشہ' فلفل دراز ۶ ماشہ' بیش مدبر در گاؤ موتر ۶ ماشہ' تخم دھتورہ ۶ ماشہ۔ رس بھنگرہ ۱۰ تولہ۔ تمام اشیاء کا کپڑ چھان سفوف بنا کر بھنگرے کے رس میں کھرل کر خشک کر لیں۔

مقدار خوراک :- ۱ تا ۳ رتی ہمراہ پانی یا بدرقہ مناسبہ۔

فوائد :- سنگرھنی' اسہال اور بخار کے لیے بہترین ہے۔ علاوہ ازیں اگر نزلہ بہہ رہا ہو۔ چھینکیں آ رہی ہوں تو اس کی ایک ہی خوراک منٹوں میں نزلہ کو آرام دیتی ہے۔ اس کی ایک اور خوبی بچوں کے خسرہ میں اس کا فائدہ مند ہوتا ہے۔ یہ بچے کے دانے جلد نکال کر سکون بخشتی ہے۔ تپ محرقہ اسہالی میں بھی ایک فائدہ مند دوا ہے۔

Family: Sapindaceae

ریٹھا

Sapindus

﴿ اردو: ریٹھا' بندق ﴾ ﴿ فارسی: بندق ہندی ﴾ ﴿ عربی: فندق ہندی ﴾ ﴿ ہندی: اریٹھا ﴾ ﴿ انگلش: Soapnut ﴾

تاریخ:- ریٹھا ہندوستان میں ابتدائی دور ہی سے بطور صابن استعمال ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور آج بھی یہ اپنی خصوصیات کی وجہ سے اونی کپڑوں کو دھونے کے لیے ایک بہترین ڈیٹرجنٹ ہے۔ مغرب میں بھی کئی جڑی بوٹیوں کی مانند اسے بھی کپڑے دھونے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ فرانس میں بھی ریشمی کپڑے دھونے کے لیے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندو اور مسلمان اطباء اسے یکساں طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مسلمان اطباء نے اسے بندق اور فندق ہندی کا نام دیا تھا۔ وید اسے گرم مانتے ہیں اور مسہل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مخزن الادویہ میں بھی اس کو گرم خشک بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس کا ذائقہ پہلے تھوڑا میٹھا اور پھر انتہائی تلخ ہوتا ہے۔

اقسام:-

(۱) برصغیر پاک و ہند کے شمالی حصہ کا ریٹھا Sapindus mukorossi

(۲) برصغیر پاک و ہند کے جنوبی حصہ کا ریٹھا Sapindus trifoliatus

شمالی برصغیر کا ریٹھا

Sapindus mukorossi

شناخت:- یہ درمیانی اونچائی کا خوبصورت اور نہایت سایہ دار درخت ہے جو ۶۰ فٹ تک

ریٹھا SAPINDUS MUKOROSSI اسلام آباد

جولائی ۱۹۹۲ء بلندی: ۱۷۰۰ فٹ

بھی بلند ہو جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر اس کی اونچائی ۳۰ تا ۴۰ فٹ ہوتی ہے۔ اس کے پتے مرکب پرہ دار ہوتے ہیں جو شاخوں کے سروں کے قریب زیادہ گھنے ہوتے ہیں۔ ایک پتے میں پانچ تا آٹھ جوڑے پتیوں یا برگیچوں کے ہوتے ہیں۔ جو دو تا چھ انچ لمبی اور ایک تا ڈھائی انچ چوڑی ہوتی ہیں۔ یہ پتیاں مستطیل نما یا عدسہ نما ہوتی ہیں پتیاں ڈنڈی پر متبادل یا تقریباً متقابل لگی ہوتی ہیں۔ پتیاں گہرے سبز رنگ کی صاف بے مو ہوتی ہیں۔ اور ڈنڈی پر ترچھی لگی ہوتی ہیں۔ جو آگے کی طرف جھکی ہوتی ہے۔ پتی بنیاد سے بیضوی اور سرے سے نوکیلی ہوتی ہے۔ تنے کی چھال ہلکی یا گہری خاکستری ہوتی ہے جس پر کالی لمبی لکیریں یا دراڑیں پڑی ہوتی ہیں۔ لکڑی سفیدی مائل ہوتی ہے جو درمیان سے پیلی یا سرخی مائل ہوتی ہے۔ پھول لمبی ٹہنیوں والے گچھوں میں لگتے ہیں۔ پھول ۳ / ۱ انچ قطر کے سفید یا ارغوانی رنگ کے ہوتے ہیں۔ جن میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں ہر پنکھڑی کی نوک کے دونوں طرف روئیں دار پرت ہوتی ہے۔ زیرہ گل چھوٹا اور بیضوی ہوتا ہے۔ بیضہ دان سہ گوشہ اور بے مو ہوتا ہے۔ اس کا پھل جسے ریٹھا کہتے ہیں پیلا یا ہلکا خاکستری گولائی مائل ۴ / ۳ انچ قطر کا ہوتا ہے۔ یہ گودا دار ہوتا ہے اور یہ گودا صابن کی طرح کا ہوتا ہے۔ اس کے اندر کالے رنگ کا خوبصورت گول چوتھائی انچ قطر کا سخت بیج ہوتا ہے۔ درخت پر پھول مئی جون میں نکلتے ہیں۔ پھل اگست تا ستمبر میں پک جاتے ہیں۔ اس کے پتے جانوروں کے چارہ کے طور پر کام آتے ہیں جب کہ پھل ادویاتی استعمال میں آتے ہیں۔

مقام پیدائش :- سلسلہ کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ شمالی پاکستان' شمالی ہندوستان میں آسام سے بنگال تک ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی تک اس کے درخت عام لگائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے درخت خود رو بھی ملتے ہیں۔ پاکستان میں اسلام آباد اور پشاور کی سڑکوں پر اس کے درخت عام ملتے ہیں۔ چھانگا مانگا کے جنگل میں بھی اس کے درخت پائے جاتے ہیں۔

جنوبی برصغیر کا ریٹھا

Sapindus trifoliatus

شناخت :- خوبصورت گھنے پتوں والا درخت ہے جس کے پتے بے ربط پرہ دار ہوتے ہیں۔

جن میں دو تا تین جوڑے پتیوں کے ہوتے ہیں۔ جو ۳ تا ۷ انچ لمبی اور ۱ تا ۴ انچ چوڑی ہوتی ہیں۔ یہ پتیاں تقریباً متبادل ہوتی ہیں جو کہ عدسہ نما یا بیلبی عدسہ نما نوکدار ہوتی ہیں۔ پھول میلے سے سفید رنگ میں شاخ کے آخر میں لمبے خوشوں میں لگتے ہیں۔ یہ خوشے زنگ آلود روئیں دار ہوتے ہیں جن میں نر پھول زیادہ ہوتے ہیں۔ جب کہ دو صنفی پھول چند ایک ہوتے ہیں۔ پنکھڑیاں باہر سے ملائم روئیں دار ہوتی ہیں۔ جب کہ اندر سے بھی کم و بیش روئیں دار ہوتی ہیں۔ زیرہ گل علیحدہ علیحدہ اور بیضہ دانی گھنے بالوں والی ہوتی ہے۔ پھل گودا دار دو تا تین گہرے حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ جب یہ کچے ہوتے ہیں تو بالوں یا روئیں سے ڈھکے ہوتے ہیں پک جانے پر بغیر روئیں دار اور شکن دار ہو جاتے ہیں۔

مقام پیدائش :- یہ جنوبی ہندوستان' بنگال اور سندھ میں دیہاتوں میں پایا جانے والا درخت ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- چھلکا ریٹھا میں سب سے زیادہ اور اہم جز سپونین (Saponin) پایا جاتا ہے۔ یہ تازہ پھلوں میں ۱۳.۸ فیصد اور خشک پھل میں ۷.۲ فیصد ہوتا ہے۔ یہ جزو جھاگ دیتا ہے اور بالکل صابن کی مانند کام کرتا ہے۔ یہ درخت کی لکڑی چھال یا بیجوں میں نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ اس میں کچھ مقدار میں پیکٹین (pectin) پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے پانی میں بنے ہوئے محلول کو چھاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ ریٹھے کے بیج کے مغز سے ۳۰ فیصد تک ایک سفید چربی جیسا نیم جامد روغن نکالا جاتا ہے جو کہ ۳۰ سنٹی گریڈ پر پگھل کر شفاف تیل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس کی ایک مخصوص بو ہوتی ہے۔ اسے مختلف دواؤں' صابن اور شیمپو بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

افعال و خواص :- ریٹھا شدید محرک اعصاب کھار ہے۔ جس کو استعمال کرنے سے جسم سے رطوبات کا شدید اخراج شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اسہال اور دست لاتا ہے۔ محرش غشاء مخاطی ہونے کی وجہ سے اس کا سفوف سونگھنے سے یا اس کا سفوف پانی میں حل کر کے ناک میں سعوط کرنے سے شدید چھینکیں لاتا ہے۔ اونی و ریشمی کپڑوں کو دھونے کے لیے بہترین ہے۔ اس کے لیے چھلکا ریٹھا ۵۰ گرام ۱۰ کلو پانی میں ڈال کر جوش دیں اور اس پانی میں

Scanned with CamScanner

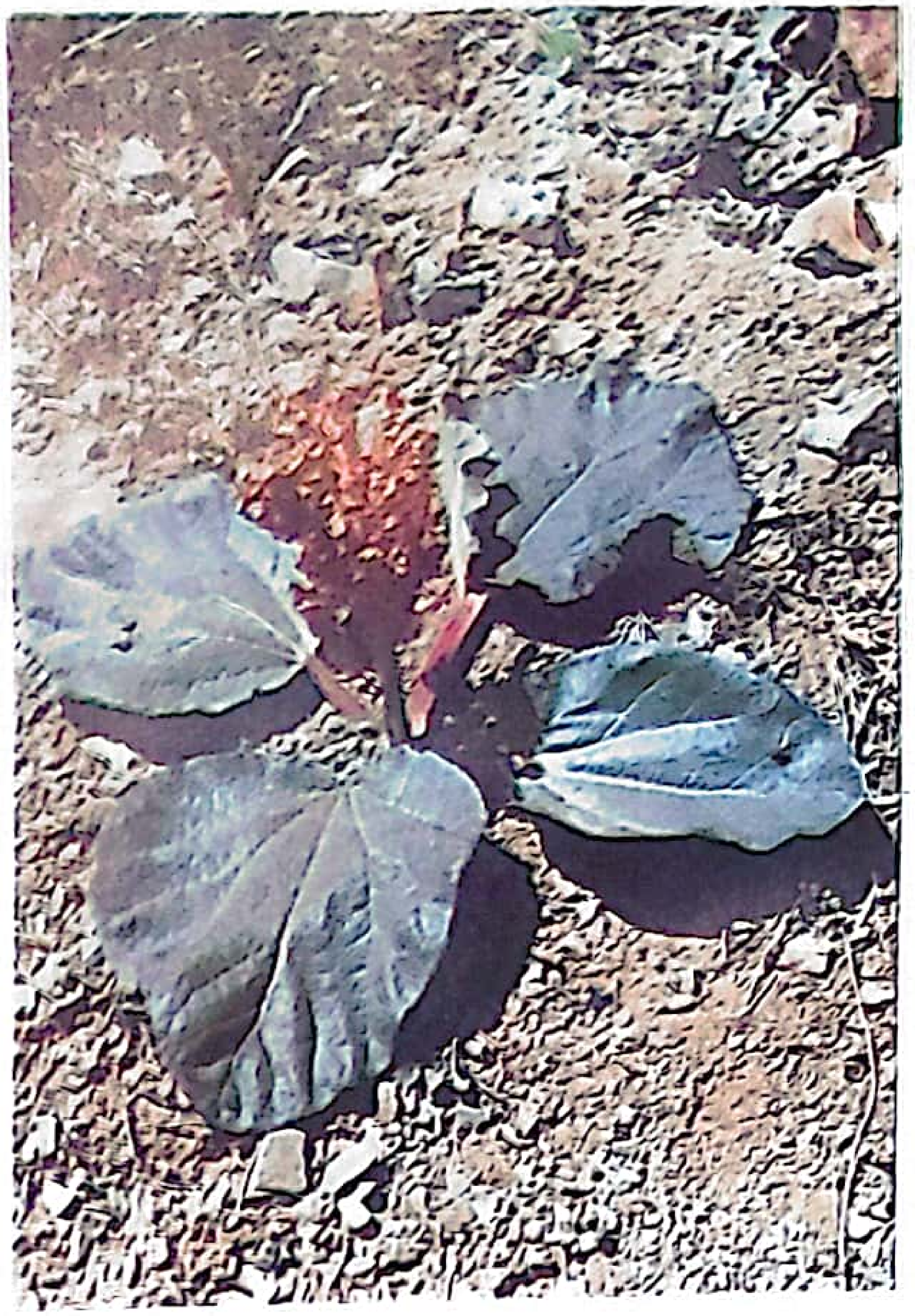

ریوند RHEUM SPICIFORME دیوسائی میدان، بلتستان

۱۱ اگست ۱۹۹۴ء

بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

کپڑے بھگو دیں۔ تھوڑی دیر میں تمام میل صاف ہو جائے گی۔ اس عمل کو دوبار یا سہ بار بھی دہرا سکتے ہیں۔ ریٹھا چونکہ غدد میں تحلیل پیدا کرتا ہے اس لیے جہاں غدد میں شدید تحریک ہو کر پیچش خونی و سادہ، پیپ یا خون آمیز پیشاب، قبض، سوزاک، بواسیر خونی و بادی اور عسر الطمث میں شدید درد ہو تو اس کا سفوف گندھک یا قلمی شورہ کے ہمراہ ایک اور دس کی نسبت سے دینے سے بہت جلد آرام آ جاتا ہے۔ ریٹھے کے بیج کا مغز پیس کر شافہ بنا کر رکھنے سے حیض جاری ہو جاتا ہے اور درد جاتا رہتا ہے۔ مردہ جنین کو خارج کرنے کے لیے باریک پیس کر شافہ بنا کر اندام نہانی میں رکھتے ہیں۔ ریٹھا مار گزیدہ اور عقرب گزیدہ کے لیے تریاقی دوا ہے۔ مار گزیدہ کو ۶ ماشہ پوست ریٹھا باریک پیس کر پانی میں ملا کر ہر ۱۵ منٹ کے بعد پلانے سے تمام زہر قے اور دست کے ذریعے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بچھو کے کاٹنے پر بھی پلانا چاہیے نیز اس کا لیپ بھی ہر دو کے کاٹنے کے مقام پر کرنا چاہیے۔ وہ لوگ جو باہر ویرانوں میں کام کرتے ہیں یا جنگل میں جاتے ہیں انہیں سفوف ریٹھا ہمیشہ جیب میں رکھنا چاہیے۔

مجربات

تریاق خناق

پوست ریٹھا ۳ ماشہ باریک کوٹ کر ایک پاؤ پانی میں اچھی طرح جوش دیں اور چھان کر اس پانی سے مریض کو غرارے کرائیں۔ مریض کے گلے سے لعاب دار مادہ نکلنے لگے گا۔ اور مریض کا گلا کھل جائے گا۔ پھر اسے دودھ میں دیسی گھی ملا کر پلا دیں۔ بعض اوقات ورم گلا کی صورت میں گودہ املتاس ا تولہ بھی اس کے ہمراہ جوش دیتا ہوں۔ جاں بلب مریض بھی اس سے فوراً شفا پا جاتے ہیں اور اس مقصد کیلئے یہ تمام مروجہ ایلوپیتھی۔ ہومیوپیتھی اور یونانی ادویہ سے زیادہ زود اثر اور تریاق ہے۔ اگر مریض بے ہوش ہو تو چمچے سے منہ میں پانی ڈال کر گردن ہلائیں تاکہ پانی گلے تک پہنچ جائے۔ ورم حیران کن تیزی سے کم ہو جائے گا۔ خناق کا ورم غشاء مخاطی کی شدید سوزش سے ہوتا ہے اور ریٹھا اس سوزش کو منٹوں میں تحلیل کر دیتا ہے۔

ریوند RHEUM SPICIFORME دیوسائی میدان، بلتستان

۱۱راگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

Family: Polygonaceae

ریوند۔ ریباس

Rheum

﴾ اردو ' پنجابی ' ہندی : ریوند چینی ﴿ ﴾ فارسی : بیخ جگری ' ریوند عربی ﴿ ﴾ انگلش : Rhubarb ﴿

تاریخ :- ریوند مغرب میں ایک مسہل کے طور پر بہت زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ اور بچوں کے امراض میں یہ ایک عام گھریلو دوائی ہے۔ دوائیہ جڑی بوٹیوں میں قدیم زمانے سے ہی اسے ایک اہم مقام حاصل تھا۔ چین میں یہ دوا زمانہ قبل از مسیح سے ہی بہت فائدہ مند سمجھی جاتی تھی۔ ۲۷۰۰ سال قبل ایک چینی بادشاہ شین زنگ جو کہ چینی ادویہ اور زراعت کا بانی سمجھا جاتا ہے نے اسے متعارف کرایا۔ اس کی جڑوں کو مختلف ناموں سے پکارا گیا مثلاً ہانگ ہنگ یعنی شاندار اور تاہانگ یعنی بہت پیلی۔ بعد والا نام "چین کا عظیم جغرافیہ" نامی کتاب میں درج ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ساتویں سے دسویں صدی عیسوی تک جھیل کوکونار کے مشرق کی طرف واقع سی ننگ فو نامی صوبے سے ریوند بطور خراج حاصل کی جاتی تھی۔

یونانی طبیب دیسقوریدوس نے "رہا" اور "رہی اون" کے نام سے ریوند کا ذکر کیا ہے۔ رہا دریائے والگا کا قدیم نام ہے جو کہ یورپی روس سے نکلتا ہے اور یورپ کا طویل ترین دریا ہے چونکہ ریوند اس کے کناروں پر کثرت سے پیدا ہوتی تھی اس لیے یہ اس نام سے موسوم ہوئی۔ زمانہ قدیم میں ریوند کی نقل و حمل جنگلوں میں رہنے والے اور خانہ بدوش کیا کرتے تھے۔ مخزن الادویہ اور محیط اعظم میں "رہا" کو "را" اور "رہی اون" کو "راوند" لکھا ہے۔

مغربی ایشیا اور یورپ میں بھی ایک جڑ کا تذکرہ رہا ہے جو آبنائے باسفورس کے دوسری جانب سے لائی جاتی تھی اسے پلائی نے رہاکوما (Rhacoma) کے نام سے پکارا ہے۔ جب اسے کوٹا جاتا ہے تو اس کا رنگ شراب کا سا ہوتا ہے یا زعفرانی رنگ ہوتا ہے۔ بعد ازاں اس کی شناخت ریوند کی حیثیت سے کی گئی یا کم از کم اس کو ریوند کی کوئی قسم سمجھا گیا۔ ۱۱۴ قبل

مسیح سے تجارتی قافلے شمالی چین سے بخارا یہ جڑ لے کر آتے تھے۔

قدیم ایرانی اسے ریواس کے نام سے جانتے تھے۔ اور یہی نام ابھی تک صوبہ گیلان میں ریوند کی ایک قسم کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ایچی سن نے ایران میں اس پودے کو دیکھا جسے وہاں کے لوگ ریواس' ریواند اور جگری کے نام سے پکارتے تھے۔ اسکے بیان کے مطابق وہاں لوگ اس کی گندلیں کھاتے ہیں۔ میرے اپنے مشاہدے کے مطابق شمالی علاقہ جات کے لوگ بھی اس کی قسم R. webbianum کی گندلیں کھاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے مطابق یہ کھٹی' مزیدار اور دافع و قاطع صفرا ہیں۔ ایران میں اس کی ایک قسم (R.tatarcum) کو ریواس دیوانہ کہتے ہیں جس کے پھل' پھول اور جڑیں بطور مسہل استعمال کی جاتی ہیں۔

بو علی سینا نے ریواس اور ریوند کو علیحدہ علیحدہ تحریر کیا ہے۔ اس کے قول کے مطابق پہلا ایک ترش پودا ہے جب کہ دوسرا چینی ریوند ہے۔ گیارہویں صدی کے شروع میں "ابن ماسویہ" نے چینی اور خراسانی ریوند میں فرق کو واضح کیا ہے اور ۱۳۶۸ء میں حاجی زین الدین عطار کے بیان کے مطابق ریوند اور ریواس ایک ہی چیز ہیں۔ کتاب منہاج کے مصنف ابن جزلہ لکھتے ہیں کہ ریوند کی دو اقسام ہوتی ہیں ایک چینی اور دوسری خراسانی۔ اس دوسری کو راوند الدواب کہتے ہیں۔ جسے جانوروں کے علاج میں استعمال کرتے ہیں جب کہ چینی قسم انسانی استعمال میں آتی ہے۔ اور یہ بہترین قسم ہے جسے سفوف بنائیں تو زعفرانی رنگ دیتی ہے۔ اس کی جڑ کو توڑیں تو اندر سے دانہ دار اور بھربھری برآمد ہوتی ہے۔ اسے ریوند لحمی بھی کہتے ہیں۔ اس کے بڑے اور موٹے ٹکڑے ہوتے ہیں جن کو کیڑا نہیں لگتا۔ فارماکوگرافیا انڈیکا کے مصنف ولیم ڈائموک کے مطابق ریوند کی تین اقسام ہیں چینی' خراسانی اور ہندوستانی۔

مخزن الادویہ کے مصنف میر محمد حسین جو کہ خود خراسان کے باشندہ تھے ریباس کے عنوان تلے لکھتے ہیں کہ "اسے فارسی میں ریواس' ریواج اور چکری کے نام سے پکارتے ہیں جو کہ ایک ہاتھ بلند ایک نباتی پودا ہے۔ جس کے درمیان سے ایک یا دو چپٹی ساق نکلتی ہیں جن کی چوڑائی دو انگل اور موٹائی ایک انگل ہوتی ہے۔ جس کی چھال پر رواں ہوتا ہے۔ اس

کا نچلا حصہ ارغوانی اور اوپر کا حصہ سبز ہوتا ہے بالکل کاہو کی شاخ کی طرح۔ اندر سے ساق سفید نرم اور رس دار ہوتی ہے جو ذائقہ میں ترش اور زبان کو سکیڑتی ہے۔ ساق کے سرے پر شاخیں ہوتی ہیں اور شاخوں کے درمیان سبز کھردرے ورقے یا برگ پائے جاتے ہیں۔ اس کے پھول سرخ اور کھٹے میٹھے ہوتے ہیں۔ پودا سرد برفیلے پہاڑوں پر اگتا ہے۔ سب سے بہترین ایرانی ہے۔ اس پودے کی جڑ کو ریوند چینی کہتے ہیں۔ اور اسے ریباس مو امیری بھی کہتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے مو امیر نامی شخص نے اسے دریافت کیا تھا"

ریوند کا ذکر قدیم ہندی کتب میں درج نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کی خصوصیات کو اسلامی اور یورپی اطباء کی کتب سے اخذ کیا ہے۔ اسلامی اطباء نے اس کی خصوصیات اور استعمال میں جالینوس' پالوس' رازی اور ابن سینا وغیرہ کا اتباع کیا ہے۔

بازار میں ریوند کی ایک اور قسم بھی ملتی ہے۔ اس کی جڑ کے ٹکڑے پتلے ڈنڈی کی طرح' معمولی سی خوشبو' تلخی مائل ذائقہ' ہلکی سی ملین یا مسہل' تازہ حالت میں پیلی سی خاک سے آلودہ اور کیڑا لے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ریوند کی گھٹیا قسم ہے اسے عام لوگ ریوند خطائی بھی کہتے ہیں۔ فوائد کے لحاظ سے بھی یہ ریوند چینی سے کم تر ہے۔

پاکستان میں ملنے والی ریوند کی تمام اقسام ہمارے ملک کے شمالی سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ' قراقرم اور ہندوکش میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بازار میں عموماً دو اقسام ریوند چینی اور ریوند خطائی اور علم نباتات کی رو سے تین اقسام (R. emodi ۔ سرخ پھول والی) (R. moorcroftianum سرخ ۔ پھول والی) اور (R. webbianum ۔ سفیدی مائل پیلے پھول والی) ملتی ہیں۔

اقسام:- سلسلہ کوہ ہمالیہ میں ریوند کی تقریباً ۱۰ اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ۸ مشہور اقسام کے نام درج ذیل ہیں۔ ان میں سے جن اقسام کی جڑوں کو بطور ریوند استعمال کیا جاتا ہے صرف ان کی شناخت دی گئی ہے۔

(۱)	ریوند چینی	Rheum acuminatum
(۲)	"	Rheum emodi
(۳)	"	Rheum moorcroftianum

(۴) " Rheum nobile

(۵) " Rheum officinale

(۶) ریوند چینی Rheum palmatum

(۷) Rheum spiciforme

(۸) ریوند، چپیال۔ Rheum webbianum

ریوند کی تمام اقسام کی مشترکہ شناخت :- ریوند کی تمام اقسام میں کثیر سالہ پودے ہوتے ہیں یہ پودے بڑے پتوں والے، موٹے تازے صحت مند اور نباتی ہوتے ہیں۔ ان کی جڑیں اور جذر چوبی ہوتے ہیں۔ پتے عموماً جڑ سے نکلتے ہیں۔ پھولوں کے خوشے بغیر ساق یا کم بیش ہوتے ہیں اور زیادہ تر جڑ ہی سے نکلتے ہیں۔ ساق دار پودوں میں بھی ساق زیادہ بلند نہیں ہوتی۔ اور یہ نرم نباتی اور رس دار ہوتی ہے۔ پتے زیادہ تر گول، قلب یا گردہ نما، بیضوی سیدھے یا کٹواں کناروں والے لہریا دار ہوتے ہیں۔ پھول مختلف رنگوں کے سفید، پیلے، سبزی مائل پیلے، ہلکے سبز، سرخ اور ارغوانی رنگوں کے ۲ تا ۴ ملی میٹر چھوٹے چھوٹے خوشوں یا گچھوں میں لگتے ہیں۔ پھل پتلے ۳ پہلو پر دار کاغذ کی مانند ہوتے ہیں۔

اصل ریوند چینی

Rheum emodi (R. australe)

《اردو، پنجابی ہندی۔: پاکستانی ریوند چینی》《انگلش: Pakistani rhubarb》

شناخت :- ایک موٹی مضبوط نباتی تنے والی صحت مند بوٹی ہے۔ تنے پر سبز اور بھوری دھاریاں ہوتی ہیں۔ جو ۱.۵ تا ۲ میٹر تک بلند ہوتی ہے۔ پتے زیادہ تر جڑ سے ہی نکلتے ہیں اور ساق پر بھی اکا دکا پتے ہوتے ہیں۔ پتے بہت بڑے بڑے اور لمبی ڈنڈی والے ۶۰ سنٹی میٹر (ڈیڑھ تا ۲ فٹ) تک قطر کے ہوتے ہیں۔ یہ پتے مدور یعنی گول دائرہ نما یا بہت کھلے بیضوی ہوتے ہیں جن کی نوک نہیں ہوتی۔ پتے پر ۵ تا ۷ رگیں ہوتی ہیں۔ پتے کی ڈنڈی بہت مضبوط اور ۳۰ تا ۴۰ سنٹی میٹر لمبی ہوتی ہے پتے پر نچلی جانب رواں ہوتا ہے۔ پھل لمبے ٹھیوں والے

گھنے شاخدار گچھوں یا خوشوں میں لگتے ہیں۔ یہ گومڑیا پھنسی کی طرح ابھار نما ہوتے ہیں۔ جن کا رنگ گہرا ارغوانی ہوتا ہے۔ اکمامے ۵ ہوتے ہیں اور زردار حصے ۶ تا ۹ ہوتے ہیں۔ جب کہ بیضہ دانی ۲ تا ۴ پہلو دار ہوتی ہے۔ پھل لمبوترا مستطیل یا بیضوی ایک سنٹی میٹر چھوٹے پروں والے پہلو دار ارغوانی رنگ کے ہوتے ہیں جن کی گول مگدر نما بنیاد اور نشان یا شگاف دار سرا ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- تمام سلسلہ کوہ ہمالیہ میں صوبہ سرحد سے لے کر مشرقی نیپال تک ۱۰۰۰۰ تا ۱۳۵۰۰ فٹ کی بلندی تک ملتا ہے۔ صوبہ سرحد میں فارسٹ انسٹیٹیوٹ کے کوزہ گلی فارم میں تجرباتی بنیادوں پر کاشت کیا جا رہا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- ریوند میں انتھرا کوئی نن (anthraquinone) نامی مرکب پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس میں مسہلہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ان کی مقدار مختلف اقسام میں ۲ تا ۴.۵ فیصد ہے۔ ان میں ریہی ان (rhein)، ایموڈن (emodin)۔ ایلوایموڈن (aloe emodin)۔ مونو میتھائل (emodin - monomethyl) اور کرائسو فینول (chrysophanol) پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک آزاد۔ چند گلوکوسائیڈز کی شکل میں اور چند مرکبات کی صورت میں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں سکیڑ پیدا کرنے والا جزو گالک ایسڈ (gallic acid) ہے نیز اس میں کچھ مقدار میں ٹینن بھی ملتا ہے۔ دوسرے اجزاء میں ریہی نولک ایسڈ (rheinolic acid)۔ نشاستہ۔ چکنائی۔ پیکٹین اور کیلشیم اوگزیلیٹ (calcium oxalate) پائے جاتے ہیں۔ کیلشیم اوگزیلیٹ اور راکھ کی مقدار بہت زیادہ کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ ۳.۵ تا ۴۳.۳ فیصدی تک ہوتی ہے۔ اچھی ریوند چینی میں اس کی مقدار ۷ تا ۱۳ فیصد ہونی چاہیے۔ ہمالیہ کی ریوند میں اجزائے موثرہ مندرجہ ذیل تناسب سے پائے جاتے ہیں۔ کشمیری ریوند میں ۳۵.۲۸ فیصد۔ نیپالی میں ۳۰.۵۷ فیصد۔ پنجاب ہماچل پردیش ہمالیہ میں ۳۹.۹۷۔ جبکہ یو۔ ایس سٹینڈرڈ کی رو سے اس میں ان کی مقدار کم از کم ۳۰ فیصد ہونی چاہیے۔ یاد رہے کہ اس کا سفوف ایک ماشہ کی مقدار میں مسہل ہے۔

ریوند چٹیال RHEUM WEBBIANUM موسے کا مصلیٰ

Rheum spiciforme

شناخت:۔ یہ ایک صحت مند موٹا تازہ دائمی پودا ہے جس کے پتے جڑ سے ہی نکلتے ہیں۔ پتے بڑے بڑے اور موٹے چمڑے کی مانند' گول' لہردار ہوتے ہیں۔ جن کی بنیاد گول یا قلب نما ہوتی ہے جوان پتے ۱۵ تا ۳۰ سنٹی میٹر قطر کے ہوتے ہیں۔ جن کی ڈنڈی ۵ تا ۱۵ سینٹی میٹر لمبی ہوتی ہے۔ پتے جب پختہ ہوتے ہیں تو ان کا رنگ سرخی مائل بھورا ہو جاتا ہے۔ پتوں کے درمیان سے ۱ تا ۳ پھولوں کی شاخیں نکلتی ہیں جن پر سبزی مائل پھولوں کے لمبے خوشے نکلتے ہیں یہ جب پکتے ہیں تو سرخی مائل ہو جاتے ہیں۔ پھل ۸ تا ۱۰ ملی میٹر تین پہلو پر دار ہوتے ہیں۔ جڑ کافی موٹی' سرخ' بھوری اور کافی لمبی ہوتی ہے جو تازہ حالت میں آسانی سے کاٹی جا سکتی ہے۔

مقام پیدائش:۔ افغانستان سے لے کر بھوٹان اور تبت تک پاکستان میں ہمالیہ' ہندوکش اور قراقرم یعنی شمالی علاقہ جات میں (۳۶۰۰ تا ۴۸۰۰ میٹر) ۱۰۵۰۰ فٹ تا ۱۵۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پائے جاتے ہیں۔

Rheum moorcroftianum

شناخت:۔ یہ پودا بھی مذکورہ بالا پودے کی مانند ہے بلکہ بعض لوگ تو دونوں کو ایک ہی تسلیم کرتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس کی پھولوں کی شاخیں زیادہ لمبی' زیادہ تعداد میں اور بال دار ہوتی ہیں۔ جب کہ پہلی قسم پر بال نہیں ہوتے اور یہ ۲۵ تا ۶۰ سم اونچا ہوتا ہے۔ اس کے پھل بیضوی ہوتے ہیں جن کے پہلو چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کے پھول ہلکے پیلے ہوتے ہیں۔ اس کی جڑوں کو بھی ریوند چینی (R. Emodi) ہی کی مانند استعمال کیا جاتا ہے۔

Rheum webbianum

﴿ ہزارہ' کاغان: چٹیال ﴾

شناخت:۔ ریوند کی یہ قسم کافی خوبصورت' چمکدار سبز گول اور بڑے بڑے پتوں والی ہوتی ہے۔ جس کی ساق موٹی رس دار سبز ہوتی ہے پتے زیادہ تر جڑ سے ہی نکلتے ہیں لیکن ساق پر

Scanned with CamScanner

بھی چند پتے چھوٹے پائے جاتے ہیں۔ پھولوں کے خوشے گچھوں کی صورت میں اور کافی زیادہ ہوتے ہیں۔ خوشے شاخ پر پہلو سے نکلتے ہیں پھولوں کا رنگ ہلکا پیلا ہوتا ہے۔ پھول ۲ ملی میٹر چوڑے ہوتے ہیں۔ نچلے پتے کافی لمبی ڈنڈی رکھتے ہیں پتے گول قلب نما یا گول گردہ نما ہوتے ہیں جو کہ ۱۰ تا ۶۰ سنٹی میٹر قطر کے ہوتے ہیں۔ ساق ۳۰ تا ۲۰۰ سنٹی میٹر بلند ہوتی ہے۔ پھل ۱۱ ملی میٹر لمبے اور چوڑے پروں والے ہوتے ہیں۔ اس قسم میں پھول سرخ یا ارغوانی بھی ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:- پاکستان سے مغربی نیپال تک ۸۰۰۰ تا ۱۴۰۰۰ فٹ (۲۴۰۰ تا ۴۳۰۰ میٹر) بلندی پر جھاڑیوں، کھلی جگہوں اور خاص طور پر پتھریلی ڈھلوانوں پر ملتے ہیں۔ پھول جون جولائی میں نکلتے ہیں۔

Rheum acuminatum

شناخت:- یہ پودا بھی پاکستانی ریوند ہی کی مانند ہے لیکن اپنے لمبے قلب نما نوکدار بے بال پتوں کی وجہ سے فرق رکھتا ہے۔ نیز اس کے پھول مندرجہ بالا پودے کی نسبت گہرے سرخ رنگ ہوتے ہیں۔ ساق نسبتاً پتلی ۱ میٹر تک بلند ہوتی ہے۔ پتے ۸ تا ۲۰ سم چوڑے ہوتے ہیں۔ پھل ۸ ملی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔

افعال و خواص:- ریوند کو بچوں کے پیٹ کی تکالیف اور جگر کی تکالیف میں خصوصیت سے بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ریوند اپنے مزاج میں گرم تر ہے کیونکہ اس سے سوء القینہ اور استسقاء دور ہوتے ہیں۔ ریوند کم مقدار میں قابض ہے جب کہ زیادہ مقدار میں اسہال لاتی ہے۔ جگر تلی اور آنتوں کا سدہ کھولتی ہے۔ بقول گیلانی معدے اور جگر کی سردی کے لیے بہت اعلیٰ درجے کی دوا ہے۔ ان کے فضلات کو دور کرتی ہے۔ احشاء کے اورام کو دور کرتی ہے۔ بلغمی، صفراوی اور سوداوی درد مفاصل کو دور کرتی ہے۔ جگر کی قوت جاذبہ کی بالخاصہ اصلاح کرتی ہے۔ پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے۔ عسر الطمث میں بہت فائدہ مند ہے۔ یرقان کے سدہ کو دور کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر زیادہ کھانے سے تخمہ پیدا ہو جائے تو ریوند چینی بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔ آنتوں کے زخموں کو نافع ہے۔ پیٹ کی مروڑ، ذرب اور

ریوند چٹیال RHEUM WEBBIANUM دیوسائی میدان لبتان

۱ / اگست ۱۹۹۴ء بلندی : ۱۲۰۰۰ فٹ

زوسنطاریہ میں بہت نفع دیتی ہے۔ ذرب میں آنتوں میں خراش ہوتی ہے لیکن خون نہیں آتا جب کہ زوسنطاریہ میں آنتوں سے خون آتا ہے۔ ریوند ہر قسم کے پرانے جگری بخاروں، تلی کی خرابی، معدہ اور انتڑیوں کی خرابی سے پیدا ہونے والے بخاروں میں نہایت مفید ہے۔

بچوں کی بد ہضمی میں نہایت عمدہ دوا ہے خصوصاً جب کہ بد ہضمی غذائی خرابی سے ہو۔ اس کے استعمال سے غیر منہضم غذا دست کے ساتھ خارج ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی تاثیر پہلے مسکن اور پھر قابض ہوتی ہے۔ اس طرح کسی مخرش مادے سے خراش ہو کر دست پیدا ہو رہے ہوں تو بھی اس کے اخراج سے آرام آ جاتا ہے۔ چونکہ دودھ اور پیشاب میں اس کا اخراج ہوتا ہے اس لیے دونوں کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ دودھ تھوڑا کڑوا ہو جاتا ہے اور بچوں پر مسہلہ تاثیر رکھتا ہے۔ چونکہ ریوند سے مروڑ کے ساتھ دست آتے ہیں اس لیے اس کو بادیان، سوڈا وغیرہ کاسر الریاح ادویہ کے ساتھ ملا کر دینا چاہیے ریوند کو ۱ماشہ تا ۴ماشہ تک مختلف امراض میں استعمال کر سکتے ہیں۔

مجربات

اکسیر جگر:۔ ریوند خطائی ایک حصہ، نوشادر ایک حصہ، قلمی شورہ آدھا حصہ، پتری فولاد (فرائی ایمونیم سائیٹراس) آدھا حصہ تمام کو باریک پیس کر کپڑ چھان کر کے ملا لیں۔

مقدار خوراک:۔ ۱ماشہ تا ۳ماشہ صبح شام ہمراہ پانی۔

فوائد:۔ استسقاء، سوالقینہ اور یرقان وغیرہ امراض جگر میں بہت مفید ہے اور میرا مجرب ہے ایسا ہلکا ہلکا بخار جو مریض کو ہردم محسوس ہو لیکن جسم کا درجہ حرارت بلند نہ ہو جسے جگری یا اندری بخار کہتے ہیں کے لیے اکسیر صفت ہے۔ لیکن اس مقصد کے لیے اور ورم لوزتین جو خرابی جگر سے بار بار ہوں کے لیے اس کے ہمراہ ۴ ا تا ۲ ا مقدار میں کشتہ سنکھ آب درخت نیم میں بنا ہوا دینا چاہیے۔ اور اسے تقریباً ۲ ماہ مسلسل زیر استعمال رکھنا چاہیے۔ لوزتین کا ورم ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گا۔ اور آپریشن کی ضرورت نہ رہے گی۔

سفوف عسر الطمث:۔ زیرہ سفید ایک حصہ، قلمی شورہ ایک حصہ، ریوند چینی یا ریوند

خطائی ایک حصہ + چینی۔ سب کے برابر تمام کو باریک پیس کر ملا دیں۔

مقدار خوراک: ۲ تا ۵ ماشہ۔

جب جسم میں گرمی خشکی بڑھ کر عورتوں کو حیض سخت درد کے ساتھ اور تھوڑا تھوڑا آئے تو ایام شروع ہونے سے ۲۔۳ یوم قبل ہی اس کی ۳ ماشہ مقدار دن میں ۳ مرتبہ پانی یا دودھ کی لسی یا دودھ سوڈا کے ہمراہ پھنکائیں۔ انشاء اللہ درد کو فوراً آرام آئے گا نیز حیض بھی کھل کر ہو گا۔ لیکن اس دوران گرم خشک اشیاء مثلاً انڈا، پراٹھا، چائے، بھنا گوشت وغیرہ سے پرہیز لازم ہے اور غذا میں ٹنڈے، کدو، مولی، گاجر، شلغم، خربوزہ، تربوز، کھیرا وغیرہ زیادہ استعمال کریں۔

ستیاناسی سفید پھول ARGEMONE MONITA

Family: Papaveraceae

ستیاناسی (زرد پھول والی)

Argemone mexicana

﴿اردو:- ستیاناسی﴾ ﴿ہندی: کٹیلا﴾ ﴿بنگلہ: شیال کانٹا﴾ ﴿پنجابی: ستیاناسی۔ اجڑ کانٹا۔ سیال کانٹا۔ بھٹ کٹایا۔ بھربھنڈ﴾ ﴿انگریزی: Prickly poppy﴾

تاریخ:- یہ پودا دراصل وسطی امریکہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پرتگیزیوں نے اس پودے کو برازیل میں یونانیوں اور رومنوں کے زیرِ استعمال پودے (Papaver argemone) کے بدلے میں ان ہی خصوصیات کی وجہ سے پہلے پہل استعمال کیا۔ جب پرتگیزی ہندوستان میں آئے تو وہ اس کے بیج اپنے ساتھ لائے اور اسے گوا میں کاشت کیا۔ بعد ازاں برصغیر کی زمین اس پودے کو ایسی راس آئی کہ یہ تمام گرم خشک علاقوں میں پھیل گیا۔ حتیٰ کہ کاشت شدہ زمینوں سے اسے ٹھکانے لگانا مشکل ہو گیا۔ آج کل اس کے پودے اتنے وافر نہیں ملتے لیکن کچھ علاقوں خصوصاً ویران زمینوں پر اب بھی یہ پودا کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ویسٹ انڈیز میں ہملٹن نامی سائنس دان نے اس کی ملین اور منوم خصوصیات کا مشاہدہ کیا۔

چونکہ یہ ایک غیر ملکی پودا ہے اس لیے پرانی عربی' فارسی اور ہندی کتب میں اس کا حوالہ نہیں ملتا۔ اس لیے ہندوستان میں اس کو کوئی مخصوص نام نہیں دیا گیا۔ مختلف علاقائی زبانوں میں اس کے ساتھ ملتے جلتے پودوں کے ناموں سے ہی اسے پکارنے لگے۔ جس کی وجہ سے اس کی شناخت کے متعلق بہت ساری غلط فہمیاں جنم لینے لگیں۔ مثلاً اس کی منوم خصوصیات کی وجہ سے ہندی میں اس کو پیلا دھتورا کہا گیا۔ سنسکرت اور اردو میں اس کے پتوں کی شباہت برہم ڈنڈی کے ساتھ ملنے کی وجہ سے اسے یہی نام دے دیا گیا جب کہ بھٹ کٹایا یا کٹیلا کا نام اسے کٹیلی یا کٹائی خورد کے پتوں کے ساتھ اس کے پتوں کی شباہت کی وجہ سے دیا گیا۔ بنگلہ' اردو اور پنجابی میں زمینوں کو اجاڑنے' کاشت شدہ زمینوں کو ستیاناس کرنے کی وجہ سے اسے اجڑ کانٹا۔ شیال کانٹا اور ستیاناسی کا نام دیا گیا۔ یعنی اسے بیک وقت کٹائی

خورد۔ دھتورہ اور برہم ڈنڈی کے نام دے دیئے گئے۔ اس لیے اس کے باقی ناموں سے صرف نظر کرکے اسے صرف ستیاناسی ہی کے نام سے پکارنا چاہیے کیونکہ ایک تو یہ نام پاکستان میں زبان زد عام ہے اور دوسرے اس کی کثرت پیدائش اور کانٹے دار ہونے اور زمینوں کو خراب کرنے کی وجہ سے یہ نام موزوں ہے۔ لیکن واضح رہے کہ ایک اور کانٹے دار پودا جو تقریباً ایک فٹ بلند ہوتا ہے بارانی زمینوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے دیہاتی اسے بھی ستیاناسی ہی کہتے ہیں لیکن اس میں اور ستیاناسی میں یہ فرق ہے کہ ستیاناسی میں ۵ پنکھڑی والا پیلا پھول اور ڈوڈہ ہوتا ہے جب کے دوسرے پودے میں ڈوڈہ نہیں ہوتا اور پھول بھی ریشہ دار باریک ہوتے ہیں۔ نیز ستیاناسی کا پودا سیدھا اوپر کی طرف اٹھتا ہے جب کہ یہ زمین پر ہی چھوٹی سی جھاڑی کی طرح پھیل جاتا ہے۔

شناخت:- یہ ایک تا چار فٹ اونچا موٹے نباتی تنے کا کھڑا ایک سالہ کانٹے دار پودا ہے جس کی ہلکے سبز رنگ کی شاخیں پھیلی ہوتی ہیں۔ جن پر چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں۔ پتے کٹائی خورد یا اونٹ کٹارا کے پتوں کی مانند اور کناروں سے کٹے ہوتے ہیں۔ پتوں کے زائدوں کے کناروں پر اور تمام پتے بلکہ تمام پودے پر تیز باریک کانٹے ہوتے ہیں۔ پتے ۳ تا ۷ انچ لمبے اور ۲ تا ۳ انچ چوڑے ہوتے ہیں۔ ہر پا ٹہنی پر دوسرے پتے سے کچھ فاصلے پر لگا ہوتا ہے یعنی پودا زیادہ گھنا نہیں ہوتا۔ پتے پر سفید داغ سے ہوتے ہیں اس لیے یہ سبز و سفید ہوتا ہے۔ پھول گہرے پیلے رنگ کا ۶ پنکھڑی والا ہوتا ہے یہ پنکھڑیاں اوپر کی طرف سینگ کی طرح مڑ کر ایک پیالی کی شکل بنالیتی ہیں۔ جس کے اندر ایک سرخ نشان ہوتا ہے۔ پھول کی نچلی جانب سبز حصے پر بھی کانٹے ہوتے ہیں۔ پھول جھڑنے کے بعد لمبوترا ڈوڈا لگتا ہے۔ یہ ڈوڈہ ۴ ۳ انچ چوڑا اور ڈیڑھ انچ لمبا بیضوی' بلیلجی شکل کا ہوتا ہے۔ ڈوڈہ پھانک دار ہوتا ہے۔ ڈوڈے کے سرے پر سرخ رنگ کا گول چھوٹا سا قل یا کوکا سا ہوتا ہے۔ تمام ڈوڈے پر تیز نوکدار کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ یہ کچا سبز اور پکنے پر خاکستری رنگ کا ہو جاتا ہے اور پھٹ کر ۴ پھانکوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اس کے اندر سے بالکل گول سیاہی مائل خاکستری تخم کافی مقدار میں نکلتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے بیج جب آگ پر ڈالیں تو آواز کے ساتھ تڑکتے ہیں۔ ان میں روغن ہوتا ہے جب یہ روغن نکالا جائے تو اس وقت سفیدی مائل پیلا' اور پتلا ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ

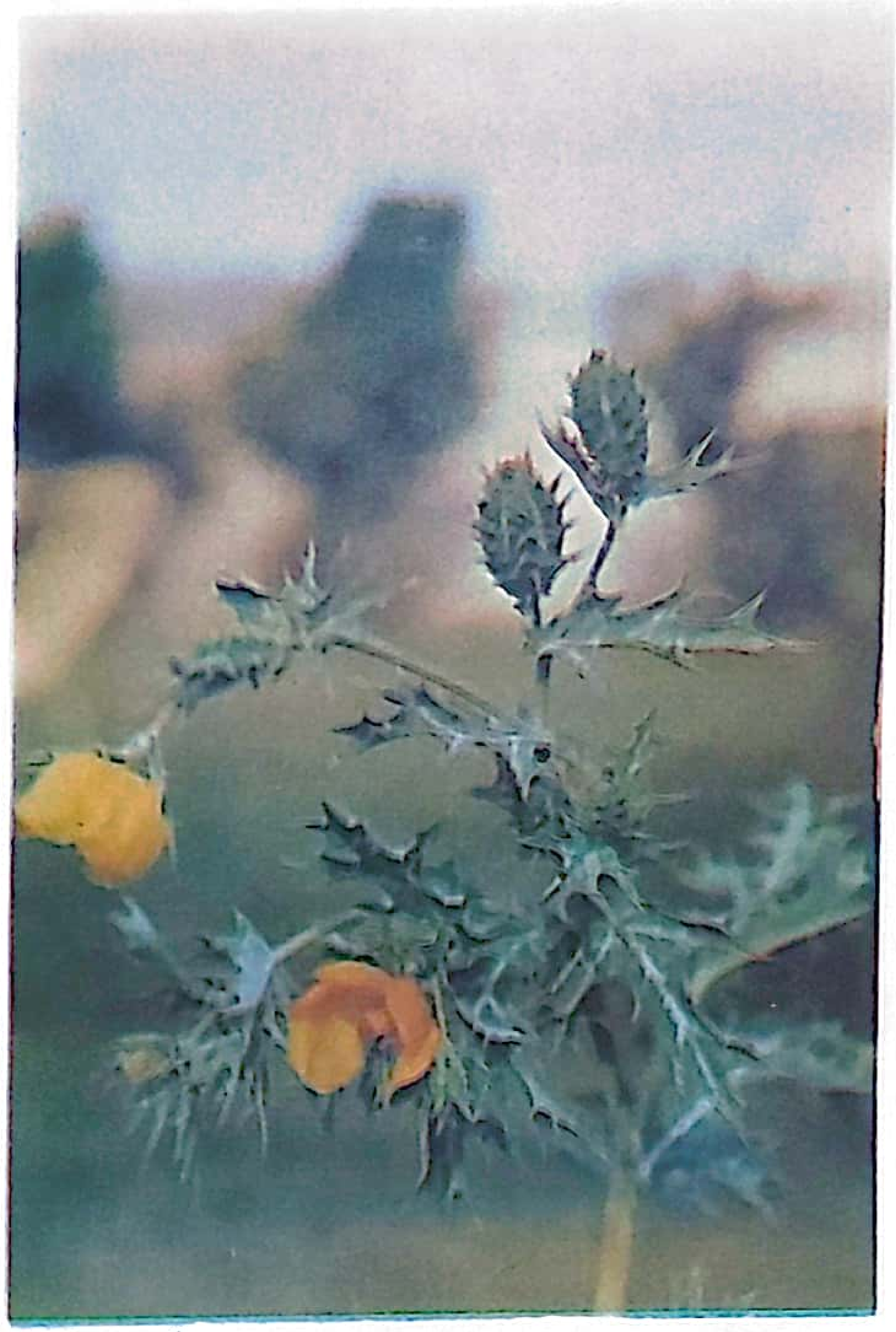

ستیاناسی ARGEMONE MEXICANA گجرات

جون ۱۹۹۲ء

رکھنے کے بعد گاڑھا جیلی کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا رنگ سرخ بھورا ہوتا ہے۔

مزید شناخت :- اس کا پتا یا ٹہنی توڑنے سے پیلے رنگ کا دودھ نکلتا ہے۔ اس کی جڑ کو مارواڑی زبان میں چوک لکڑ کہتے ہیں۔ اس کے بیجوں سے نکلنے والے تیل کو چند دن پڑا رہنے دیں تو نیچے سفید گاد بیٹھ جاتی ہے اور تیل نتھر کر شفاف اور پیلا چمکدار ہو جاتا ہے۔ اس کی ہلکی سی بو ہوتی ہے جس سے دل کچھ متلاتا ہے لیکن بو زیادہ نہیں ہوتی۔ تیل کا مزہ کچھ چرچرا ہوتا ہے۔ سرسوں یا تارا میرا کے تیل میں اس کی ملاوٹ کی جاتی ہے۔ خالص تیل کی شناخت کے لیے اس میں تھوڑا سا شورے کا تیزاب (نائیٹرک ایسڈ) ملائیں تو یہ نارنجی یا لال رنگ کا ہو جاتا ہے۔ یہ صاف شعلے کے ساتھ جلتا ہے۔

مقام پیدائش :- جیسا کہ پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ یہ امریکن پودا ہے جس کو برصغیر کی آب و ہوا ایسی راس آئی کہ تمام پاکستان و ہندوستان کے گرم خشک، میدانی اور صحرائی علاقوں میں ویران زمینوں اور سڑکوں کے کناروں پر عام پایا جاتا ہے۔

اقسام :-

ستیاناسی زرد پھول Argemone mexicana

ستیاناسی سفید پھول Argemone munita

ستیاناسی (سفید پھول والی)

Argemone munita

شناخت :- یہ پودا بھی زرد پھول والے کا ہم شکل ہوتا ہے۔ اس کا تنا بھی صحت مند نباتی اور موٹا ہوتا ہے اونچائی ساڑھے چار فٹ (۱۵۰ سنٹی میٹر) تک ہوتی ہے۔ اس کے پتے پیلے پھول والے کی نسبت کم چوڑے ہوتے ہیں۔ پھول سفید رنگ کے ہوتے ہیں جن میں بیضوی ۶ عدد پتیاں ہوتی ہیں۔ یہ پتیاں زرد گل کی مانند اوپر کی طرف مڑی ہوئی نہ ہوتے ہوئے سیدھی یا تھوڑی سی اوپر کو مڑی ہوتی ہیں۔ درمیان میں پیلے رنگ کی ٹکیہ سی ہوتی ہے جس کے بیچوں بیچ سرخ تل یا نگ سا ہوتا ہے۔ پھول ۲ تا ۵ انچ قطر کے ہوتے ہیں۔ تمام پودے پر کانٹے

ہوتے ہیں۔ پتوں کا رنگ خاکستری سبز ہوتا ہے۔ اس میں پھول مارچ سے ستمبر تک آتے ہیں اس کا دودھ بھی پیلے پھول والی ستیاناسی کی طرح ہی ہوتا ہے۔

مقام پیدائش :- امریکہ میں یہ پودا سان لوئس، کیلیفورنیا، ایری زونا کے مشرق میں سڑکوں کے کناروں اور صحراؤں وغیرہ میں ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔ جب کہ پاکستان اور ہندوستان میں بھی کہیں کہیں ملتا ہے تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر میں سفید قسم بھی کافی دیکھی گئی ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- بیجوں میں بربرین (Berberine) اور پروٹو پائن (Protopine) نامی الکلائیڈز پائے جاتے ہیں۔ ڈریجن ڈروف (Dragendroff) نے اس کے بیجوں میں ایک الکلائیڈ ایسا بھی پایا جو بالکل مارفین سے مشابہت رکھتا ہے اور اسی جیسے اثرات کا حامل ہے۔ لیکن پودے کے مکمل تجزیے کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس میں مارفین کا جوہر نہیں پایا جاتا۔

پروٹوپائن نامی الکلائیڈ سب سے پہلے افیون میں پایا گیا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے کئی پودوں میں پایا جاتا ہے جن میں ستیاناسی بھی شامل ہے۔ یہ دل پر بالکل مارفین کی طرح اثر کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ حسی اعصاب کے سروں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ کوکین کی طرح تھوڑی مقدار میں یہ مینڈکوں پر استعمال کرنے سے ان کو نشہ لے آتا ہے جب کہ بڑی مقدار میں یہ عضلات اور حسی اعصاب کے سروں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ دودھ دینے والے جانوروں پر بالکل کافور کی مانند اثر کرتا ہے۔

زہریلے اثرات :- سارکر نے ۱۹۲۶ء میں اس کے زہریلے اثرات پر تجربات کر کے ایک رپورٹ تیار کی تھی۔ جس میں اس نے بتایا کہ "جانوروں کو ستیاناسی کے تیل کی خوراک مختلف صورتوں میں لیبارٹری کے اندر دی گئی تو بندروں اور بلیوں کو اس سے شدید اسہال شروع ہو گئے اور وہ مر گئے۔ جب کہ سفید چوہوں کا وزن کم ہوتا گیا اور آخر کار وہ بھی مر گئے۔ لیکن اس کے علاوہ ان پر کوئی دوسرے اثرات نظر نہیں آئے۔"

انسانوں کو ۳۰ تا ۶۰ قطرے تیل کے پلانے سے دست اور قے بالکل وبائی ہیضہ کے

Scanned with CamScanner

دستوں کی مانند شروع ہو جاتے ہیں اور یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب اس کے تیل کو سرسوں کے تیل میں ملا دیا جائے۔ چونکہ کچھ علاقوں میں یہ پودا اتنا وافر ہوتا ہے کہ اس کے بیجوں کا تیل نکالنے کے بعد سستا پڑتا ہے اور اس تیل کی ملاوٹ سرسوں کے تیل میں کی جاتی ہے اور جن علاقوں میں سرسوں کا تیل کھایا جاتا تھا وہاں یہ تکلیف اکثر پیدا ہوتی تھی جسے عام لوگ ہیضہ سمجھتے تھے۔ لیکن کھانے والے تیل میں اگر شورے کا تیزاب ملا کر اس کا تجزیہ کیا جائے تو تیل سرخ نارنجی رنگ دینے سے ملاوٹ کا آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے۔

اس کا تیل زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے ٹانگیں اور پیر بالکل استسقائے وریدی کی طرح سوج جاتے ہیں اور ان میں شدید جلن ہوتی ہے۔ بدن میں شدید درد ہوتا ہے اور کچھ حالتوں میں تیل کے زہریلے اثرات کے جسم سے ختم ہونے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک استسقائے زکی کی طرح کی سوجن ٹانگوں پر رہتی ہے۔

کلکتہ سکول آف ٹراپیکل میڈیسن اور آل انڈیا انسٹیٹوٹ آف ہائیجین نے جہاں اس قسم کی ہیضہ نما وبا پھیلی تھی ان علاقوں سے سرسوں کا تیل لے کر اس کا تجزیہ کیا گیا تو اس میں ۵ تا ۱۰ فیصد ستیاناسی کے تیل کی ملاوٹ پائی گئی۔

ستیاناسی کے تیل کو ۲۴۰ سنٹی گریڈ پر ۱۵ منٹ کے لیے گرم کیا جائے تو اس کے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

افعال و خواص:- اس کے بیج نشہ آور، منوم مقئی اور دافع درد ہیں۔ اس کے بیجوں کا تیل ۱۵ تا ۶۰ بوند پلانے سے انتڑیوں کا ریاحی درد ختم ہوتا ہے اور قولنج میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہ دست آور بھی ہے اس لیے اس سے قبض دور ہوتی ہے لیکن اس کی مقدار معین نہیں ہے کسی کو ۳۰ بوند ہی سے کافی تعداد میں دست آ جاتے ہیں جب کہ کسی کو ۶۰ بوندوں سے بھی تین چار دست آتے ہیں۔ تمام پودے کو کچل کر نکالا ہوا رس بھی مسہل ہوتا ہے۔ یہ رس پرانے پھوڑوں اور پھنسیوں پر لگانے سے انہیں ٹھیک کرتا ہے۔ بیجوں کو ۴ تا ۹ ماشہ دینے سے دمہ کو آرام ہوتا ہے۔ خارش خشک و تر پر اس کا رس و دودھ لگانے سے خارش مٹتی ہے۔ اس کے پتوں کا جوشاندہ پینے سے سوزاک میں آرام آتا ہے اور پیشاب کھل کر آتا ہے اور پیشاب کی نالی کی سوزش مٹتی ہے۔ نمک پر اس کے تیل کی ۳۰ تا ۶۰ بوندیں ڈال کر پلانے

سے استسقاء اور یرقان میں آرام آتا ہے۔ گرم تر مزاج کا حامل ہونے کی وجہ سے یہ اندرونی زخموں اور السر کے لیے فائدہ مند ہے۔ بلکہ زخم معدہ، اور چھوٹی انتڑیوں کے زخموں میں مناسب ادویہ کے ہمراہ اس کا استعمال بہت فائدہ مند ہے۔ کچھ علاقوں میں اسے آنکھوں کی بیماریوں پر بھی استعمال کرتے ہیں جب کہ پرانے حکماء اسے آنکھوں کے لیے نقصان دہ گردانتے ہیں۔ تالیف شریفی میں اس کی ڈھائی درم مقدار خوراک کو بے ضرر اور نشہ نہ پیدا کرنے والی بیان کیا گیا ہے۔ ویسٹ انڈیز میں بھی اسے طبی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

Family: Myratceae

سمندر پھل

Barringtonia actuangula

{ اردو: سمندر پھل } { ہندی، بنگلہ۔ سمندر پھل، حجال }

تاریخ :- یہ ایک سدا بہار درمیانے درجے کی اونچائی کا حامل درخت ہے جسے سنسکرت عالموں نے حجایا حجالا کا نام دیا۔ اور اس کے پھل کو سمندرا پھالا اور دھاتری پھالا کا نام دیا۔ زمانہ قدیم ہی سے برصغیر میں اسے ایک اچھی گھریلو دوائی کے طور پر جانا جاتا تھا۔ جب بچے کو سردی لگ جاتی اور ڈبہ ہو جاتا تو اس کے بیجوں کو پتھر پر پانی کے ہمراہ رگڑ کر چھاتی پر لیپ کیا جاتا تھا اور اگر تکلیف زیادہ ہوتی تو ان کو ادرک کے رس کے ہمراہ یا ویسے ہی ایک تا ۲ رتی کی مقدار میں پلایا جاتا تھا۔ جس سے بچے کو فوراً قے ہو جاتی اور سانس کی نالیاں بلغم سے صاف ہو جاتی تھیں۔ اور بچے کو آرام آ جاتا تھا۔ بچوں کے بڑھے ہوئے پیٹ میں بھی یہ دودھ میں ایک تا دو رتی کی مقدار ملا کر پلائی جاتی ہے۔ تمام ہندوستان میں جن علاقوں میں یہ درخت پایا جاتا ہے وہاں سے مچھلیاں پکڑنے کے لیے اس کی چھال اور جڑ کو بطور قاتل مچھلی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایسی مچھلی صحت کے لیے نقصان دہ بھی نہیں ہوتی۔

شناخت :- یہ ایک درمیانے درجہ کی اونچائی کا حامل تقریباً ۳۰ فٹ تک بلند درخت ہے جس کے تنے کی گولائی ۵ فٹ تک ہو سکتی ہے۔ اس کے تنے کی بلندی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس کی شاخیں پتلی لمبی، گھنی اور مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ چھال تقریباً ایک انچ تک موٹی ہوتی ہے۔ یہ کھردری اور سیاہی مائل ہوتی ہے جس پر لمبائی کے رخ جھریاں اور نالیاں پڑی ہوتی ہیں۔ تنے سے چھال کے ٹکڑے پرانے ہو کر لمبائی کے رخ اترتے ہیں۔ اس کی لکڑی ہلکی سرخی مائل خاکستری ہوتی ہے جس کو اگر کیچڑ میں دبا دیا جائے تو یہ سیاہ ہو جاتی ہے۔ یہ لکڑی عمدہ، ہلکی سی کھردری سخت اور مضبوط ہوتی ہے جس کا وزن ۵۶ پونڈ فی مکعب فٹ ہوتا ہے۔ اسے

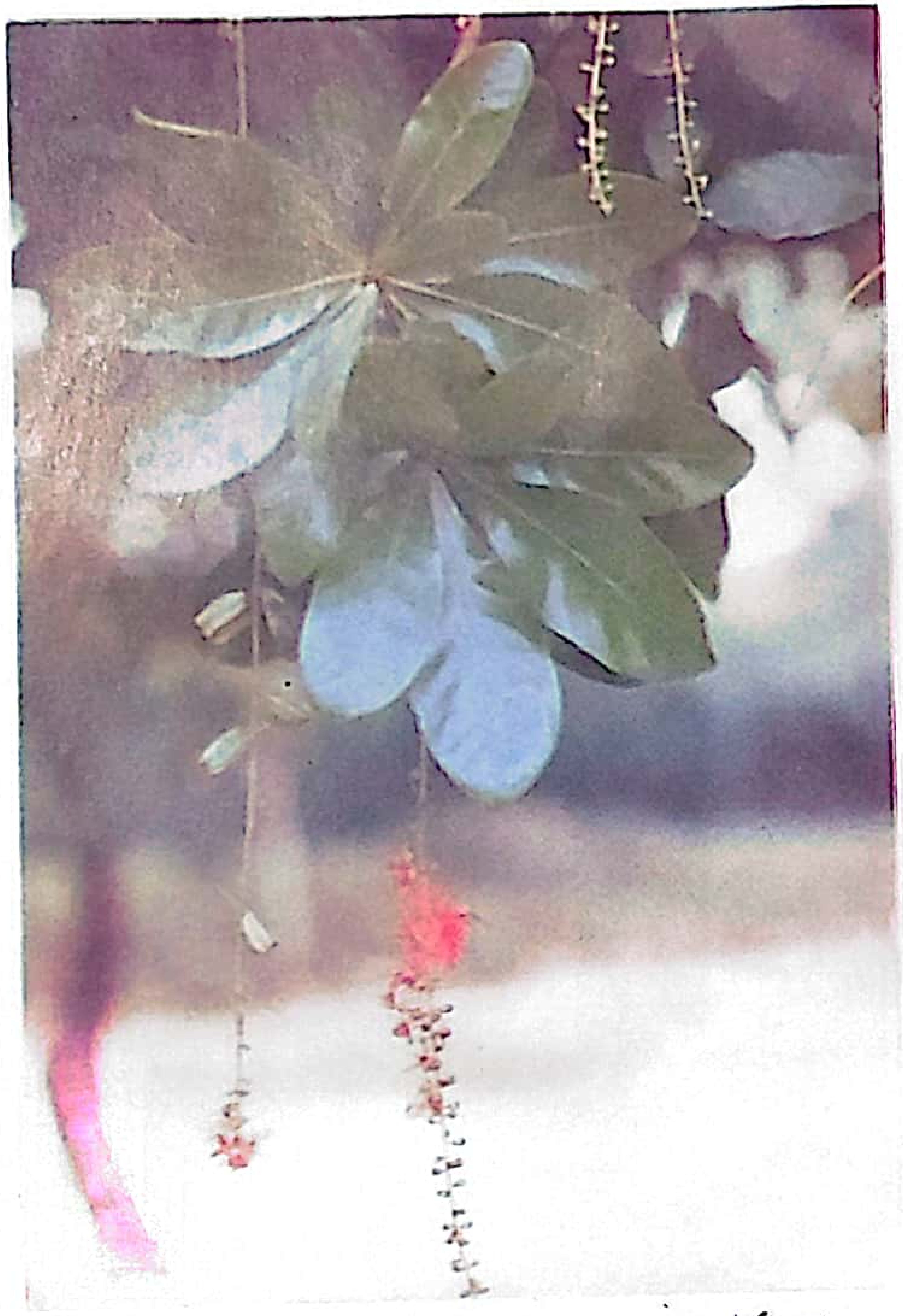

سمندر پھل BARRINGTONIA ACUTANGULA اسلام آباد
اگست ۱۹۹۲ء

Scanned with CamScanner

کشتی سازی، کنویں کی تہہ میں رکھنے والے چاک، اونٹ و بیل گاڑیاں اور الماریاں بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔

پتے مارچ اپریل میں نئے اگتے ہیں جب کہ پھول مئی میں نکلتے ہیں اور پھل ستمبر اکتوبر میں پک جاتے ہیں۔ پتے زیادہ تر شاخوں کے سرے پر لگتے ہیں اور تقریباً ۱۰۔ ۱۲ پتے ایک گولائی میں اکٹھے ہی لگے ہوتے ہیں یعنی ایک گچھے کی صورت میں۔ اس میں نچلے پتے بڑے اور اوپر والے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کے پتے بیضوی ہوتے ہیں جو ڈنڈی کی طرف سے لمبائی میں اور سرے کی طرف سے گولائی مائل ہوتے ہیں۔ یہ سرا ہلکا سا نوکدار ہوتا ہے۔ پتا شفاف بغیر روئیں دار اور چمکدار سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ جس کی لمبائی ۶ انچ تک اور چوڑائی ۳ انچ تک ہوتی ہے۔ پھول سرخ زعفرانی رنگ کے ہوتے ہیں۔ پھول میں پنکھڑیاں نہیں ہوتیں بلکہ سرخ ریشے سے ہوتے ہیں۔ یہ پھول ایک لمبے خوشے کی صورت میں لٹکے ہوتے ہیں۔ جب یہ پھول جھڑ جاتے ہیں تو پھل لگتا ہے۔ یہ پھل ڈیڑھ انچ تک لمبا اور آدھ تا پونے انچ تک چوڑا چوگوشہ ہوتا ہے۔ جب کچا ہوتا ہے تو سبز ہوتا ہے پک جانے پر خاکستری رنگ کا اور کھردرا ہو جاتا ہے خشک ہونے پر پھل سخت ہو جاتے ہیں لیکن اگر پانی میں ڈال دیئے جائیں تو نرم ہو جاتے ہیں۔ بیجوں میں نشاستہ کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ پہلے شیریں اور پھر کڑوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں کھانے سے متلی اور قے ہو جاتی ہے۔

مقام پیدائش :- ہندوستان میں ندیوں، دلدلی کناروں اور رطوبی جگہوں پر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستان، برما، بنگال، اودھ کے جنگلات، ہمالیہ کی ترائیوں اور دریائے جمنا کے کنارے عام ملتا ہے۔ اس کے علاوہ بحر ہند کے جزائر اور شمالی آسٹریلیا میں بھی ملتا ہے۔ یہ دراصل گرم مرطوب استوائی خطے کا درخت ہے۔ اسلام آباد میں بھی ۲۸ سال پرانے چند درخت موجود ہیں جن کی بہترین صحت اور پھل دینے کی صلاحیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان درختوں کی اسلام آباد میں کاشت کی جائے تو نہ صرف یہ شہر کی خوبصورتی کا باعث بن سکتے ہیں بلکہ طبی ضروریات کے لیے اس کے اجزا بھی دستیاب ہو سکتے ہیں جو کہ آج کل بہت مہنگے، پرانے اور گھن لگے ہوئے ملتے ہیں۔

سمندر پھل BARRINGTONIA ACUTANGULA اسلام آباد

اگست ۱۹۹۲ء

کیمیائی تجزیہ:- اس کے پھل میں ایک گلوکوسائڈ سپونن (Sponin) نامی پایا جاتا ہے۔ صاف شدہ سپرٹ میں اس کا ۲۴ فیصد گودا حل ہو جاتا ہے جس میں گیلک ایسڈ (Galic acid) شکر اور کچھ سپونن ہوتا ہے۔ لیکن اسے پانی میں حل کریں تو زیادہ سپونن اور گوند اور نباتی چربی ملتی ہے۔ جن اجزاء کی شناخت ہو چکی ہے ان میں نباتی چربی، بہت زیادہ مقدار میں نشاستہ اور سیلولوز شامل ہیں۔ راکھ میں کھاری نمکیات ملتے ہیں۔

مزید اقسام:-

(۱) Barringtonia asiatica

(۲) Barringtonia speciosa

سمندر پھل (سفید پھول والا)

Barringtonia speciosa

شناخت:- یہ ایک درمیانہ درجہ کی اونچائی کا حامل درخت ہے جو ۳۰ تا ۵۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اس کے پتے زیادہ سے زیادہ ۱۵ انچ تک لمبے اور ۷ انچ تک چوڑے ہوتے ہیں۔ یہ پتے بیضوی ہوتے ہیں۔ جو سرے پر گول چپٹے اور ڈنڈی کی طرف سے پتلے ہوتے جاتے ہیں۔ پھول ۴/۳ انچ قطر کے چھوٹے اور سیدھے کھڑے گچھوں کی صورت میں لگتے ہیں۔ ۲ عدد مند گل کان کی لو کی طرح ہوتے ہیں۔ پھول کے ریشے سفید رنگ جو کہ دو تا سوا دو انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ بیضہ دان ۴ خانہ والا جب کہ ہر خانہ میں ۶ عدد ابتدائی تخم ہیں۔ بیضہ دان ۴ انچ تک لمبا ہو جاتا ہے۔ پھل ۳ انچ لمبا اور ۳ انچ تک چوڑا چار گوشہ بیضوی ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:- جزائر انڈیمان، سنگاپور، سری لنکا اور جنوبی دکن ہندوستان میں خود رو پایا جاتا ہے۔

زہریلے اثرات:- یہ پودا مچھلی پر نشہ آور اثر کرتا ہے جس سے مچھلی بے ہوش ہو جاتی ہے لیکن ہلاک نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اس کے بیج بھی مچھلی کے لیے زہریلے بیان کیے جاتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ:- چھال میں جوہر موثرہ۔ ایک فراری روغن ایک گوند کے ہمراہ حاصل ہوتے ہیں۔ بیجوں میں ۳.۲۷ % سپونن (Sponin) نامی گلو کو سائیڈ اور بیرنگ ٹونن (Barringtonin) اور ایک مادہ بیرنگ اوجی نائیٹن (Barringogenitin) نامی ۱% پایا جاتا ہے۔

سمندر پھل

Barringtonia racemosa

اردو: سمندر پھل | **ہندی:** اجل (Ijjul)

شناخت:- ۵۰ فٹ تک بلند نہایت خوبصورت سدا بہار درخت ہے۔ جس کے پتے ۱۰ انچ تک لمبے اور ۳ انچ تک چوڑے ہوتے ہیں۔ پتے کی شکل لکڑی چیرنے والے پھانے کی شکل کے یعنی سرے سے گول چپٹے اور ڈنڈی کی طرف سے پتلے ہوتے ہیں۔ پتوں کے کنارے ہلکے دندانے دار ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی چھوٹی سی تقریباً ۸/۱ انچ تا ۴/۱ انچ تک لمبی ہوتی ہے۔ پھولوں کے گچھے لٹکے ہوئے ۱۲ تا ۱۸ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ پھول ڈیڑھ انچ تا دو انچ قطر کے ہوتے ہیں جن کی رنگت سفیدی مائل پیلی (کریم کلر بادامی) ہوتی ہے۔ پھول کی ڈنڈی ۶/۱ تا ۴/۱ انچ تک ہوتی ہے۔ مند گل قیف نما ہوتی ہے جب کہ زردار حصہ گلابی رنگ کا اور بیضہ دان ڈیڑھ انچ تک لمبا ہوتا ہے۔ پھل ڈیڑھ انچ تا پونے دو انچ تک لمبا بیضوی چوگوشہ ہوتا ہے۔ پھل کا چھلکا موٹا اور ریشہ دار ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:- ہندوستان میں ٹراونکور سے کانکن اور مغربی ساحل تک عام ہے۔ علاوہ ازیں بنگلہ دیش میں سندر بن کے جنگلات میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ عموماً دریاؤں کے کناروں اور پانی کی جھیلوں اور ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

زہریلے اثرات :- مڈغاسکر (افریقہ) میں اسے پیٹ کے کیڑے نکالنے کے لیے گھریلو دوائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے مچھلی کے زہر کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ چھوٹے کیڑے مکوڑوں کے لیے یہ زہریلے اثرات رکھتا ہے۔

افعال و خواص :- اسے اگر نمک، شکر اور اجوائن کے ساتھ سفوف بنا کر نیم گرم پانی کے ساتھ کھائیں تو پیٹ درد کو فائدہ کرتا ہے اور اگر دہی کے ساتھ کھائیں تو دست بند کرتا ہے۔ چونکہ اس کے بیجوں کی نسوار چھینکیں لاتی ہے اس لیے یہ بالخصوص بلغم کو سر سے رفع کرتا ہے اور سر ہلکا پھلکا کر دیتا ہے۔

اگر نصف سر میں درد ہو تو اس کی نسوار سر درد والی سمت کے مخالف نتھنے میں لیں۔ چھینکیں آ کر درد رفع ہو جائے گا۔ ڈبہ اطفال میں اس کے بیجوں کو پیس کر بچوں کی چھاتی پر لیپ کریں۔ اور اگر بچے کو سانس تنگی سے آ رہا ہو تو تھوڑا سا سفوف ادرک کے رس کے ہمراہ بچہ کو پلانے سے قے کے ذریعے بلغم خارج ہو جائے گی۔ اس کام کے لیے یہ بہت موثر ہے۔ اس کے پتوں کا خالص رس پلانے سے دست رکتے ہیں۔ اس کی جڑ کڑوی ہوتی ہے اور بخاروں پر کونین کا کام کرتی ہے۔ اس کے پھل کو پانی میں پیس کر پلانے سے قے ہو جاتی ہے اگر پیٹ میں درد کے ساتھ آؤں آ رہی ہو تو پھل کے سفوف کو دینے سے درد اور آؤں دور ہو جاتے ہیں۔ اس کے پھل کا مغز اور ساگودانہ مکھن میں پیس کر کھلانے سے دست بند ہو جاتے ہیں۔ اس کے پھل کو بھنگرا کے رس کے ہمراہ کھانے سے برص میں نفع ہوتا ہے۔ گڑ کے ساتھ ۳ یوم تک کھلانے سے خون حیض درست آنے لگتا ہے کہا جاتا ہے کہ اگر اس کے بیجوں کو پانی میں پیس کر لگاتار ۳ ماہ سر پر لیپ کریں تو بال سیاہ ہو جاتے ہیں اس کو بادی کے ہمراہ کھانے سے صفراء کا فساد مٹتا ہے اور ادرک کے ہمراہ کھانے سے پیٹ کا درد موقوف ہوتا ہے۔ ایک حصہ سمندر پھل اور دو حصہ پیپل کو جلا کر ایک ماشہ پانی میں رکھ کر کھانے سے دمہ کو آرام آتا ہے۔ گڑ اور زعفران کے ہمراہ دینے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ نیز ہینگ کے ساتھ بھی دینے سے کیڑے مرجاتے ہیں۔

Family: Liliaceae

سورنجاں

Colchicum

﴿اردو: سورنجاں﴾ ﴿عربی: قلب الارض، اصابع الہرمس، اللحلاح﴾ ﴿فارسی: سورنگان، گل رنگی شنبلید﴾ ﴿ہندی: بربری، جنگلی سنگھاڑا، ہرن ٹوٹیا﴾ ﴿کشمیری: ورکم﴾ ﴿انگریزی: Colchicum میڈو سفیرن (meadow saffron)﴾ ﴿لاطینی: کالچیکم۔ ہرموڈیکٹیل (Hermodactyl)﴾

تاریخ :- قدیم یونانی اطباء سورنجاں کے استعمال سے بے خبر تھے لیکن عرب اطباء اسے اپنی ادویات میں عام استعمال کرتے تھے۔ جن سے بعد ازاں یونانیوں نے اس کا استعمال سیکھا۔ ۵۶۰ء میں ایک یونانی طبیب الیگزنڈر نے خصوصیت سے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا۔ مسیحی اور عرب مصنفین نے اس کی تین اقسام سفید، پیلی اور سیاہ بیان کی ہیں۔ اور تقریباً تمام ہی اطباء نے ان کی پیروی میں یہی اقسام بیان کی ہیں۔ چترال کے نزدیک ۱۱۰۰۰ فٹ کی بلندی پر لواری ٹاپ کے نزدیک ۱۹۵۱ء میں اس کی ایک قسم جس کے نیلے پھول ہوتے ہیں بھی دیکھی گئی ہے۔

شیخ بو علی سینا کے مطابق دامن کوہ میں سورنجاں وہ پہلا پھول ہوتا ہے جو کھلنے پر موسم بہار کی نوید سناتا ہے اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ سورنجاں کے پھول فروری میں جب کہ ابھی باقی پودوں کی کونپلیں بھی نہیں پھوٹی ہوتیں زمین پر اپنی بہار دکھاتے ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے زمین کے سینے پر پھول ٹانک دیئے گئے ہوں۔ شیخ کے بیان کے مطابق سورنجاں کے پتے زمین پر لمبے لیٹے ہوتے ہیں اور اس کے پھول پیلے اور سفید ہوتے ہیں۔ میر محمد حسین نے اپنی کتاب مخزن الادویہ میں کہا ہے کہ سورنجاں سفید پھول والی جو کہ کڑوی نہیں وہ اپنے اثرات میں بہتر ہے اس کے بعد پیلے پھول والی کے اثرات ہیں اور یہ دونوں اندرونی طور پر استعمال کی جاتی ہیں جب کہ سیاہ زہریلی ہوتی ہے اور صرف بیرونی استعمال کے لیے ہی مفید

Scanned with CamScanner

سورنجان شیریں

ہے۔

یونانی زبان میں سورنجان کو ہرموڈیکٹیلس یعنی ہرمس کی انگلیاں کہتے ہیں کیونکہ اس کے پھول کی پنکھڑی کی شکل انگلیوں کی سی ہوتی ہے۔ قدیم عربی میں اسے اصابع الہرمس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کو اللحلاح کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کے انگریزی اور لاطینی نام کالچیکم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اٹلی میں کال چک نامی ایک مقام پر یہ بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے زعفرانی پھولوں کی نسبت سے اسے میڈو سیفرن Meadow saffron بھی کہتے ہیں۔ فارسی میں اس کے پھول کو گل رنگی اور شنبلید کہتے ہیں۔ شنبلید اگرچہ دوسری چیزوں پر بھی استعمال ہوتا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ اصل شنبلید سورنجاں ہی ہے۔

اقسام:-

سورنجاں شیریں Colchicum aitchisonii

سورنجاں تلخ Colchicum luteum

دنیا کے مختلف حصوں میں اگرچہ اس کی کئی اور اقسام بھی ملتی ہیں لیکن پاکستان میں اس کی یہی دو اقسام عام ہیں۔

مقام پیدائش:- مارگلہ کی پہاڑیوں کے دامن میں، تلہ گنگ، فتح جھنگ، کوہستان نمک، مری، کاغان اور کشمیر سے لے کر مغربی ہمالیہ میں چمبا کے مقام تک ۲۰۰۰ فٹ تا ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی تک آخر جنوری سے مارچ تک اس میں پھول آتے ہیں۔

سورنجاں شیریں

Colchicum aitchisonii

شناخت:- سورنجاں شیریں کے پودے زیادہ تر سال گذشتہ کی جذع (corm) سے پھوٹتے ہیں۔ جڑ زمین میں ۲ تا ۴ انچ گہری ہوتی ہے جڑ سے سیدھی ساق اوپر زمین تک باہر نکل کر سب سے پہلے اس کے اوپر پھول لگتا ہے۔ پھول کے نیچے چھوٹے چھوٹے خط نما پتلے لمبے

پتے ہوتے ہیں۔ شروع میں ایسے لگتا ہے جیسے پھول زمین پر دھرا ہو۔ بعد ازں پھول زمین سے بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے اور نیچے ۴۔۵ پتے لہسن کے پتوں کی مانند گہرے سبز لمبے ہونے شروع ہو جاتے ہیں جو کہ ۴ انچ تا ۱۰ انچ لمبے ہو کر زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ پھول کے ساتھ مزید کلیاں بھی ہوتی ہیں جو کہ وقفے وقفے سے کھلتی رہتی ہیں۔ پھول سفید یا ہلکے پیازی رنگ کا ۶ پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ بکھری ہوئی ایک دوسری سے علیحدہ بیضوی نوکدار لمبی ہوتی ہیں۔ زکوٹ ۶ عدد لمبے اور پھول سے باہر ہوتے ہیں۔ پھول کا قطر ایک انچ تا ڈیڑھ انچ ہوتا ہے۔ پودے کی جڑ میں ایک گرہ لگتی ہے یہ گرہ یا مینگ سنگھاڑے کی مینگ کی مانند اور سفید ہوتی ہے اس لیے اس کو جنگلی سنگھاڑا بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک طرف سے دبی ہوئی (مقعر) اور دوسری جانب سے ابھری ہوئی (محدب) ہوتی ہے۔ اسے کوڑی سفید سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ یہ بیضوی ہوتی ہے جس کا نچلا حصہ چوڑا اور اوپر والا پتلا ہوتا ہے۔ نچلے حصہ میں پیاز یا لہسن کی مانند باریک باریک بال جڑیں ہوتی ہیں۔ اس کے مقعر حصہ میں ایک گہری نالی سی گندم کے دانے کی مانند ہوتی ہے۔ اس کے اوپر ایک پتلا سا چھلکا پیاز کے چھلکے کی مانند گہرا خاکستری لپٹا ہوتا ہے۔

پھولوں کے ختم ہونے کے بعد ساق کے سرے پر ایک تا چار ڈوڈے لگتے ہیں جو چوگوشہ اور ایک انچ لمبے اور آدھا انچ چوڑے ہوتے ہیں۔ یہ ڈوڈہ ۴ لمبے حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ چاروں حصے باریک پردے سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ ڈوڈہ اوپر سے نوکدار ہوتا ہے۔ جب ڈودہ پک جاتا ہے تو ۴ حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جس میں رائی کی مانند گول بیج بھرے ہوتے ہیں۔

پودے پچھلے سال والی گرہ سے نکلتے ہیں۔ جیسے جیسے پودا بڑا ہوتا جاتا ہے یہ گرہ سوکھتی اور چھوٹی ہوتی جاتی ہے۔ جب کہ اس کی جگہ نئی گرہ بڑی ہوتی جاتی ہے اور جب پودا اپنی بہار دکھا کر ختم ہو جاتا ہے تو نئی گرہ رہ جاتی ہے اور پرانی ختم ہو جاتی ہے پتوں پر ایک قسم کی چپکنے والی رطوبت کا ہونا کتب میں مذکور ہے۔ پتوں پر رطوبت تو مجھے نہیں ملی البتہ اس کی تازہ جڑ کو جب تراشا جائے تو اس میں سے دودھ نما چپکنے والی رطوبت نکلتی ہے۔ اس کی گرہ میں نشاستہ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور یہ نہایت آسانی کے ساتھ کوٹی جا سکتی ہے۔ ذائقہ ہلکا سا شیریں

سورنجاں شیریں COLCHICUM AITCHISONII اسلام آباد (ترنول)
فروری ۱۹۹۵ء

سورنجاں تلخ — CULCHICUM LUTEUM — اسلام آباد

فروری ۱۹۹۵ء

اور ہلکا سا کڑوا ہوتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- سورنجاں میں نشاستہ کی کثیر مقدار کے علاوہ جوہر موثر کالچی سین' گوند' پوٹاشیم کا نمک اور پیلا رنگ ملتے ہیں۔

سورنجاں تلخ

Colchicum luteum

(کشمیری: ورکم) (انگریزی: Kashmiri hermodactyls)

شناخت :- اس کا پودا بھی سورنجاں شیریں کی مانند ہوتا ہے لیکن اس پر پھول چمکدار گہرے پیلے رنگ کے آتے ہیں اور اس کی جڑ میں گرہ سورنجاں شیریں کی گرہ سے چھوٹی اور زردی مائل سفید' سینگ کی مانند چمک رکھنے والی اور خشک ہونے پر نیم شفاف ہوتی ہے۔ یہ گرہ نسبتاً سخت ہوتی ہے اور ذرا مشکل سے ٹوٹتی ہے۔ ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ تازہ گرہ کو تراشنے سے سفید تلخ اور خراشدار رس نکلتا ہے۔ گرہ ڈیڑھ انچ لمبی اور ۴ / ۳ انچ چوڑی ہوتی ہے۔ ڈوڈہ ایک تا ڈیڑھ انچ لمبا ہوتا ہے۔ بیج کچے سفید اور پکنے پر بھورے سرخی مائل گول شلغم کے بیج کے برابر ہوتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ :- خشک کردہ گرہوں میں ایک الکلائیڈ کالچی سین ۰.۲۱ فیصد تا ۰.۲۵ فیصد پایا جاتا ہے۔ جب کہ بیجوں میں ۰.۴۱ تا ۰.۴۳ فیصد تک ملتا ہے۔

افعال و خواص :- مختلف کتب میں سورنجاں کو گرم خشک درجہ سوم لکھا گیا ہے جب کہ گرم خشک اشیاء مولد صفراء تو ہوتی ہیں لیکن مخرج صفراء نہیں ہوتیں۔ اس لیے صفراء جسم میں رک کر یرقان اور استسقاء جیسی مہلک بیماریاں پیدا کر دیتا ہے جب کہ سورنجاں تلخ صفرا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ شدید مخرج صفرا بھی ہے اور اسی لیے یہ یرقان' استسقاء' وجع المفاصل' خارش' بواسیر اور نقرس وغیرہ میں نہایت مفید اور روز مرہ کی دوائی ہے۔ زیادہ مقدار میں قے آور اور شدید مسہل ہے۔

سورنجاں شیریں کے بھی یہی اثرات ہیں لیکن اس میں تیزی نہیں ہے اور یہ زیادہ مقدار

میں سمی اثرات بھی پیدا نہیں کرتی۔ اسی لیے اطباء اسے ترجیح دیتے ہیں۔ چونکہ سورنجاں محلل اورام ہے اس لیے اس کا تیل بنا کر یا اس کی پلٹس بنا کر متورم اور دردناک جوڑوں پر لیپ کرتے ہیں۔ بقراط کہتا ہے کہ سورنجاں کا پھول وجع المفاصل کے لیے تریاق ہے خاص کر ایسی حالت میں جب کہ مادہ جوڑوں کی طرف آ رہا ہو۔

ایسی بواسیر جس میں مسے اندرونی جانب ہوں کے لیے سورنجاں تلخ عجیب خصوصیت رکھتی ہے۔ ایک ماشہ کپڑ چھان سفوف گائے' بھیڑ یا بکری کے پرانے گھی میں ملا کر اس میں کپڑا تر کر کے ۲ رات مقعد میں حمول کریں تو درد بالکل جاتا رہے گا۔ تیسری رات حمول کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مجربات

سفوف سورنجاں :- سورنجاں شیریں' اسگندھ' خولنجاں' سوڈا سیلی سلاس ہر ایک ۵۰ گرام کچلہ مدبر در بول گاؤ ۲۰ گرام سفوف بنا کر آدھ تا ایک ماشہ ہمراہ پانی صبح شام دیں۔

ایسے درد جو اعصاب اور عضلات میں کھنچاؤ سے ہو جائیں۔ مثلاً گردن کے عضلات یا بازوؤں کے عضلات میں اینٹھن سے کندھے یا گردن کو موڑنا دشوار ہو تو اس کی چند خوراکیں ہی آرام دیتی ہیں۔

(۲) **سفوف اوجاع :-** سنڈھ' اسگندھ' سورنجاں' مرچ سیاہ' کٹھ شیریں ہم وزن اجوائن خراسانی نصف سفوف بنا کر ۲ ماشہ صبح شام ہمراہ بدرقہ مناسبہ دیں۔

وجع الورک' عرق النساء' وجع المفاصل میں نہایت مفید ہے۔ اگر کمر کے مہروں میں فاصلہ آ جائے تو مندرجہ بالا دوائی کے ساتھ ذیل کی گولی ایک صبح ایک شام دیں۔

کہربا ایک حصہ' رال ۲ حصہ' گوند کیکر ایک حصہ۔ باریک پیس کر نخودی گولی بنا لیں۔

نوٹ :- ایران کے کچھ حصوں میں اصلی گل نرگس (Narcissus tazetta) جن کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے کثیر تعداد میں ملتے ہیں اور کچھ علاقوں میں ایسے اگتے ہیں جیسے زمین پر سفید قالین بچھا ہو۔ ان کی جڑیں نکال کر اور کاٹ کر سورنجاں تلخ کے نام سے فروخت ہوتی

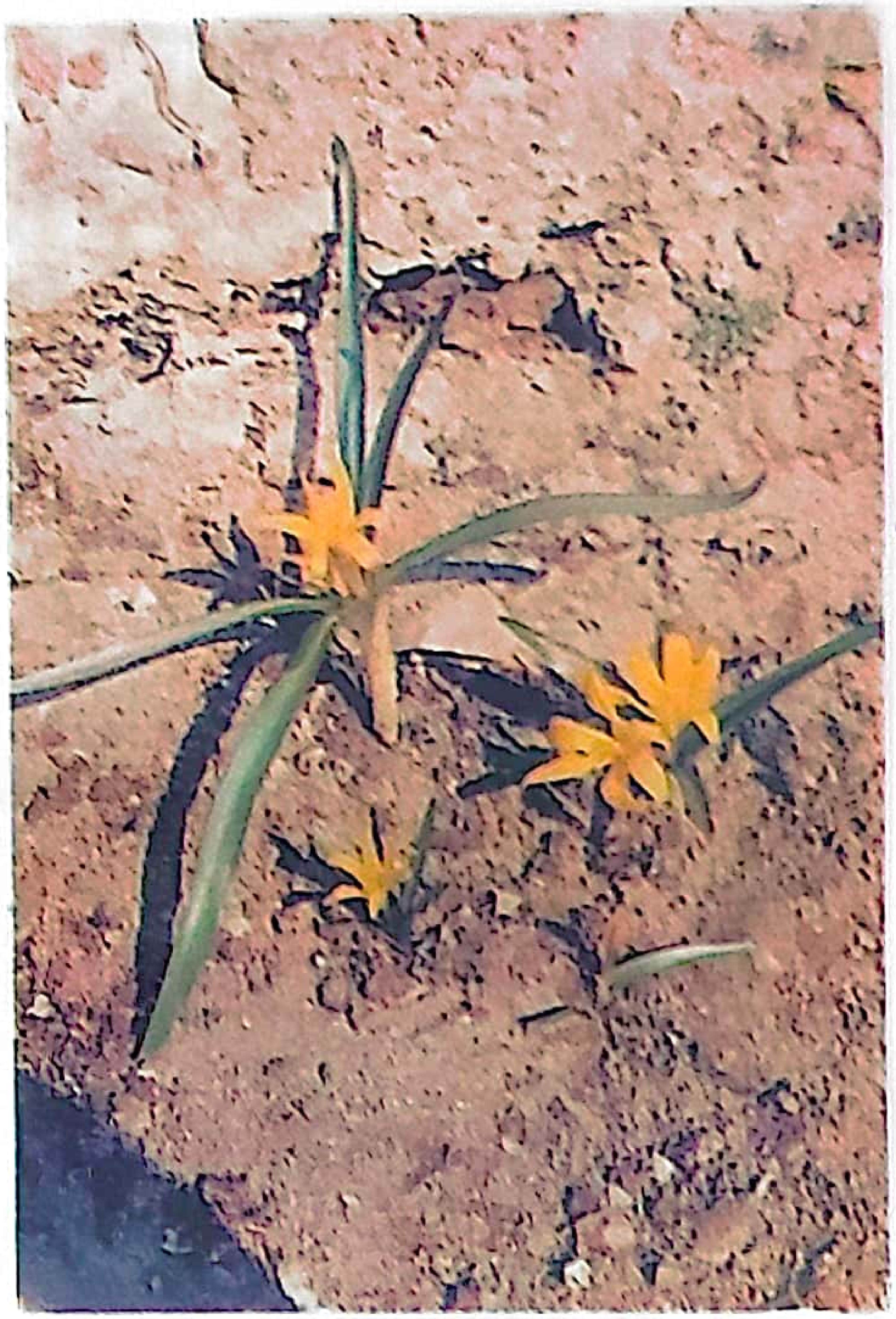

سورنجاں تلخ COLCHICUM LUTEUM اسلام آباد

فروری ۱۹۹۵ء

ہیں۔ لیکن ان کو بڑے سائز اور بے ڈھنگے کٹاؤ کی وجہ سے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ان کا ذائقہ بھی کڑوا اور خراش آور ہوتا ہے۔ اور سورنجاں تلخ سے بہت حد تک مشابہ ہوتا ہے۔ اس کو بیرونی استعمال میں لایا جا سکتا ہے اور بقول صاحب مخزن اس کے اثرات سورنجاں تلخ سے بہت ملتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

Family: Fumariaceae

شاہترہ

Fumaria Indica

﴿ اردو، فارسی: شاہترہ ﴾ ﴿ ہندی، بنگلہ: پت پاپڑہ، کھیت پاپڑہ، شاھترا ﴾
﴿ عربی: کزبر الحمار۔ کزبر الحمام، بقلۃ الملک ﴾ ﴿ پنجابی: پاپڑا ﴾ ﴿ پشتو: شاھترہ، پاپڑا، پت پاپڑا ﴾ ﴿ مصر: شاہترج ﴾

تاریخ :- شاہترہ کی کئی اقسام زمانہ قبل از تاریخ سے ہی دوائیہ استعمال میں لائی جا رہی ہیں اور یہ مصفی خون، ہاضم اور ملین خصوصیات کی وجہ سے رومنوں اور یونانیوں میں ایک اچھی دوا سمجھی جاتی ہے۔ ماہر نباتیات پلائنی اس کے نام فومیریا کو فومس (Fumus) سے مشتق کرتا ہے۔ جس کا مطلب دھواں ہوتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق شاہترہ کے پودے کی بو آنکھوں میں دھوئیں کی طرح چبھتی ہے۔ علاوہ ازیں اسے پتوں کی کثرت اور اس کی بو کی وجہ سے بھی فومس کا نام دیا گیا۔ شاہترہ کے متعلق قدیم سنسکرت کتابوں میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ عرب اور ایرانی اطباء کو بھی شائد اس کا علم یونانیوں سے ہوا کیونکہ انہوں نے بھی اس کی خصوصیات بالکل یونانی اطباء والی بیان کی ہیں۔ مخزن الادویہ میں اس کی دو اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک بنفشی پھولوں والی اور دوسری بڑی سفید پھولوں والی۔ عربی میں اس کو بقلۃ الملک اور شاہترج کے نام سے پکارا گیا ہے جو کہ فارسی لفظ شاہترہ سے بنا ہے۔ ویدک کتب میں بھی اس کی دافع سودا، ملین اور جگر کے سدے کو ختم کرنے والی خصوصیات کو اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح مسلم اطباء اسے بیان کرتے ہیں۔

شناخت :- یہ ایک بہت زیادہ چھوٹے چھوٹے کٹے ہوئے پرہ دار سفیدی مائل سبز نرم پتوں اور شاخوں والی بوٹی ہے جو زمین سے ۶ انچ تا ایک فٹ تک بلند ہوتی ہے لیکن اس کی نباتی شاخوں میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ سیدھی کھڑی ہو سکیں۔ اس لیے وہیں پر تھوڑی سی

شاھترہ — FUMARIA INDICA
اپریل ۱۹۹۶ء — اسلام آباد — بلندی: ۱۷۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

اٹھ کر دوہری ہو جاتی ہیں۔ اس لیے پودا تقریباً ایک پتیوں سے بھرے ہوئے گچھے کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اس کی شاخوں کے سرے پر پتے اور ٹہنی کی بغل سے چھوٹے چھوٹے بنفشی رنگ کے پھولوں کا لمبوترا سا سیدھا گچھا نکلتا ہے گچھے کی ٹہنی نسبتاً" سخت ہوتی ہے اور یہ آدھا تا ڈیڑھ انچ تک لمبا ہوتا ہے۔ یہ خوشے ہلکے گلابی' سفیدی مائل گلابی یا بنفشی رنگ کے ہوتے ہیں۔ پھول ۵ تا ۶ ملی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ اکمامہ بالکل چھوٹا سا ہوتا ہے۔ پنکھڑی ہلکی سی نیچے کی طرف مڑی ہوئی اور ہلکی سی مہمیز نما ہوتی ہے۔ پھول کے ورقے یا برگے پھول کی لمبائی کے برابر یا اس سے تھوڑے کم ہوتے ہیں۔ پھل گول دانہ سا ہوتا ہے جو دو ملی میٹر قطر کا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش :- پاکستان کے زیادہ تر حصے خصوصاً سلسلہ کوہ ہمالیہ' دامن کوہ' صوبہ سرحد کے شمالی اضلاع' پنجاب' سندھ اور بلوچستان میں اس کی ۳ اقسام ملتی ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کا پودا آخر فروری میں پیدا ہوتا ہے۔ مارچ اور اپریل میں اس پر پھول لگتے ہیں اور دانے یعنی پھل لگتے ہیں۔ اس کے بعد یہ خشک ہو جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- اس میں زیادہ تر ایک الکلائیڈ۔ فومیرین (Fumarine) نامی پایا جاتا ہے علاوہ ازیں اس میں تقریباً سات عدد الکلائیڈز کا مشترکہ مرکب پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پودے میں فومیرک ایسڈ (Fumaric acid) بھی ملتا ہے۔

افعال و خواص :- اطباء اور ویدوں نے اس کے افعال و خواص یونانی اطباء سے اخذ کیے ہیں۔ یونانی کتب میں شاہترہ کو جگر اور طحال کا سدہ کھولنے والا' مقوی معدہ و جگر اور صفراء اور سودا کو بذریعہ دست نکالنے والا بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ خون صاف کرتا ہے۔ تپ کہنہ' امراض سوداوی' جرب و حکہ اور یرقان کو نافع ہے۔ قے اور جی کی مالش دور کرتا ہے۔ مدر بول ہے اور بھوک پیدا کرتا ہے۔ بقول مولوی نجم الدین تازہ شاہترے کا لیپ بھڑ کاٹنے کے واسطے بہت موثر ہے۔ ملین شکم ہے لیکن ہلیلہ زرد کے ہمراہ استعمال کرنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ شاہترہ طحال کو مضر ہے اور ہلیلہ زرد اس کی مصلح ہے۔ اس مقصد کے لیے اطریفل شاہترہ ایک عمدہ مرکب ہے۔ اس کے رس کو آنکھ میں لگانے سے آنسو آ کر آنکھ صاف ہو

جاتی ہے۔ یہ بالخصوص جگر و طحال کا سدہ کھولتا ہے اور ان دونوں اعضاء سے اخلاط محترقہ کو نکال دیتا ہے۔ اس کا لعوق بنا کر یا عرق پلانے سے سوداوی اور صفراوی کھجلی دور ہوتی ہے۔ اس کا بیج جو دراصل اس کا پھل ہے مندرجہ بالا افعال کے لیے زیادہ بہتر تصور کیا جاتا ہے۔

کاکڑاسنگھی

PISTACIA CHINENSIS

فارسٹ انسٹی ٹیوٹ پشاور

جولائی ۱۹۹۲ء

Family: Anacardiaceae

کاکڑاسنگھی

Pistacia integerrima

﴿ اردو، بنگلہ: کاکڑا سنگھی ﴾ ﴿ پنجابی، کشمیری: ککڑ، کاکڑا ﴾ ﴿ پشتو: کاکڑا، کانگر، گورگو، تونگو ﴾ ﴿ ہزارہ: کانکڑا ﴾ ﴿ ہندی: کاکڑا۔ ﴾

تاریخ :۔ کاکڑا سنگھی دراصل پستہ اور مصطگی کی اقسام کا درخت ہے جس پر ایک کیڑے کی وجہ سے سینگ نما زائدے یا رسولیاں سی بن جاتی ہیں۔ جن کو گالز (Galls) یا درخت ککڑ کے سینگ کہتے ہیں۔ ان کو قدیم وید بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اور انہیں مختلف بیماریوں میں استعمال کرتے تھے۔ قدیم سنسکرت نام کارکٹا سرنگی کا مطلب کارکٹا درخت پر لگنے والے سینگ ہیں۔ اسی طرح اس کا استعمال مسلم اطباء میں بھی عام ہے۔ جو اسے خصوصاً کالی کھانسی اور پیچش میں استعمال کراتے ہیں۔ اور اسے بچوں کی کھانسی کی مخصوص دوا سمجھا جاتا ہے۔

کاکڑا سنگھی کی جنس سے تعلق رکھنے والے پودوں میں دو اور پودے بلوچستان اور افغانستان میں پائے جاتے ہیں ان پر بھی مختلف شکلوں اور رنگوں کے سینگ پائے جاتے ہیں۔ ان سے ایک گوند بھی حاصل کی جاتی ہے جسے مصطگی کے نام سے ہی بازار میں فروخت کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کابلی مصطگی یا نقلی مصطگی کہلاتی ہے۔ البتہ اصل مصطگی کے جھاڑی نما درخت بحیرہ روم کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی اس جنس سے ہے۔ اس کے علاوہ پستہ بھی اسی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے درخت افغانستان اور ایران میں کاشت کیے جاتے ہیں۔

کاکڑا سنگھی کے طبی فوائد کے علاوہ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے پختہ تنے کی اندرونی لکڑی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ کانگڑہ کے علاقہ میں اس کو بادشاہوں کی لکڑی قرار دیا گیا تھا اور اس کی کٹائی عوام کے لیے ممنوع تھی۔ کیونکہ یہ شمال مغربی ہمالیہ کے درختوں میں سب سے خوبصورت اس کی لکڑی ہے جو کہ سخت، ٹھوس اور بھورے رنگ کی ہوتی ہے جس میں بہت خوبصورت پیلے اور گہرے رنگ کی رگیں ہوتی ہیں جو کہ پالش کے بعد نہایت

Scanned with CamScanner

خوبصورت اور نمایاں نظر آتی ہیں اس لکڑی پر پالش بھی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ نیز اس میں سے مصطگی کی مانند خوشبو آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے نہایت عمدہ اور منقش فرنیچر بنتا ہے۔ اس کی بیرونی لکڑی کو کیڑا لگ جاتا ہے لیکن تنے کی اندرونی لکڑی پائیدار اور بے عیب ہوتی ہے جس کو گھن نہیں لگتا۔

اقسام:-

مصطگی	Pistacia cabulica
کاکڑا سنگھی	Pistacia integerrima
کابلی مُصطگی	Pistacia khinjuk
رومی مصطگی	Pistacia lentiscus
کابلی مصطگی	Pistacia terebinthus
پستہ	Pistacia vera

کاکڑا سنگھی

Pistacia integerrima

شناخت:- چھوٹے تنے کا سایہ دار پھیلا ہوا ۵۰ فٹ تک بلند درخت ہے۔ جس پر لمبی ڈنڈی والے مرکب مساوی یا غیر مساوی پرہ دار ۶ تا ۹ انچ لمبے پتے لگتے ہیں۔ ان کی پتیاں یا برگچے ۴ تا ۵ جوڑوں کی شکل میں متقابل ہوتے ہیں۔ جن کی ڈنڈی چھوٹی سی ہوتی ہے۔ یہ پتیاں ڈنڈی پر تھوڑی ترچھی حالت میں ہوتی ہیں۔ پتی کی شکل بھالا نما ہوتی ہے جس کی اگلی نوک لمبی ہوتی ہے۔ پتی کا کنارا صاف ہوتا ہے۔ پھول شاخ پر پہلو کی جانب لمبی ٹھیوں والے گچھوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پتے پچھلے سال والی شاخ پر ہی لیکن شاخ کے اگلے سرے کے قریب لگتے ہیں۔ اس درخت کو نر اور مادہ دونوں قسم کے پھولوں کے علیحدہ علیحدہ گچھے لگتے ہیں۔ نر گچھے چھوٹے چھوٹے بال دار اور مضبوط ہوتے ہیں۔ زردار حصے ۵ تا ۷ ہوتے ہیں۔ زیرہ گل لمبا نوکدار بیضوی اور گہرا سرخ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے گچھے سرخ رنگ کے نظر آتے ہیں۔

کاکڑا سنگھی PISTACIA CHINENSIS

فارسٹ انسٹی ٹیوٹ پشاور جولائی ۱۹۹۲ء

Scanned with CamScanner

پھول کی پنکھڑی زردار حصے سے بہت چھوٹی ہوتی ہے اس لیے اس کے پھول میں پنکھڑی نظر نہیں آتی بلکہ ریشے سے نظر آتے ہیں۔ مادہ پھول چھوٹی ڈنڈی اور لمبے ڈھیلے کشادہ گچھے کی صورت میں ہوتے ہیں۔ اکمامہ میں ۴ سیدھی پتلی لمبی پتیاں ہوتی ہیں۔ اس کا پھل ۴ / ۱ انچ گولائی میں خشک خاکستری رنگ کا سخت ہوتا ہے جو لمبائی کی نسبت تھوڑا چوڑا ہوتا ہے۔ یہ پتے اور شاخ کے زاویہ کے درمیان ہوتا ہے۔ پھل زیتونیہ شکن دار اور بے مو ہوتا ہے۔ اس کے گہرے سبز پتے فروری میں گر جاتے ہیں جب کہ نئے شگوفے مارچ میں پھوٹتے ہیں جس کے ساتھ ہی پھولوں کے سرخ گچھے بھی نکل آتے ہیں جن کی وجہ سے چند روز کے لیے یہ درخت نہایت خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس کا پھل جون سے اکتوبر کے عرصہ میں پکتا ہے۔

درخت کا تنا ۸ ۔ ۹ فٹ محیط تک ہوتا ہے جو کہیں کہیں ۱۰ ۔ ۱۲ فٹ تک بھی ہو جاتا ہے۔ تنے کی چھال بھوری ہوتی ہے جب کہ اس کی شاخیں دو شاخہ ہوتی ہیں جن کا رنگ خاکستری یا سرخی مائل بھورا ہوتا ہے جن پر لمبائی کے رخ جھریاں پڑی ہوتی ہیں اور سفید دھبے یا نشان بھی ہوتے ہیں۔ شاخ کے آخر میں عموماً زائدے سے بڑھے ہوتے ہیں جو دور سے ایسے لگتے ہیں جیسے شاخ کے آخری سرے پر سینگ اگے ہوں۔ یہ زائدے ایک کیڑے کی وجہ سے بڑھتے ہیں جو کہ اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ ان کی اوپر کی سطح ہلکی سبز اور اندر والی سطح سرخی مائل بھوری ہوتی ہے جس پر سفید سا رواں اور کچھ مٹی وغیرہ چمٹی ہوتی ہے۔ یہ مٹی اور رواں کیڑے کا فضلہ اور انڈے وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہی زائدے کاکڑا سنگھی یعنی درخت کاکڑ کے سینگ کہلاتے ہیں جو کہ ادویہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ سینگ ۶ ۔ ۷ انچ لمبے مینڈھے کے سینگ کی مانند چپٹے اور مڑے ہوتے ہیں جن کو توڑیں تو بے ڈھنگے ٹوٹتے ہیں۔ یہ ستمبر۔ اکتوبر میں پتوں اور ڈنٹھلوں پر لگتے ہیں۔ ان کا ذائقہ ہلکا سا کڑوا اور زبان کو سکیڑنے والا ہوتا ہے جن سے تارپین کے تیل جیسی بو آتی ہے۔

مقام پیدائش :۔ کوہ سلیمان کی مشرقی ڈھلوانیں' پشاور کے ارد گرد ۱۲۰۰ فٹ تا ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی تک' کوہستان نمک اور کوہ شوالک کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں ان کے درخت اگائے بھی جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں شمال مغربی سلسلہ کوہ ہمالیہ کی ترائیوں میں بھی ملتا ہے۔ گرم علاقوں میں اس کا درخت ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی تک بھی ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :۔ چونکہ کاکڑ بھی دراصل مصطگی ہی کی قسم کا درخت ہے اس لیے اس میں بھی ۵ فیصد مصطگی پائی جاتی ہے اس کے علاوہ اس میں فراری روغن ۱.۲۱ فیصد ملتا ہے۔ اس روغن میں اور چیزوں کے علاوہ تارپین کا تیل بھی ملتا ہے۔ اس روغن کا رنگ ہلکا سبزی مائل پیلا اور بو اور ذائقہ تارپین کے تیل کی مانند ہوتا ہے۔ جس کی کثافت اضافی ۰.۸۸۸۵ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں سب سے زیادہ ٹینن کے اجزا ۶۰ فیصد تک ملتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا سکیڑ پیدا کرنے کا عمل بہت تیز ہے۔

افعال و خواص :۔ چونکہ کاکڑا سنگھی میں ۶۰ % سے زیادہ ٹینن پایا جاتا ہے اس لیے یہ سودا زیادہ پیدا کرتی ہے اور سودا چونکہ بلغمی امراض کا علاج ہے اس لیے بلغمی کھانسی' بلغمی قے' دست اور بچوں کی کالی کھانسی میں اس کا سفوف نہایت عمدہ ہے۔ نیز اس میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے استعمال سے جسم میں گرمی زیادہ نہیں ہوتی اس لیے اس کی تاثیر سرد خشک مانی جاتی ہے۔

دمہ اور ایسی کھانسی جس میں بلغم پانی کی مانند ہو اور گلے کی خراش عموماً غشا مخاطی میں شدید تحلیل سے واقع ہوتے ہیں جس سے رطوبات کا مسلسل اخراج ہوتا ہے جو دم کشی اور کھانسی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے جب کاکڑا سنگھی سودا پیدا کرتی ہے تو قلب و عضلات میں تحریک ہو کر رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ معدہ اور امعاء میں بھی اگر رطوبات کی کثرت سے قے اور اسہال شروع ہو جائیں تو بیلگری کے سفوف کے ہمراہ کھلانے سے آرام آ جاتا ہے۔

مجربات :۔

کالی کھانسی۔ بلغمی کھانسی۔

(۱) کاکڑا سنگھی کو توے پر جلا کر کوئلہ کر لیں اور باریک پیس کر شہد میں ملا کر بچوں کو حسب عمر آدھ ماشہ سے ۱ ماشہ تک دن میں ۳ ۔ ۴ مرتبہ چٹایا کریں۔

(۲) پھٹکڑی بریاں' کاکڑا سنگھی' ہلیلہ سیاہ' لونگ۔ ہم وزن سفوف بنا لیں۔ ۱ ماشہ تا ۲ ماشہ دن میں ۴ مرتبہ ہمراہ پانی دیں۔

نزلہ' زکام' کھانسی' دست' قے اور بلغمی بخار میں بہت مفید ہے۔

مصطگی

Pistacia cabulica

تاریخ :- مصطگی کا درخت زمانہ قدیم سے جانا جاتا ہے۔ اسکے بادام کی گری شروع ہی سے بطور میوہ استعمال کی جاتی تھی۔ اسے دبا کر تیل بھی کشید کیا جاتا تھا جو کہ فراری اور چربیلے روغن پر مشتمل ہوتا ہے۔ قدیم زمانے سے اس درخت کی شاخوں اور تنے سے بیروزہ کی مانند ایک رس نکالا جاتا تھا جسے کشید کرنے کے بعد اصل تارپین کا تیل حاصل کیا جاتا تھا جو کہ دوسرے درختوں سے حاصل کردہ تارپین کے تیل کی نسبت بہت زیادہ شفاف اور مفید ہوتا ہے۔

یہودیوں میں یہ درخت بہت زیادہ تکریم کا باعث ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان درختوں کے جھنڈ کے نزدیک ایک قربان گاہ بنائی تھی اس کے علاوہ آپ کی قبر بھی مصطگی کے درختوں کے پاس بنائی گئی تھی۔

پلائنی کے مطابق اس کے زائدوں اور پھلوں سے پتنگے نما کیڑے نکلتے ہیں اور اس کے درختوں کی چھال سے رال نما رس برآمد ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے پتے اور جڑ ورموں اور سوجن کو اتارنے کے لیے بطور لیپ استعمال ہوتے ہیں اور یہ مقوی معدہ بھی ہیں۔

ایچی سن کے بیان کے مطابق اس کی ایک قسم (Pistacia terebinthus) کے درخت جھنڈ کی صورت میں ایران اور افغانستان میں ملتے ہیں جس کی گریاں بھون کر کھائی جاتی ہیں اور ان سے تیل بھی نکالا جاتا ہے جو خوراک کے طور پر استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کے پتے چرم سازی اور رنگنے کے کام آتے ہیں اور ان کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے زائدے پائے جاتے ہیں جو کہ پستہ کے زائدوں سے نمایاں ہوتے ہیں۔ اس سے جو روغن حاصل کیا جاتا ہے اسے عربوں میں بطم کا نام دیا گیا اور اس سے برآمد ہونے والی رال کو مصطگی کہتے ہیں۔

کابلی مصطگی

Pistacia khinjuk

﴿اردو: کابلی مصطگی﴾ ﴿فارسی، پشتو: خنجک﴾ ﴿بلوچی: گوان﴾

شناخت :- یہ ۱۸ تا ۲۰ فٹ (۶ میٹر) بلند چھوٹا درخت یا درخت نما جھاڑی ہے جس کے پتے غیر مساوی پرہ دار ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی چپٹی ہوتی ہے۔ اس میں ۳ تا ۷ بیضوی لمبوتری بغیر ڈنڈی دار پتیاں تقریباً متقابل لگتی ہیں۔ یہ پتیاں یا برگچے ۵۰ تا ۷۰ ملی میٹر لمبے اور ۲۵ تا ۵۰ ملی میٹر چوڑے ہوتے ہیں۔ سرے والی پتی دوسری پتیوں سے سائز میں بڑی ہوتی ہے۔ پتی کا قاعدہ ترچھا ہوتا ہے۔ نئی شاخیں بال دار ہوتی ہیں۔ پھول مضبوط ڈنڈی پر شاخ کے پہلو میں لمبوترے گچھے کی صورت میں لگتے ہیں۔ یہ گچھا ۱۱ تا ۲۰ سم لمبا ہوتا ہے۔ پھول کافی پھیلے ہوئے، دور دور اور بغیر پنکھڑی کے ہوتے ہیں۔ پھل خشک سخت ۴ تا ۶ ملی میٹر قطر کا تقریباً گول اور تھوڑا پچکا ہوا نوکدار ہوتا ہے۔

درخت سے رس دار گوند نکلتا ہے جو کہ گہرا زرد رنگ کا ہوتا ہے اسے کابلی مصطگی کہتے ہیں۔ اس میں سے تارپین کی بو آتی ہے۔ اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ موسم برسات میں اسے جتنا بھی محفوظ کریں یہ لئی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس درخت پر بھی مختلف سائز اور رنگوں کے زائدے لگتے ہیں لیکن یہ کاکڑا سنگی کی نسبت چھوٹے اور زیادہ تر گول ہوتے ہیں۔

اس کی ایک دوسری قسم (P. cabulica) بھی بلوچستان اور افغانستان میں پائی جاتی ہے جو کہ ایک تناور ۶۰ فٹ (۲۰ میٹر) تک بلند درخت ہے جس کی شکل بھی پہلے بیان کردہ درخت جیسی ہوتی ہے لیکن اس کے پتوں کی ڈنڈی پردار ہوتی ہے۔ اس سے بھی مصطگی حاصل ہوتی ہے جب کہ اس میں بھی زائدے لگتے ہیں۔

اصل مصطگی جسے رومی مصطگی بھی کہتے ہیں بحیرہ روم کے اردگرد کے ممالک شام، ترکی وغیرہ میں اگنے والا جھاڑی نما درخت (P. lentiscus) ہے جو کہ سدا بہار ہوتا ہے اور جس کے پتے مساوی پرہ دار ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش :- بلوچستان، افغانستان، ایران

کیمیائی تجزیہ :- مصطگی میں فراری روغن اور دو رال دار مادے میٹیسین (Masticine) اور میسٹی چک ایسڈ (Mastichic acid) پائے جاتے ہیں۔ پہلا الکوحل میں غیر حل پذیر

Scanned with CamScanner

لیکن ایتھر اور تارپین کے تیل میں حل پذیر ہے جب کہ دوسرا بغیر حرارت پہنچائے ہی الکوحل میں حل ہو جاتا ہے۔

رومی مصطگی اور کابلی مصطگی میں فرق :- پاکستان میں جو مصطگی عام طور پر بازار میں دستیاب ہے وہ بلوچستان اور ملحقہ افغانستان اور ایران کے علاقوں سے آتی ہے۔ بے ایمان دوکاندار اس میں سے صاف اور ہلکے رنگ کے شفاف دانے چھانٹ لیتے ہیں اور انہیں رومی مصطگی کی حیثیت سے بہت مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ کابلی مصطگی کا رنگ گہرا پیلا اور بو تیز تارپین کی مانند ہوتی ہے۔ موسم برسات میں اسے جتنا بھی سنبھال کر رکھیں یہ لئی کی مانند ہو جاتی ہے۔ جب کہ رومی مصطگی کے ہلکے پیلے شفاف اور خوشگوار مہک والے تقریباً گول دانے ہوتے ہیں جن کو چبایا جائے تو ان کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ اور منہ کا ذائقہ خوشگوار ہو جاتا ہے۔

کابلی مصطگی گرم الکوحل میں ساری کی ساری حل ہو جاتی ہے جب کہ رومی مصطگی چوتھا حصہ حل ہونے سے رہ جاتی ہے۔ دوسری طرف رومی مصطگی تارپین کے تیل میں تمام حل ہو جاتی ہے اور کابلی مصطگی گرم تارپین کے تیل میں تو ساری حل ہو جاتی ہے لیکن جب تیل ٹھنڈا ہوتا ہے تو اس کا چوتھا حصہ قلموں کی صورت میں علیحدہ ہو کر نیچے بیٹھ جاتا ہے۔

جس طرح بیروزہ میں تارپین کا تیل ہوتا ہے اسی طرح یہ مصطگی میں بھی موجود ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بازار میں نقلی مصطگی بیروزہ سے بنائی جاتی ہے اور اگر مصطگی صحیح ہو بھی تو اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے اسے بیروزہ کی مصطگی ہی سمجھا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ بیروزہ اپنے افعال و خواص کے لحاظ سے مصطگی کا عمدہ بدل ہے اور اگر خالص مصطگی دستیاب نہ ہو تو بجائے اس کے کہ بیروزہ سے بنی ہوئی مہنگی مصطگی خریدیں آپ بیروزہ استعمال کر سکتے ہیں۔

افعال و خواص :- مصطگی کو مومیائی کی حیثیت سے بھی عام استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے کھانے اور لگانے سے ٹوٹی اور اکڑی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے اور جوڑ پر بیٹھ جاتی ہے۔ ہر قسم کی چوٹ اور موچ پر پانی میں جوش دے کر نطول کرنے سے آرام آتا ہے۔ اورام پر

لگانے سے وہ تحلیل ہوتے ہیں اور اس کو لگانے سے زخم بھر جاتے ہیں۔ مصطگی انتڑیوں اور معدے کے زخم بھرنے میں نہایت مفید ہے۔ اس کے علاوہ یہ ملین بھی ہے۔ لطافت پیدا کرتی ہے، ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے۔ مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ معدہ آنتوں، گردے اور ہاضمے کو قوی کرتی ہے۔ مصطگی سے پیشاب زیادہ آتا ہے۔ اس کا مشہور مرکب جوارش مصطگی ہے جو مصطگی کو چاشنی میں ملانے سے بنتا ہے۔ یہ جوارش کھانے سے منہ سے رال آنا بند ہو جاتی ہے کیونکہ اس سے معدے کی رطوبات نچڑ جاتی ہیں اور تیزابیت کم ہو جاتی ہے۔ یہ نہ صرف تیزابیت معدہ کو کم کرتی ہے بلکہ زخم معدہ پر بھی اس کا استعمال بہت فائدہ مند ہے۔ اس لیے میں معدہ کے السر میں اسے عام استعمال کراتا ہوں۔ مصطگی کا ایک جامع نسخہ ورم معدہ اور مراق کے لیے افسنتین کے عنوان تلے درج ہے۔

پستہ

Pistacia vera

﴿اردو، فارسی: درخت پستہ "پھل": پستہ﴾ ﴿عربی: فستق۔ "زائدے"﴾
﴿فارسی: بزغنج﴾ ﴿اردو: گل پستہ﴾

تاریخ :- ایران میں خراسان اور بدخشاں میں ۳۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پستہ کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی باقاعدہ کاشت بھی کی جاتی ہے۔ ایران میں اس کے جنگل کو پستالک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جنگلی پھل چھوٹا لیکن مزیدار ہوتا ہے جب کہ کاشت کردہ پھل بڑے ہوتے ہیں لیکن ان میں ویسی لذت نہیں ہوتی۔ اس لیے کئی لوگ چھوٹے پستہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

پستہ کافی عرصہ سے یورپ میں بھی متعارف ہے۔ پلائنی کے مطابق اسے سب سے پہلے شام میں موجود رومی گورنر نے روم میں متعارف کرایا جب وہ اپنے عہدہ ملازمت ختم ہونے کے بعد واپس اپنے ملک اٹلی میں آیا۔ وہاں سے یہ درخت سپین پہنچا اور آج کل تمام مغربی یورپ میں اس کی کاشت کی جا رہی ہے۔ پھل کا بیرونی چھلکا پوست بیرون پستہ کے نام سے بازار میں فروخت ہوتا ہے جسے بطور مقوی معدہ ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح

Scanned with CamScanner

اس کے زائدے جو کہ چھوٹے چھوٹے گول کھوکھلے انجیر نما ہوتے ہیں گل پستہ کے نام سے ادویہ میں استعمال ہوتے ہیں۔

شناخت:- پستہ کے درخت چھوٹے ۵ تا ۱۰ میٹر بلند ہوتے ہیں جس کو غیر مساوی پرہ دار پتے لگتے ہیں۔ اس میں ۳ تا ۱۰ برگچے ہوتے ہیں جو تقریباً متقابل اور بغیر ڈنڈی کے ہوتے ہیں۔ اس کی آخری پتی بڑی ہوتی ہے۔ یہ بیضوی ہوتی ہے جس کا قاعدہ راس کی نسبت زیادہ چوڑا ہوتا ہے۔ اس کے رگیت ابھرے ہوئے اور واضح ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی بالدار اور پر نما ہوتی ہے پھل بغیر پنکھڑی کے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اکماے ۵ عدد ہوتے ہیں۔ اس کا پھل پستہ کہلاتا ہے جو کہ ۱۵ تا ۳۰ ملی میٹر لمبا اور ۱۰ تا ۱۲ ملی میٹر چوڑا ہوتا ہے۔ اس کے چار حصے ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر پوست ہوتا ہے۔ یہ پوست یا چھال اتار کر خشک کر لی جاتی ہے اور پوست بیرون پستہ کے نام سے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ پوست سے نیچے دو حصوں میں جڑا ہوا سخت لکڑی کی طرح کا لیکن پتلا خول ہوتا ہے۔ جس کے اندر سبز رنگ کی گری ہوتی ہے جس کا ذائقہ بادام جیسا ہلکی سی مٹھاس رکھتا ہوا لذیذ ہوتا ہے۔ اس کے اوپر بنفشی رنگ کے چھلکے کی پرت ہوتی ہے۔ گری سے جو تیل نکالا جاتا ہے وہ رنگت میں سرسوں کے تیل سے تھوڑا ہلکا اور شفاف ہوتا ہے۔ جس میں سبزی کی ہلکی سی جھلک بھی ہوتی ہے۔ پستہ کے درخت پر بھی مختلف اشکال کے گول۔ لبوترے یا انجیر کی مانند کھوکھلے اور پتلے چھلکے کے خول نما زائدے لگتے ہیں جن کا سائز انجیر سے بڑا نہیں ہوتا۔ ان کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ یہ سخت بے لچک اور دانتوں تلے دبانے سے بے ڈھنگے ٹوٹتے ہیں۔ ان کے اندر کیڑے کا فضلہ اور انڈے وغیرہ اور کئی میں مرا ہوا کیڑا موجود ہوتا ہے ان زائدوں کو بازار میں گل پستہ کے نام سے فروخت کیا جاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ پستہ کے پھول بالکل چھوٹے چھوٹے بغیر پنکھڑی کے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ درخت پستہ کے اوپر کاکڑا سنگھی کی مانند لگنے والے زائدے ہیں جو کسی صورت میں بھی گل پستہ نہیں ہیں۔ ان کا ذائقہ تلخ اور زبان کو سکیڑنے والا ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:- پستہ افغانستان، ایران، شام، فلسطین، اٹلی اور سپین میں وسیع پیمانے پر خود رو ہوتا ہے اور کاشت بھی کیا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- گل پستہ ۶۵ فیصدی تک پانی میں، ۷۵ فیصد تک سپرٹ اور ۳۱ فیصد تک ایتھر میں حل پذیر ہوتے ہیں۔ ان میں ۴۵ فیصد تک ٹینن ہوتی ہے۔ جس کے ہمراہ گالوٹینک ایسڈ۔ اور گیلک ایسڈ پائے جاتے ہیں جب کہ اس میں ۷ فیصد تک رالدار مادہ بھی ملتا ہے۔

افعال و خواص:- پستہ کے بیج کا مغز دل، دماغ اور معدہ کو قوت دیتا ہے۔ شیخ بو علی سینا کے بقول اس میں خوشبو اور قبض لزوجیت کے ساتھ ہے جس کی وجہ سے یہ مفرح اور مقوی قلب ہے۔ بدن کو فربہ کرتا ہے اور نم معدہ کو تقویت دینے کے لیے اس کا مغز ہمراہ اوپر کی پرت کے کھانا عجیب الاثر ہے۔ گیلانی کے بقول مغزیات اور ماکولات میں سے کوئی شے معدے کے لیے پستہ سے بہتر نہیں مگر یہ اسی وقت ہے جب اسے چھلکے کے ساتھ کھائیں۔ جو گری کے اوپر ہوتا ہے۔ تنہا مغز کھایا جائے تو معدے کو نقصان دیتا ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ پستہ جگر کو بہت نفع پہنچاتا ہے یا اسے نقصان دیتا ہے اور نہ اس بات کا یقین ہے کہ وہ دست آور ہے یا قابض مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پستہ بوجہ خفیف سی تلخی اور خوشبو کے جگر کا سدہ کھولتا ہے اور اس کا تنقیہ کرتا ہے۔ اور منافذ غذا کو صاف کرتا ہے خاص کر اس صورت میں کہ انجیر کے ساتھ نہار منہ کھایا جائے۔

پستہ کے درخت کے تمام اجزا میں کاکڑا سنگھی کی مانند ٹینن پائی جاتی ہے اس لیے یہ تاثیر میں سرد خشک ہے اس لیے اس کا جوشاندہ یا سفوف دانتوں اور مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ معدہ میں خشونت اور دباغت پیدا کرتا ہے۔ کانچ نکلتی ہو تو اس کے جوشاندہ میں بٹھانے سے آرام ہو جاتا ہے۔ پوست بیرون پستہ قابض ہے اور مقوی معدہ ادویات میں عام استعمال ہوتا ہے۔ اس کے زائدے جو گل پستہ کے نام سے مستعمل ہیں بہت سرد خشک۔ قابض اور مفرح ہیں۔ ان کے افعال و خواص اقاقیا کی مانند ہیں۔ ان کا ذائقہ ابتدا میں کڑوا اور زبان کو سکیڑنے والا ہوتا ہے لیکن بعد ازاں منہ خوشبو دار اور میٹھا ہو جاتا ہے۔ ان کو استعمال کرنے سے قبل توڑ کر اندر سے کیڑا اور اس کے اجزا وغیرہ نکال دینے چاہئیں اور پھر اچھی طرح صاف کر کے سفوف بنانا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

Family: Solanaceae

کٹائی

Solanum

تاریخ :- کٹائی کی دونوں اقسام کو زمانہ قدیم سے عربوں اور ہندوؤں میں یکساں اہمیت حاصل رہی ہے۔ ویدک کی مشہور عام دوا دشمول جس میں دس پودوں کی جڑوں کا عرق نکالا جاتا ہے' میں بھی کٹائی کی دونوں اقسام شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سفید پھول والی کٹائی کو ایک بہترین معین حمل سمجھا جاتا ہے۔ ویدک کی مستند کتاب نگھنٹو میں اس کی بڑی قسم یعنی کٹائی کلاں کو بھان نکی۔ مہاتی یعنی بڑے انڈے والا پودا کہا گیا ہے اور کھانسی' دمہ' قولنج اور کیڑوں وغیرہ کی دافع بتایا گیا ہے۔ مخزن الادویہ کے مصنف نے بھی برھتا کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے اور چکردت نے اسے ضیق النفس اور بخار میں عمدہ بتایا ہے۔ Rheede کے مطابق مالا بار میں اسے بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور Ainslie نے ہارس فیلڈ کی کتاب جاوا میڈیسنل پلانٹس کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ جب اس کی جڑوں کا اندرونی استعمال کیا جائے تو یہ تیز محرک اثرات کی حامل ہوتی ہیں۔ اس کا پھل دیہاتوں میں کبھی کبھار بطور سبزی پکا کر کھایا جاتا ہے Rumphius کے مطابق اسے زچگی کے دوران مشکل کو دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کی چھوٹی قسم یعنی کٹائی خورد بھی یکساں اہمیت کی حامل ہے' بلکہ زیادہ مقبول ہے۔ نگھنٹو میں اس کو کانٹا کاری اور کشاکنی بمعنی کانٹوں والی' وایا گھری بمعنی شیرنی اور دشی پرا درشنی جس کا مطلب ہے نہ چھوئے جا سکنے والی جیسے ناموں سے لکھا گیا ہے اور اس کی خصوصیات میں اسے کڑوا' ہاضم' دمہ' بخار اور کھانسی اور امراض قلب میں عمدہ مانا گیا ہے۔

ابن بیطار نے اپنی کتاب جامع المفردات میں اس کی دونوں اقسام کو حدق کے عنوان تلے اسی طرح بیان کیا ہے۔

"یہ جنگلی بینگن (بڑی کٹائی) ہے۔ ابو العباس نباتی نے اپنی کتاب الرحلہ میں لکھا ہے کہ

بیت المقدس اور اس کے مضافات میں جنگلی بینگن کی ایک قسم کا یہ مشہور و معروف عربی نام ہے۔ چنانچہ بیت المقدس اور اس کے اطراف کی تمام نرم اور نشیبی زمینوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پودا بینگن کے پودے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس میں ٹیڑھے ٹیڑھے کانٹے ہوتے ہیں۔ پھل ابتدا میں سبز بعد میں زرد اور اخروٹ کے برابر ہوتے ہیں۔ پتے' پھل اور ٹہنیاں شکل میں بینگن کے پتوں' ٹہنیوں اور پھل سے ملتے جلتے ہیں۔ بیت المقدس کے لوگ اس سے کپڑے دھوتے ہیں اس سے کپڑوں میں چمک آ جاتی ہے۔ اہل حبشہ نے مجھے بتایا کہ یہ سر زمین حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) اور یمن میں مذکورہ صفات کے ساتھ مشہور و معروف ہے۔ اس کی ایک قسم اس سے چھوٹی ہوتی ہے جس میں کانٹے کثرت سے ہوتے ہیں۔ پتے چھوٹے چھوٹے اور ٹہنیاں پتلی ہوتی ہیں۔ یہ پودا ایک ہاتھ کے برابر لمبا ہوتا ہے سر زمین حجاز کے ایک شہر میں جب میں نے اسے دیکھا اور اس کے متعلق بعض لوگوں سے دریافت کیا تو ان لوگوں نے مجھے اس کا نام شوکۃ العقرب بتایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ بچھو کے کاٹے میں مفید ہے۔

اس کے متعلق میری معلومات یہ ہیں کہ اہل یمن اسے عرصم کے نام سے جانتے ہیں۔ سر زمین قاہرہ میں کثرت سے ملتا ہے۔ مطریہ اور عین الشمس نام کے شہر میں بلساہ والے باغ میں اسے میں نے دیکھا ہے۔ وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی دھونی سے بواسیری مسے سوکھ جاتے ہیں۔ یہ اس میں مجرب ہے۔ ایک معتبر شخص نے مجھے بتایا کہ اس کے پھلوں کو روغن زیتون میں بریاں کر کے ٹپکانے سے کان کا درد جاتا رہتا ہے۔ اس کے پھل عمدگی' جسامت اور دیکھنے سے لفاح (یبروج) کے پھلوں جیسے لگتے ہیں لیکن اس کے پھل یبروج کے پھلوں کی طرح اس کے خاردار قیف نما حصے کا احاطہ نہیں کرتے۔

آج کل بھی کٹائی خورد کو ایک گھریلو دوائی کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور کٹائی کلاں کی باقاعدہ سائنسی بنیادوں پر جانچ کی جا رہی ہے۔ پنجابی میں کنڈیاری یا کنڈیارا کانٹے دار کئی اقسام کی جڑی بوٹیوں کے لیے بولا جاتا ہے لیکن مطلق کنڈیاری سے مراد کٹائی خورد ہی ہے۔

یوں تو طبی لحاظ سے کٹائی کی دو عمومی اقسام کٹائی کلاں اور کٹائی خورد ہیں۔ جب کہ کٹائی خورد کی پھولوں کی رنگت کے لحاظ سے تین اقسام زرد پھول' نیلا پھول اور سفید پھول والی

ہیں۔ لیکن علم النباتات کی رو سے اس میں مکو، بینگن، آلو وغیرہ بھی آ جاتی ہیں۔ یہ اقسام درج ذیل ہیں۔

چونکہ اس مضمون کا عنوان کٹائی ہے اس لیے پہلے اس کا ذکر کیا ہے اور بعد ازاں باقی اقسام میں سے چیدہ چیدہ کی شناخت اور خصوصیات بیان کی ہیں۔

اقسام:۔

(۱) Solanum albicaule (I)

(۲) فارسی: عنب الثعلب۔ پنجابی: کانچ مانچ۔ سنسکرت: کاک ماچی — Solanum dulcamara

(۳) بنگلہ: رام بینگن۔ سنسکرت: گربھاوا — Solanum ferox

(۴) بازار (ہندی): مارگی پل۔ پنجابی: ہالون — Solanum gracilipes

(۵) مارواڑی: اسپند۔ — Solanum incanum

(۶) اردو: کٹائی کلاں، جنگلی بینگن۔ ہندی: بریہتا۔ — Solanum indicum

(۷) Solanum lycopersicum

(۸) اردو، ہندی، بنگلہ: بینگن۔ سنسکرت: بھنٹکی۔ — Solanum melongena

(۹) سنسکرت: کاکاماچی۔ ہندی: مکوئی۔ اردو: مکو سیاہ۔ — Solanum nigrum

(۱۰) سلہٹ: بنگوا۔ ہندی: منگاس کجور۔ — Solanum spirale

(۱۱) Solanum torvun

(۱۲) سنسکرت: الارکا — Solanum trilobatum

(۱۳) پنجابی: کالا میوا۔ ہندی: آشیتا۔ سنسکرت: دواری — Solanum verbascifolium

(۱۴) اردو: کٹائی خورد۔ ہندی: کٹیلی۔ پنجابی:

کنڈیاری۔ — Solanum xanthocarpum

(۱۵) اردو: سفید پھول والا آلو — Solanum tuberosum

Family: Solanaceae

کٹائی کلاں

Solanum indicum

﴿اردو: جنگلی بینگن﴾ ﴿پنجابی: بڑی کنڈیاری﴾ ﴿فارسی: بادنجان دشتی۔ بادنجان بری۔ کٹائی کلاں﴾ ﴿ہندی: کٹیلی﴾ ﴿عربی: حدق﴾ ﴿سنسکرت: واناورن تکی﴾

شناخت:۔ چھوٹے چوبی تنے کا ۲ تا ۴ فٹ اونچا پودا ہے جس میں کثیر تعداد میں شاخیں ہوتی ہیں جو اسے گھنا پودا بناتی ہیں۔ تمام پودے پر کثیر تعداد میں تیز نوکدار اور تھوڑے سے پیچھے کی طرف مڑے ہوئے کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ پودے کی شاخیں نرم اور نباتی ہوتی ہیں۔ پتا بالکل بینگن کے پتے کی مانند ہوتا ہے۔ یہ بیضوی ہوتا ہے جس کے کناروں پر زائدے بڑھے ہوتے ہیں۔ پتے کی ڈنڈی ایک انچ تک لمبی ہوتی ہے۔ پتے پودے پر اکیلے اکیلے یا دو دو ہوتے ہیں۔ پتے نرم اور ملائم ہوتے ہیں جن کے دونوں طرف چند ایک سیدھے تیز کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ پتا ۲ تا ۴ انچ لمبائی میں ہوتا ہے جس کا رخ نیچے کی جانب ہوتا ہے۔ پھول کا گچھا جس میں چند ایک پھول ہوتے ہیں پتوں کے درمیان یا ان کی مخالف سمت پر لگا ہوتا ہے۔ پھول درمیانے سائز کے ہلکے نیلے ہوتے ہیں جن کی مسند گل یعنی کٹورا گہرا ہوتا ہے۔ پھول کی پتیاں لمبی، نوکدار اور پیالہ نما کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ پتیاں نیچے سے ملی ہوتی ہیں جب کہ تاج کی مانند ان میں اوپر کافی درمیانی فاصلہ ہوتا ہے۔ پھل بڑے آملے جتنا بالکل گول اور ملائم ہوتا ہے جو شاخ پر ایک ڈنڈی کے ساتھ سیدھا لگا ہوتا ہے یعنی کسی طرف جھکا ہوا نہیں ہوتا۔ کچے پھل پر سبز اور سفید داغ ہوتے ہیں لیکن جب یہ پک جاتا ہے تو اس کا رنگ گہرا پیلا یا نارنجی پیلا ہو جاتا ہے۔ جس کے اندر چھوٹے چھوٹے بیج بھرے ہوتے ہیں اور ساتھ گودا ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

کٹائی کلاں SOLANUM INCANUM فارسٹ انسٹی ٹیوٹ پشاور

جولائی ۱۹۹۲ء

مقام پیدائش :- برصغیر پاک ہند کے تمام علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- پتوں اور جڑوں میں الکلائیڈز سولانائن (Solanine) اور سولا نیڈائن (Solanidine) پائے جاتے ہیں۔ پھلوں میں انزائم ملتے ہیں علاوہ ازیں پھلوں میں بھی ۱.۸ % الکلائیڈز ملتے ہیں۔ یہ الکلائیڈز کارٹی سون اور جنسی ہارمون بنانے کا ایک اچھا ذریعہ ہیں۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے فارسٹ انسٹی ٹیوٹ پشاور میں اس پر خصوصی تحقیق ہو رہی ہے (۱۹۹۲ء)۔ ۲۰۰ گرام پھلوں میں ۱۴۲ گرام بیج اور ۵۸ گرام گودا پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں امونیم کلورائیڈ یعنی نوشادر جیسے نمکیات ملتے ہیں۔ جب پھل کو جلایا جاتا ہے تو اس میں سے کھاری بخارات نکلتے ہیں۔ تازہ پھل کڑوے ہوتے ہیں۔ لیکن خشک ہونے پر تقریباً بے ذائقہ ہو جاتے ہیں۔

افعال و خواص :- خزائن الادویہ میں لکھا ہے کہ اگر فلفل دراز اور بیج کٹائی کو پیس کر بھینس کے دودھ کے ساتھ ایسی عورت کو پلائیں جس کا حمل گر پڑتا ہو اور بچہ پیٹ میں نہ بڑھ سکتا ہو تو یہ عارضہ رفع ہو جاتا ہے اس کا جوشاندہ یا پھلوں کا سفوف بانجھ عورت کے لیے بہت مفید ہے۔ عسر ولادت میں بچہ جلد پیدا کرنے کے لیے اس کے پھل کا جوشاندہ پلاتے ہیں۔ اگر اس کی جڑ کی چھال تر ساڑھے تین تولہ اور خشک آدھ پاؤ ایک سیر گائے کے دودھ میں اچھی طرح جوش کر ایسے شخص کو پلائیں جو جماع سے قاصر ہو چکا ہو اور اسے ترشی و بادی سے پرہیز کرائیں تو چند یوم میں صحت ہو جائے گی۔

وید کہتے ہیں کہ بڑی کٹائی زکام، بلغم، دمہ اور نامردی دور کرتی ہے۔ بدہضمی سے بخار ہو جائے۔ پیٹ پھول جائے، درد ہو، کیڑے ہوں اور دست آتے ہوں تو اس سے نفع ہوتا ہے۔ اس کے پھل کی دھونی دینے سے دانتوں کا درد رفع ہوتا ہے۔ جگر کے امراض اور سوزاک میں اس کا ساڑھے بارہ تولہ جوشاندہ دن میں دو مرتبہ پلانا چاہیے۔ اس کے پھل کو کاٹ کر ٹکڑوں میں نمک ملا کر کھانے سے بلغم سینے سے نکل کر پرانی کھانسی اور دمہ جاتا رہتا ہے۔ اس کی دھونی بواسیر کے لیے بے نظیر ہے۔ جڑ کا شیرہ پینے سے دمہ کی جڑ جاتی رہتی ہے۔

اس کے پھل کو تراش کر پانی میں جوش دے کر پھر گھی میں بھونیں اور مصالحہ وغیرہ ڈالیں

اگر چاہیں تو گوشت بھی ملا سکتے ہیں۔ یہ سالن روٹی کے ساتھ کھانے سے کھانسی، بلغم، باد، ضیق، ذات الجنب، عسر البول، پیٹ کے کیڑوں اور بطلان قوت شامہ کے لیے مفید ہے۔ ضماد اورام کو تحلیل کرتا ہے۔ اس کا سالن درد شکم، باؤ گولہ، ریاح اور قراقر کو ختم کرتا ہے، قبض رفع ہوتی ہے۔ اگر اس کے پودے کو پیس کر یا جوش دے کر پئیں تو آتشک کا عمدہ مسہل ہے۔

گرم مزاج کو کرب پیدا کرتی ہے اس لیے گرم مزاج اس کی اصلاح کشنیز و کافور سے کر سکتے ہیں لیکن کرب کے لیے سکنجبین دیں۔

کٹائی خورد

Solanum surattense

Solanum anthocarpum

﴾ اردو: کنٹیلی، کٹائی خورد ﴿ ﴾ پنجابی: کنڈیاری ﴿ ﴾ ہندی: کنٹیلی ﴿ ﴾ بنگلہ، سنسکرت: کانٹا کاری ﴿

شناخت:- یہ زمین پر پھیلا ہوا ایک دائمی پودا ہے جس کی شاخیں جڑ سے نکل کر ستارے کی مانند چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ ان کا پھیلاؤ تقریباً ۲ سے ۴ فٹ تک ہوتا ہے۔ شاخوں پر گھنے پتے ہی پتے لگے ہوتے ہیں۔ تمام پودے پر تیز باریک کانٹے بہت زیادہ تعداد میں لگے ہوتے ہیں۔ پتوں کے کناروں اور زائدوں پر بھی کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ پتے پر دار شکل کے ہلیلجی بیضوی ہوتے ہیں جن کی لمبائی ۲ تا ۴ انچ اور چوڑائی ۱ تا ۲ انچ ہوتی ہے (۵۔۱۰ x ۲.۵۔۵ سم) پتے کے کنارے ہلکے لہردار ہوتے ہیں۔ پتا لمبا ہوتا ہے لیکن چوڑائی میں سیدھا نہیں ہوتا بلکہ چوڑائی میں گوشے یا زائدے بڑھے ہوتے ہیں۔ تقریباً ایسے ہی جیسے کہ بربط نما پتا ہوتا ہے۔ تمام شاخوں پر نرم اور گھنے بال ہوتے ہیں۔ پھول ستارہ نما ایک انچ قطر تک کے ہوتے ہیں جن کا رنگ بنفشی یا جامنی مائل نیلا ہوتا ہے۔ پھول کے درمیان پیلے رنگ کے ریشوں کی نکیہ سی ہوتی ہے۔ پھل بالکل گول کٹائی کلاں کے پھل کی طرح لیکن اس سے چھوٹے ۲/۱

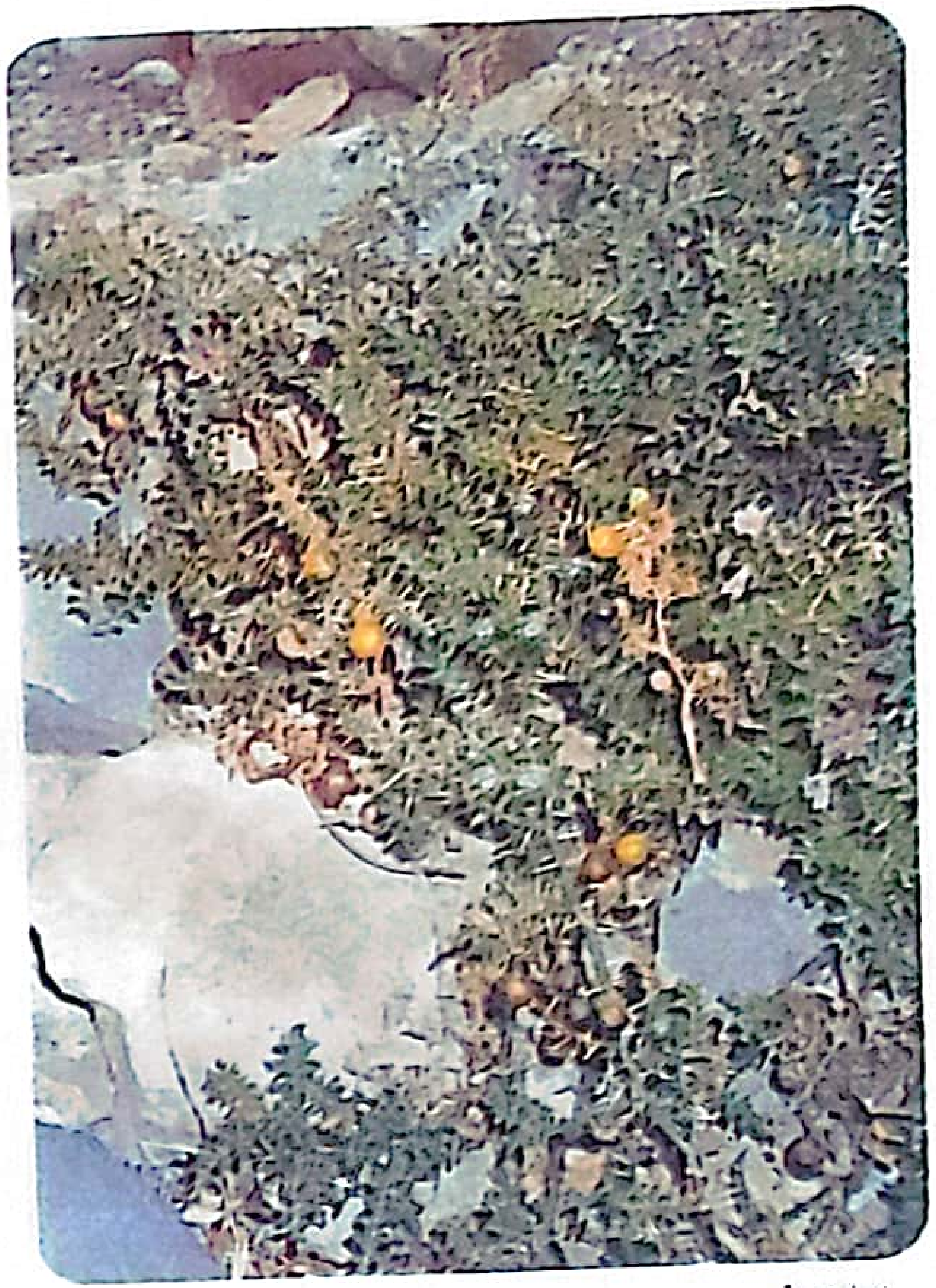

کٹائی خورد SOLANUM SURATTENAE سملی ڈیم، اسلام آباد
جون ۱۹۸۶ء بلندی: ۲۰۰۰ فٹ

۴ / ۳ انچ قطر کے ہوتے ہیں۔ جب کچے ہوتے ہیں تو سبز ہوتے ہیں اور ان پر سفید داغ ہوتے ہیں۔ پک کر پیلے ہو جاتے ہیں۔ پھول جون سے نومبر تک آتے رہتے ہیں۔

مقام پیدائش:- براعظم ایشیا اور افریقہ کے تمام گرم خشک علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- کٹائی خورد کے کیمیائی تجزیہ سے اس کے اندر الکلائیڈز' گلائیکو سائیڈز اور فراری روغن ملتے ہیں جب کہ سپونن' ٹینن اور انتھرا کوئی نن وغیرہ موجود نہ تھے۔ الکلائیڈز کی جانچ کے لیے اس کے الکوحل میں بنے ہوئے خلاصے کا تجزیہ کرنے سے اس میں گلوکو الکلائیڈز کی موجودگی کا پتہ چلا ہے۔ جب کہ اس کے بیجوں سے گلائیکو سٹڈل الکلائیڈز اور سولن اوکارپائن (solanocarpine) حاصل ہوئے ہیں۔

چوپڑا' مانجوناتھ' نادکرنی اور ولیم ڈائیموک کی رپورٹ کے مطابق اس کے پھول میں ایک گلائیکو الکلائیڈ (سولن کارپائن (Solancarpine) ملتا ہے آج کل اس الکلائیڈ کو سولا کارپی ڈن (Solacarpidin) یا سولن اوکارپائن (Solanocarpine) کا نام دیا گیا ہے۔ جس کا فارمولا $C_{26}H_{44}O_3$ ہے۔

بیجوں سے سبزی مائل پیلا تیل بھی (۱۹.۳ %) حاصل ہوا ہے جس کے اجزا میں اولیک (oleic) ۴۵.۴ % لائنولیک (linoleic) ۳۸.۲ % اور پامٹک (palmitic) ۵.۷ سیٹرک (stearic) ۱۰.۳ % ارا چڈک (arachidic) ۰.۴ % پائے جاتے ہیں (بحوالہ P.398 Wild Plants of Sind) اس میں ۲ ہارمونی مادے بھی ملتے ہیں جن میں سے ایک کا نام کارپسٹرول (Carpesterol) ہے۔

افعال و خواص:- گرم تاثیر کا حامل یہ نہایت نفع بخش پودا ہے جس کا رس ناک میں سعوط کرنے سے اختناق الرحم اور مرگی سے بیہوش مریض فوراً ہوش میں آ جاتا ہے۔ اس کی جڑ کا سفوف گائے کے دودھ کے ساتھ استعمال کرنے سے امساک پیدا ہوتا ہے۔ سینے کے امراض مثلاً بلغم' کھانسی' دمہ' زکام' تپ بلغمی اور پسلی کے درد کے لیے تو یہ اطباء میں مشہور ہے۔ عام کھانسی یا کالی کھانسی میں اس کے اجزاء کو جلا کر اس کی کالی راکھ شہد میں ملا کر چٹانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ سونگھنے کی طاقت ختم ہو جائے تو اس کا جوشاندہ پلائیں۔ نیز تازہ پھلوں کا

رس ناک میں سعوط کریں۔ اس کی جڑ کا جوشاندہ یا خیسانده پینے سے سوزاک' جذام' قبض' پیٹ درد اور مثانے کی پتھری کو فائدہ ہوتا ہے۔ یہ مدر بول ہے کیونکہ یہ کھاری ہے۔ اس کے بیجوں کو پانی میں پیس کر لیپ کرنے سے بلغمی ورم تحلیل ہوتے ہیں۔ زہروں میں بھی نافع ہے۔ اس کے پھول کا زیرہ شہد میں ملا کر بچوں کو چٹانے سے ان کی کھانسی ختم ہوتی ہے۔ نیز یہ دافع قبض بھی ہے۔

مجربات

تریاق کالی کھانسی

بلغمی دمہ و ڈبہ اطفال:- بچوں کو کالی کھانسی عام ہوتی ہے جس میں بچہ لگاتار کھانستا ہے۔ حتیٰ کہ سانس نہ لے سکنے کی وجہ سے چہرہ نیلگوں ہو جاتا ہے۔ جب سانس اندر کھنچتا ہے تو ھوپ کی آواز آتی ہے۔ یہ کھانسی آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے اور چند یوم میں شدت اختیار کر جاتی ہے اور بعض اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عام بلغمی کھانسی اور وہ کھانسی جس میں بلغم بالکل کچی اور پانی کی طرح ہلکی سی لیسدار اور تھوڑی سی خارج ہو' کھانسی کی خصوصاً رات کو شدت ہو اس کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ میرا مجرب ہے میں اسے تین مختلف طریقوں سے بناتا ہوں۔ ۲ طریقے درج ذیل ہیں جب کہ تیسرا گھیکوار والے مضمون میں درج ہے۔

(۱) **سفوف سعال بلغمی:-** گھیکوار ایک سیر' سالم پودا کٹائی خورد آدھ سیر اور کاکڑا سینگھی ایک پاؤ ملا کر کڑاھی میں ڈالیں اور ۱۰۰ گرام نمک خوردنی بھی ڈال دیں اور اوپر کوئی ڈھکنا رکھ کر جلالیں۔ جب کوئلہ کی مانند ہو جائے تو اتار کر کپڑ چھان کر کے سفوف بنالیں۔

مقدار خوراک: ۳ تا ۴ رتی مرض کی شدت سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چٹائیں اگر شہد میسر ہو تو اس میں ملا کر چٹائیں۔ بے ضرر نسخہ ہے۔

(۲) **سفوف دمہ بلغمی:-** نسخہ نمبر۱ کا سفوف ۵ تولہ' لونگ ایک تولہ' دار چینی ایک تولہ' سم الفار ۱ ماشہ۔

ترکیب :- سم الفار کو کثائی خورد کے پھل کے پانی میں کامل ۲ یوم کھرل کرلیں۔ پھر باقی کپڑ چھان شدہ اشیاء ملا کر چھ گھنٹہ کھرل کریں۔ سم الفار کی جگہ ہڑتال ورقیہ کا کشتہ تخم بیدانجیر میں بنا ہوا بھی ملا سکتے ہیں لیکن اس کی مقدار ۶ ماشہ ہوگی۔

یہ نسخہ بلغمی دمہ اور بلغمی کھانسی پر تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن بچوں کو ہرگز استعمال نہ کرائیں کیونکہ ان میں سم الفار کی برداشت نہیں ہوتی۔ اگر اس نسخہ کو بچوں کے لیے استعمال کرنا چاہیں تو سم الفار یا ہڑتال کا استعمال نہ کریں۔ اور باقی نسخہ کو شہد میں ملا کر لعوق بنائیں۔ اگر بچہ کو ڈبہ ہو تو ۱ تا ۲ رتی کشتہ گوزن اجوائن شورہ والا یا شیر مدار والا یا شیر تھوہر والا ساتھ استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

اب باقی ماندہ اقسام میں سے چیدہ چیدہ کا تعارف اگلے صفحات پر درج کرتا ہوں۔ ان میں سے جو اقسام اہمیت رکھتی ہیں ان کا تفصیلی تذکرہ اور شناخت درج کروں گا۔

Solanum albicaule

مقام پیدائش :- سندھ اور صحرائے راجپوتانہ میں پیدا ہوتا ہے۔

افعال و خواص : اسے کوٹ کر ابالنے کے بعد اس کا جوشاندہ اندرونی زخموں اور السر میں پلاتے ہیں۔ پرانے زخموں کو اس کے جوشاندے سے دھونے پر فائدہ ہوتا ہے۔

رام بینگن

Solanum ferox

﴿ بنگلہ : رام بینگن ﴾ ﴿ سنسکرت : گربھاوا ﴾ ﴿ ہندی، تامل : رام ملکا ﴾

شناخت :- ایک بغیر ساق کے پودا ہے جس کے پتے اور پھول بینگن کے سے ہوتے ہیں۔ تمام پودے پر کانٹے ہوتے ہیں۔ اس کے پھل چنے سے کسی قدر بڑے گول اور خوشوں میں لگتے ہیں۔

مقام پیدائش :- آسام، کانکن۔ اور مدراس کے گرد و نواح میں پایا جاتا ہے۔

ہالون

Solanum cordatum

Solanum gracilipes

﴿ اردو، پنجابی : ہالون [1] ﴾ ﴿ ہندوستان بازار : مارگی پل ﴾

شناخت :- ایک چھوٹا سا جھاڑی نما پودا ہے جس میں پتلی پتلی لمبی اور چند ایک شاخیں ہوتی ہیں۔ ساق پانچ پہلو ستارہ نما ہوتی ہے۔ جس پر سرمئی رنگ کا رواں ہوتا ہے شاخوں پر تیز اور سیدھے لیکن ہلکے سے مڑے ہوئے کانٹے ہوتے ہیں۔ پتے چھوٹے، قلب کی شکل کے بیضوی گولائی لیے ہوئے چپٹے ۲ تا ۳.۸ سم لمبے ہوتے ہیں۔ یہ لمبائی اور چوڑائی میں تقریباً یکساں

---

[1] نوٹ :- طبی کتب میں ہالون حب الرشاد یعنی مقلیاثا جسے سندھی میں ہالیو اور پنجاب اور اتر پردیش میں ہالیون کہتے ہیں۔ اس کا لاطینی نام (Clome pentaphylia) یا (Lepidium sativum) درج ہے۔ اور اس کی شناخت ان الفاظ میں درج ہے۔

"ہالون یا حرف ہندی نام ہے۔ اس کی دو قسمیں بری اور بستانی ہیں۔ حرف بستانی کو حب الرشاد کہتے ہیں۔ اس کے پتے مستعمل ہیں اور تخم سرخی مائل اور کسی قدر لمبے ہوتے ہیں اور حرف بری کے پتے گولائی مائل اور چوڑے ہوتے ہیں اور کسی قدر تارا میرا کے پتوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ حرف کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً حرف بابلی، حرف الماء، حرف المشرق۔ بعض نے ایسا کہا ہے کہ جس کے چھوٹے تخم ہوتے ہیں اور کھانے میں مستعمل ہے وہ حرف کہلاتی ہے اور جس کے تخم سفید یا سرخ اور گول ہوتے ہیں اسے رائی کہتے ہیں اور جس کے تخم لمبے لمبے تخم ریحان کی مانند ہوتے ہیں اس کو حب الرشاد کہتے ہیں۔

خزائن الادویہ میں اس کا تقریباً ایسا ہی بیان لکھا ہے۔ لیکن طبی کتب اور سائنسی کتب میں اس کے لاطینی ناموں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ لیکن ایک چیز بہرحال واضح ہے کہ طبی کتب میں جس پودے کو ہالون کا نام دیا گیا ہے۔ وہ دراصل (Lepidium sativum) ہے (بحوالہ جامع المفردات۔ انڈین میڈیسنل

پلانٹس) جب کہ جس پودے کا ہم نے اس مضمون میں ذکر کیا ہے وہ (Solanum cordatun) ہے۔ ہوتے ہیں جن کے دونوں جانب ہلکا سا رواں ہوتا ہے۔ پتے کی ڈنڈی گول رواں دار ۲ تا ۳.۲ سم لمبی ستارہ نما ہوتی ہے۔ پھول چند ایک چھوٹے سے گچھے کی صورت میں یا اکیلے اکیلے شاخ پر بغلی سمت میں لگتے ہیں۔ پھول کی ڈنڈی ۲ تا ۳.۲ سم لمبی نرم و نازک ستارہ نما شکل جس پر نرم و نازک بال ہوتے ہیں۔ پھول کا کٹورا یا مسند گل ۵ ملی میٹر لمبا' بالوں والا اور کاسہ گل ایک سم لمبا ہوتا ہے۔ زیرہ گل ۶ ملی میٹر لمبا سیدھا بیضوی ہوتا ہے۔ جس میں باریک مسام کھلتے ہیں۔ بیضہ دان گولائی لیے ہوئے بیضوی ہوتا ہے جو بے مو ہوتا ہے یا اس کی نوک پر چند ایک بال ہوتے ہیں۔ پھل بیر نما ۶ ملی میٹر قطر میں گول چکنا اور بغیر بالوں کے ہوتا ہے۔ تخم گل منڈی کی طرح ۳ ملی میٹر گولائی میں ہوتا ہے جس پر ہلکے سے ابھار یا دانے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:۔ پاکستان' ہندوستان' سری لنکا' عرب' شرق اوسط

افعال و خواص:۔ پتوں اور پھلوں کا پانی کان کے اندرونی درد کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔

Solanum incanum

مارواڑی: اسند۔

اس کی جڑ گھوڑوں کی دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جب کہ اس کا پودا دانتوں کے درد اور گلے کے درد میں فائدہ مند ہے جب کہ اس کا جوشاندہ سینے کے امراض میں استعمال ہوتا ہے۔

مقام پیدائش:۔ سندھ' پنجاب

بینگن

Solanum melongena

﴾ اردو' ہندی: بینگن ﴿ ﴾ پنجابی: بینگن ﴿ ﴾ فارسی: بادنگان ﴿ ﴾ عربی: بادنجان ﴿ ﴾ سنسکرت: بھان ٹکی ﴿

شناخت:۔ شکل کے لحاظ سے بینگن کی کئی قسمیں ہیں اور یہ مشہور سبزی ہے۔ اس کا پھل سفید' گہرا جامنی لمبا یا گول یا ہلکا سا طولانی گول ہوتا ہے جس کی سطح نہایت ملائم ہوتی ہے۔ عام طور پر پھل ایک چھٹانک سے ایک پاؤ تک وزنی ہوتا ہے لیکن صاحب مخزن الادویہ کے بقول ہندوستان کے علاقہ ریوان میں چھ سات کلو تک کا بینگن ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ لمبے بینگن کو چیتیا اور گول بینگن کو مارو بیگن بھی کہتے ہیں۔

اس کا پودا ۲ تا ۴ فٹ اونچا ہوتا ہے۔ جس میں پھیلی ہوئی لیکن کم تعداد میں شاخیں لگتی ہیں شاخ پر پتے بیضوی لگتے ہیں جن کے کان کی لو کی طرح زائدے سے بڑھے ہوتے ہیں۔ پتا ۶ انچ تک لمبا اور ۴ انچ تک چوڑا ہوتا ہے۔ پتے کی سطح پر بالکل باریک چھوٹے چھوٹے چند ایک سیاہ رنگ کے کانٹے لگے ہوتے ہیں لیکن یہ کانٹے کٹائی کلاں کے کانٹوں کی طرح تیز نہیں ہوتے۔ دو ڈنڈیوں کے درمیان نیلے رنگ کے چند ایک پھولوں کا گچھا لگتا ہے جس میں بیضہ دان عرشہ کے بالائی حصہ پر ہوتا ہے جس کا رنگ گہرا زرد ہوتا ہے۔ پھول اور پتوں کی شکل بالکل کٹائی کلاں کے ساتھ ملتی ہے۔

مقام پیدائش:۔ تمام برصغیر کے علاوہ دنیا کے زیادہ تر گرم خشک علاقوں میں عام ملتا ہے اس کے علاوہ سرد علاقوں میں بھی گرمیوں کے موسم میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ سکردو میں (جس کی بلندی سطح سمندر سے ۷۶۰۰ تا ۷۸۰۰ فٹ ہے) اس کی کاشت عام ہوتی ہے لیکن جوں ہی ستمبر میں سردیاں شروع ہوتی ہیں یہ فوراً ختم ہو جاتا ہے۔

افعال و خواص:۔ یہ قلیل الغذا فاسد الکیموس سبزی ہے جو کہ سودا بہت زیادہ مقدار میں پیدا کرتی ہے۔ جگر اور طحال میں سدے پیدا کرتی ہے۔ بینگن چونکہ رطوبات کو خشک کرتا ہے اس لیے کھانے کے بعد ہونے والی قے اور معدہ میں رطوبات کی زیادتی سے ہونے والی قے کے لیے مفید ہے۔ ہاتھ پاؤں میں پسینہ آتا ہو تو بینگنوں کو پانی میں جوش دے کر اس پانی سے انہیں چند بار دھوئیں۔ زیادہ مقدار میں باربار کھانے سے ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ جسم میں سودا کی زیادتی سے بواسیر ہو جاتی ہے خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ بے خوابی ہو جاتی ہے اور پریشان خواب نظر آنے لگتے ہیں۔ قولنج' سرطان' داد' خارش اور سردرد پیدا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

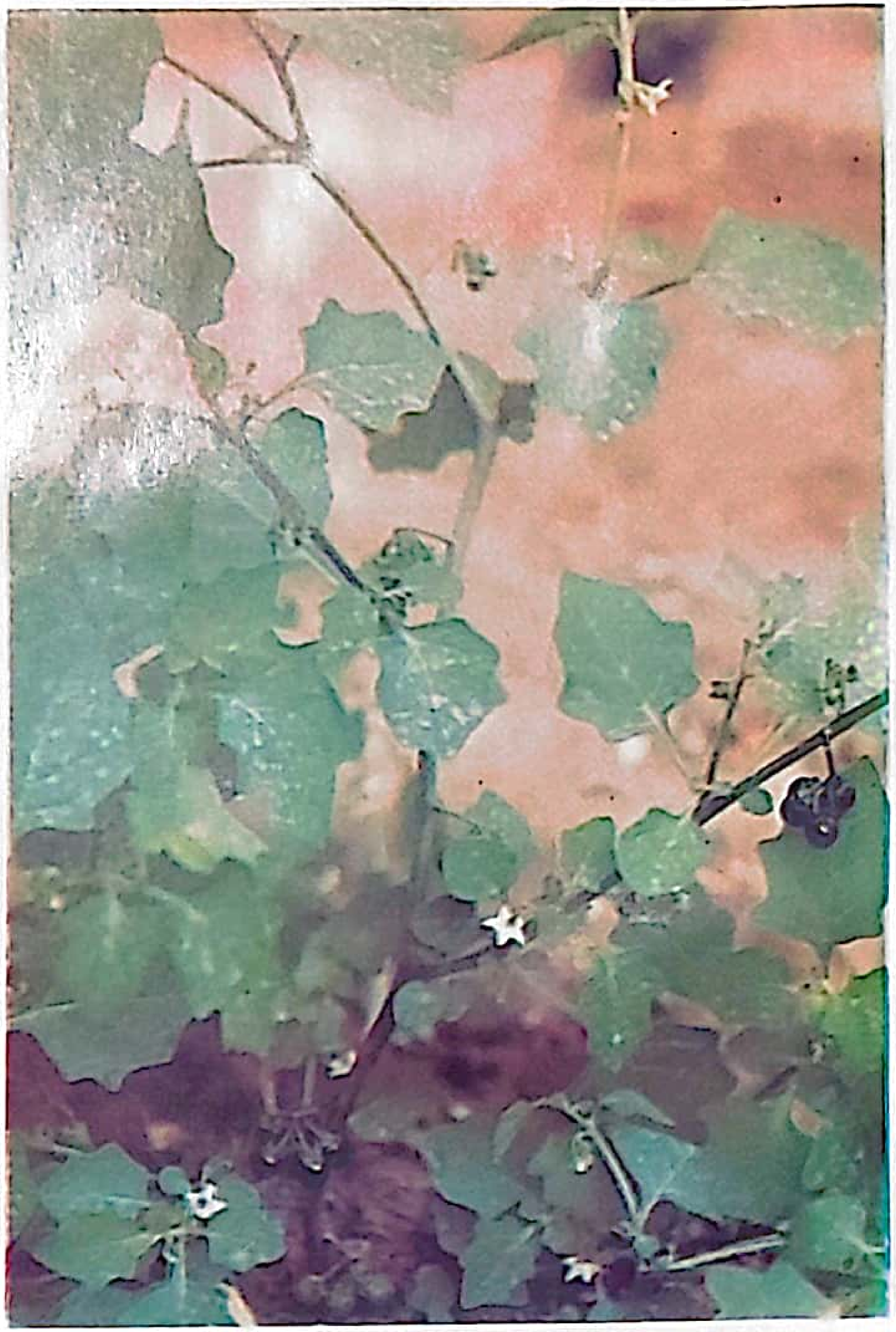

مکو سیاہ SOLANUM AMERICANUM سکردو، بلتستان

جون ۱۹۹۴ء بلندی : ۷٬۶۰۰ فٹ

یہ بلغمی مزاج والوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ بلغم، پیٹ کی تونذ، ابکائی، کھانسی اور ضعف اشتہاء کو دور کرتا ہے۔ اس کے ٹکڑوں کو پانی میں حل کر کے یہ پانی پلانے سے دھتورے کا زہر رفع ہوتا ہے۔

مکو

﴿ اردو: مکو ﴾ ﴿ فارسی: انگور سگ، انگور شغال، روباہ تورک، انگور روباہ ﴾ ﴿ عربی: عنب الثعلب، عنب الذئب، الحلو والمر، عنب الثعلب اسود ﴾ ﴿ ہندی: مکوئی ﴾ ﴿ پنجابی: کانچ ماچ، کینچ مینچ، کچ ماچ ﴾ ﴿ سنسکرت: کاک ماچی، کاکاماچی ﴾ ﴿ بنگلہ: کاک ماچی ﴾ ﴿ انگریزی: بٹر سویٹ۔ (bitter sweet) نائٹ شیڈ۔ (Nightshade) گارڈن نائٹ شیڈ (Garden nightshade)۔ بلیک نائٹ شیڈ (Black nightshade) ﴾

تاریخ :- سنسکرت نام کاکاماچی، جنگلی پھلا اور کنگنی مکو کی دونوں اقسام کے لیے بولا جاتا تھا۔ جب کہ عام طور پر یہ نام سولانم نائگرم (Solanum nigrum) کے لیے استعمال ہے۔ قدیم یونانی اطباء نے مکو کے عنوان تلے کئی قسم کے پودوں کے نام دیئے ہیں جیسے کانج وغیرہ لیکن مطلق طرلیدون یا سطرخین سے ان کی مراد مکو ہی ہے۔ جسے انگریزی میں نائٹ شیڈ یا گارڈن نائٹ شیڈ کہتے ہیں۔ قدیم ہندی اور یونانی اطباء یکساں طور پر اس پودے سے واقف تھے اور اسے اپنی ادویات میں استعمال کرتے تھے۔ ہندو اسے امراض قلب، امراض جلد، استسقاء، بواسیر، بخار اور سوزاک پر عام استعمال کرتے تھے اور اس کی تاثیر گرم سمجھتے تھے جب کہ حکماء اس کو ٹھنڈی تاثیر رکھنے والا کہتے تھے اور اسے گرم ورموں پر بطور لیپ استعمال کرتے تھے۔ لیکن چونکہ اس کے صرف ٹھنڈا یا صرف گرم ہونے پر بہت سے اعتراضات کئے جاتے تھے اس لیے کئی اطباء اسے مرکب القویٰ سمجھتے تھے۔

حاجی زین الدین عطار نے عنب الثعلب، روباہ تربک اور ساگ انگور کے عنوان تلے یونانیوں کی تقلید میں ۴ اقسام بیان کی ہیں لیکن اسی میں اس نے سرخی مائل دانوں والی جس قسم کا ذکر کیا ہے وہ یہی مکو (Solanum dulcamara) ہے جسے اس نے استسقاء میں بہت مفید بیان کیا ہے۔ دوسری قسم جس کے کالے دانے یا پھل ہوتے ہیں اس کو نہایت

زہریلی بیان کیا ہے۔ اس طرح طب کی تمام کتابوں میں اس کی کالی قسم نہایت زہریلی قرار دی گئی ہے۔ یہ قسم پہاڑی علاقوں میں عام ہوتی ہے۔ اس میں اور میدانی علاقوں کی سرخی مائل پھلوں والی مکو میں پتوں کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ میں نے اس کو پہاڑی علاقوں میں عام اگا ہوا دیکھا ہے ایک دوست کے باغ میں یہ خود رو اگی ہوئی تھی اس نے اس کے زہریلے ہونے کے بارے میں اس طرح تصدیق کی کہ اس کے بیان کے مطابق ایک تقریباً ۲ ماہ عمر کے مرغی کے چوزے نے اس کے سامنے اس کے چند پھل یعنی دانے کھائے اور وہیں تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ لیکن مجھے ایسے لوگ بھی ملے جنہوں نے اس کے پھلوں کو کھایا ہے اور پتوں کو ساگ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں لیکن ان کو فوائد کے علاوہ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ بہرحال اس کا مکمل تجزیہ آئندہ صفحات پر درج ہے۔

اقسام :- (۱) Solanum dulcamara

(۲) Solanum nigrum ❶

مکو سیاہ

Solanum nigrum

﴿ اردو : مکو سیاہ ﴾ ﴿ عربی : عنب الثعلب اسود ﴾ ﴿ انگریزی : گارڈن نائٹ شیڈ ﴾

---

❶ نوٹ :- گزشتہ ۱۵۰ سال سے پاکستان میں پائی جانے والی اقسام مکو سیاہ (S.nigrum) اور مکو سرخ (S.dulcamaza) کی جو شناخت کتب میں لکھی جاتی رہی ہے وہ یہی ہے جو کہ اس مضمون میں درج ہے۔ لیکن اب جدید ترین تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ پاکستان میں پائی جانے والی مکو کی تین انواع ہیں (1) S.americanum (2) S.nigrum (3) S.villosum جن میں پہلی دو انواع مکو سیاہ کی ہیں جب کہ تیسری مکو سرخ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ S.americanum کے پھولوں اور پھلوں کا گچھا چھتریا (umbel) نما ہوتا ہے اور یہ پودا گہرا سبز ہوتا ہے جب کہ S.nigrum کا پودا سیاہی مائل سبز ہوتا ہے اور اس میں کڑواہٹ بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہی پودا عموماً زہریلا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے پھول اور پھل ڈنڈی پر بکھرے ہوئے لگتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(Garden nightshade)، بلیک نائٹ شیڈ (Black nightshade)

شناخت :- یہ کھڑا ایک سالہ یا دو سالہ پودا ہے جس کی پتوں کی شکل اور پھلوں کے مختلف رنگوں پر مشتمل کئی اقسام ہیں۔ یہ پھیلی ہوئی اور زاویہ دار شاخوں پر مشتمل ۱ تا ۳ فٹ اونچا پودا ہے جس کی شاخیں گہری سبز یا سیاہی مائل سبز شاخیں ہوتی ہیں۔ تنا اور شاخیں نباتی ہیں۔ یہ پودا بغیر بالوں کے ہے جب کہ کچھ پودوں پر نرم بال بھی ملتے ہیں۔ یہ بال کم مقدار میں اور سادہ ہوتے ہیں۔ پودے میں کانٹے نہیں ہوتے لیکن چند ٹہنیوں کے جوڑوں میں ابھار سے ہوتے ہیں۔ پتوں میں ڈنڈی ہوتی ہے۔ یعنی یہ ڈنڈی دار ہوتے ہیں۔ یہ لمبوترے بیضوی ہوتے ہیں جو ۱ تا ۳ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ پتوں کے کناروں پر زائدے بڑھے ہوتے ہیں۔ جو دونوں جانب سے کم ہوتے جاتے ہیں۔ ان کی شکل بینگن کے پتوں سے ملتی ہے لیکن یہ ان سے سائز میں چھوٹے، نرم اور چکنے ہوتے ہیں۔ چند پودوں میں بیضوی پتے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جن کے کنارے باریک دندانے دار ہوتے ہیں۔

پھول ستارہ کی شکل کے اور چھوٹے چھوٹے سفید ہوتے ہیں۔ یہ پھول چھوٹے چھوٹے گچھوں میں ہوتے ہیں۔ کھلنے پر انکا رخ زمین کی طرف ہوتا ہے۔ یہ گچھا ایک ہی ڈنڈی سے پودے کے ساتھ جڑا ہوتا ہے جس میں سے گلدستہ کی طرح چھوٹی چھوٹی ڈنڈیاں ایک انچ تک لمبی نکلتی ہیں ہر ڈنڈی کے سرے پر ایک پھول ہوتا ہے۔ مند گل ۵ کونوں پر مشتمل ہے۔ پھول کی پتیاں گہرائی کی سمت ہوتی ہیں۔ زیرہ گل بہت چھوٹا اور بے نوک ہوتا ہے۔ پتیوں کا درمیانی شگاف آخر تک ہوتا ہے اس کا پھل گول انگور کے دانے کی طرح نرم اور مرچ سیاہ سے کچھ بڑا یا کالے چنے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا بیرونی چھلکا بالکل انگور کے چھلکے کی مانند ملائم ہوتا ہے جس کے اندر چھوٹے چھوٹے تخم اور رطوبت سی بھری ہوتی ہے۔ پھل تقریباً سیاہ ہوتا ہے جب کہ بعض اوقات پیلا یا ہلکا سرخ ہوتا ہے۔ کچا پھل سبز رنگ کا ہوتا ہے اس کی تین اقسام ہیں۔

Diploid (i)

Tetraploid (ii)

Hexaploid (iii)

مقام پیدائش :- تمام پاک و ہند، سری لنکا اور دنیا کے گرم مرطوب علاقوں کے علاوہ سرد علاقوں میں بھی ملتا ہے۔ زیر نظر تصویر سکردو سے حاصل کی گئی ہے جہاں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۳۵ سنٹی گریڈ اور کم سے کم منفی ۳۵ سنٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- مکو کے پودے کا کئی سائنسدانوں نے کیمیائی تجزیہ کیا ہے۔ کرنل چوپڑا نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ اس کے الکوحل میں تیار شدہ خلاصے میں چربیلے تیزاب (Fatty acids) گوند اور گلائیکو الکلائیڈ سولانائن (solanine) پائے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا قسم کے تمام پودے میں سولانائن نامی الکلائیڈ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں سولا سوڈائن (solasodine) گلوکو سائیڈز، سولا سونائن (solasonine) اور سولا مارماجائن (solamarmajine) پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسے الکلائیڈ بھی ملتے ہیں جن کی شناخت نہیں ہو سکی۔ چوپڑا سے قبل بھی کئی اشخاص سولانائن کی موجودگی دریافت کر چکے تھے لیکن حال ہی میں (۱۹۸۰ء) ڈاکٹر بوس اور گھوش نے اس کے کچے پھلوں میں ۰.۰۰۴% سولانائی ڈائن دریافت کیا جو کہ پکے ہوئے پھلوں میں موجود نہ تھا۔

مکو کے پختہ پھلوں، پتوں اور ٹہنیوں میں الکلائیڈز بہت کم مقدار (۰.۳% تک) میں پائے جاتے ہیں جب کہ بعض اوقات جڑوں میں بالکل نہیں ملتے۔ اس کے برعکس ان کی سب سے زیادہ مقدار کچے پھلوں میں (۶.۳۵%) ملتی ہے۔ اس کے علاوہ دوپہر کے اوقات میں یہ مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

تمام پودے میں سولامار جائن سب سے زیادہ اس وقت ملتا ہے جب اس کے پھول نکل رہے ہوتے ہیں۔ اور سولا سونائن پھل بننے کے وقت ملتا ہے۔ ان دونوں گلوکوسائیڈز کی سب سے زیادہ موجودگی کی اگست اور ستمبر کے مہینے میں نشاندھی کی گئی۔ سیاہ پھلوں میں اینتھرو سائینن (Anthrocyanin) کی شناخت بھی ہوئی ہے۔ لیکن اس پودے میں پایا جانے والا سب سے اہم الکلائیڈ سولانائن ہے جس کو ۱۸۲۱ء میں سب سے پہلے اس کے پھلوں میں دریافت کیا گیا تھا۔ جب اس کو مزید تحلیل کیا گیا تو ایک نیا مرکب سولانائی ڈائن (Solanidine) اور گلوکوز کے تین سالمے حاصل ہوئے۔

Scanned with CamScanner

سولانائن خوبصورت شفاف ریشمی سوئی جیسی قلموں کی صورت میں حاصل ہوتا ہے جسے خوردبین سے دیکھیں تو یہ چہار پہلو مستطیل منشور نظر آتا ہے۔ جب اسے گرم کیا جائے تو یہ زرد رنگ کا ہو جاتا ہے۔ اور ۲۳۵ سنٹی گریڈ پر پگھل جاتا ہے۔ یہ بے بو اور ذائقہ میں ہلکا سا کڑوا اور ناگوار ہوتا ہے۔

طب یونانی میں آب مکو مروق یعنی مکو کا پھاڑا ہوا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مکو کے پودے کو کچل کر اس کا رس نکالا جاتا ہے اور پھر اس وقت تک ابالا جاتا ہے جب تک پانی ہلکا سرخ نہ ہو جائے۔ پھر اس پانی کو مقطر کر لیا جاتا ہے۔ اس پانی میں سرخی سولانائن کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مکو

Solanum dulcamara

﴿ عربی : عنب الذئب' الحلو والمر ﴾ ﴿ انگلش : بٹر سویٹ' نائٹ شیڈ (nightshade bitter sweet) ﴾

اس مکو کے تینوں نام اس کے ذائقے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جب اس کا پھل کھایا جائے تو وہ ابتدا میں ہلکا سا کڑوا اور پھر میٹھا سا محسوس ہوتا ہے۔

شناخت :- یہ چوبی تنے کا ایک اٹھتا ہوا پودا ہے جس میں کافی زیادہ تعداد میں ملائم اور بغیر بالوں کے پھیلی ہوئی گھنی نباتی شاخیں ہوتی ہیں۔ بعض پودوں میں شاخوں پر تھوڑا سا رواں ہوتا ہے۔ اس کے پتے بیضوی یا لمبوترے بیضوی ہوتے ہیں۔ پتے کے کنارے پر کان کی لو کی مانند بڑھے ہوئے زائدے ہوتے ہیں۔ بالکل بینگن کے پتوں کی مانند۔ یہ پتے بربط نما بھی ہو سکتے ہیں۔ پھولوں کا گچھا ایک ڈنڈی کے ذریعے ٹہنی سے جڑا ہوتا ہے اور یہ ڈنڈی کافی لمبی ہوتی ہے۔ جب کہ اس ڈنڈی کے آگے وہ ڈنڈیاں جن میں سے ہر ایک کے سرے پر پھول لگا ہوتا ہے کافی لمبی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے گچھا کھلا کھلا سا ہوتا ہے۔ اور پھل بننے کے بعد یہ گچھا مکو سیاہ کی نسبت بڑا اور کھلا اور ڈھیلا ڈھالا سا ہوتا ہے۔ مسند گل چھوٹا اور بے نوک ہوتا ہے جب کہ پھول کی پتیوں کا اندرونی حصہ (Corolla) جامنی رنگ کا ہوتا ہے۔

پھل مکو سیاہ کے پھل کی طرح ملائم اور سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ جو ۴/۱ انچ قطر کا ہوتا ہے

جس کے اندر لعاب اور ۱۶/۱ انچ قطر کے ملائم تخم بھرے ہوتے ہیں۔ اس کا ذائقہ پہلے کڑوا اور پھر میٹھا محسوس ہوتا ہے۔ تازہ پودے سے گندی اور ناگوار بو آتی ہے۔ جب پودا خشک ہوتا ہے تو یہ بو ختم ہو جاتی ہے۔

مقام پیدائش :- سلسلہ کوہ ہمالیہ کے گرم مرطوب خطے' یورپ' وسطی ایشیا اور پاکستان میں عام ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- اس پودے میں بھی سولانائن نامی الکلائیڈ پایا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور گلوکو سائڈ ڈلکا مارین (Dulacamarin) بھی ملتا ہے۔ یہ نام اسے (Wittstein) نے اس لیے دیا تھا کیونکہ اس کی شاخوں میں ایک نائٹروجنی جزو پایا جاتا ہے۔ یہ جزو الکوحل میں حل پذیر ہے۔ اس کا ذائقہ پہلے کڑوا اور پھر میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ ہلکے تیزابوں کے ساتھ تعامل کرنے پر ڈلکا مارین ایک مادے ڈلکا ماری ٹن (Dulcamaretin) اور گلوکوز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

زہریلے اثرات :- مکو کے پودے اور خاص طور پر مکو سیاہ کے پھلوں میں زہریلے اثرات کا بھی مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس کے اثرات زیادہ عمر کے لوگوں پر واضح نہیں ہیں لیکن جیسا کہ میں مضمون کے شروع میں نشاندہی کر چکا ہوں یہ چھوٹے جانوروں پر یقیناً زہریلے اثرات رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی دونوں انواع اور تیسری نوع جسے ہم آلو جیسی عام سبزی کی حیثیت سے جانتے ہیں سے یورپ میں زہر خورانی کے واقعات مشاہدہ کئے جا چکے ہیں۔ خاص طور پر جب آلو کی شاخیں پھوٹنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاخیں پھوٹے ہوئے آلو یا اس کے پتے کھانے سے منع کیا جاتا ہے۔ مکو کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس کا پودا پھوٹنے سے لے کر پھلوں کے پکنے تک اس کے الکلائیڈ اور ان کے اثرات جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لیے پودے کی نمو کے مختلف مرحلوں میں یہ ڈنڈی' شاخوں' پتوں اور پھر پھلوں میں پائے جاتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ اگر مکو یا آلو کو پکایا جائے تو ان کے زہریلے اثرات زائل ہو جاتے ہیں اور یہ بات عام مشاہدہ میں ہے کہ اطباء مکو کے پتوں کا ساگ اور اس کا ابالا ہوا پانی عام طور پر تجویز کرتے ہیں لیکن کبھی کوئی نقصان سننے میں نہیں آیا۔ البتہ

Scanned with CamScanner

گزشتہ سال (۱۹۹۶ء) ایک (۳۵ سالہ) مریض میرے مشاہدہ میں آیا جس نے مکو کے پورے پودے (پھل پھول سمیت) کا تیز عرق کشید کیا اور اس میں سے ایک کپ (۱۰۰ گرام) پیا پینے کے ۱۵ منٹ بعد یک دم اس کو شدید کمزوری لاحق ہو گئی اور فالجی کیفیت طاری ہو گئی۔ نظر دھندلا گئی اور غنودگی چھا گئی۔ البتہ اسہال نہیں ہوئے نبض انتہائی سست اور جلد چپچپی ہو گئی۔ اسے فوراً تیز پتی کا قہوہ ہمراہ جواہر مہرہ ۱۰۔ ۱۰ منٹ کے وقفے سے دیا جس سے وہ ایک گھنٹہ کے بعد ٹھیک ہو گیا۔

برٹن براؤن (Burton brown) نے "پنجاب کے زہر" نامی کتاب میں مکو سیاہ (S. Nigrum) کے پھل کھانے سے تین بچوں کے ہلاک ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کی جو علامات مشاہدہ کیں انہیں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ سب سے پہلے قے شروع ہوتی ہے جس کے ساتھ ہی کمزوری اور بیماری کا احساس ہونے لگتا ہے۔ شدید پیاس لگتی ہے اور پیٹ میں درد ہونے کے بعد اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر سردرد شروع ہو جاتا ہے اور چکر آنے لگتے ہیں۔ آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں اور دھندلا نظر آنے لگتا ہے۔ شدید اضطراب ہوتا ہے اور تشنج شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور آخر میں غنودگی طاری ہو جاتی ہے اور مریض بے ہوشی کی نیند سو جاتا ہے اور اسی بے ہوشی میں چل بستا ہے۔

مندرجہ بالا تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ واقعی سیاہ پھل زہریلا ہے لیکن اس میں کون سا جزو زہریلا ہے اور اس کی مقدار خوراک کتنی ہے یہ واضح نہیں۔ دیکھا جائے تو مکو سیاہ میں سب سے بڑا جزو سولانائن ہے جو کہ مکو سرخ اور آلو میں بھی پایا جاتا ہے اور یہ دونوں پودے بھی نقصان دہ ثابت ہو چکے ہیں اور سولانائن جنس سولانم (Solanum) کی ۹۔ انواع اور جنس (Scopolia) کی ۳ انواع میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے انہیں کچا استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اچھی طرح پکا کر استعمال کریں۔

افعال و خواص :- طب یونانی میں امراض جگر پر مکو کا استعمال ایک مستند حیثیت رکھتا ہے اور اس کا استعمال جگر کی خرابی' بڑھ جانے' اس کے اندر سدے پیدا ہو جانے یا ورم ہو جانا پر ہی استعمال نہیں کرایا جاتا بلکہ جگر کے خراب ہو جانے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے امراض

مثلاً سوالقینہ' استسقاء' یرقان وغیرہ میں اس کا استعمال ایک یقینی دوا کی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں صفراوی خارش' غدد کا بڑھ جانا' بندش بول' تقطیر البول اور صفراوی ورموں میں اس کا پھاڑا ہوا پانی یا عرق کو بطور دوا یا بدرقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مکو کا کچا پانی سخت قے آور ہے۔

اس کے پتوں کا لیپ ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ اس کے رس سے غرغرہ کرنا خناق' ورم حلق' دانتوں اور گلے کے درد کو مفید ہے۔ پتوں کو پیس کر رحم میں رکھنے سے' اس کے جوشاندہ کا رحم میں ڈوش کرنے یا کسی دوائی کو مکو کے پانی میں حل کر کے رحم میں لگانے سے' رحم کے ورم' زخم اور پیپ کو دور کرتا ہے۔ عرق مکو یا تخم مکو کا جوشاندہ ادرار بول کرتا ہے۔ گردہ اور مثانہ کے گرم ورم اور زخموں کو صاف کرتا ہے۔

فارماکوپیا آف انڈیا کے سپلیمنٹ میں محی الدین شریف نے مکو کے پتوں کے پھاڑے ہوئے پانی کو عظم جگر کے لیے ایک نہایت کار آمد دوا قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام برصغیر میں اس کی کونپلوں کو بطور ساگ پکا کر امراض جگر و طحال میں کھایا جاتا ہے۔

گلو TINOSPORA CORDIFOLIA اسلام آباد

جولائی ۱۹۹۲ء

Family: Menispermaceae

گلو

Tinospora cordifolia

﴿ اردو، ہندی، بنگلہ، کشمیری، سندھی: گلو ﴾ ﴿ فارسی: گل بیل ﴾ ﴿ پنجابی: گرم، گڑ، بٹنڈو ﴾ ﴿ انگلش: Heart leaved moon seed ﴾

تاریخ:- گلو کو سینکڑوں سالوں سے اطباء اور وید اپنے استعمال میں لا رہے ہیں۔ سنسکرت میں اس کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ جن کا مفہوم "قاطع صفراء" اور "ویدوں کی پسندیدہ" وغیرہ ہے۔ وید اسے سرد خشک تسلیم کرتے ہیں۔ اور اطباء کے نزدیک یہ درجہ اول میں گرم خشک ہے جب کہ عام لوگ اسے بخار کی مستند دوا سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اسے مقوی قلب اور مقوی بدن کہتے ہیں۔ اس کے تازہ رس اور پکھان بید کو وید شہد کے ہمراہ سوزاک کے مریضوں کو دیتے تھے۔ ہندوستان کے صوبہ گجرات میں لوگ اس کی لکڑی کے ٹکڑوں کی مالا یرقان کے مریض کے گلے میں ڈالتے تھے۔ جس طرح آج بھی لوگ اٹ سٹ کی جڑ کے ٹکڑوں کی مالا بنا کر یرقان کے مریضوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ اس کا پودا برصغیر میں بہت عام ہے۔ اس کے پتے اور ٹہنیاں ہاتھیوں کا من بھاتا کھاجا ہیں۔ سکم کے پہاڑی علاقوں میں لوگ اپنے جانوروں کے پیٹ میں درد دور کرنے کے لیے اسے کھلاتے ہیں۔ پچھلی صدی کے آغاز میں یورپ کے لوگ اس پودے کی خصوصیات سے آگاہ ہوئے اور اس کو استعمال کر کے اس کی تعریف کی لیکن یورپ میں اس کا استعمال عام نہیں ہے۔

شناخت:- گلو کی بیل بالکل پان کے پتوں کی طرح قلب نما اور ویسے ہی سائز اور شکل و صورت رکھنے والے پتوں کی وجہ سے بہت آسانی سے شناخت ہو جاتی ہے۔ اس کی دوسری شناخت یہ ہے کہ اس کی ٹہنیاں کاٹ دینے کے بعد بھی کافی عرصہ تک صحیح رہتی ہیں اور ان کو کسی پودے پر ڈال دیا جائے تو یہ زندہ رہتی ہیں اور جیسے ہی بارش کا موسم شروع ہوتا ہے

ان سے شگوفے پھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور ایک شاخ نما جڑ نیچے کی طرف بڑھ کر زمین میں چلی جاتی ہے۔ اور بیل مستحکم ہو کر بے حساب پھیلنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ جس پودے یا درخت پر ہو عموماً اسے پوری طرح ڈھک لیتی ہے۔ ٹہنیاں نرم اور رس دار ہوتی ہیں جن سے دھاگے کی طرح لمبی جڑیں نیچے لٹکی ہوتی ہیں۔ ٹہنی کی چھال کاغذ کی طرح پتلی' خاکستری یا کریم کلر سفید ہوتی ہے۔ یہ ٹہنیاں اکثر ایک دوسرے کے ساتھ بل کھائی ہوتی ہیں۔ لکڑی نرم' سفید اور مسام دار ہوتی ہے۔ جب اس کو تراشا جائے تو وہ جگہ ہوا لگنے سے ہلکے پیلے رنگ کی جھلک دیتی ہے شاخیں چکنے شفاف مکمل ۵ تا ۱۰ سنٹی میٹر قطر کے قلب نما نوکیلے ڈنڈی دار پتوں سے بھری ہوتی ہیں۔ پھول سبزی مائل پیلے ہوتے ہیں۔ نر پھول لمبوترے گچھوں کی صورت میں مضبوط ڈنڈی دار شاخ پر لگے ہوتے ہیں جبکہ مادہ پھول اکثر اکیلے ہوتے ہیں۔ اس کو سرخ رنگ دانوں کے گچھوں کی صورت میں پھل لگتے ہیں۔ جو ایک سنٹی میٹر قطر کے ہوتے ہیں۔ پودے کا رس گاڑھا لیس دار اور ہلکے پیلے رنگ کا ہوتا ہے جس سے کیچڑ کی مانند مخصوص بو آتی ہے۔ اور اس کا ذائقہ سخت کڑوا اور متلی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس پر پھول موسم برسات اور موسم بہار میں آتے ہیں۔

پودے کو کچل کر پانی میں چند یوم بھگو کر چھان لیں اور وہ پانی ہلکی آنچ پر اڑا لیں تو ہلکا سبزی مائل سفید اور تھوڑا سا کڑوا نشاستہ حاصل ہوتا ہے جسے ست گلو کہتے ہیں۔

مقام پیدائش :- شمال مغربی صوبہ سرحد' پنجاب اور سندھ میں اس کی بیل کاشت کی جاتی ہے نیز اسے خوبصورتی اور ہریالی کی وجہ سے گھروں میں شوقیہ بھی لگایا جاتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ :- اس میں ایک جوہر بربیرین (Berberine)' تلخ مادہ (bitter principle) گلوان (giloin) اور گلو ای نن (gilenin)۔ گلو سیٹرول (gilo sterol) پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ رال دار مادے (resin) ' موم (wax) اور شکر کے اجزاء بھی ملتے ہیں۔ تلخ مادہ نیم جامد حالت میں دستیاب ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ طب اور وید ک کا بہت اہم پودا ہے لیکن اس کے متعلق کوئی خاص تحقیقات نہیں ہوئیں۔ صرف ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی نے ۱۹۴۹ء میں اس پر کئے گئے کام کو کچھ آگے بڑھایا ہے۔

افعال و خواص :- گلو ہر قسم کے بخاروں خصوصاً صفراوی اور سوداوی بخاروں کو دور کرنے کے لیے مشہور ہے۔ چونکہ یہ ایک بیل ہے اور بیلوں میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جس درخت پر چڑھتی ہیں اس کا رس چوسنے کی وجہ سے ان میں اس کی خصوصیات اپنی خصوصیات کے علاوہ بھی ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بطور مصفی خون اور دافع بخار نیم کے پیڑ پر چڑھی گلو نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ خاص طور پر پرانے اور مرکب بخاروں میں نہایت مفید ہے۔

خزائن الادویہ میں لکھا ہے کہ "جب ذیابیطس کا عارضہ جم جائے تو پیشاب پر مکھیاں جمع ہونے لگتی ہیں اور چیونٹیاں اس میں پڑتی ہیں۔ ایسی حالت میں گلو کا سفوف کر کے اور ہموزن کھانڈ ملا کر نہار منہ دو کف دست (ڈیڑھ تولہ) ہر روز کھانے سے بہت نفع ہوتا ہے اس باب میں بے مثل ہے۔" قرابادین دکائی میں بھی گلو اور شکر تری ذیابیطس کے لیے مفید بیان کی گئی ہے۔

اس کو مقوی معدہ و بدن سمجھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے رس میں شہد ملا کر پلانے سے طاقت بڑھتی ہے۔ زخم معدہ اور انتڑی میں بھی یہ رس بہت فائدہ کرتا ہے اور زخموں کو بھرتا ہے اور یرقان کے لیے بہت نفع بخش ہے۔

ڈاکٹر میر فضل علی کے مجربات میں سے ہے کہ "گلوئے سبز تین تولہ آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ سات تولہ باقی رہ جائے تو سات ماشہ شہد ملا کر روزانہ پئیں تو ایک ہفتہ میں یرقان زرد جاتا رہے گا۔"

گندنا ASPHODALUS TENUIFOLIUS اسلام آباد

مارچ ۱۹۸۶ء

Family: Liliaceae

پیازی (گندنا)

Asphodalus tenuifolius

﴿ اردو: گندنا، پیازی، پوغاٹ ﴾ ﴿ عربی: کراث المعار، خنثیٰ ﴾
﴿ انگریزی: .King's rod ، Silver Rod ﴾

تاریخ :۔ ہسٹری آف پلانٹس میں لکھا ہے کہ قدیم یونانی اس کی جڑیں کھایا کرتے تھے شائد پہلے گندنا کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قدیم یونانی اس کو بطور دوا بھی استعمال کرتے تھے۔ اس کی تاریخ ۸۰۰ سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ تب سے اسے یورپ اور ایشیاء میں بطور غذا استعمال کیا جا رہا ہے۔ یورپ سے ہندوستان تک اس کی کئی اقسام ہیں۔ عربی اور فارسی حکماء نے اس کی سفید پھولوں والی قسم کو خنثیٰ کا نام دیا ہے۔

شناخت :۔ یہ چھوٹا سا تقریباً ایک تا ڈیڑھ فٹ بلند پودا ہے جو کہ گندم اور چنے کے کھیتوں میں بطور بوٹی اس قدر زیادہ تعداد میں اگتا ہے کہ بعض اوقات اس کی تعداد اصل فصل کی تعداد سے بڑھ جاتی ہے۔ پاکستان کے تمام کسان اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ موسم بہار میں تقریباً ہر علاقے میں مل جاتا ہے۔ یہ بالکل پیاز یا لہسن کے پودوں کی طرح ہوتا ہے۔ پتے بالکل پیاز کی طرح گول ڈنڈیاں سی ہوتی ہیں جو درمیان سے نرم اور خالی ہوتے ہیں۔ پتوں کے درمیان سے شاخیں پتلی اور سیدھی نکلتی ہیں۔ یہ شاخیں بھی نرم اور سبز ہوتی ہیں۔ شاخوں پر سبز رنگ کی گول چھوٹی چھوٹی کلیاں لمبائی کے رخ نیچے سے اوپر تک لگتی ہیں۔ اس کو چھوٹے چھوٹے کٹورا نما سفید رنگ کے پھول لگتے ہیں جو پانچ پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کی جڑیں پتلی اور باریک سفید دھاگوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ پھولوں کی جگہ ڈوڈیاں لگتی ہیں جن میں پیاز کی مانند لیکن خاکستری رنگ کے تخم لگتے ہیں۔

خزائن الادویہ میں گندنا کے باب میں اس کی شناخت کچھ اس طرح لکھی ہے "اس کے

پتے پیاز کی طرح ہوتے ہیں۔ تیز اور بدبودار ہوتا ہے۔ سال بھر اس کا درخت رہتا ہے۔ جب پورا پودا بڑھ جاتا ہے تو اس میں سے ایک شاخ نکلتی ہے۔ اس شاخ کے سرے پر بیج اور پھول پیاز کے سے ہوتے ہیں۔ کراث العقل اور کراث المائدہ اسی کے نام ہیں۔ یہ قسم پکی اور کچی دونوں طرح سے کھائی جاتی ہے اور جو گندنا موسم بہار کے اول اور جاڑوں کے آخر میں جمتا ہے اس کی گٹھی پیاز کی طرح ہوتی ہے اور کراث شامی اسی کو کہتے ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کی گانٹھ کا سر چھوٹا اور گردن پتلی اور دوسری قسم کا سر بڑا اور گردن چھوٹی ہوتی ہے۔ مطلق کراث یا گندنا اسی کو کہتے ہیں۔

القانون کی بعض شرحوں میں گندنے کی دو قسمیں شامی اور بغدادی بیان کی گئی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ گندنا شامی کھانوں میں مستعمل ہے۔ یہی کراث المائدہ ہے۔ جب کہ بغدادی دواؤں میں داخل ہے۔ گیلانی نے لکھا ہے کہ گندنا پہاڑی بھی ہوتا ہے' جو تین قسم کا ہے۔ اس میں سے سفید کو فراسیون کہتے ہیں' دوسری قسم کو بلوطی اور تیسری کو اسطاخیس کہتے ہیں۔"

پاکستان میں پائے جانے والے گندنا اور خزائن الادویہ میں درج گندنا کے پودے میں فرق یہ ہے کہ پاکستانی گندنا سارا سال نہیں رہتا بلکہ یہ گندم کے ساتھ پیدا اور اسی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے یعنی یہ موسمی بوٹی ہے۔ دوسری شناخت جو لکھی ہے کہ اس کی شاخ کے سرے پر پیاز کی طرح پھول لگتے ہیں۔ حالانکہ پیاز پر پھولوں کا گچھا لگتا ہے (جس کی تصویر پیاز کے مضمون میں ملاحظہ کر سکتے ہیں) جب کہ گندنا میں پھول ٹہنی پر لمبائی کے رخ ایک ایک اوپر نیچے لگتے ہیں۔ تیسرا فرق جو پاکستانی اور شامی گندنا کا ہے وہ یہ کہ شامی گندنا کے نیچے پیاز کی طرح گٹھی سی ہوتی ہے۔ جب کہ یہاں پائے جانے والے گندنا میں جڑیں ہوتی ہیں اور یہ جڑیں بالکل پیاز یا لہسن کے نیچے پائی جانے والی جڑوں جیسی ہوتی ہیں لیکن اس کے اوپر گٹھی نہیں ہوتی۔

اس بات سے واضح ہے کہ مولوی نجم الغنی رامپوری صاحب نے عربی کتب سے شام، اور عرب نیز یورپی گندنا کی شناخت تو لکھ دی ہے لیکن اپنے ملک میں وافر پائے جانے والے عام پودے کی شناخت بیان نہیں کر سکے۔ میں نے ان کا بیان اس لیے درج کر دیا ہے کہ تمام

کتب میں وہی شناخت درج ہے اس طرح ہمیں اپنے ملک میں پائے جانے پودے کے علاوہ شام' عراق' یونان اور اٹلی میں ملنے والے گندنا کی شناخت بھی ہو جائے۔

حکیم رام لبھایا کی بیان الادویہ میں اس کی شناخت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "لہسن یا پیاز کی طرح اس کے پتے' تخم اور پھول ہوتے ہیں لیکن پتے' تخم اور پھول پیاز کے تخم سے کچھ چھوٹے اور باریک ہوتے ہیں۔ اس کی جڑ میں پیاز کی طرح گانٹھ نہیں ہوتی بلکہ اس میں چند جڑیں ہوتی ہیں۔ یہ گندم اور چنے کے کھیتوں میں خود رو پیدا ہوتا ہے۔ اس کا لاطینی نام (Allium ampeloprasum) اور خاندان (Liliaceae) ہے۔"

یاد رہے کہ حکیم صاحب نے اس کی شناخت تو تقریباً صحیح لکھی ہے لیکن اس کے نباتی نام میں غلطی کی ہے۔ بے شک گندنا' پیاز اور لہسن ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن پیاز اور لہسن کی جنس (Allium) ہے جب کہ گندنا کی جنس (Asphodelus) ہے۔

مقام پیدائش :- تمام برصغیر پاک و ہند کے میدانی علاقے' بنگلہ دیش' افغانستان' ایران' عراق' عرب' شام اور یونان تک اس کی اقسام پائی جاتی ہیں۔

اقسام :-

(1) Asphodalus fistulosus

(2) Asphodalus tenuifolius

(3) Asphodalus ramoeus

افعال و خواص :- گندنا گرم خشک اثرات کا حامل ہے۔ ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ مقوی باہ ہے لیکن ردی بخارات اور ریاح پیدا کرتا ہے۔ ملین ہے' پاخانہ کھول کر لاتا ہے۔ زیادہ استعمال کرنے سے آنکھوں میں دھندلا پن پیدا کرتا ہے۔ اور حواس پراگندہ کرتا ہے۔ اس کی ہر قسم نفاخ اور دیر ہضم ہے اس لیے اسے اس طرح پکانا چاہیے کہ اسے ابال کر ایک دو مرتبہ پانی پھینک دیں' پھر نچوڑ کر پکائیں۔ ایسی صورت میں نفخ کم ہو گا اور مزیدار بھی ہو گا۔ یہ بواسیر میں خصوصیت سے مفید ہے اور اس کے زیادہ تر مرکبات بھی بواسیر کو دور کرنے والے ہیں جیسے حب مقل' اطریفل مقل دوائے بواسیر بہ نسخہ خاص وغیرہ۔ قولنج کو رفع کرتا ہے۔ اس

Scanned with CamScanner

کے رس کا حقنہ بھی کیا جاتا ہے۔ باہ کو قوت دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی بغدادی قسم قوت باہ کے حق میں اتنی مفید ہے کہ نامرد محض کو مرد بنا دیتی ہے۔ گرم مزاج اشخاص کو نقصان پہنچاتا ہے اور پریشان خواب دکھائی دیتے ہیں ہمیشہ کھانے سے نظر خراب ہو جاتی ہے۔ خالص روغن بلسان کی شناخت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ گندنا کے پتے کو روغن بلسان سے آلودہ کر کے آگ پر رکھیں اور اگر بھڑک اٹھے اور روشن ہو جائے تو اصلی اور خالص ہے۔ اس کو کھانا کھانے کے بعد اگر کھائیں تو ترشی معدہ کے لیے مفید ہے۔

مجربات

منفجر اورام:- تخم گندنا ۹ حصہ گڑ پرانا ایک حصہ چند قطرے پانی ملا کر اچھی طرح کوٹ کر نرم کر لیں اور ٹکیہ بنا کر ورم کے مقام پر نیم گرم باندھ دیں۔ اگر ورم ابتدائی حالت میں ہو گا تو بیٹھ جائے گا اور اگر پختہ ہو گا تو پھٹ جائے گا۔

ملٹھی GLYCYRRHIZA GLABRA اسکولی زرد، کے ٹو
بلندی ۹۰۰۰ فٹ

Family: Leguminosae

ملٹھی

Glycyrrhiza glabra

﴿ اردو' پنجابی' ہندی: ملٹھی ﴾ ﴿ عربی: السوس' اصل السوس (جڑ) ﴾ ﴿ فارسی: مہک' بیخ مہکا (جڑ) ﴾ ﴿ سندھی: مٹھی کٹھی ﴾ ﴿ پشتو: خوشا واگی ﴾ ﴿ انگلش: Liquorice ﴾ Sweet wood.

تاریخ:- ملٹھی کو بطور دوائی ہزاروں سالوں سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ قدیم چینی علم الادویہ میں اسے خاص اہمیت حاصل تھی اور چین کے لوگ سمجھتے تھے کہ اس کا مسلسل استعمال عمر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ وہ اسے پیاس' بخار' کھانسی' درد اور ضیق النفس میں استعمال کراتے تھے۔ وہاں آج بھی اس کے کئی مرکبات ادویات کی دوکانوں پر عام ملتے ہیں۔

ملٹھی ویدک میں بھی ایک اہم مقام رکھتی ہے اور سشرت میں اس کی جڑوں کو "یاشتی مدھو" یا "مدھوکس" کے نام سے پکارا گیا ہے ایران میں بھی خراسان اور بدخشاں کے ضلعوں میں ملٹھی کثرت سے ہوتی ہے اور ایران میں تقریباً ۱۰۰ سال قبل شیشہ ڈھالنے والی بھٹیوں کے نیچے اس کی لکڑی کو جلایا جاتا تھا کیونکہ اس کی حرارت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں اس کے پودے کو "مہک" یا "مدھو" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ابو حنیفہ دینوری بھی سوس کے نام سے ملٹھی کا ذکر اپنی کتاب میں کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی ادویات میں اس کے استعمال کا ذکر کیا ہے بقول ان کے ملٹھی کی جڑیں میٹھی اور اس کی لکڑی کڑوی ہوتی ہے۔ عربوں میں نبیذ نامی مشروب بناتے وقت اس کے پتے بھی شامل کئے جاتے تھے تاکہ اس کا اثر تیز ہو جائے۔ جب کہ آج بھی وہاں ملٹھی کا جوشاندہ پیا جاتا ہے۔

قدیم مصر' یونان اور روم میں بھی یہ بہت زیادہ استعمال کی جاتی تھی۔

برطانیہ میں اس کی کاشت ۱۶ ویں صدی میں شروع ہوئی لیکن اس بات کی شہادت ملی ہے کہ قرون وسطٰی میں یہ وہاں بہت زیادہ استعمال ہوتی تھی۔ اور اس کی مقبولیت میں آج بھی

ملٹھی GLYCYRRHIZA GLABRA اسکولی نزداکے نو

بلندی ۹۰۰۰ فٹ

Scanned with CamScanner

کوئی فرق نہیں آیا۔

مخزن الادویہ میں اس کی مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف اس کی مصری قسم کو سب سے بہترین گردانتا ہے جب کہ اس کے بعد شامی اور پھر عراقی قسم بہتر سمجھی جاتی ہے۔ جب کہ جدید تحقیق کے مطابق چین میں پیدا ہونے والی ملٹھی (G. malensis) اپنے اثرات کے لحاظ سے بہترین ہے۔

شناخت:۔ یہ کثیر سالہ شاندار جھاڑی نما بوٹی ہے جو تین تا پانچ فٹ بلند ہوتی ہے۔ اس کے پتے غیر مساوی پرہ دار ہوتے ہیں۔ جن میں متقابل پتیوں کے ۷ تا ۹ جوڑے لگتے ہیں یہ پتیاں یا برچھے بیضوی ہوتے ہیں۔ شاخوں کے درمیان پھولوں کا خوشہ نکلتا ہے جس کی لمبائی ۲۰ سنٹی میٹر یا آٹھ انچ تک ہوتی ہے۔ اس پر متبادل پھول لگتے ہیں۔ پھول بنفشی رنگ کے ڈھیلے گچھوں کی صورت میں لگتے ہیں۔ چونکہ ملٹھی کا تعلق لیگومینسی (leguminosae) یعنی مٹروالے خاندان کے ذیلی خاندان پاپیلیونیٹی (Papilionatae) سے ہے۔ اس لیے اسے پھول بھی مٹر کے پھول ہی کی طرح کا لگتا ہے جس میں پانچ عدد پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ یہ پھول تتلی نما ہوتا ہے جس میں ایک بڑی پنکھڑی اور دو جانبی آزاد پنکھڑیاں یعنی پر ہوتے ہیں۔ جب کہ نچلی دو پنکھڑیاں مل کر کشتی نما عضو تیار کرتی ہیں۔ پھول کا رنگ بنفشی ہوتا ہے۔ بڑی پنکھڑی ۵ ملی میٹر تا ایک سنٹی میٹر لمبی ہوتی ہے جس کا اکامہ نوکدار ہوتا ہے۔ پھول ۸ / ۳ انچ یا ایک سنٹی میٹر لمبا ہوتا ہے۔ اس میں گچھوں کی صورت میں چھوٹی چھوٹی چپٹی سیدھی یا خمدار بھورے رنگ کی پھلیاں لگتی ہیں جن میں بیجوں کے خانے ابھرے ہوتے ہیں۔ ان میں چھوٹے چھوٹے دال نما ۲ تا ۴ بیج فی پھلی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بیج پوری طرح گول نہیں ہوتے۔ ان کا رنگ خاکستری ہوتا ہے۔

زمین کے نیچے کافی گہری ۵ تا ۶ فٹ لمبی جڑ ہوتی ہے جب کہ اسی قدر لمبی زمین ساق ہوتی ہے۔ یہ تنے کی قسم ہے جو زمین کے نیچے افقی حالت میں بڑھتا ہے اور اس سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نئے پودے اگتے جاتے ہیں۔ اس تنے سے مزید لمبی یا چھوٹی زمین دوز شاخیں نکلتی ہیں۔ یہ کافی تعداد میں ہوتی ہیں لیکن زمین میں زیادہ گہرائی تک نہیں جاتیں۔ جڑ اور زمین تنا یا زمینی ساق کی بیرونی سطح پر لمبائی کے رخ جھریاں پڑی ہوتی ہیں۔ ان کی بیرونی

سطح بھوری جب کہ اندرونی سطح پیلی ہوتی ہے۔ ان کو چبانے سے ان میں ایک ناگوار متلی پیدا کرنے والی بو کے ساتھ مٹھاس پائی جاتی ہے۔ یہ جڑیں ۴ تا ۶ سال کے بعد کھود کر نکالی جاتی ہیں۔

مقام پیدائش:۔ سپین، اٹلی، یونان، انگلینڈ، بیلجیم، فرانس، جرمنی، امریکہ، وسطی اور جنوبی روس، عراق، مصر، شام، ترکی، پاکستان، افغانستان اور ایران میں اس کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں۔ پاکستان میں صوبہ سرحد، سندھ اور پنجاب میں کاشت کی جاتی ہے جب کہ بلوچستان (ہرنائی) اور شمالی علاقہ جات (گاکوچ، شگر، اسکولی، کواردو) میں خود رو اگی ہوئی ملتی ہے۔ اور یہاں کی ملٹھی سب سے بہترین ہے۔

پاکستان میں اس کی بنفشی پھول والی قسم (G. glabra) کے پودے ہی ملتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ:۔ ملٹھی کا بڑا جز (Glycyrrhizin) نامی مرکب ہے جو کہ چینی کی نسبت ۵۰ گنا زیادہ میٹھا ہے اسے ایک اور ۱۵۰۰۰ کی نسبت سے پانی میں ملایا جائے تو بھی اس کا ذائقہ محسوس ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ۳.۸ فیصد گلوکوز، ۲.۴ تا ۶.۵ فیصد سکروز، ۶ فیصد نشاستہ، ۲ تا ۴ فیصد کڑوے مادے، گوندیں وغیرہ ملتے ہیں۔ جب کہ ۰.۸ % تک نباتی چربی بھی اس میں پائی جاتی ہے۔

ست ملٹھی:۔ ست ملٹھی یا ایکسٹریکٹ گلائسرہائیزا (Ext. Glycyrrhiza) تیار کرنے کے لیے ۹۰ فیصد الکوحل میں ملٹھی کی جڑیں کوٹ کر ڈال دی جاتی ہیں جب ان کا اثر الکوحل میں آ جاتا ہے تو چند یوم کے بعد اسے فلٹر کر کے خشک کر لیا جاتا ہے۔ یہ سیاہی مائل بھورے رنگ کے ڈلے بن جاتے ہیں۔ جن کا ذائقہ میٹھا اور تھوڑا ناگوار ملٹھی کی مانند ہوتا ہے۔ اسے بھی ادویات میں عام استعمال کیا جاتا ہے۔

افعال و خواص:۔ ملٹھی صفراوی اور سوداوی امراض میں استعمال کرنے کے لیے ایک عمدہ دوا ہے۔ یرقان میں اس کے دینے سے آنکھوں کی زردی ختم ہو جاتی ہے۔ ملین ہے۔ اس کا جوشاندہ پینے سے قے آ کر بلغم خارج ہو جاتی ہے اور پھیپھڑے کی نالیاں صاف ہو جاتی ہیں اگر قے نہ آئے تو دست آ کر پیٹ صاف ہو جاتا ہے۔ سینہ اور حلق کی خشونت زائل ہو

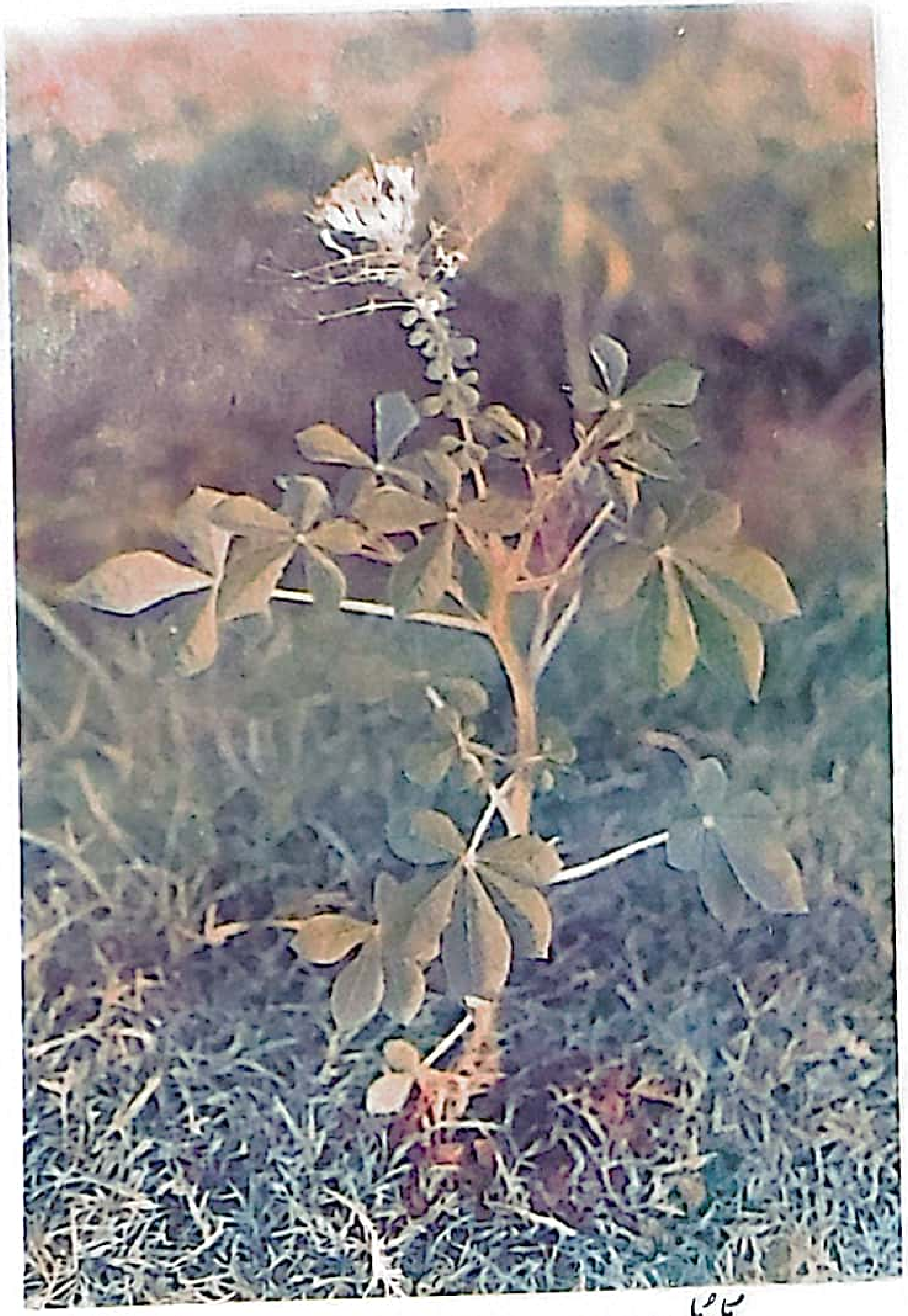

ہُل ہُل GYNANDROPSIS GYNANDRA اسلام آباد
جولائی ۱۹۸۸ء بلندی : ۲۰۰۰

جاتے ہیں۔ چونکہ مخرج صفرا ہے اس لیے یرقان، پیچش، مروڑ، شقیقہ، ورم صفراوی میں بہت فائدہ مند ہے۔ چونکہ ملٹھی تر گرم ہے اس لیے سوداوی امراض مثلاً داء الثعلب، بواسیر، تپ کہنہ، دمہ خشک میں اس کا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ ملٹھی محلل غشاء مخاطی ہے اس لیے دقت بول، تقطیر البول۔ سوزاک اور قروح احلیل کو تحلیل کرنے اور پیشاب کھول کر لانے کے لیے بہت مفید ہے۔

مجربات :- ملٹھی، ہلدی، سونف، گوند کیکر ہم وزن۔

باریک پیس کر سفوف بنالیں۔ ایک ماشہ تا ۳ ماشہ ہمراہ بدرقہ دن میں ۳ بار۔

فوائد : کثرت الطمث، جلن ہاتھ پاؤں، اخراج خون ہر قسم اور سرعت انزال میں فائدہ مند ہے۔

(۲) سفوف ملین :- گندھک آملہ سار مدبر، ملٹھی، برگ سناء، سونف ہر ایک ایک تولہ اور چینی ۴ تولہ کوٹ چھان کر سفوف بنالیں۔

مقدار خوراک :- ۱ تا ۳ ماشہ برائے قبض ۶ ماشہ برائے دیدان۔

فوائد :- بے ضرر ملین ہے۔ قبض کو رفع کرتا ہے۔ نیز پیٹ سے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ مصفی خون بھی ہے۔

(۳) تریاق غدد :- ملٹھی، سہاگہ بریاں، سوڈا بائیکارب، نوشادر، ریوند خطائی، سنڈھ ہر ایک ۵۰ گرام، گل مدار ۲۵۰ گرام، سفوف بنالیں۔

۱/۲ ماشہ تا ایک ماشہ ہمراہ عرق مرکب (مکو + کاسنی + سونف ہم وزن) نصف تا ایک پیالی دیں۔

فوائد :- عظم غدد، ٹی بی، ورم ہر قسم، ورم گردہ، پتہ کی پتھری، سوجن اور اماس کے لیے بہترین ہے۔

Scanned with CamScanner

Family: Capparidaceae

ہل ہل

Gynandropsis gynandra

﴿ اردو، پنجابی : ہل ہل ﴾ ﴿ سندھی: کنرو ﴾ ﴿ ہندی: ہل ہل، ہر ہر، کرا لیا، پھروٹا، گندھولی، سفید ہل ہل، لال ہل ہل ﴾

تاریخ:- یہ بوٹی قدیم ہندوؤں میں ایک گھریلو دوائی کے طور پر عرصہ دراز سے استعمال ہو رہی ہے۔ سنسکرت میں اس کو سرجاورتا اور ارکا پشپکا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس وقت اسے اور اس کے بیجوں کو ٹائفس بخار میں بطور جوشاندہ پلایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نیلگری اور فرانسیسی کالونیوں میں اسے بطور پسینہ آور دوا کے استعمال کیا جاتا تھا۔ پنجاب میں آج بھی جانوروں کے زخموں کے کیڑے ہلاک کرنے کے لیے ان پر باندھی جاتی ہے۔

شناخت:- یہ ایک تا تین فٹ بلند کھڑا ایک سالہ پودا ہے جس کی کافی زیادہ شاخیں ہوتی ہیں۔ اس کو ہاتھ کے پنجے کی مانند کثیر برگی مرکب پتا لگتا ہے جس میں ۵ پتیاں ایک ہی بنیاد میں گولائی کی صورت میں لگی ہوتی ہیں۔ پتا ایک لمبی ڈنڈی کے ساتھ لگتا ہے۔ پتی بیضوی ہوتی ہے جو بنیاد کی طرف کم چوڑی ہوتی ہے۔ پتی کی نوک چونچ دار ہوتی ہے۔ پھول ایک کافی لمبی ڈنڈی پر گچھے کی صورت میں سفید یا جامنی رنگت کے ہوتے ہیں۔ ٹہنی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مرکب پتے لگے ہوتے ہیں۔ پتوں کو سونگھنے پر ان سے تیز ناگوار بو آتی ہے۔ تمام پودے پر باریک اور گھنے سادہ اور غددی بال ہوتے ہیں۔ اس کی شاخیں سرخی مائل ہوتی ہیں۔ پھولوں کے جھڑ جانے کے بعد پتلی پتلی دو تا چار انچ لمبی پھلیاں لگتی ہیں جو سرے کی طرف سے باریک ہوتی جاتی ہیں۔ یہ پھلیاں گول اور سیدھی ہوتی ہیں جن میں بالکل باریک گردہ کی شکل کے رائی کے بیجوں جتنے کالے رنگ کے بیج ہوتے ہیں۔ ہر پھول میں چار پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ پھولوں کا قطر ۳/۱ تا ۳/ ۲ انچ ہوتا ہے۔ پھولوں کا گچھا لمبی گاؤ دم ڈنڈی

پر لگا ہوتا ہے۔ جو اوپر بڑھتا جاتا ہے اور نچلے پھول جھڑ کر پھلیاں بنتی جاتی ہیں۔ پتے میں ڈنڈی کے ساتھ والی ۲ پتیاں باقی پتیوں کی نسبت چھوٹی ہوتی ہیں۔

Family:Capparidaceac

ہل ہل زرد گل

Cleome icosandra

《 اردو: ہل ہل زرد گل 》《 پنجابی: ہل ہل، بگرا 》《 ہندی: ہل ہل، ہرہر، جنگلی ہرہر، کن پھوٹیا 》《 سنسکرت: سور یاورتا، ارکا کانتا 》《 انگلش میں کبھی کبھی اسے Wild Mustard یعنی جنگلی رائی بھی کہتے ہیں 》

ہل ہل کو تین رنگوں کے پھولوں کی وجہ سے عام طور پر ایک ہی پودے کی تین اقسام سمجھا جاتا ہے۔ سائنسی لحاظ سے ان کا تعلق اگرچہ ایک ہی خاندان سے ہے لیکن ہل ہل سفید یا سرخ پھول والی ایک جنس سے تعلق رکھتی ہے جب کہ حل حل زرد گل کا بالکل علیحدہ جنس سے تعلق ہے اور یہ ان کے پھولوں کی بناوٹ میں فرق کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ دونوں پودے دیکھنے میں بالکل ایک جیسے نظر آتے ہیں اور ان کے طبی فوائد بھی تقریباً ایک جیسے ہیں۔ اس لیے زرد گل کو میں نے سفید گل کی قسم میں لکھنے کی بجائے بالکل علیحدہ عنوان سے لکھا ہے تاکہ یہ فرق واضح ہو جائے۔

شناخت:- یہ سالانہ بوٹی ۱ تا ۳ فٹ اونچی ہے جس کے مرکب پتے ۳ تا ۵ گولائی میں لگی ہوئی پتیوں پر مشتمل ہیں۔ یہ سہ برگی یا کثیر برگی مرکب پتا ہے۔ جس کی ڈنڈی کے پاس کی ۲ پتیاں دوسری پتیوں کی نسبت بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ پتے بیضوی ہوتے ہیں۔ پھول زرد رنگ کے ہوتے ہیں تمام پودے پر گھنے بال یا رواں ہوتے ہیں۔ اس میں غدودی اور سادہ بال ملے جلے لگے ہوتے ہیں۔ تمام پودا لیس دار اور چپچپا ہوتا ہے۔ زیادہ تر بالوں کے نیچے اس لیس کے غدود ہوتے ہیں۔ ان غدود سے ایک لیس دار مادہ ترشح پاتا ہے۔ پودے سے موٹز کی

طرح کی لیکن بہت تیز بو آتی ہے۔ پتے بیضوی لیکن بلیلجی نما شکل کے ہوتے ہیں۔ پھول میں ۴ عدد پنکھڑیاں ہوتی ہیں جب کہ نر زردار حصے ۱۲ یا اس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ پھلیاں دو تا ساڑھے تین انچ لمبی گول سیدھی اور پتلی ہوتی ہیں جن پر لمبائی کے رخ لائنیں پڑی ہوتی ہیں۔ پھلی کا سرا پنسل کی طرح نوکدار ہوتا ہے۔ پھلی کے نوکدار سرے کی چھوٹی سی چونچ ہوتی ہے۔ پھلی لمبی ڈنڈی سے ٹہنی کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ تخم گردہ کی شکل کے گہرے خاکستری یا تقریباً کالے رائی کے بیجوں جتنے ہوتے ہیں۔

اور اب ہل ہل کی جو شناخت اور اقسام خزائن الادویہ میں درج ہیں بعینہٖ لکھتا ہوں تاکہ متقدمین اطباء کا نکتہ نظر بھی سامنے آ سکے۔

"ایک درخت ہے کہ ایک گز لمبا اور اس سے کم و زیادہ بھی ہوتا ہے۔ اس پر رواں بہت ہوتا ہے اور اس کی ڈالیوں پر باریک شاخیں ہوتی ہیں جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ ان باریک شاخوں کی جڑوں میں ایک ایک دو دو اور باریک شاخیں بھی ہوتی ہیں۔ جن پر چھوٹے چھوٹے پتے لگتے ہیں۔ ان کو پکا کر روٹی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ شاخوں کا رنگ سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے۔ ان شاخوں میں سے اور شاخیں نکلتی ہیں جن میں تار سے ہوتے ہیں کہ ان میں پھول بنتا ہے۔ پھر پھلی ارد کی پھلی کی طرح آتی ہے۔ جو پتلی اور چھوٹی ہوتی ہے اس کے اندر رائی کی طرح کے دانے ہوتے ہیں۔ بیج پک کر سیاہ پڑ جاتے ہیں اور گول ہوتے ہیں اور اندر سے تھوڑے کھوکھلے ہوتے ہیں۔"

تذکرۃ الہند کے مولف نے لکھا ہے کہ "میں نے اس کی چھ قسمیں دیکھی ہیں ایک قسم کے پتوں میں شقیں نہیں ہوتیں جب کہ دوسری قسم کے پتوں میں تین تین شقیں ہوتی ہیں۔ تیسری قسم کے پتوں میں چار چار اور چوتھی قسم کے تمام اجزاء زرد ہوتے ہیں اور پانچویں قسم کے پتوں میں بہت سی شقیں ہوتی ہیں اور چھٹی قسم کے پھول سرخ ہوتے ہیں۔ چوتھی اور پانچویں قسم کمیاب ہیں۔ جنگلی ہل ہل کو کنکوئی کہتے ہیں۔ اس کا قد آدھے ہاتھ کے برابر اور پتے کاسنی کے پتوں کے سے ہوتے ہیں اور ان سے ہاتھی کی سی بو آتی ہے۔ بعض کی بو تیز و تند اور خراب ہوتی ہے۔ اس کی ایک قسم کو دیوانہ ہل ہل بھی کہتے ہیں۔ تازہ ہل ہل کو کوٹ کر یا دردرا کر کے پانی کے ساتھ اس کا عرق کھینچنے سے اس کا تیل نکل آتا ہے اس تیل میں

Scanned with CamScanner

لسن یا رائی کے تیل کی طرح فوائد ہوتے ہیں۔" موید الفضلا میں لکھا ہے کہ "یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ ہل ہل کے تمام پتے سورج کی طرف رہتے ہیں۔"

مقام پیدائش:- پاکستان و ہندوستان کے تمام گرم حصوں میں عام ہوتا ہے لیکن خصوصاً یہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر موسم برسات میں عام ملتا ہے اور مخصوص پنجے دار پتوں اور تیز ناگوار بو کی وجہ سے آسانی سے پہچانا جاتا ہے۔ جن زمینوں میں گوبر کی کھاد ڈالی جاتی ہے وہاں بھی عموماً ملتا ہے۔

کیمیائی تجزیہ:- جب تازہ پودے کو کچلا جاتا ہے تو اس میں سے ایک تیز کاٹتا ہوا فراری روغن برآمد ہوتا ہے جس کی خصوصیات لسن اور رائی کے تیل جیسی ہوتی ہیں۔ بیجوں سے بھی روغن برآمد ہوتا ہے جو رائی کے تیل جیسا ہوتا ہے۔

افعال و خواص:- وید کہتے ہیں کہ یہ گرم خشک ہے لیکن یہ گرم خشک نہ ہوتے ہوئے گرم تر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ گرم خشک اشیاء صفراء کو پیدا کرنے کے ساتھ جسم میں جمع کرتی ہیں اس لیے اگر صفرا کی جسم میں کمی ہو تو ایسی اشیاء فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں جیسے بواسیر' قولنج' نفخ' ریاح وغیرہ میں یہ فائدہ مند ہے لیکن اگر جسم میں صفرا زیادہ جمع ہو جائے اور اسکا اخراج نہ ہو تو یرقان' استسقاء' شقیقہ اور جسم میں سوجن پیدا ہو جاتی ہے۔ ان تکالیف میں کمی صرف اسی صورت میں ہوتی ہے جب صفرا پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ جسم سے خارج ہو۔ یعنی غدد جاذبہ کے فعل میں کمی کے ساتھ ساتھ غدد ناقلہ کے فعل میں تیزی واقع ہو اور یہ صرف گرم تر ادویات ہی سے ممکن ہے اس لیے ہل ہل کا مزاج گرم تر ہے۔

تکملہ ہندی میں لکھا ہے کہ ہل ہل گرم و تیز ہے۔ قولنج اور استسقاء کو مفید ہے کان میں اس کا رس ٹپکانے سے درد رفع ہوتا ہے۔ ہچکی اور پیٹ کے کیڑے دور کرتی ہے۔ بھوک اور ہاضمہ بڑھاتی ہے۔ مزاج میں فرحت پیدا کرتی ہے۔ یہ نہایت محلل اور جاذب ہے۔ اس کو کھانے اور اس کے پتوں کا رس سعوط کرنے سے مرگی' کابوس اور شقیقہ کو نفع پہنچتا ہے۔ سردی کی پسلی کے درد کو مٹاتی ہے۔ سردی سے سر میں درد ہو جائے تو اس کے پتوں کا نیم گرم رس ناک میں ٹپکانے سے سردرد جاتا رہتا ہے۔ اس کے خواص میں سے یہ بات ہے کہ

تپ لرزہ کا دورہ شروع ہونے کے وقت اس کا پتا پیس کر سیدھے ہاتھ پر باہر کی جانب کلائی کی گرہ کے پاس رکھ کر اوپر اس کے ایک ٹھیکری رکھ کر کپڑے سے مضبوط باندھ دیں۔ تو اس مقام پر آبلہ پیدا ہو جائے گا۔ اور دوسرے دن دورہ نہیں پڑے گا۔

استسقاء' قولنج' پھوڑے پھنسی اور برص و جذام کو ہٹاتی ہے۔ کان میں پھنسی یا ثقل ہو تو اس کے پتوں کا خالص رس کان میں ڈالنے سے آرام آجاتا ہے۔ اس کے پتوں کا ساگ کھانا بواسیر کو بہت نافع ہے۔ اجوائن کے بیج اور ہل ہل کے پتے تین ماشہ کھانے سے بواسیر اور استسقاء میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ بیجوں کا سفوف چینی میں ملا کر کھلانے سے پیٹ کے کیڑے نکل جاتے ہیں۔ داد میں بیجوں کا لیپ مفید ہے۔ ورم اور پھوڑے پر پتوں کو نیم گرم تیل سے چپڑ کر باندھنے سے ورم اور پھوڑا تحلیل ہو جاتا ہے۔ پتوں کو پانی میں جوش دے کر استنجا کرنے سے بواسیر کا خون بند ہو جاتا ہے۔

مجربات:

سفوف تبخیر:- سائے میں خشک کردہ ہل ہل کے پتے ۵ تولہ' نوشادر ایک تولہ' میگنیشیا سلفاس (سالٹ) ۲ تولہ' میٹھا سوڈا ایک تولہ۔ سفوف بنا کر رکھ لیں۔ ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام ہمراہ پانی۔

فوائد:- قبض اور گیس کے لیے نہایت فائدہ مند ہے۔

کشتہ فولاد:- ہل ہل کے پتوں کے رس میں لوہے کا برادہ ۲ یوم کھرل کریں۔ پھر یہی رس اس قدر ڈالیں کہ اوپر کھڑا ہو جائے اور دھوپ میں رکھیں اور رس ڈال دیں۔ ایسا کم از کم ۴۰ یوم کریں۔ عمدہ کشتہ ہو جائے گا۔ جب خشک ہو جائے تو پان کے رس میں کھرل کر کے نخودی گولیاں بنا لیں۔

مقدار خوراک:- ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ بدرقہ مناسب۔

فوائد:- نفخ' ریاح شکم اور باد گولہ کا علاج ہے۔ بڑھی ہوئی تلی کو کم کرتی ہے۔ مقوی جگر ہے۔ خون پیدا کرتی ہے۔

مصنف

اگست ۱۹۸۸ء کٹن پیجی بارڈر نزد اٹھمقام آزادکشمیر
بلندی ۱.۵۰۰ فٹ

فرہنگ

Glossary

بیج
SEED

اکھوا Plumule تخم برگ میں ڈھکا ہوا اندرونی حصہ جس پر آگے جا کر تنا بنتا ہے اس کا سرا چھوٹی چھوٹی پر نما پتیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

بند بیج Angio sperms ایسے بیج پھل میں بند ہوتے ہیں۔ ان پودوں میں پھول کھلتے ہیں۔ جب کہ پودے میں تنا۔ پتی اور جڑ واضح ہوتے ہیں۔

بیجچہ Radicle تنبیت کی صورت میں بیج کا وہ حصہ جو زمین میں دھنس کر جڑ بناتا ہے۔

جنین Embryo — تخم برگ (Cotyledon)، بیجچہ (Radicle) اور اکھوا (Pmlumule) پر مشتمل حصہ ہے۔

دو تخم برگی بیج Dicotyledons بیج میں دو دالیں یا پھانکیں ہوں اور اس میں دو چھوٹے چھوٹے پتے یا تخم برگ پائے جائیں۔ ان تخم برگ کی تعداد کی بنا پر پودوں کی جماعت بندی کی گئی ہے۔ مثلاً چنا۔ مٹر۔

دھن تخم یا سوراخچہ Micropyle اگر بھگوئے ہوئے بیج کو پکڑ کر دبائیں تو دانے کی نوک

کے پاس ایک باریک سوراخ سے پانی نکلے گا۔ اسے دھن تخم یا سوراخچہ کہتے ہیں۔

عریاں بیج Gymnosperms ایسے بیج پھل میں بند نہیں ہوتے مثلاً چلغوزہ۔ تاڑ

قشر تخم Seed Coat بیج کے اوپر کا چھلکا ہے۔ یہ دو تہہ سے مل کر بنتا ہے۔ بیرونی تہہ کو بیرونی غلاف (Testa) اور اندرونی تہہ کو اندرونی غلاف (Tegmen) کہتے ہیں۔

محور Axis جب بیج زمین کی طرف دھنس جائے اور اکھوا اوپر کی طرف اٹھ جائے تو ان کا درمیانی حصہ جو زاویہ دار ہوتا ہے محور کہلاتا ہے۔

ناف تخم Hilum دانے کی نوک کے پاس ایک ہلکا سا بیضہ نما گڑھا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ تخم بیضہ (Ovary) میں مشیمہ (Placenta) پر ایک ڈنڈی کے ذریعہ جڑا ہوتا ہے۔

یک تخم برگی بیج Monocotyledons بیج میں ایک دانہ یا پھانک ہو۔ نیز اس میں ایک چھوٹا سا پتا یا تخم برگ پایا جائے مثلاً گندم۔ مکئی۔

جڑ

The Root

ابتدائی جڑ یا موسلا جڑ Primary Root وہ جڑ جو بیج سے پیدا ہو کر زمین میں دھنس جاتی ہے اور اس سے جانبی جڑیں پھوٹتی ہیں۔ (شکل A.1)

اتفاقی جڑیں Adventitious Roots یہ جڑیں بیج کے علاوہ تنے، شاخ اور پتوں سے نکلتی ہیں۔ شکل (B.6,7)

ایستادہ جڑ Stilt Root یہ تنے سے نکلتی ہے اور زمین میں دھنس کر درخت کو سہارتی ہے لیکن اس سے نئے پودے نہیں نکلتے۔

برگی جڑ Leaf Root چند پودوں میں پتیاں لمی ہو جاتی ہیں جن کے حاشیے دندانے دار ہوتے ہیں ان دندانوں میں کلیاں پائی جاتی ہیں۔ جب یہ کلیاں زمین پر گرتی ہیں تو ان سے پتے اور باریک جڑیں نکل کر نیا پودا بنا دیتی ہیں مثلاً پتھر چٹ۔

بھٹے دار جڑ Tuberous Root اصلی جڑ پھول کر موٹی ہو جاتی ہے لیکن اس کی کوئی خاص شکل نہیں ہوتی مثلاً شکر قند (شکل A.7)

تکلہ نما جڑ Fusiform Root اس میں اوپر کا حصہ پتلا سبز اور تنے سے بنا ہوتا ہے۔ درمیانی حصہ موٹا اور زیر تختی ہوتا ہے جب کہ نچلا حصہ پتلا اور جڑ سے تیار ہوتا ہے اس طرح اس کی شکل گلی نما بن جاتی ہے جیسے مولی شکل (A.4)

تمثیلی جڑیں Assimilatory Roots کچھ پودوں کی جڑیں ہوا میں لٹکی رہتی ہیں ان جڑوں کا سفید مادہ سورج کی روشنی میں سبز ہو جاتا ہے اور فضا سے کاربن ڈائی آکسائڈ گیس جذب کر کے غذا تیار کرنے لگ جاتا ہے۔

تنفسی جڑیں Respiratory Roots دلدلی اور ساحلی مقامات پر پودوں کی جڑیں اتفاقی اسفنجی اور بے رنگ ہوتی ہیں جو پانی کی سطح سے اوپر آ جاتی ہیں۔ ان میں باریک باریک

Scanned with CamScanner

سوراخ پائے جاتے ہیں جن سے گیس کا تبادلہ با آسانی ہوتا رہتا ہے۔

تسبیح نما جڑ Moniliform Root اتفاقی جڑیں ایک مخصوص وقفے کے بعد جگہ جگہ سے پھول کر تسبیح کے دانوں کی مانند ہو جاتی ہیں۔ (شکل A-6)

ثالثی جڑیں Tertiary Roots ثانوی جڑوں سے مزید جڑیں نکلتی ہیں۔ یہ جڑیں عموماً دو تخم برگی پودوں میں ہوتی ہیں ان میں ابتدائی جڑ کافی واضح اور عرصے تک قائم رہتی ہے (شکل A-1)

ثانوی جڑیں Secondary Roots ابتدائی جڑ سے مزید جڑیں پھوٹتی ہیں جن میں سے لمبی اور بڑی ابتدائی جڑ سے دور کی طرف پھیلتی ہیں جب کہ چھوٹی جڑیں نزدیک رہتی ہیں۔ (شکل A-1)

جانبی جڑ Lateral Roots جڑ بال سے لے کر تنے کے حصہ تک جانبی جڑیں نکلتی ہیں۔ یہ پودے کو زمین میں گاڑے رکھتی ہیں اور ان ہی کے ذریعہ پانی اور معدنی اشیاء کے محلول کا انجذاب ہوتا ہے۔

جڑ Root پودے کا وہ محور جو بیج سے پیدا ہو کر روشنی سے دور پانی اور زمینی کشش کی جانب بڑھتا ہے۔

جڑ بال Root Hair جڑ کے طولی حصہ سے کچھ فاصلہ پر بالوں کا گچھا پایا جاتا ہے جن کا کام زمین سے پانی اور غیر نامیاتی نمکیات کے محلول کو جذب کرنا ہوتا ہے۔

حلقے دار جڑ Annulated Root اتفاقی جڑ میں حلقے یا چھلے نما ابھار پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ (شکل A-5)

خوشے دار جڑ Fasciculated Root تنے کے نچلے حصہ یا ایک ہی گرہ سے بہت سی جڑیں نکل آتی ہیں اور پھول کر خوشہ سا بن جاتی ہیں۔ (شکل A-8)

راقعی یا چپکنے والی جڑ Climbing Root یہ جڑ عموماً بیلوں میں ہوتی ہے جو تنے کی گرہ یا بین العقدین سے نکلتی ہے اور اپنے قریب کے درخت یا دیوار کو پکڑ لیتی ہے اس سے رقیق

لیس دار مادہ خارج ہوتا ہے جس کی مدد سے یہ ان سے چپک جاتی ہے۔

ریشہ دار جڑیں Fibrous Roots یک تخم برگی پودوں میں ابتدائی جڑ غیر واضح اور کچھ مدت تک رہتی ہے جس کے بعد تنے کے نچلے حصہ سے ریشہ دار جڑیں نکلتی ہیں جو بعد میں اصلی جڑوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔ یہ عموماً مہین۔ نازک دھاگہ نما جڑیں ہوتی ہیں جو تنے کے اساس سے نکلتی ہیں جیسے گھاس۔ پیاز۔ لہسن وغیرہ (شکل A-2)

ستونی جڑ Prop Root تنے یا شاخوں سے نکلنے والی جڑ جو زمین کی جانب بڑھ کر اس میں دھنس جاتی ہے اور درخت کی وزنی شاخوں کو سہارا دیتی ہے۔ بعد میں اس جڑ سے نئے پودے نکل آتے ہیں۔ مثلاً برگد۔

طفیلی جڑیں Sucking Roots یہ عموماً بیلوں میں پائی جاتی ہیں جو اپنے میزبان پودے میں دھنس کر ان سے غذا چوستی ہیں۔ مثلاً آکاش بیل (شکل A-9)

گرہ دار جڑ Nodulose Root اتفاقی باریک جڑیں جو تنے کے اساس سے نکلیں اور ان کے نچلے کنارے یا سرے پھول جائیں۔ آم۔ ادرک۔ میتھی۔

گنبد نما یا لٹو نما جڑ Napiform Root اس کی شکل گول گنبد نما ہوتی ہے جس میں پتوں سے نچلا حصہ تنے سے بنا ہوتا ہے جب کہ درمیانی حصہ گول زیر تخم برگی ہوتا ہے جس کے فوری بعد نچلا باریک تنگ حصہ جڑ کا بنا ہوتا ہے۔ مثلاً شلغم۔ چقندر (شکل A-3)

مخروطی جڑ Conical Root یہ جڑ تنے کی جانب کشادہ ہوتی ہے اور بتدریج نچلی جانب پتلی ہوتی جاتی ہے مثلاً گاجر۔

ہوائی جڑیں Aerial Root کچھ پودے دوسرے درختوں پر اگتے ہیں ان کی کچھ جڑیں درختوں میں دھنس جاتی ہیں اور بعض ہوا میں لٹکی رہتی ہیں۔ یہ فضا سے نمی جذب کرتی ہیں۔

تنا

The Stem

استوانہ نما تنا Cylinderical Stem سخت۔ گول۔ ٹھوس، بیلن نما، پتلا تنا مثلاً سورج مکھی (شکل B_7)

بے پتا تنا Scape ایسا تنا جس پر پھول اور پھل تو لگیں لیکن پتے نہ لگیں۔ بعض اوقات اس پر چھوٹے چھوٹے پرت نما ہو سکتے ہیں۔ یہ تنا عموماً زمین سے نکلتا ہے۔ اس کے آخر میں پھول لگتا ہے جب کہ پتے زمین پر ہی جڑ سے نکلتے ہیں مثلاً گھیکوار۔ کیوڑہ۔ (شکل C _ 5)

بچھے ہوئے تنے Trailing Stem زمین کے ساتھ ساتھ رینگتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اندرانی۔ کنائی خورد (شکل C_6)

بصلہ Stem Tuber زیر زمین تنا ہے۔ اس تنے کی شاخوں کا آخری سرا پھول جاتا ہے، یہ شاخیں زمین کے اندر افقی پھیلتی ہیں ان کے آخری سرے کی نمو رک جاتی ہے اور وہ پھول جاتا ہے اور اس میں غذا جمع ہو جاتی ہے ان پھولے ہوئے سروں پر چھوٹے چھوٹے گڑھے ہوتے ہیں جن میں بغلی کلیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کو کاٹ کر بویا جائے تو نئے پودے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان میں اتفاقی جڑیں نہیں پائی جاتیں مثلاً آلو (شکل C_4)

بصیلہ Bulb زیر زمین قرص نما یا مخروطی تنا ہے۔ بالائی سطح سے خشک اور لحمی پتیاں نکلتی ہیں اور تنے کے راس سے اتفاقی ریشہ دار جڑیں نکلتی ہیں۔ راسی کلیوں سے ہوائی شاخیں نکلتی ہیں۔ بعض اوقات ان پتیوں کی بغل میں بغلی کلیاں پائی جاتی ہیں جو یا تو ہوائی تنے بناتی ہیں یا ان سے دختر بصلے بنتے ہیں۔ مثلاً پیاز (شکل C_2)

بصیلیہ Bulbil یہ نموئی کلی یا پھول کلی کی ترمیم شدہ شکل ہے۔ مخصوص کثیر خلوی جسم ہے

جو پودے کی تولید میں حصہ لیتا ہے۔ عموماً پتے کے کنارے سے لگا ہوتا ہے۔ یہ پودے سے ٹوٹ کر نم زمین پر گرتا ہے تو نیا پودا وجود میں آجاتا ہے مثلاً امریکن گھیکوار۔ پتھر چٹ بوٹی۔

بغیر روئیں دار تنا Glabrous Stem تنے کی سطح صاف اور بغیر روئیں دار بے چمک ہوتی ہے مثلاً سرسوں۔

بوٹی Herb چھوٹے پودے جن کی لمبائی چند انچ تا چند فٹ ہوتی ہے۔ عموماً ان کے تنے نباتی ہوتے ہیں مثلاً بن ککڑی۔

بیل ڈورے Tendrils باریک مرغولہ دار ساختیں جو پتی کی بغل سے نکلتی ہیں جن کی مدد سے بیلیں قریبی پودوں پر چڑھ جاتی ہیں۔ (شکل B_4)

بین العقدین Internodes تنے میں دو گرہوں کے درمیانی حصے کو بین العقدین کہتے ہیں۔ شکل (B_1,3,6)

پیراہن دار بصیلہ Tunicated Bulb مختصر مخروطی تنے کو گھیرے ہوئے اندرونی پتے لحمی ہو جاتے ہیں بلکہ بیرونی پتے خشک اور چھلکے دار ہو جاتے ہیں مثلاً پیاز۔ لہسن (شکل C_2)

پھیلے ہوئے تنے Diffuse stems یہ تنے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں اور ان کی شاخیں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں مثلاً کنائی خورد۔ اندرانی۔

تنا Stem پودے کا وہ محور جو اکھوا سے تیار ہوتا ہے اور زمینی کشش کے مخالف اوپر کی جانب روشنی میں بڑھتا ہے۔ (شکل B_7)

جانبی شاخیں Lateral Branches تنے پر شاخیں بغلی یا جانبی کلیوں سے نکلتی ہیں۔ (شکل B_7)

جھاڑیاں یا عشبے Shrubs درمیانہ قد کے 1 تا 20 فٹ بلند پودے جن کا تنا چھوٹا۔ سخت اور چوبی ہوتا ہے اور تنے پر شروع ہی میں شاخیں پھیلی ہوئی اور کثیر تعداد میں ہوتی ہیں مثلاً رات کی رانی۔ سنبھالو۔ گلاب۔ بانسہ وغیرہ۔

جذع Corm دبیز لحمی زیر زمین تنا ہے۔ عموماً گول ہوتا ہے۔ اس کا تنا اور پتیاں آپس میں مل کر ایک ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات ان پتیوں پر بغلی کلیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ تنے کے اساس کے علاوہ ہر جانب سے اتفاقی جڑیں نکلتی ہیں۔ ہر سال ایک جذع پر دوسرا جذع پیدا ہوتا ہے اور معمر جذع سوکھ کر ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً سورنجان۔

چپٹا تنا Flattened Stem تنا چپٹا اور لحمی ہو جاتا ہے مثلاً ناگ پھنی۔

چڑھنے والے تنے یا بیلیں Climbing Stems یہ نہایت کمزور تنے ہوتے ہیں جو سہارے کے لیے دوسرے پودوں سے لپٹ جاتے ہیں۔ مثلاً کدو۔ انگور وغیرہ کی بیلیں۔ (شکل B-4)

چھلکئی بصیلہ Scaly Bulb اس میں تمام چھلکے لحمی ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں ان پر بیرونی خشک چھلکے نہیں ہوتے مثلاً للی۔

چوکور تنا Square Stem عرضی تراشے میں تنے کے چار کونے نظر آتے ہیں مثلاً پودینہ۔

خار دار تنے Prickly Stem تنے پر کانٹوں کی مانند خار پائے جاتے ہیں مثلاً گلاب۔ چولائی خاردار، ببول۔

درخت Tree بڑے اور لمبے چوبی تنے اور شاخیں مثلاً ببول۔ شہتوت وغیرہ۔

دو سالہ پودے Biennials ایسے پودے جن میں نباتاتی نمو پہلے سال ہو اور دوسرے سال ان میں پھول پھل اور بیج تیار ہوں مثلاً گوبھی۔ مولی۔ شلغم وغیرہ۔

دوزا شاخداری Biparous پودے میں تنے کے اصلی محور کی نمو رک جاتی ہے اور دونوں جانب سے شاخیں نکل آتی ہیں پھر ہر شاخ کی نمو رک جاتی ہے اور ہر شاخ سے مزید دو شاخیں نکل آتی ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

دو شاخہ تنے Dichotomus Stem تنے کی نموئی حصے بڑھنے سے رک جاتے ہیں اور جانبی حصے بڑھ کر پودا دو شاخہ ہو جاتا ہے۔

دھانی تنے Glaucous Stem تنے کی سطح صاف۔ چمکدار اور خاکستری یا دھانی ہوتی ہے جیسے کئی بانس۔ گنا۔ (شکل B-1)

رواں ساق Runner پتلی پھیلی ہوئی شاخ جو بغلی کلیوں سے نکلتی ہے۔ ان کے بین العقدین لمبے ہوتے ہیں جو زمین پر رینگتے ہوئے دور تک چلے جاتے ہیں۔ ہر گرہ سے باریک باریک جڑیں نکل کر زمین میں دھنس جاتی ہیں اور پودا آگے بڑھتا جاتا ہے مثلاً جل نیم۔ دوب گھاس۔ اسٹرابری (شکل B-6)

روئیں دار تنا Pubescent Stem تنے پر نرم اور ملائم روئیں ہوتے ہیں مثلاً سورج مکھی۔

رینگنے والے تنے Creeping Stem زمین کے ساتھ ساتھ افقی طور پر پھیلتے ہیں اور کچھ فاصلے پر زمین میں جڑیں داخل کرتے ہیں اور پھر آگے بڑھنے لگتے ہیں۔ مثلاً پودینہ۔ جل نیم۔

زاویہ دار یا پہلی دار تنا Angular Stem عرضی تراشے میں تنے کے چار سے زیادہ کونے نظر آتے ہیں (شکل B-5)

زمین دوز تنے Under Ground Stem کئی پودوں کے تنے زمین میں دھنس کر موٹے اور لحمی ہو جاتے ہیں اور بظاہر جڑ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ عرصہ تک زمین میں دبے رہنے کی وجہ سے بے رنگ یا بھورے ہو جاتے ہیں لیکن ان میں تنے کی مانند گرہ۔ بین العقدین۔ چھلکئی پتیاں۔ راسی اور جانبی کلیاں اور اتفاقی جڑیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ادرک (شکل C-1)

زمین ساق Rhizome تنا زمین میں دھنس کر افقی جانب بڑھتا ہوا موٹا ہو جاتا ہے۔ اس

پر گرہ اور بین العقدین پائے جاتے ہیں۔ ان گرہوں پر چھلکئی پتیاں ہوتی ہیں جن کی بغل میں بغلی کلیاں ہوتی ہیں جن سے چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں جو راسی کلیوں پر ختم ہوتی ہیں۔ ان شاخوں کے نچلے حصہ سے اتفاقی ریشہ دار جڑیں نکلتی ہیں۔ خوشگوار موسم میں شاخوں کی راسی کلیوں سے مزید شاخیں نکل کر زمین پر آ جاتی ہیں جو پودے کا نباتی جسم بناتی ہیں جن پر پھول اور پھل لگتے ہیں جو دوسرے موسم کی آمد پر مرجاتے ہیں اور صرف زمین میں دھنسے ہوئے تنے رہ جاتے ہیں یہ دوسرے سال دوبارہ نباتاتی عضو تیار کرتے ہیں اس طرح یہ پودے سالہا سال تک قائم رہتے ہیں۔ ایسے پودے زیادہ تر سخت سرد یا زیادہ بلندی پر پائے جاتے ہیں جہاں موسم گرما انتہائی مختصر ہوتا ہے اور پودے کی نشوونما ایک سیزن میں نہیں ہو پاتی۔ مثلاً بن ککڑی۔ ادرک (شکل C.1)

زیر بچہ Sucker پودے کا کچھ تنا زمین میں دھنس جاتا ہے جس کے اساس سے جانبی زمین دوز شاخیں نکلتی ہیں جو کچھ دور جا کر زمین سے باہر نکل آتی ہیں جن پر پتیاں لگ جاتی ہیں۔ پودینہ۔ گلاب (شکل B.7)

ساقچہ Offset زمین پر پھیلے تنے کا نچلا حصہ زمین میں دھنس جاتا ہے جہاں نیچے باریک جڑیں اور اوپر پتیوں کا گچھا نکلتا ہے۔ پھر اس تنے پر بغلی کلی سے مزید شاخیں نکلتی ہیں جو زمین پر پھیلتی جاتی ہیں ہر ایک راس پر پتیوں کا گچھا اور نیچے اسی مقام پر جڑیں ہوتی ہیں۔ مثلاً منڈوک پرنی (شکل B.8)

ساق بچہ Stolon تنے کا کچھ حصہ زمین میں دھنس جاتا ہے اور زمین کے اندر سطح کے ساتھ ساتھ افقی طور پر پھیلتا ہے۔ ان سے لمبی یا چھوٹی زمین دوز شاخیں نکلتی ہیں۔ جن کے راسی سرے پر راس کلیاں ہوتی ہیں یہ زمین سے باہر نکل کر نیا پودا بناتی ہیں۔ مثلاً ارا روٹ۔ ڈریگن پلانٹ (شکل B.3)

سربلند بچھے ہوئے تنے Decumbent زمین پر بچھے ہوئے تنوں کے سرے اوپر کو اٹھے ہوتے ہیں۔ (شکل C.3)

سپولا نما شاخ Zigzag تنے کے اصلی محور کی نمو رک جاتی ہے اور کسی ایک جانب سے شاخ نکلتی ہے۔ پھر اس شاخ کی نمو رک جاتی ہے اور اس کے دوسری جانب شاخ نکل آتی ہے اس طرح اس کی شکل سپولا نما یا زگ زیگ ہو جاتی ہے۔

عقربی شاخ Scorpioid اصل تنے کی نمو رک جاتی ہے اور شاخ صرف ایک جانب سے نکلتی ہے پھر اس شاخ کی نمو بھی رک جاتی ہے اور اسی جانب سے ایک اور شاخ نکل آتی ہے اس طرح پودا کمان یا بچھو کے ڈنگ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

عنقودی شاخیں Racemose اصلی تنا متواتر بڑھتا جاتا ہے اور اس پر جانبی شاخیں پیدا ہوتی جاتی ہیں ان میں پہلی یعنی معمر شاخیں محور سے دور پھیلی ہوتی ہیں جب کہ نوخیز شاخیں محور کے نزدیک ہوتی ہیں۔ مثلاً سرسوں

کانٹے Thorn شاخ کی ترمیم شدہ شکل ہیں جو سخت اور نوکدار ہوتے ہیں۔ یہ پتی کی بغل سے نکلتے ہیں۔ ان کی اندرونی ساخت تنے سے مشابہ ہوتی ہے۔ مثلاً ببول۔ نارنگی۔

کثیر زا شاخداری Multiparous اصلی محور کی نمو رک جاتی ہے اور اس کے راسی سرے سے کچھ نیچے ہر شاخ پر کئی شاخیں نکل آتی ہیں۔ پھر ان شاخوں کے محور کی نمو بھی رک جاتی ہے اور ہر شاخ پر مزید کئی شاخیں نکل آتی ہیں۔ مثلاً دودھی کلاں۔

کثیر سالہ یا دائمی پودے Perennials جو پودے کئی سال زندہ رہیں۔ ان کا اوپر کا حصہ پھول دینے کے بعد ختم ہو جاتا ہے لیکن زمین دوز تنوں سے دوبارہ پودا اگ آتا ہے مثلاً کیلا۔ ریوند۔ بن ککڑی۔

کلیاں Buds غیر نمو یافتہ شاخیں ہیں جن کے بین العقدین لمبے نہیں ہو پاتے اور نموئی حصے چھوٹی چھوٹی پتیوں میں گھرے ہوتے ہیں۔ یہ تنے اور شاخوں کی راس۔ پتی کی بغل۔ پھول اور جڑ پر دکھائی دیتی ہیں (شکل C.1)

کمزور تنے Weak Stem یہ کمزور تنے ہوتے ہیں اس لیے سیدھے کھڑے نہیں ہو

Scanned with CamScanner

سکتے ان میں رینگنے والے پودے۔ بچھے ہوئے تنے۔ بیلیں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ (شکل C.6)

گچھیائی شاخداری Cymose اصل محور کی بالیدگی رک جاتی ہے اور جانبی کلیوں سے شاخیں تیار ہوتی ہیں۔

گرہ Node تنے میں جوڑ یا گرہ پائے جاتے ہیں جہاں سے شاخیں اور پتیاں نکلتی ہیں۔ یہ جوڑ ٹھوس ہوتے ہیں مثلاً بانس (شکل B.1)

مثلثی تنا Triangular Stem عرضی تراشے میں تنے کے تین کونے نظر آتے ہیں۔ مثلاً مدھار تھوہر (شکل B.2)

مضبوط تنا Strong Stem یہ تنے عمودی ہوتے ہیں اور بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً بانس۔ کھجور۔ (شکل B.1)

ناسوری یا کھوکھلا تنا Fistular Stem گول اور کھوکھلا تنا۔ اس میں گرہ یا جوڑ ٹھوس اور بین العقدین کھوکھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً بانس۔ گندم۔ گھاس (شکل B.1)

یک زا شاخداری Uniparous تنے کے کسی ایک پہلو سے شاخ نکلے تو یک زا شاخداری کہلاتی ہے۔

یک سالہ پودے Annuals ایسے پودے جن کی مکمل نمو یعنی پھول پھل اور بیج وغیرہ ایک ہی موسم میں مکمل ہو جائے۔ مثلاً چاول۔ گندم۔ چنا۔

پتا

The Leaf

اساس برگ Base of Leaf Blade پتے کا نچلا حصہ جہاں ڈنڈی اس کے ساتھ جڑی ہوتی ہے (شکل D.25 to 32)

استوانہ دار ڈنٹھل Terete پتے کی ڈنڈی پتلی گول۔ لمبی اور کھوکھلی استوانہ دار ہوتی ہے۔ مثلاً ارنڈ پاپیتہ۔

اونی بالدار پتا Wooly leaf پتے کی سطح پر لمبے گھنگریالے بال ملتے ہیں۔

بالدار پتا Hairy leaf پتے کی سطح پر بال پائے جاتے ہیں مثلاً سورج مکھی۔

بربط نما پتا Lyrate Leaf پتے میں کئی گوشے ہوتے ہیں جن میں راسی گوشہ لمبا اور جانبی گوشے بتدریج اساس کی جانب چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً مولی۔ سرسوں (شکل D.12

برچھی نما پتا Hastate یہ پتا بھی تیر نما ہی ہوتا ہے صرف اس کے گوشے محور سے زیادہ ملے ہوئے تقریباً زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ (شکل D.11)

بر رخہ دندانے دار پتا Denate دندانے پتے کے حاشیہ کے ساتھ زاویہ قائمہ بناتے ہیں مثلاً تربوز (شکل E.4)

بیضوی پتا Ovate پتا انڈے کی مانند بیضوی ہو جس کا اساس نسبتاً راس کے زیادہ چوڑا ہو مثلاً برگد (شکل D.2)

بیضوی راس برگ Obtuse راس تقریباً گول ہوتا جو 90 ڈگری تا 180 کے درمیان زاویہ

Scanned with CamScanner

(منفرجہ) بناتا ہے مثلاً بڑ۔ بیر (شکل D_18)

پتا Leaf شاخوں کا جانبی زائدہ ہے جو گرہ سے نکلتا ہے۔ اس کی بغل میں ایک بغلی کلی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ اس کے تین حصے پتے کا قاعدہ (Leaf Base)۔ ڈنڈی (Petiole) اور پتری یا کف برگ (Leaf Blade) ہوتے ہیں جب کہ دو تخم برگی تنوں میں پتے کے قاعدہ پر دو چھوٹے چھوٹے زائدے بھی ہوتے ہیں۔ (شکل D_4)

پتے کا قاعدہ Leaf Base پتے کی ڈنڈی کا وہ حصہ جو شاخ سے جڑا ہوتا ہے۔ (شکل C_7, D_4)

پر نما یا پرہ دار پتا Pinnatifid پتے میں ایسے کٹاؤ پیدا ہو جائیں جو میان رگ تک پہنچ جائیں۔ جس سے پتا متبادل یا متقابل ٹکڑوں میں بٹ جائے جو کہ پر نما صورت میں ہوں (شکل E_12)

پوشش دار قاعدہ Sheathing Base پتے کا قاعدہ چوڑا یا تسمہ نما ہو کر تنے کو نصف گھیر لیتا ہے۔ مثلاً للی (شکل C_9)

پھولی ہوئی ڈنڈی Filiform ڈنڈی لبی اور پھولی ہوئی ہوتی ہے۔ مثلاً کنول۔

پیر رستہ قاعدہ Connate دو آمنے سامنے (متقابل) لگے پتے کے پچھلے کنارے ایک دوسرے سے ایسے مل جائیں کہ تنا پتوں کے درمیان سے نکلتا نظر آئے۔

تخم برگی پتے Cotyledonary Leaves مخصوص قسم کے پتے جو بیج میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بیج کے اہم حصوں بیجنہ اور اکھوا کو غذا پہنچاتے ہیں نیز ان کی تعداد کی بنا پر پودوں کی جماعت بندی بھی کی گئی ہے۔ جس بیج میں ایک پتا ہو وہ یک تخم برگی اور جس میں دو پتے ہوں وہ دو تخم برگی پودے کہلاتے ہیں۔

ترچھا پتا Oblique پتے کے دونوں گوشے غیر یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً نیم (شکل D_15_28)

تنا گرد قاعدہ Perfoliata پتے کے نچلے دونوں گوشے آپس میں مل جاتے ہیں اور تنا درمیان سے گزرتا نظر آتا ہے (شکل C_8)

تیر نما پتا Sagittate پتے کی شکل تیر نما ہوتی ہے۔ اس میں اساس دو گوشوں میں تقسیم ہوتا ہے اور دونوں گوشوں کا رخ نچلی جانب لیکن محور سے دور ہوتا ہے۔ (شکل D_8,26)

جال نما رگیت Reticulate Venation پتہ میں ایک موٹی رگ جسے میان رگ (Mid Rip) کہتے ہیں اساس سے شروع ہو کر راس تک پہنچ جاتی ہے اور اس سے چھوٹی جانبی رگیں نکل کر جال سا بنا لیتی ہیں۔ یہ عموماً دو تخم برگی پتوں میں ہوتی ہیں۔ مثلاً پیپل۔ امرود۔ آم (شکل E_9)

جھالر دار حاشیہ Fimbriate پتے کے حاشیہ کے باریک باریک حصے جھالر کی مانند لٹک جاتے ہیں۔ مثلاً سلاد۔

جھلی دار پتا Mcmbranous Leaf پتا باریک جھلی دار ہو جاتا ہے۔

چیو نما پتا Cuneate پتا ڈنڈی پر اس طرح جڑا ہو کہ راسی گوشے گول اور بیرونی جانب نکلے ہوں اور اساس بتدریج پتلے ہوتے جائیں (شکل D_13,30)

چلیپہ دار متقابل پتے Decussate ایک شاخ پر متقابل پتوں کے جوڑے کے اوپر دوسرا جوڑا اس طرح ہو کہ وہ پہلے جوڑے پر زاویہ قائمہ بنائے۔

چمکدار پتا Glaucous پتے کی سطح چمکدار ہوتی ہے۔ مثلاً پیپل۔

چمڑے دار پتا Cariaceous پتا دبیز۔ نرم اور چمڑے کی مانند ہوتا ہے۔ مثلاً بن ککڑی۔ بن تمباکو۔

چوڑی ڈنڈی نما پتا Flattened یہ پتہ نما چوڑے ڈنٹھل ہوتے ہیں جو پھیل کر پتے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ایسے پتوں کو برگ مان (Pyllode) کہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حلقہ دار پتے Whorled شاخ کی ہر گرہ پر دو سے زائد پتے نکلتے ہیں جو آپس میں ایک حلقہ سا بناتے ہیں۔ مثلاً کنیر۔ (شکل C.5)

خار دار پتا Cuspidate پتے کا راس تیز نوکیلے کانٹا نما سرے پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً کیوڑہ۔ چیڑھ۔ کھجور۔ (شکل D.22)

خطی پتا Linear اگر پتا لمبا۔ پتلا گھاس یا گندم یا گنا کے پتے جیسا ہو تو خطی پتا کہلاتا ہے۔ (شکل D.9)

درانتی نما پتا Falcate ایسا پتا درانتی نما یا ہلالی شکل کا ہوتا ہے۔ (شکل D.14)

دریدہ پتا Parted Leaf ایسا پتا جو میان رگ تک مختلف گوشوں میں تقسیم ہو۔ یاد رہے کہ منقسم پتے میں یہ کٹاؤ اس طرح ہوتے ہیں کہ تمام حصے علیحدہ علیحدہ پتیوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں جبکہ دریدہ پتے میں کٹاؤ ہوتے ہیں لیکن پتا ایک ہی نظر آتا ہے۔ مثلاً بن ککڑی۔

دو برگی مرکب پتا Bifoliate میان رگ پر دو برگیچے یا پتیاں پائی جاتی ہیں۔

دویرہ دار پتا Bipinnate پرہ دار پتا مزید تقسیم ہوتا ہے اور ہر پتی میں دوبارہ کٹاؤ پیدا ہو جاتے ہیں ہر پتی سے کئی جوڑے پتیوں کے مزید بنتے ہیں مثلاً لاجونتی (شکل E.15)

دونہ دار پتا Retuse پتے کے راس پر گڑھا پڑ جاتا ہے جس سے یہ دو حصوں میں بٹا نظر آتا ہے مثلاً کنول (شکل D.1)

دوہرا مشاری حاشیہ Biserrate پتے کے حاشیہ کی ہر نوک دوبار تقسیم ہوتی ہے جن کا رخ راس کی طرف ہوتا ہے۔ (شکل E.1)

ڈنٹھل یا پتے کی ڈنڈی Petiole پتے کی ڈنڈی جس کے سرے پر پتا لگا ہوتا ہے۔ (شکل D.4)

ڈورے دار ڈنڈی Tendrillar بعض پتوں کی ڈنڈیاں لمبی مرغولہ نما بیل ڈوروں کی

مانند ہو جاتی ہیں جن کے آخر میں پتے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ڈنڈیاں پیچ و خم کھا کر دوسرے پودوں کا سہارا لیتی ہیں۔

ڈی کرنٹ Decurrent ایک پتے کے نچلے گوشے پر نمایاں کرتے سے لگے ہوئے نیچے دور تک چلے جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تنے سے لگے ہوئے پر ہوں۔

راس برگ Apex of leaf blade پتے کا وہ سرا جو اس کی ڈنڈی سے دور مخالف سمت میں ہوتا ہے۔ (شکل D.16 to 24)

رس دار پتا Succulent پتا نرم اور رس دار ہو جاتا ہے۔ مثلاً پالک۔

رگیت Venation پتے پر پھیلی ہوئی رگیں جو پتے کو پھیلا کر رکھتی ہیں۔ پتا میں رگوں اور ریشوں کے مجموعے کو رگیت کہتے ہیں۔ (شکل E.9)

روئنگٹے دار پتا Puberulous پتے کی سطح پر باریک باریک سیدھے کھڑے بال ہوتے ہیں۔

روئیں دار پتا Mealy پتے کی سطح پر بے انتہا چھوٹے بال ہوتے ہیں جو پوڈر کی مانند با آسانی اٹھائے جا سکتے ہیں۔

زیر رخہ دندانے دار Runcinate پتے کے حاشیہ کے دندانوں کا رخ نچلی جانب ہوتا ہے۔

سادہ پتا سادہ پتے میں حاشیہ صاف یا کٹاؤ دار ہوتا ہے لیکن یہ کٹاؤ میان رگ تک نہیں پہنچے۔ نیز پتے کے اساس پر گوشک اور نموئی نکتہ پایا جاتا ہے۔ اور پتا بغلی کلی سے نکلتا ہے۔ (شکل E.10,11)

سیولا نما حاشیہ Repand پتے کا حاشیہ کم لہریے دار ہوتا ہے۔ مثلاً آم۔

سوئی نما پتا Acicular Leaf باریک۔ گول اور نوکدار سوئی کی مانند ہوتا ہے۔ مثلاً

چیل۔ اناس۔

سوئی نما راس Mucronate پتے کا راس ایک چھوٹی نوکدار سوئی نما ساخت پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً سدا بہار جنگلی مٹر (شکل D_19)

سوئی نما راس برگ Aristate پتے کا راس بتدریج باریک ہو کر سوئی جیسا لمبا اور نوکدار ہو جائے۔ (شکل D_22)

سہ برگی مرکب پتا Trifoliate leaf میان رگ پر تین برگیچے پائے جاتے ہیں۔ (شکل E_16)

سہ پرہ دار پتا Tripinnate پرہ دار پتے کی ہر پتا تین بار تقسیم ہو جاتی ہے اور یہ پتہ تین پتیوں والے جوڑے کی صورت میں نظر آتا ہے۔ (شکل E_18)

شفاف یا چکنا پتا Glabrous پتے کی سطح چکنی یا شفاف ہوتی ہے۔ مثلاً مرچ۔ آم۔

شوکے دار حاشیہ Spinous پتے کا حاشیہ نوکدار ابھاروں یا کانٹوں پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً گھیکوار۔

ضد بیضوی پتا Obvate ایسا بیضوی پتا جس کا اساس اس کے راس کی نسبت زیادہ چوڑا ہو۔ مثلاً بادام۔

ضد قلب نما پتا Obcordate پتا الٹے قلب کی مانند ہو۔ راس پر گول اور کٹا ہو اور اساس گاؤ دم ہو۔

شوکے دار سطح Spiny پتے کی رگوں پر کانٹے پائے جاتے ہیں مثلاً بینگن۔ کٹائی کلاں

عدسہ نما پتا Lanceolate پتے کی بناوٹ عدسہ نما ہو یعنی پتا لمبا ہو لیکن اساس اور راس کی جانب بتدریج گاؤ دم ہوتا جائے۔ (شکل D_10)

عمیق کٹاؤ دار راس Emargnate پتے کے راس کا گڑھا زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ مثلاً چنار

(شکل D_20)

غیر مساوی پرہ دار پتا Imparipinnate اس پتے پر پتیوں یا برگیچوں کی تعداد طاق ہوتی ہے۔ راس پر ایک ہی پتی لگی ہوتی ہے۔ مثلاً ملٹھی (شکل E_14)

فوق تسلطی متقابل پتے Superposed شاخ پر ایک متقابل پتوں کے جوڑے کے اوپر سیدھ میں دوسرا جوڑا لگا ہوتا ہے۔ (شکل C_12)

قلب نما پتا Cordate پتے کی شکل دل کی مانند ہوتی ہے یعنی اساس کٹا ہوا اور راس گاؤ دم مثلاً پان۔ پیپل۔ گلو (شکل D_7)

کھانچہ دار ڈنٹھل Grooved ڈنٹھل میں ایک لمبی نالی۔ گڑھا یا کھانچہ پایا جاتا ہے مثلاً سورج مکھی۔

کٹاؤ سر پتا Truncate پتے کا سرا کٹا ہوا نظر آتا ہے جیسے نوک ٹوٹ گئی ہو (شکل D_16)

کثیر برگی مرکب پتا (Multifoliate میان رگ پر پانچ یا زائد پتیاں پائی جائیں مثلاً سنبھالو۔ سنبھل (شکل E_17)

کثیر پرہ دار مرکب پتا Decompound Leaf, Dissected Leaf پتے میں بار بار کٹاؤ ہو کر چھوٹی پتیاں یا برگیچے پیدا ہوں اور ان برگیچوں میں بھی بار بار کٹاؤ پیدا ہوں۔ اس طرح پتا باریک باریک ٹکڑوں میں بٹ جائے مثلاً گاجر۔ دھنیا۔ (شکل E_20)

کرخت پتا Scarious پتا باریک۔ خشک اور سفید ہو جاتا ہے۔

کھردرا پتا Gluntinous پتے کی سطح کھردری ہوتی ہے۔ مثلاً امرود۔

کف برگ Leaf Blade ڈنڈی کے سرے پر پھیلا ہوا سبز حصہ کف برگ کہلاتا ہے جسے عام اصطلاح میں پتا بھی کہتے ہیں۔ (شکل D_4)

کف برگ یا پتے کی شکل Shape of Leaf دنیائے نباتات میں پتے بہت سی اشکال میں پائے جاتے ہیں جن کو ان کی شکل کی بنیاد پر مختلف نام دیئے گئے ہیں۔

کفچہ نما پتا Spathulate Leaf پتا چمچہ نما ہوتا ہے۔ جس کا راس چوڑا اور گول جب کہ اساسی حصہ نسبتاً کم چوڑا اور پتلا ہوتا ہے۔ (شکل D_3)

کنار پوشی پتے Decussate Leaf یہ بھی چلیپہ دار متقابل پتے ہیں لیکن یہ پتے ایک دوسرے کے اتنے نزدیک ہوتے ہیں کہ پتے کے اوپر پتا چڑھ کر شاخ کو گھیر لیتے ہیں مثلاً ریوند کی ایک قسم (Rheum Nobile)

کنگورے دار حاشیہ Crenate پتے کا حاشیہ کنگورے دار ہوتا ہے۔ (شکل E_3)

کوچک مشاری حاشیہ Serrulate پتے کے حاشیہ کے دندانے بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کا رخ راس کی جانب ہوتا ہے۔ (شکل E_5)

گتھی بالدار سطح Tomentose پتے کی سطح پر بے شمار چھوٹے نرم بال پائے جاتے ہیں جو آپس میں گتھ جاتے ہیں۔

گدی نما قاعدہ Pulvinus پتے کا قاعدہ پھول کر گدے دار ہو جاتا ہے مثلاً چھوئی موئی۔

گرد تنا قاعدہ Amplexicual پتے کا قاعدہ تنے کو مکمل گھیر لیتا ہے۔ مکئی۔ گندم۔ گھاس۔

گردہ نما پتا Reniform Leaf پتے کی شکل گردہ نما ہوتی ہے مثلاً برہمی (شکل D_6)

گول اساسی پتا Rounded Base پتے کا اساس گولائی کی صورت میں ہو۔ (D_27)

گول راسی پتا Rounded Apex پتے کا راس گول ہو۔ (شکل D_17)

گوشک Stipules دو تخم برگی پتے کے قاعدے پر دو سبز چھوٹے جانبی زائدے پائے جاتے ہیں۔ یہ نو زائیدہ پتی کو بیرونی ناخوشگوار عوامل سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اگر یہ موجود ہوں

تو پتا گوشک دار اور نہ ہوں تو غیر گوشک دار کہلاتا ہے (E_10)

لوتھڑا نما اساس Auriculate میان برگ کے دونوں جانب کان کی لو کی مانند لوتھڑے یا گوشے بنے ہوتے ہیں (شکل D_32)

لہریا دار حاشیہ Sinuate پتے کا حاشیہ لہریا دار ہوتا ہے۔ (شکل E_7)

گوشے دار پتا Lobed ایسا پتا جو مختلف گوشوں یا لوتھڑوں میں تقسیم ہو اور یہ تقسیم میان رگ یا اساس کے نصف یا تیسرے حصے تک پہنچ جائے۔ (شکل D_12)

متبادل برگی ترتیب Alternate شاخ پر ایک گرہ سے ایک پتا نکلتا ہے جب کہ دوسرا پتا دوسری گرہ پر پہلے پتے سے مخالف سمت میں نکلتا ہے مثلاً سورج مکھی۔ تمباکو (شکل C_8)

متقابل برگی ترتیب Opposite ہر گرہ سے دو پتے نکلتے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں مثلاً مدار (C_10,12)

مساوی پرہ دار پتا Paripinnate مرکب پتے میں تمام پتیوں کی تعداد راس تک جوڑوں کی شکل میں ہوتی ہے۔ مثلاً ریٹھا (شکل E_13)

متوازی رگیت Parallel Venation پتے میں میان رگ سے جو دوسری رگیں نکلتی ہیں وہ ایک دوسری متوازی حاشیے یا راس تک چلی جاتی ہیں۔ (شکل D_5,10,14)

مرکب پتا Compound Leaf ایک سادہ پتے میں کٹاؤ سے پیدا ہوتا ہے جو کہ میان رگ تک چلے جاتے ہیں اور پتا کئی حصوں یا برگیچوں، گوشوں یا پتیوں میں بٹ جاتا ہے۔ یہ پتیاں Leaf Lets کہلاتی ہیں۔ جب کہ اصلی میان رگ Rachis کہلاتی ہے ان پتیوں کے اساس پر کوئی نموئی نکتہ یا گوشک نہیں ہوتا اور یہ بغلی کلی سے پیدا نہیں ہوتیں اس لیے ان چھوٹی چھوٹی پتیوں کو Rachis مرکب پتا کہتے ہیں۔ (شکل E_12) مثلاً ریٹھا۔ کاکڑا سنگھی۔ پستہ۔

مستطیل نما پتا Oblong پتا تقریباً مستطیل نما ہوتا ہے اور کنارے گول ہوتے ہیں۔ مثلاً

Scanned with CamScanner

کیلا (شکل D.5)

مستطیل نما اساس Truncate پتے کا اساس مستطیل نما ہوتا ہے۔ شکل (D.25)

مشاری حاشیہ Serrate پتے کا حاشیہ پر نوکدار ابھار ہوں جن کا رخ راس کی طرف ہو۔ مثلاً گلاب (E.6)

مکمل حاشیہ Entire پتے کا حاشیہ صاف اور ہموار ہو مثلاً انجیر۔ جامن (شکل E.8)

منقسم پتا Divided Leaf ایسا پتا جو واضح ٹکڑوں میں تقسیم ہو اور یہ تقسیم میان رگ یا اساس تک پہنچ جائے۔

نرم بالدار پتا Pubscent پتے کی سطح پر نرم باریک بال ہوتے ہیں۔ مثلاً ٹماٹر۔

نصف گرد تنا قاعدہ Semi amplexicaul پتے کا قاعدہ تنے کو نصف تک گھیر لیتا ہے مثلاً دھنیا۔

نوکدار پتا Acute پتے کی راس زاویہ قائمہ سے کم ہو اور حادہ زاویہ بناتی ہوئی تنگ اور نوکدار ہو جائے۔ مثلاً کنیر (شکل D.23)

نوکیلا پتا Acuminate راس لمبی اور تنگ ہوتی ہوئی دور تک دم کی مانند ہو جاتی ہے۔ مثلاً پیپل (شکل E.9, D.24)

ورقے Bracts پتے کی ایک قسم ہے۔ یہ سبز۔ بے رنگ یا رنگین ہوتے ہیں۔ ہر پھول کے قاعدہ پر یہی ایک پتا ہوتا ہے ان کی تعداد سے پھولوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ہدبہ دار یا بالدار حاشیہ Ciliate پتے کے حاشیہ پر باریک باریک بال ہوتے ہیں۔ پکھان بید (شکل E.2)

ہلیلجی نما پتا Elliptica پتا دیکھنے میں ایسے نظر آتا ہے جیسے دو ہلال آپس میں جڑے ہوں۔ راس اور اساس دبے ہوئے اور گولائی میں ہوتے ہیں۔ پتا تقریباً لمبائی چوڑائی میں برابر ہوتا

ہے۔ مثلاً امرود۔ انجیر۔ (شکل D.1)

یک برگی مرکب پتا Monofoliate Compound leaf پتے کے میان رگ پر ایک ہی پتی ہوتی ہے مثلاً لیموں (شکل E.19)

پھول

The Flower

اکلیلہ Corolla پھول کا دوسرا گھیرا جو رنگین پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ (شکل F_1)

اکمامہ Sepal پھول کا سب سے نچلا یا پہلا گھیرا (کمامہ) جو سبز پتیوں سے بنتا ہے اس گھیرے کی واحد پتی اکملہ کہلاتی ہے۔ (شکل F_5)

انجیر نما پھولداری Hypanthodium خانہ گل ناشپاتی نما ہوتا ہے۔ درمیان میں خالی کہفہ ہوتا ہے جس کا راسی سرا سوراخ دار ہوتا ہے جو باریک چھلکوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ سوراخ سے نیچے نر پھول ہوتے ہیں اور تہہ میں مادہ پھول پائے جاتے ہیں۔ مثلاً گولر۔ انجیر۔ پیپل۔ برگد۔ (شکل F_2,3,4)

پرلوائی تصیف Vexillary پنکھڑیاں تتلی نما شکل اختیار کرلیں۔ بڑی پنکھڑی دو جانبی پنکھڑیوں کے ایک کنارے کو ڈھک لیتی ہے جن کے دوسرے کنارے بیرونی جانب ہوتے ہیں جو متحد پنکھڑیوں کی بنی ہوئی پینیدا (Keel) کو ڈھک لیتے ہیں۔ مثلاً مٹر۔ سیم۔

بند دولبی پھول Personate اس میں پنکھڑیاں دو حصوں میں منقسم ہو کر آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتی ہیں اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رہتا اور منہ بند رہتا ہے۔ (G_11)

بے ڈنڈی پھول Sessile ایسے پھول میں ڈنڈی نہیں ہوتی۔ (شکل F_13)

بیضہ دان Ovary ننے کے نیچے گول یا بیضوی شکل کا جسم جس کے سیون پر بیضے لگے ہوتے ہیں۔ ہر بیضے میں ایک بیضہ تھیلی ہوتی ہے۔ بیضہ دان کے پکنے کے بعد پھل تیار ہوتے ہیں اور بیضوں سے بیج بن جاتے ہیں۔ (شکل F_1)

بیلچی پھول داری Spadix سمارا کی ایک قسم ہے۔ جس کا محور گودے دار ہو جاتا ہے۔ اکثر شاخ کا اختتام سمارا پر ہوتا ہے۔ اور یہ رنگین بڑے یا چھوٹے ورقوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ مثلاً کیلا۔ پیاز۔ اروی۔ کھجور۔ ہتھ بس (Thomsonia Napalensis) (شکل F_4)

پھکنے نما پھول Urceolate متحد پنکھڑیوں کا پھول جو پھکنا نما شکل اختیار کرے۔ جس کا اوپر کا حصہ تنگ جب کہ درمیانی اور نچلہ حصہ پھیلا ہوا ہو۔ مثلاً Silene کی چند انواع۔ (شکل G_13)

پنکھڑی یا بتلاب Petal اکلیلہ کی واحد پتی کو پنکھڑی کہتے ہیں۔ پنکھڑی کا پھیلا ہوا بیرونی حصہ "پر۔ Limb" اور تنگ نلی نما اندرونی حصہ جس سے یہ پھول میں جڑی ہوتی ہے "Claw۔ پنجہ" کہلاتا ہے۔ تمام پنکھڑیوں کے Claw اکٹھے ہو کر "نلی۔ Tube" کی شکل بنا لیتے ہیں۔ (شکل G_1,9)

پھول ڈنڈی Pedicel شاخ پر جس چھوٹی یا لمبی ڈنڈی کے ذریعہ پھول جڑا ہوتا ہے یہ پھول ڈنڈی کہلاتی ہے۔ (شکل F_5)

پہیہ نما یا چکر دار پھول Rotate or Wheel پنکھڑیوں کے پر آزاد ہوتے ہیں اور نلی نما حصے متحد۔ یہ دونوں ایک دوسرے پر زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ (شکل G_9)

پیچاں تصیف Twisted Aestivation ایک پنکھڑی کا ایک پہلو دوسری پنکھڑی کو ڈھک لے اور دوسری پنکھڑی کا دوسرا پہلو تیسری پنکھڑی کو ڈھک لے۔ اس طرح پنکھڑی کا ایک سرا بیرونی جانب اور دوسرا ڈھکا ہوتا ہے۔

تکرینہ پھولداری Capitulum اصل محور دب کر چپٹا ہو جاتا ہے جس پر پھول بغیر ڈنڈی کے ترتیب پاتے ہیں۔ بیرونی حلقے کے پھول معمر اور یک صنفی ہوتے ہیں جب کہ اندرونی پھول چھوٹے اور دو صنفی بغیر ڈنڈی دار ہوتے ہیں۔ بیرونی پھول کرنی (Ray Floret) اور اندرونی قرصی (Disc Floret) کہلاتے ہیں۔ ان پھولوں کے نیچے ورقوں کا

کچھا پایا جاتا ہے۔ مثلاً سورج مکھی۔

تتلی نما پھول Papilionaceous پھول کی شکل تتلی نما ہوتی ہے جس میں پنکھڑیوں کی تعداد پانچ ہوتی ہے۔ ایک پنکھڑی کافی بڑی ہوتی ہے جسے "لوا" کہتے ہیں۔ دو جانبی پنکھڑیاں ہوتی ہیں جنہیں "پر۔ (Wing)" کہتے ہیں جبکہ دو اندرونی پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو متحد ہو کر کشتی نما شکل اختیار کر لیتی ہیں انہیں "پینڈا۔ Keel" کہتے ہیں۔ مثلاً مٹر۔ سیم (شکل G-10)

تصیف Aestivation پھول میں کمامہ یا پنکھڑیوں کے حلقے کی آپس میں طرز ترتیب تصیف کہلاتی ہے۔

چھتر نما پھولداری Umbel شاخ کا درمیانی محور چھوٹا ہو جاتا ہے۔ جس کے راس پر نو عمر اور معمر پھولوں کی ڈنڈیوں کی لمبائی ایک جیسی ہوتی ہے۔ ان ڈنڈیوں کی اساس پر ورقوں (Bracts) کا گچھا پایا جاتا ہے۔ مثلاً دھنیا۔ گاجر (شکل F-12)

دو زا گھیالی Biparous cyme اصل محور ایک پھول پر ختم ہو جاتا ہے جس کے دونوں جانب شاخیں نکلتی ہیں جن پر پھول بھی ہوتے ہیں۔ (شکل F-8)

دو صنفی پھول Bisexual flower ایسے پھول میں نر اور مادہ دونوں اصناف پائی جاتی ہیں۔

دو لبی پھول Bilabiate flower پھول کی پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ دو ایک جگہ جب کہ تین دوسری جگہ ان دو حصوں کے درمیان کچھ جگہ بن جاتی ہے جس سے اس کا منہ کھلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً اڑوسہ (شکل G-14,19)

زباں دار پھول Ligulate پنکھڑی کا اوپر کا حصہ پھیل کر زبان کی شکل اختیار کر لیتا ہے جب کہ نچلا حصہ (Claw) متحد ہو کر نلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً سورج مکھی۔

زر تار Filament باریک دھاگہ نما ریشے ہیں جن پر زردان لگے ہوتے ہیں۔ (شکل F-5)

زردان Anther پھول کا نر حصہ اس پر زیرے (Pollen grain) تیار ہوتے ہیں۔ (شکل F-3,5)

سادہ عنقودی پھولداری Simple raceme اصل محور بڑھتا جاتا ہے۔ ساق پر پھولوں کی ڈنڈیاں لگتی جاتی ہیں۔ نچلے پرانے پھولوں کی ڈنڈیاں لمبی اور ساق سے ہٹی ہوتی ہیں جب کہ نو عمر پھولوں کی ڈنڈیاں چھوٹی اور محور کے قریب ہوتی ہیں۔ مثلاً سرسوں (شکل F-16)

سپولا نما پھولداری Zigzag اصل محور پھول پر ختم ہوتا ہے اس کی دائیں بغل سے نئی پھول ڈنڈی نکلتی ہے پھر نئی ڈنڈی کی بائیں بغل ڈنڈی نکلتی ہے اس طرح پھولداری سپولا نما ہو جاتی ہے۔

صلیب نما پھول Cruciform ایسے پھول کی چار آزاد پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر پنکھڑی آپس میں زاویہ قائمہ بناتی ہے جس سے کم و بیش صلیب کی شکل بن جاتی ہے۔ مثلاً مولی۔ سرسوں (شکل G-1)

طشتری نما پھول Salverform ایسا پھول جس کی پنکھڑیاں پھیلی ہوتی ہیں جب کہ پنجہ (Claw) متحد نلی دار گاؤ دم ہوتا ہے۔ یہ نلی پنکھڑیوں کے پاس اچانک مخروطی شکل میں پھیل جاتی ہے۔ (شکل G-12)

عقربی گھیالی Scorpioid cyme اصلی محور پھول پر ختم ہو جاتا ہے پھر اس کے بغل سے شاخ نکلتی ہے یہ بھی پھول پر ختم ہو جاتی ہے پھر اس شاخ کے پھول کی بغل سے اسی سمت میں مزید شاخ نکلتی ہے۔ اس طرح پھولداری بچھو کے ڈنگ کی مانند ہوتی ہے۔ (شکل F-15)

عرشہ یا خانہ گل Thalamus پھول کی ڈنڈی کا راسی حصہ پھول سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ پھولا ہوا حصہ عرشہ یا خانہ گل کہلاتا ہے۔ (شکل F-5)

غیر صنفی پھول Neutral ایسے پھول میں نر اور مادہ دونوں اصناف نہیں پائی جاتیں۔

کلغی Stigma مادہ کوٹ کا چھوٹا گول سرا (شکل F.5)

قیف نما پھول Funnel form پنکھڑیاں متحد ہو کر قیف کی شکل اختیار کر لیتی ہیں مثلاً دھتورا (شکل G.5)

کثیر زا گھیالی Multiparous cyme اصلی محور پر ایک پھول نکلتا ہے۔ اس سے کچھ نیچے اسی محور پر کئی شاخیں نکلتی ہے جو ایک ایک پھول پر ختم ہو جاتی ہیں۔ دختر محور پر پھر کئی شاخیں نکلتی ہیں۔ مثلاً مدار (آک)

کمامہ Calyx پھول کا پہلا یا سب سے نچلا گھیر جو سبز پتیوں سے بنا ہوتا ہے (شکل F.1)

کنار پوشہ تصیف Imbricate ایک پنکھڑی کے دونوں پہلو اندرونی جانب جب کہ دوسری پنکھڑی کے دونوں پہلو بیرونی جانب ہوں اس طرح ایک پنکھڑی اندرونی جانب جب کہ دوسری پنکھڑی بیرونی جانب ہو۔

گھیالی پھولداری Cymose infloresence شاخ کا اختتام ایک راسی پھول پر ہوتا ہے۔ محور کے راس سے کچھ نیچے جانبی شاخیں نکلتی ہیں یہ بھی راسی پھول پر ختم ہوتی ہیں۔

کیرِوفائلش پھول Caryophyllaceous پانچ پنکھڑی پھول ہے۔ ہر پنکھڑی کا پر اور نلی نما حصہ آپس میں زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ (شکل G.2)

گچھا پھولداری Head بغیر ڈنڈی پھولوں کا ایک گھنا گچھا جس میں تمام پھول ایک جیسے اور دو صنفی ہوتے ہیں۔ شکل (F.7)

گرد گل Perianth پھول میں اکمامہ اور اکلیلچہ دونوں ایک ہی رنگ اور شکل کے پائے جائیں۔

گھیر تارہ پھولداری Verticil inflorescence بغیر ڈنڈی دار پھول شاخ پر ایک کاذب حلقہ بنا لیتے ہیں۔ یہ دراصل دوزا گھیالی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ (شکل F.11)

گلاب نما پھول Rosaceous آزاد پنکھڑیوں پر مشتمل پھول جس کے نلی نما حصے بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ (شکل G.3)

گل خوشہ پھولداری Corymb اصل محور آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ معمر پھولوں کی ڈنڈیاں لمبی ہوتی ہیں جب کہ نوخیز پھولوں کی ڈنڈیاں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اس طرح تمام ڈنڈیاں محور پر مختلف حصوں سے نکل کر ایک ہموار سطح بنا لیتی ہیں۔ (شکل F.9)

گھنٹی نما پھول Campanulate پنکھڑیاں متحد ہو کر گھنٹی کی طرح شکل بناتی ہیں۔ (شکل G.8,18)

مادہ کوٹ Gynoecium پھول کا چوتھا حلقہ جس سے مادہ عضو تیار ہوتے ہیں۔ اسے پھل پتہ (Carpel) بھی کہتے ہیں۔

مرکب عنقودی پھولداری Compund raceme اصل محور پر کئی شاخیں نکلتی ہیں لیکن ہر شاخ پر پھولوں کی ترتیب سادہ عنقودی پھولداری کی مانند ہی ہوتی ہے۔ (شکل F.6)

مصرعی تصیف Valvate جب پنکھڑیاں ایک دوسری کو چھو رہی ہوں لیکن آپس میں ایک دوسری کو نہ ڈھکیں۔

مسارا Spike پھول بغیر ڈنڈی دار ہوتے ہیں۔ اصلی محور بڑھتا رہتا ہے اور اس پر پھولوں کی ترتیب راس جو (Acropetal) ہوتی ہے مثلاً چولائی (شکل F.13)

مسارچہ Spike Lets چھوٹے مسارا ہیں جن مین ایک یا چند پھول ہوتے ہیں جو مخصوص ورقوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ مثلاً گھاس۔ گندم۔

مکمل پھول Complete flower جس پھول میں اکمامہ۔ اکلیلچہ۔ نرکوٹ اور مادہ کوٹ چاروں حصے پائے جائیں۔ (شکل F.1)

مہمیز نما پھول Spur اکمامہ یا اکلیلچہ سے ایک تنگ نلی نما زائدہ تیار ہوتا ہے۔ (شکل G.7)

Scanned with CamScanner

نر کوٹ Androecium پھول کا تیسرا حلقہ جو نر عضویے بناتا ہے۔ (شکل F.1)

نظام گل یا پھولداری Inflorescence کچھ شاخوں پر پھول پائے جاتے ہیں جو کئی ترتیب سے ہوتے ہیں۔ ان کی درجہ بندی شاخوں کی ترتیب سے کی جاتی ہے۔ شاخوں اور پھولوں کی یہ ترتیب نظام گل کہلاتی ہے۔ (صفحہ F.)

نلی نما پھول Tubular پنکھڑیاں متحد ہو کر نلی دار ہو جاتی ہیں جو راس یا اساس سے یکساں موٹی ہوتی ہیں۔ (شکل G.4,15)

نے Style ایک پتلی ڈنڈی جو کلغی اور بیضہ دان کے درمیان ہوتی ہے جس کے ذریعہ زیرے بیضہ دان میں اترتے ہیں۔ (شکل F.5)

ہریریہ Catkin لمبا اور لٹکا ہوا مسمارا ہے۔ اصلی محور متواتر بڑھتا رہتا ہے۔ معمر پھول محور سے دور اور نو عمر محور سے قریب ہوتے ہیں تمام پھول بغیر ڈنڈی دار اور یک صنفی ہوتے ہیں۔ ہریرہ کا مطلب عربی میں بلی ہے چونکہ پھولوں کا یہ مجموعہ بلی کی دم کی مانند ہوتا ہے اس لیے ہریریہ کہلاتا ہے مثلاً شہتوت۔ بید مشک۔ بھوج پتر۔ شاہ بلوط (شکل F.10)

یک صنفی پھول Mono sexual ایسے پھول میں صرف ایک صنف پائی جاتی ہے۔ اگر صرف نر عضو موجود ہو تو زر ریشے دار Staminate اور صرف مادہ عضو موجود ہو تو پھل پتیاں (Pistillate) کہلاتا ہے۔

پھل
The Fruit

انبارک پھل Sorosis نظام گل مسمارا (Spike) یا بیلچی نما (Spadix) ہوتا ہے۔ پھولوں کے کمامے۔ ورقے یا بیضے دان آپس میں مل جاتے ہیں اور رس دار ہو جاتے ہیں۔ جس سے تمام پھول ایک رس دار تودہ تیار کرتے ہیں۔ اس کے محور بھی بعض اوقات گودے دار یا رس دار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اناناس۔ شہتوت۔ کٹھل۔

انجیر نما پھل Synconus خانہ گل یا عرشہ تمام نظام گل یا پھولداری کو گھیر لیتا ہے۔ اس کے درمیان ایک خالی کہفہ ہوتا ہے۔ عرشہ کی اندرونی تہہ پر پھول لگے ہوتے ہیں۔ ہر پھول کے اساس پر ایک ورقہ ہوتا ہے۔ مثلاً گولر۔ انجیر۔ برگد۔ پیپل۔ (شکل F.2)

بیرون ثمرہ Epicarp گرد ثمرہ یا پھل کی بیرونی دیوار کو کہتے ہیں۔

بیریا پھل Berry گودہ دار پھل ہے جس میں بیرون ثمرہ۔ میان ثمرہ اور درون ثمرہ تمام لحمی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات درون ثمرہ پتلا جھلی نما ہوتا ہے۔ بیج سخت ہوتے ہیں اور آزاد خانوں میں رہتے ہیں مثلاً امرود۔ ٹماٹر۔ بینگن۔

پھل Fruit پکے ہوئے بیضہ دان کو کہتے ہیں جو گرد ثمرہ (Pericarp) اور بیج میں تقسیم ہوتا ہے۔

پھلی Legume خشک یک خانے دار اور واحد اعلیٰ بیضہ دان سے تیار ہوتی ہے۔ مثلاً دالیں

پیپو پھل Pepo لحمی پھل ہیں۔ جن میں بیضہ دان تین متحد مادہ کوٹ سے بنتے ہیں۔ بیج مشیمہ پر لگے ہوتے ہیں اور لحم میں دھنسے ہوتے ہیں۔ مثلاً ککڑی۔ خربوزہ۔ تربوز۔ کدو۔

Scanned with CamScanner

درون ثمرہ Endocarp پھل کی اندرونی دیوار کو کہتے ہیں۔

رس دار یا لحمی پھل Fleshy Fruit یہ اعلیٰ یا ادنیٰ بیضہ سے تیار ہونے والے رس دار پھل ہیں ان میں ایک یا کئی بیج ہوتے ہیں جو پھل کے گلنے سڑنے پر آزاد ہو جاتے ہیں۔ آم۔ زیتون۔

زیتونیا پھل Drupe واحد اور اعلیٰ بیضہ دان سے بننے والا گودہ دار پھل ہوتا ہے۔ جس کا درون ثمرہ بے حد سخت ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک یا دو بیج ہوتے ہیں۔ مثلاً آم آڑو۔ کاکڑا سنگھی۔ پستہ۔ زیتون۔

سادہ پھل Simple Fruit ایسے پھل واحد پھول سے تیار ہوتے ہیں۔ یہ پھل خشک یا تر ہوتے ہیں مثلاً دالیں۔ کیسہ۔ سپاری۔ مقفل نما۔ زیتونیا۔ بیریا وغیرہ۔

سپاری نما پھل Nut دو یا کثیر متحد اعلیٰ بیضے دان سے تیار پھل جس میں ایک ہی بیج ہوتا ہے اور اس کا گرد ثمرہ بے حد سخت ہوتا ہے مثلاً چھالیہ۔ جفت بلوط۔ لیچی۔

سنگترہ نما پھل Hesperidium کئی متحد اعلیٰ بیضے دانوں سے بنتا ہے۔ گرد حاشیہ تین تہہ میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ درون ثمرہ اندر کی جانب کئی خانے بناتا ہے۔ بیرون ثمرہ اور میان ثمرہ آپس میں مل کر چھلکا بناتے ہیں۔ درون ثمرہ کے خانوں میں جانبی دیواروں سے باریک باریک ریشے نما تھیلیاں نکلتی ہیں جو رس سے بھری ہوتی ہیں مثلاً کینو۔ لیموں۔ مالٹا۔

سیب نما پھل Pome کاذب پھل ہے جو خانہ گل یا عرشے سے تیار ہوتا ہے۔ بیضے دان کو خانہ گل گھیر لیتا ہے اور لحمی ہو جاتا ہے مثلاً ناشپاتی۔ سیب۔ بہی۔

فوفل نما پھل Caryopsis ایک بیج والا پھل جو واحد اور اعلیٰ بیضہ دان سے بنتا ہے۔ گرد ثمرہ اور بیج غلاف آپس میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں جنہیں علیحدہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً چاول گندم۔ باجرہ۔ گھاس۔

کاذب پھل False fruit ایسے پھل جو بیضہ دان کے علاوہ پھول کے مختلف حصوں

سے تیار ہوں مثلاً ناشپاتی۔ سیب۔

کیسہ یا ڈوڈہ Capsule دو متحد یا کئی متحد اعلیٰ بیضے دانوں سے بنتا ہے جس میں بہت سارے بیج ہوتے ہیں۔ یہ ایک خانہ دار یا کئی خانہ دار ہوتا ہے۔ مثلاً افیون۔ کپاس۔ ستیاناسی۔

گرد ثمرہ Pericarp باروری کے بعد خام بیضہ پختہ ہو جاتا ہے اور بیج بنتا ہے۔ اس اثناء میں بیضہ دان کی دیوار کے خلیات کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے اور یہ پک کر پھل تیار کرتی ہے۔ یہ دیوار گرد ثمرہ کہلاتی ہے۔ جو کہ بسا اوقات تین پرتوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

مجتمع پھل Aggregate fruit ایک پھول میں کئی بیضہ دان پائے جاتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے علیحدہ اور آزاد ہوتے ہیں۔ ہر بیضہ دان ایک چھوٹا سا پھل تیار کرتا ہے۔ اس طرح ایک پھول میں کئی چھوٹے چھوٹے پھل پائے جاتے ہیں اور یہ پھلوں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ ان پھلوں کی فطرت ناشگافہ۔ بیریا۔ زیتونیا یا کیسہ جراب نما ہوتی ہے۔ مثلاً کنول گٹہ۔ مدار۔ بلیک بیری۔ شریفہ وغیرہ۔

مرکب پھل Composite fruit کئی پھولوں سے تیار ہوتا ہے جو آپس میں مل جاتے ہیں یا پھر یہ پھولداری سے تیار ہوتا ہے مثلاً شہتوت۔ گولر۔ انجیر۔ انناس وغیرہ۔

میان ثمرہ Mesocarp پھل کی درمیانی دیوار کو کہتے ہیں۔

حوالہ جاتی کتب

(۱) جگن ناتھ

آیورویدک جڑی بوٹیاں (فروری ۱۹۸۳ء)

ادارۂ مطبوعات سلیمانی اردو بازار لاہور۔

(۲) رام لبھایا

بیان الادویہ (نومبر ۱۹۷۷ء)

ادارۂ مطبوعات سلیمانی اردو بازار لاہور

(۳) سید صفی الدین علی

یونانی ادویہ مفردہ (۱۹۸۳ء)

پروگریسو بکس ۴۰۔ بی اردو بازار لاہور

(۴) ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المعروف ابن بیطار

جامع المفردات (اردو ایڈیشن)

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز' اردو بازار لاہور۔

(۵) غلام محی الدین چغتائی

رہنمائے عقاقیر جلد اول

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

(۶) فصیح الدین چغتائی

رہنمائے عقاقیر جلد دوم

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

(۷) لچھمن داس پرشاد

پاکستان و ہندوستان کی جڑی بوٹیاں

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور

(۸) محمد نجم الغنی (رامپوری)

خزائن الادویہ جلد ۱ تا ۴

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور۔

(۹) نور محمد چوہان

پاکستان کی جڑی بوٹیاں اور درخت

مکتبہ رفیق روزگار عقب پیر مکی شریف لاہور

(۱۰) وجود حسین (مس)

ابتدائی نباتیات

آسن مل اوجھا روڈ نزد اردو بازار کراچی۔

REFERENCES

(1) Anonymous
Medicinal Plants of Nepal
Department of medicinal plants
Ministry of forests and soil conservation
Thapathali, Kathmandu, Nepal 1982

(2) E. Nasir & S.I. Ali (Editors)
Flora of Pakistan
National herbarium N.A.R.C
Islamabad/University of Karachi.

(3) J.F. Dastur
Useful Plants of India and Pakistan
D.B. Taraporevala sons and co. Pvt L.T.D
Apte Industrial estate, worli, Mombay.
India

(4) J. Lindsay Stewart and Dietrich Brandis
Forest flora of north-west and central India
Bishen sing mahandra pal singh

(5) M.B.Zaman and M. Shariq Khan.
Hundrad Medicinal plants of Pakistan
Medicinal plant branch of Pakistan forest
institute Peshawar.

(6) M.Ishaque, A Memon and Noor. M. Shahani
Survey and Domestication of Wild
Medicinal Plants of Sind
Pakistan 1983 to 1988
Sind Agriculture University Tandojam.

(7) Oleg Polunin and Adam Stainton
flowers of Himalaya
Oxford University press jai singh road
New, Delhi 110001 India 1985

(8) A. Stainton
Flowers of Himalaya, a Supplement
Oxford University press Jai singh road
New Delhi 110001 India 1988

(9) R.N. Chopra, I.C. Chpra
A review of work on indian medicinal plants
Indian council of medical research New
Delhi 1955

(10) R.N. Chopra, I.C.Chopra, S.L.Nayar.
(i),Glossary of Indian Madicinal plants
1956 (ii) Supplement 1986.
Council of Scientific and Industrial research
New. Delhi.

(11) R.N. Chopra, I.C. Chopra, K.L.Handh, L.D.
Kapur.
Indigenous drugs of India
Academic Publichers.
5-A, Bhawani Dutta Lane, Calcutta-
700073.

(12) R.N.Chopra, B.R. Pattan Lall, G. Sudhamoy
Poisonous Plants of India.
Government Indian press, Calcutta, 1949

(13) Roger Phillips and martyn riy
1) Early perennials
2) Late perennials
Pan books LTD. Gavaye place, london
S.W. 109 P.G.

(14) Samuel B.Jones, Jr. and Arlene E. Luchsinger
Plant Systematics
Mcgraw- Hill Book company New Delhi,
Newyork, Paris

(15) Siro Kitamura
Plants of west Pakistan and Afghanistan
Indus Publications
25, Farid chambers, Abdulla Haroon Road
Karachi 1977

(16) William Dymock
Pharmacographia Indica
Hamdard institute of Health and tibbi
Research, Karachi.

آئندہ جلد کی فہرست نباتات

اٹ سٹ۔ اشوک۔ اسگندھ۔ افتیمون۔ اندرانی۔ انجبار۔ اونٹ کٹارا۔ برہم ڈنڈی۔ بھنگ۔ بھنگرا۔ بھوج پتر۔ پرسیاؤشاں۔ جل نیم۔ جنطیانہ۔ جیاپوتہ۔ خرفہ۔ خطمی' خبازی۔ ڈھاک۔ سداب۔ سنبھالو۔ شیطرج۔ قرطم۔ کافور۔ کنیر۔ کٹھ۔ گڑھل۔ گورکھ پان۔ گیندا۔ نیلوفر۔ ہرن کھری۔

نوٹ:۔ کتاب مکمل ہونے تک اس فہرست میں ردوبدل ممکن ہے۔

بیسویں صدی کی مقبول ترین طبی تصنیف

کنز المجربات

استاذ الحکماء

حکیم محمد عبد اللہ

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

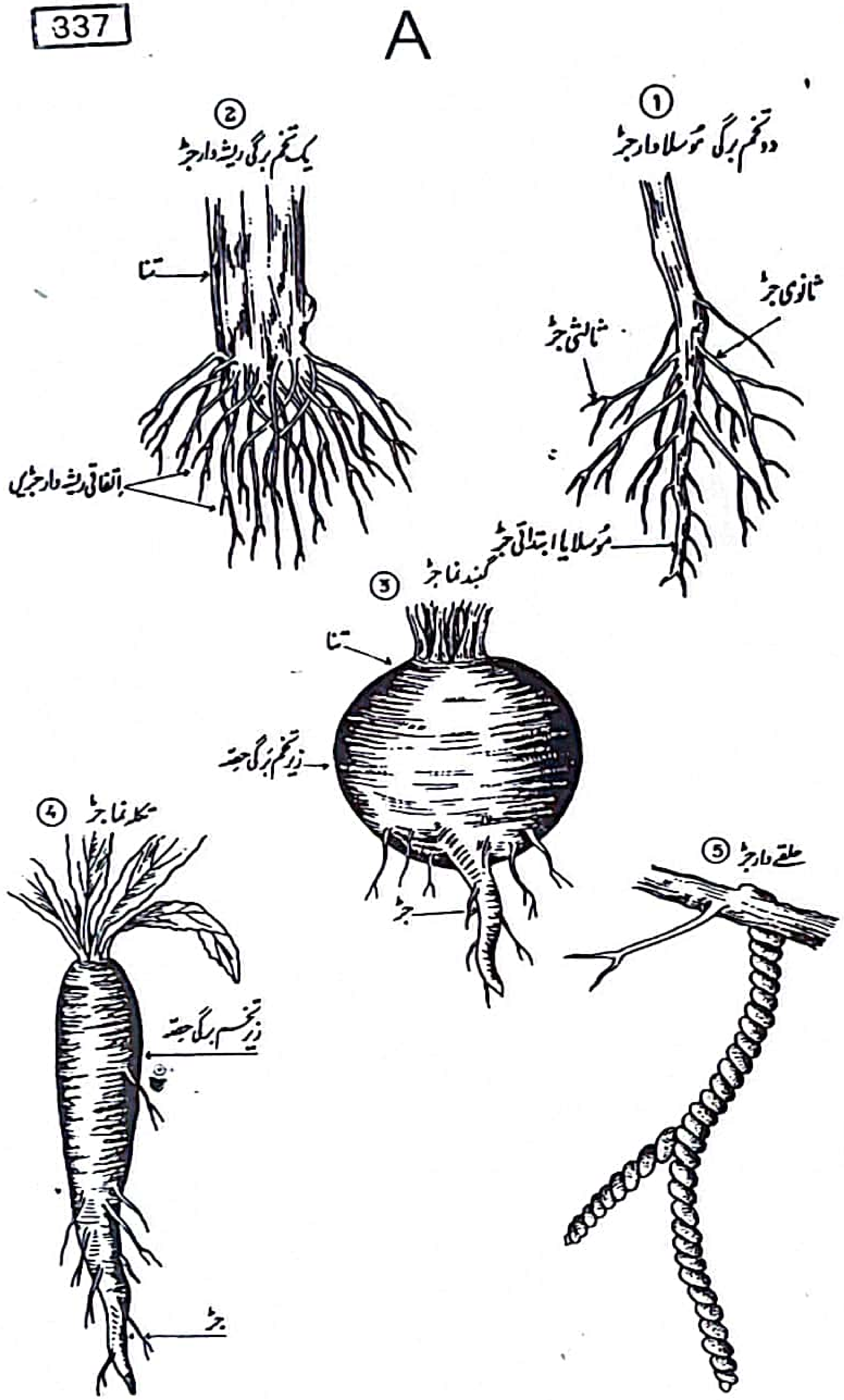

A

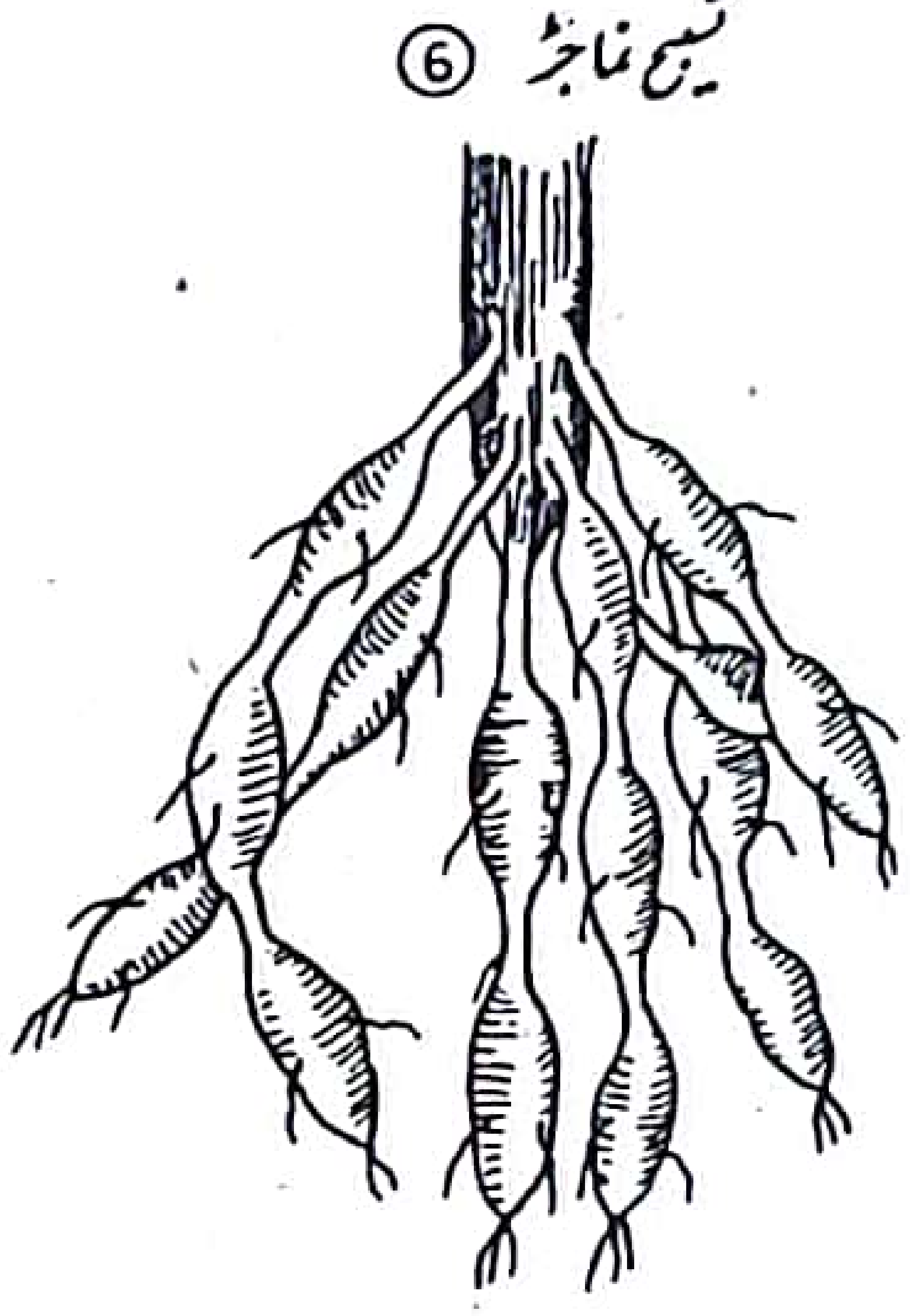
6
تسبیح نما جڑ

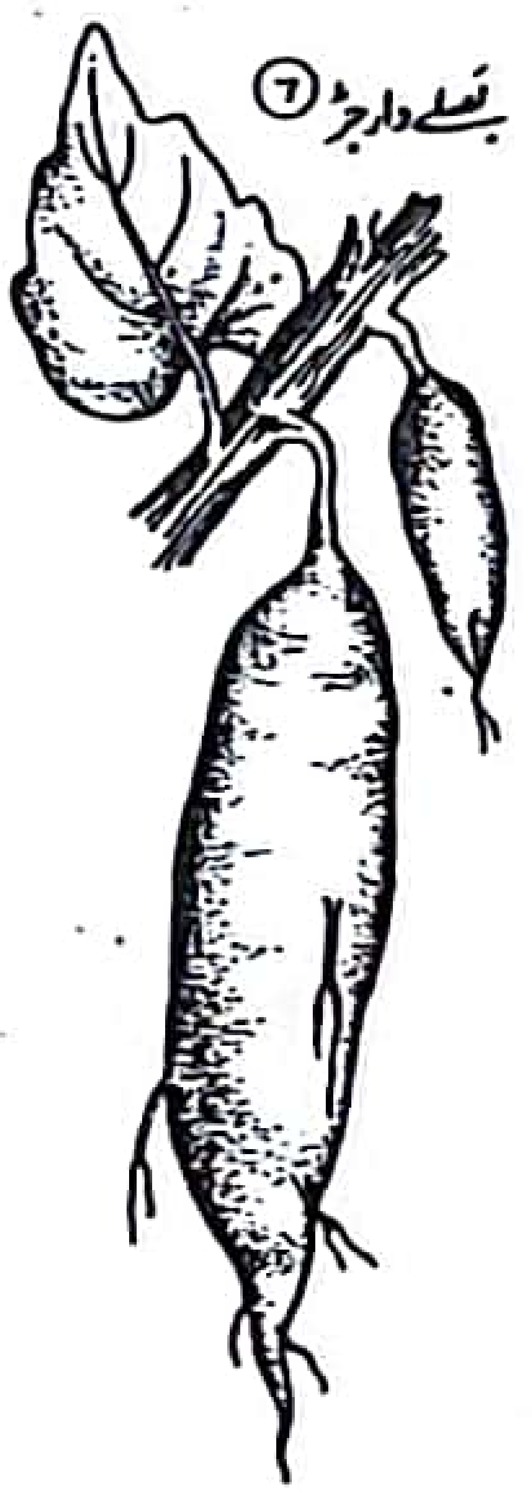
7

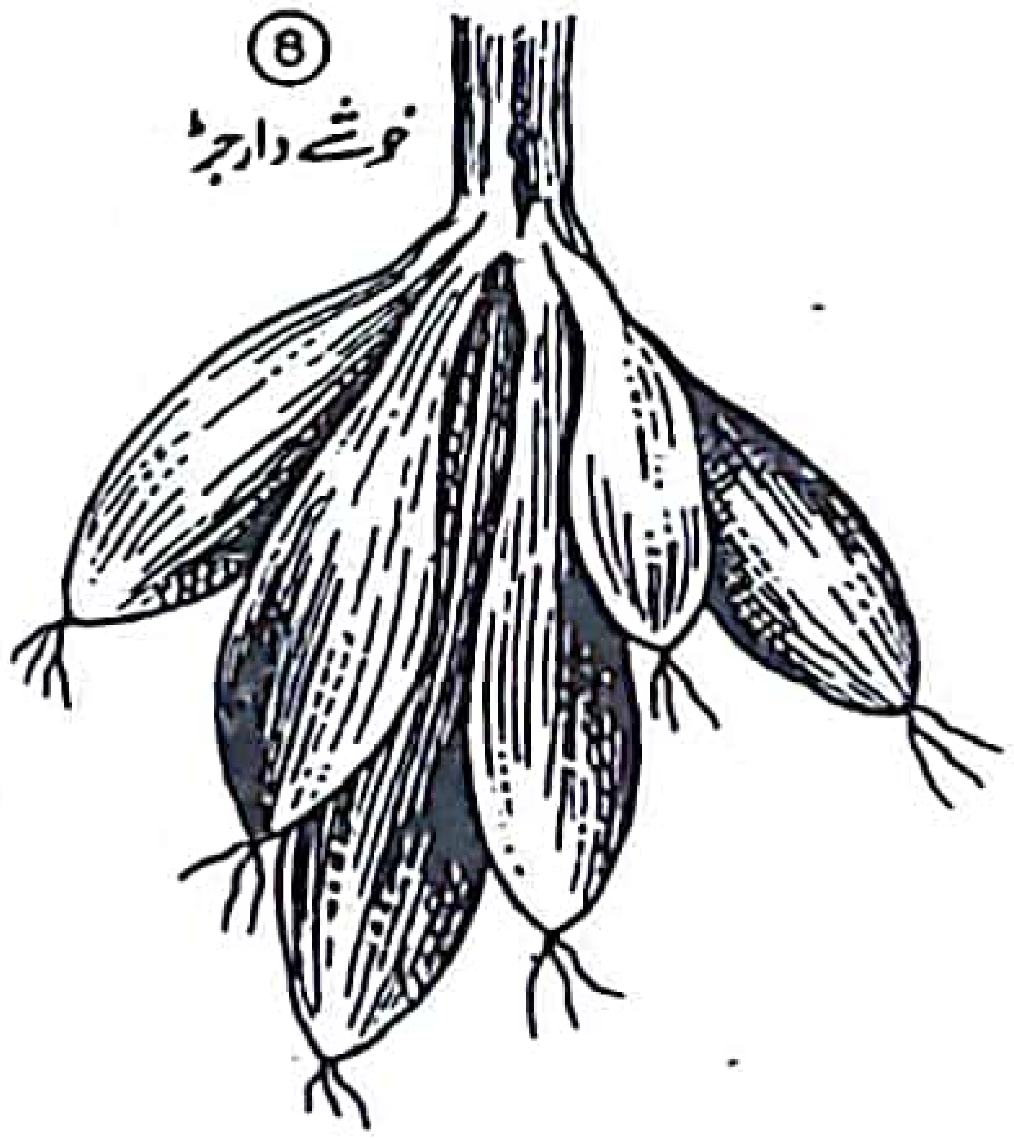
8
خوشے دار جڑ

9
میزبان پودا
طفیلی پودا
طفیلی جڑیں

B

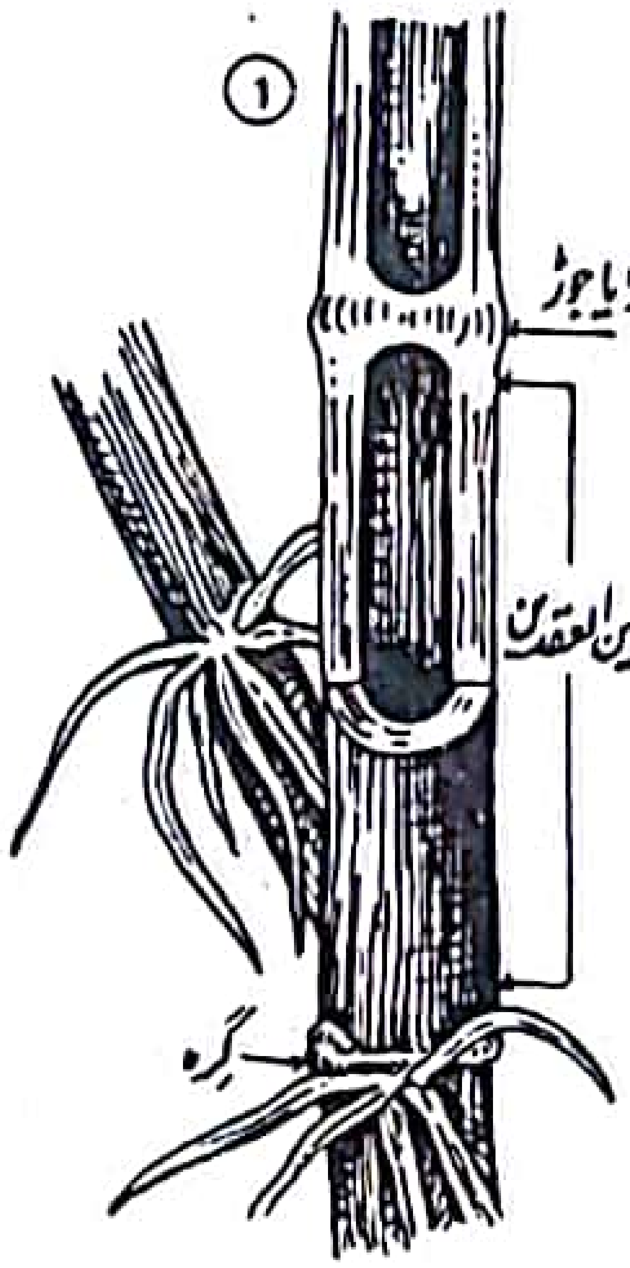
1
گرہ یا جوڑ
بین العقدہ
گرہ

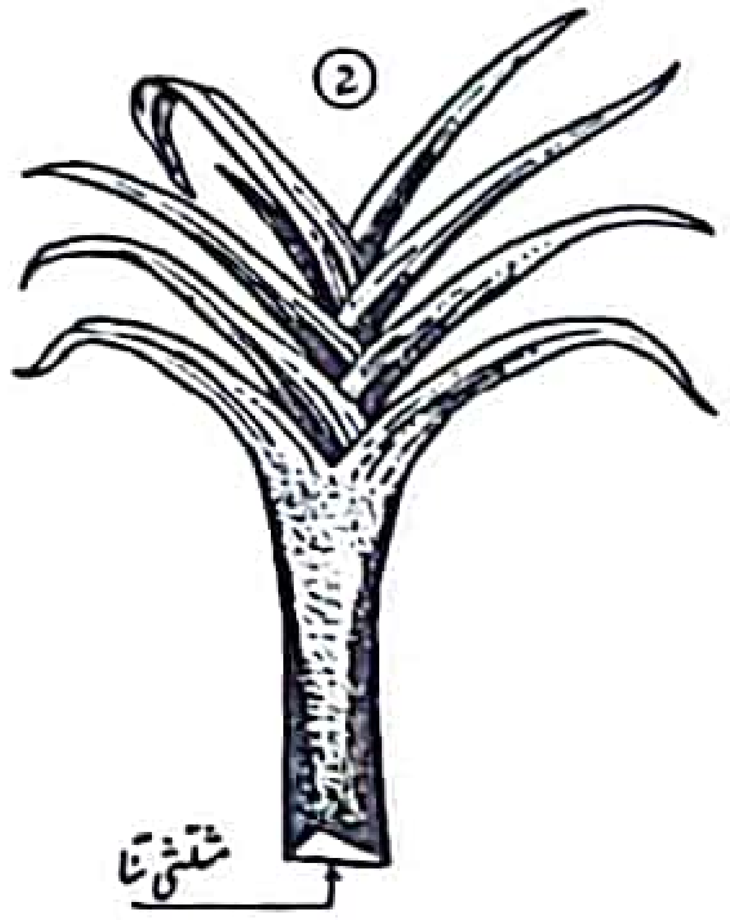
2

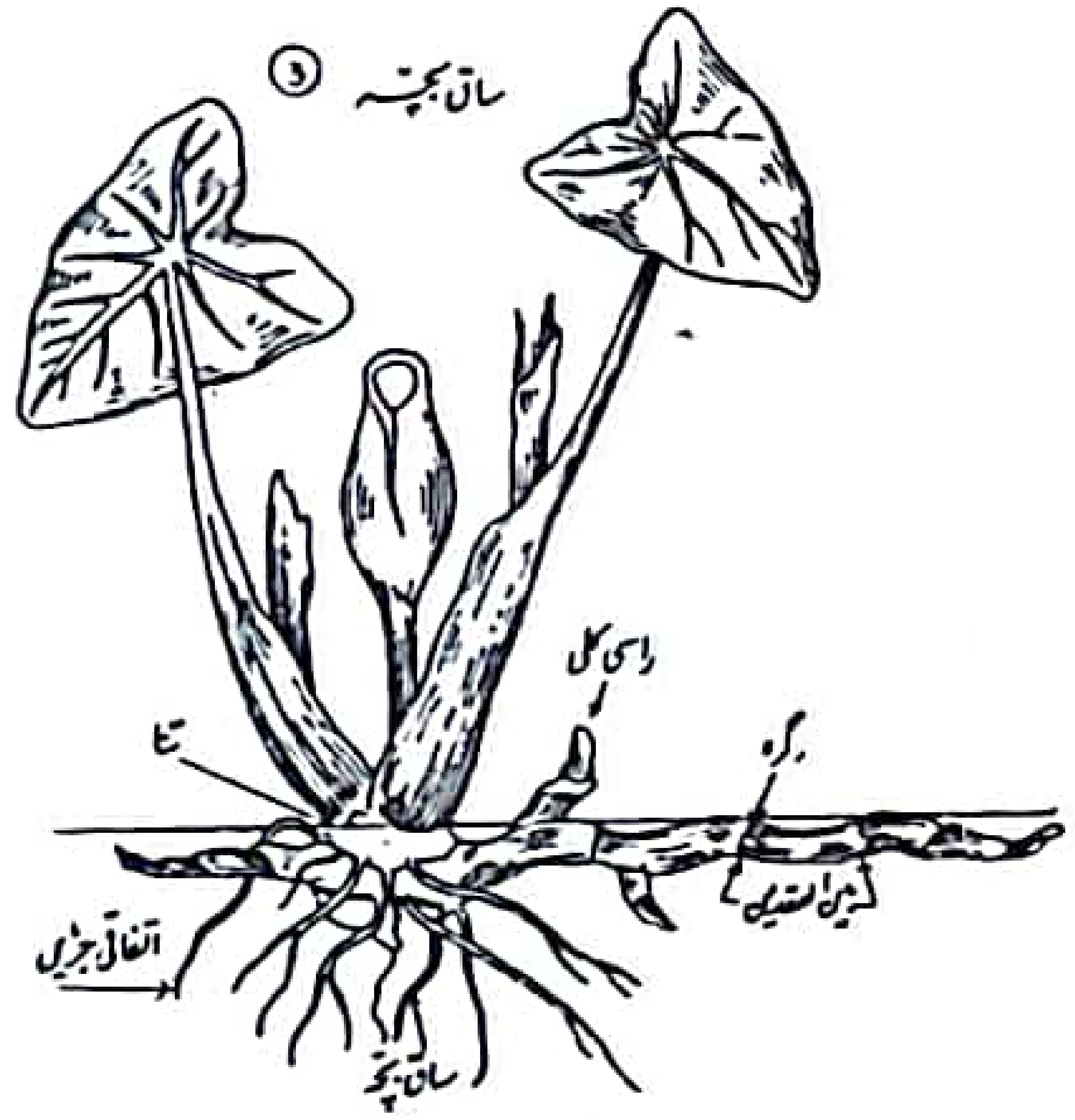
3
ساق بچہ
راسی کلی
تنا
گرہ
بین العقدہ
اتفاقی جڑیں
ساق بچہ

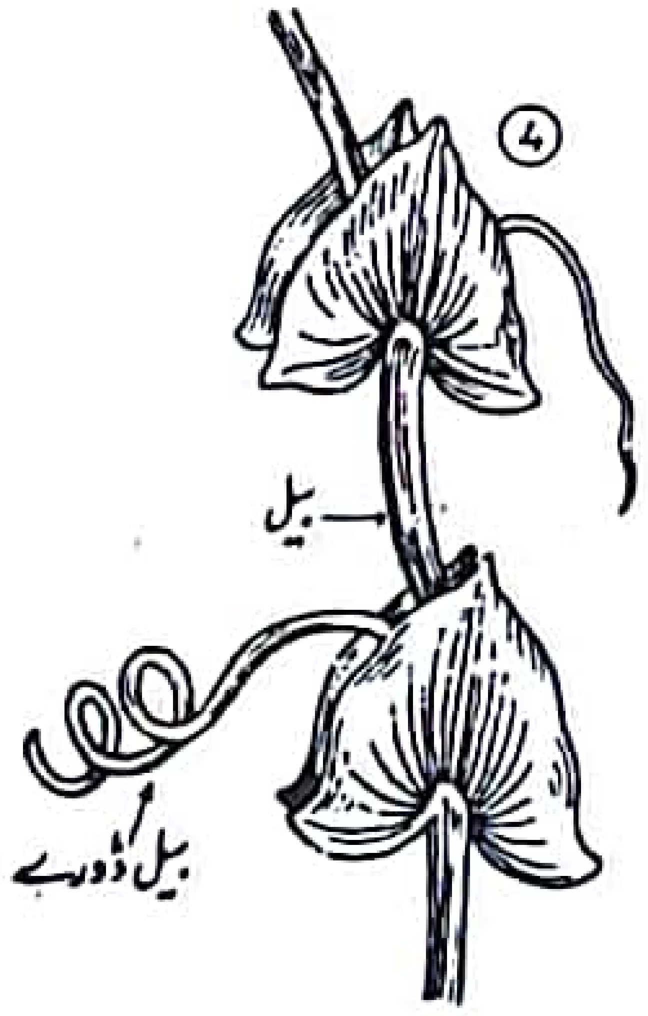
4
بیل
بیل ڈورے

5
بیل دار یا زاویہ دار تنا

B

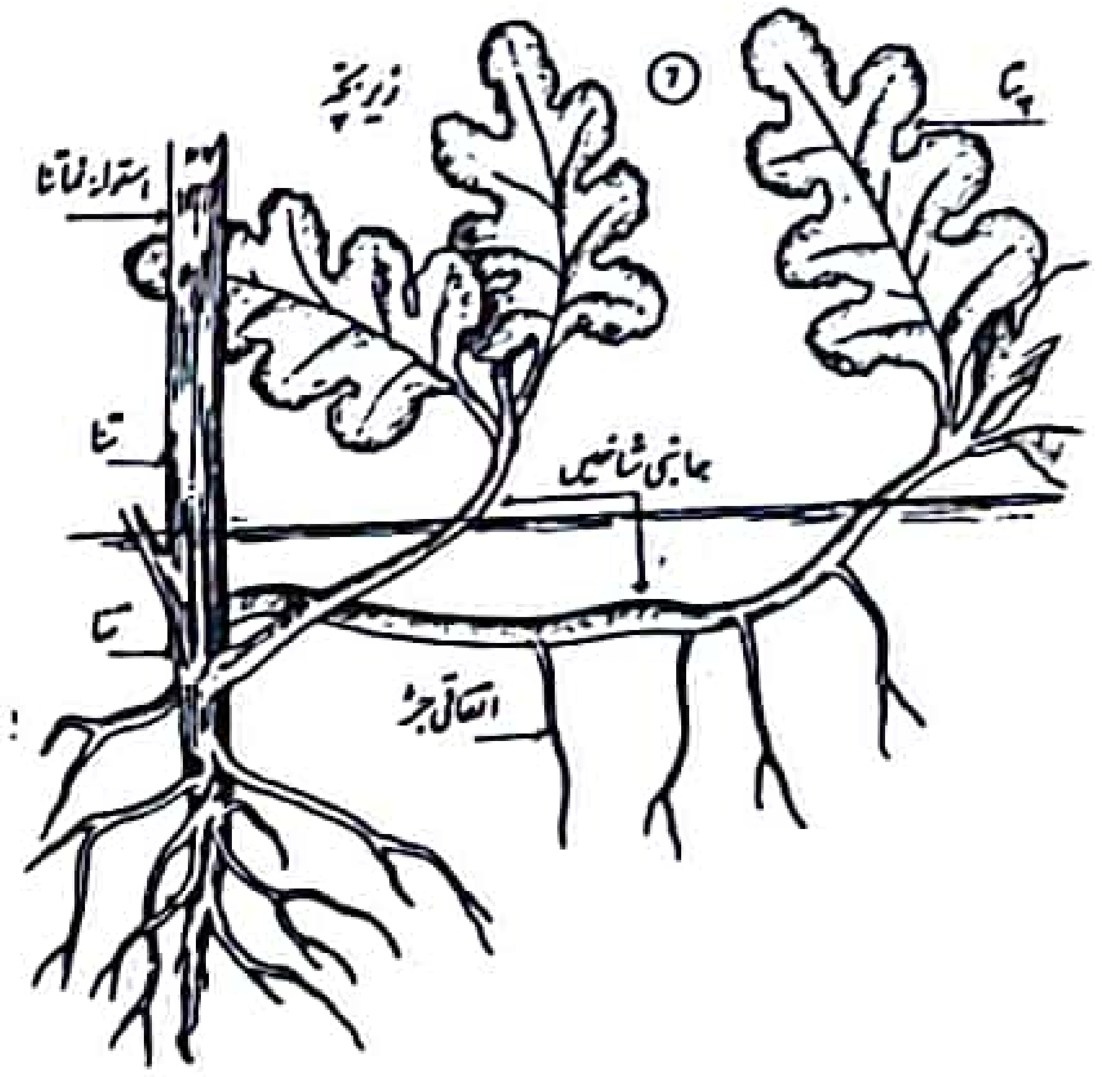
پتا
تنا
جانبی شاخیں
اتفاقی جڑ

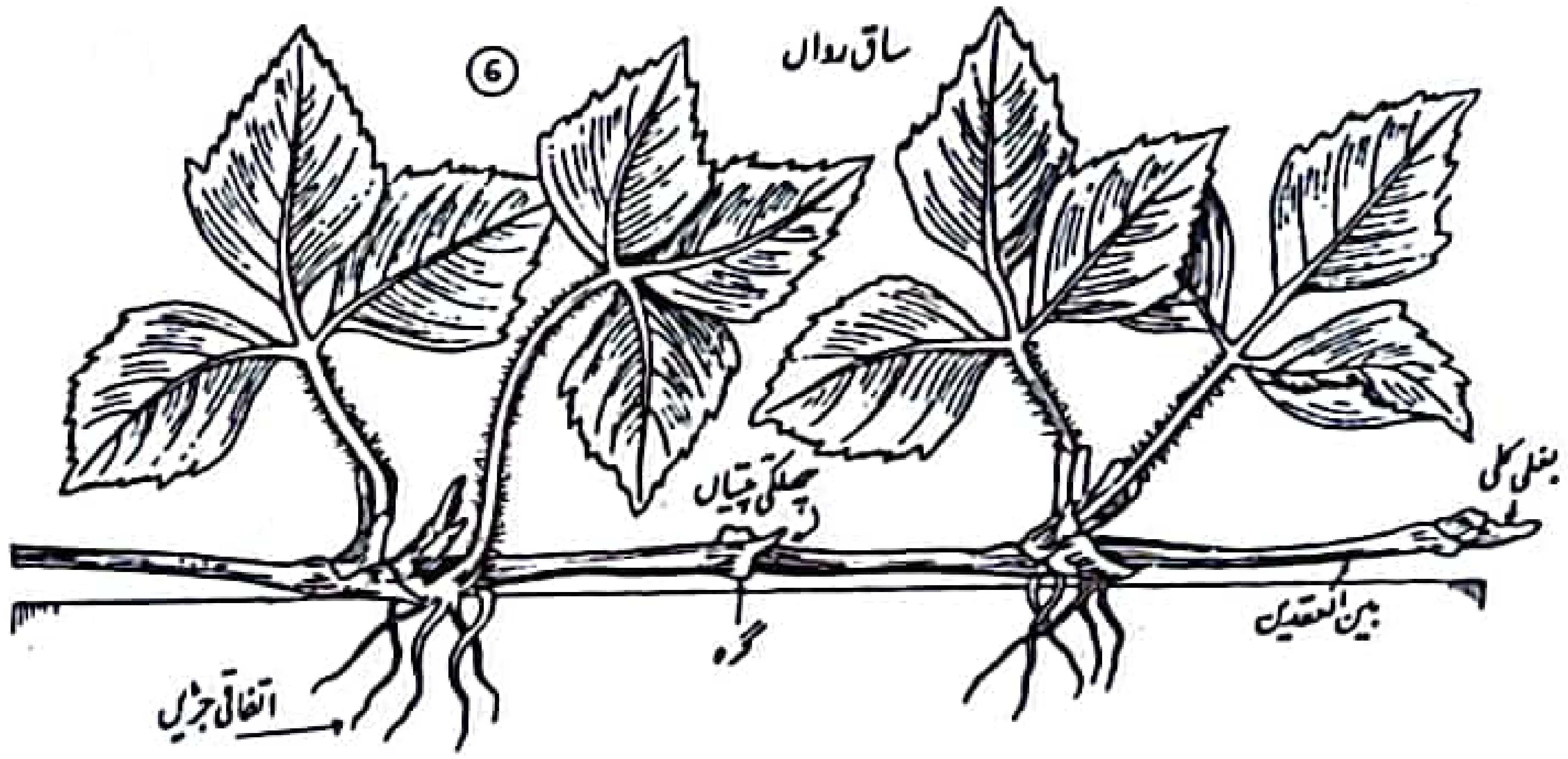
ساق رواں
بغلی کلی
چھلکی پتیاں
گرہ
بین العقدین
اتفاقی جڑیں

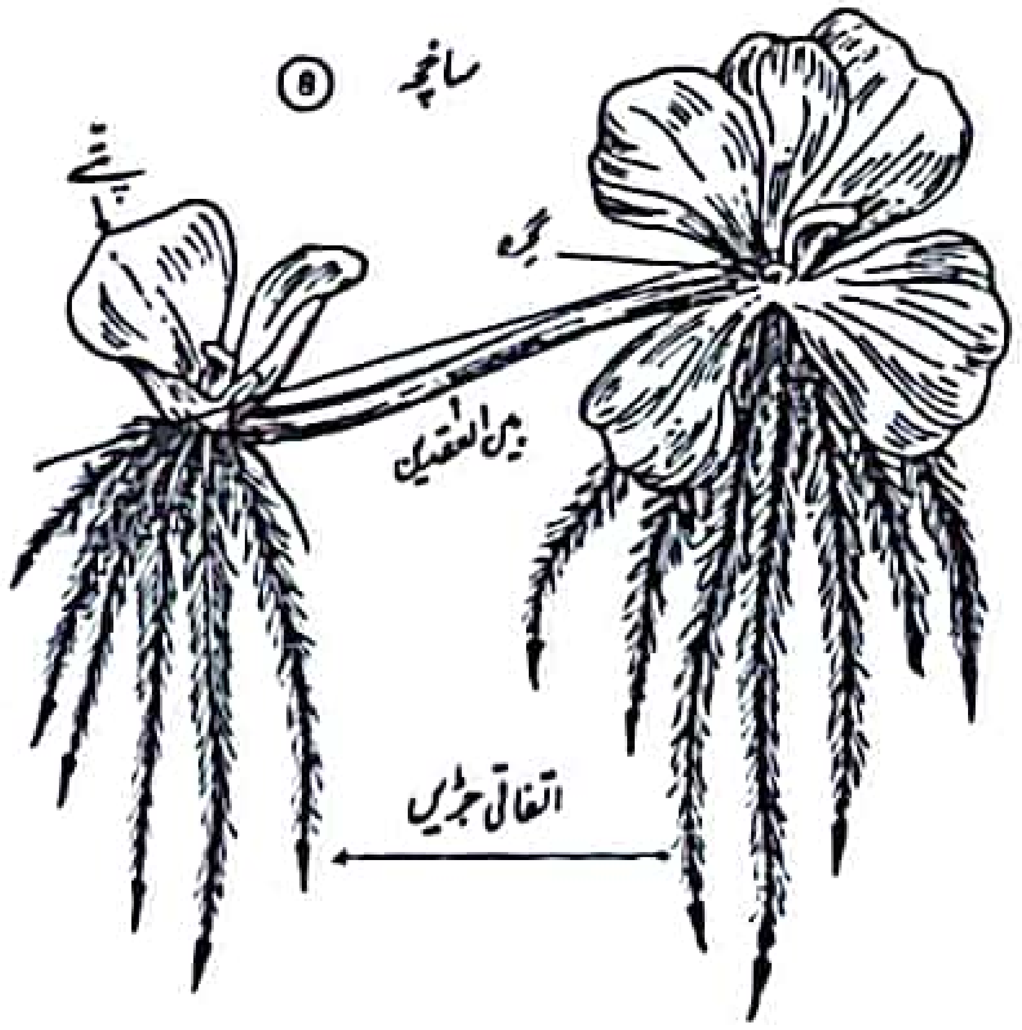
پتے
گرہ
بین العقدین
اتفاقی جڑیں

C

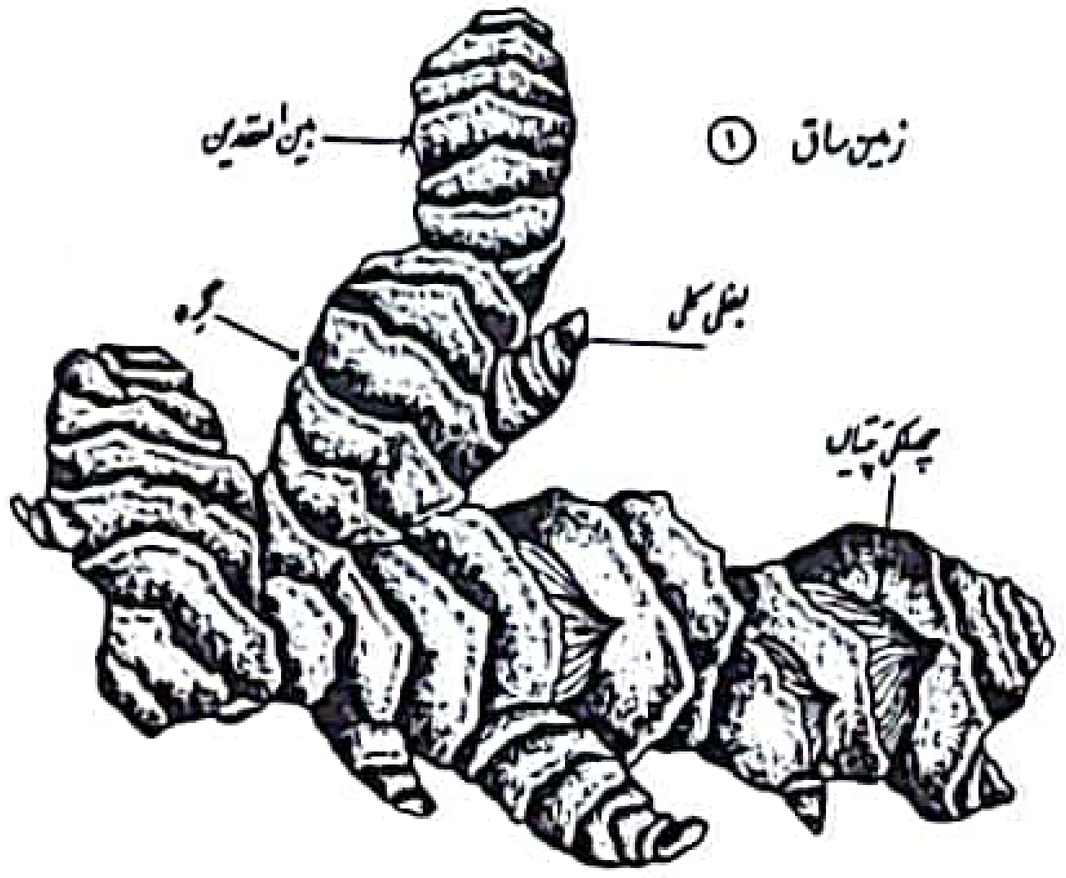
زمین ساق
بین العقدین
گرہ
بغلی کلی
چھلکی پتیاں

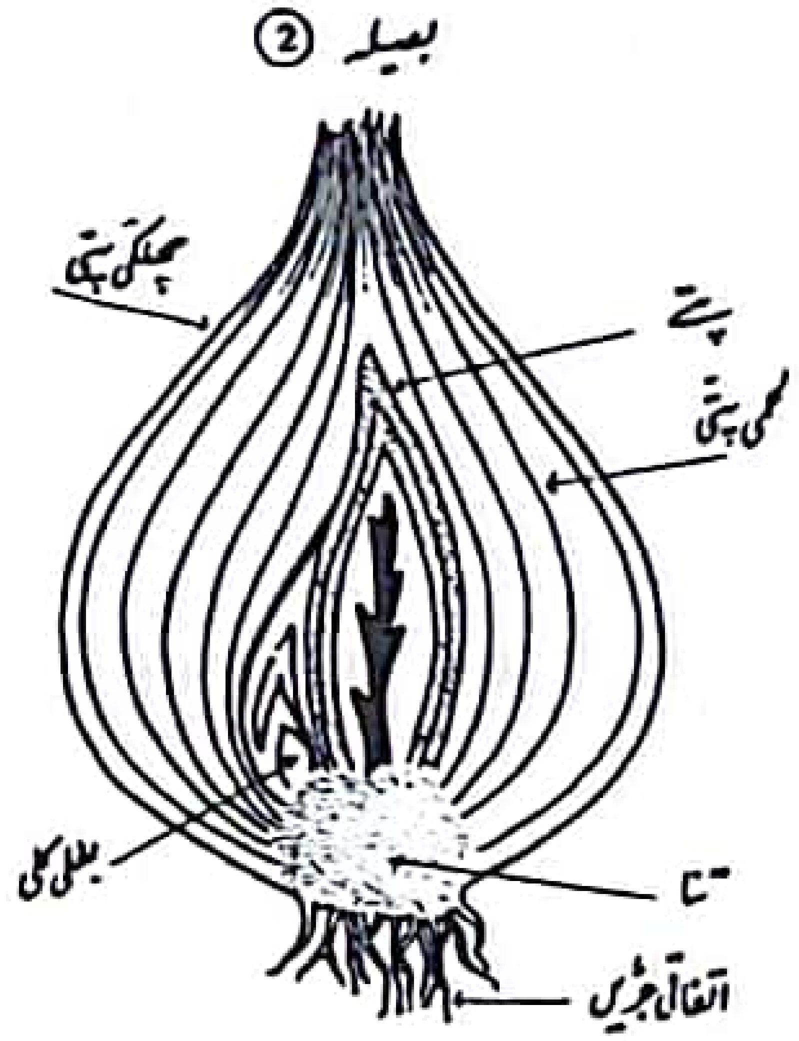
بصلہ
چھلکی پتی
پتے
لحمی پتی
بغلی کلی
تنا
اتفاقی جڑیں

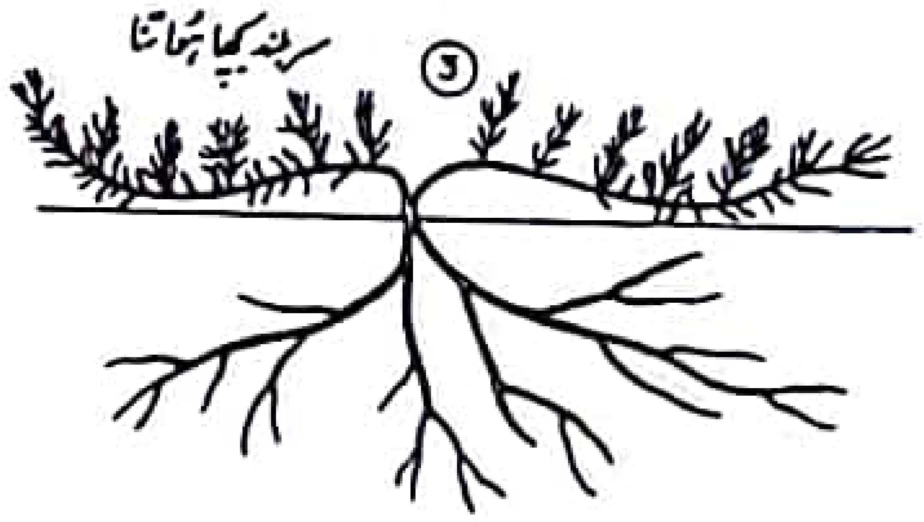

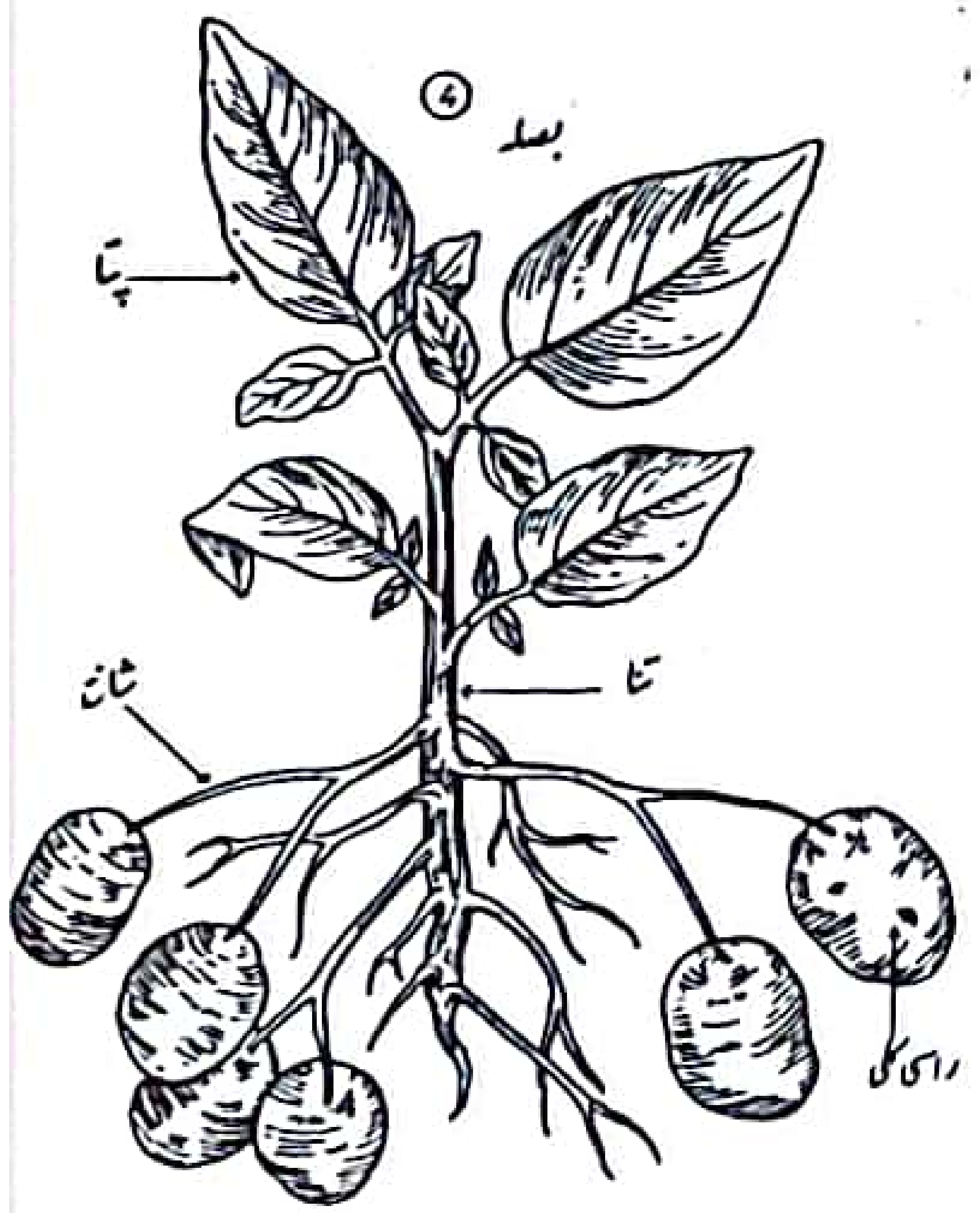
پتا
تنا
شاخ
راسی کلی

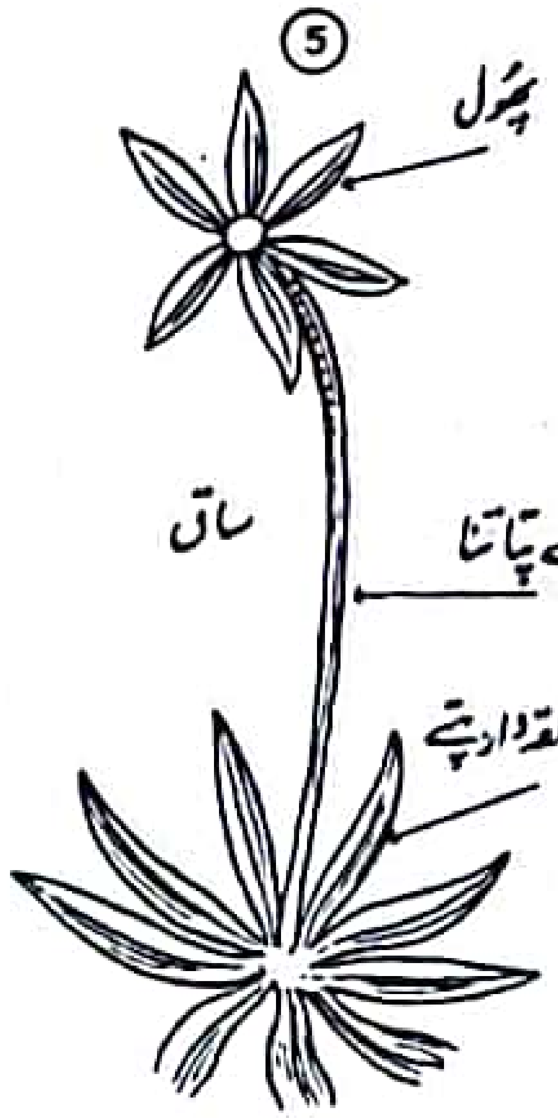
پھول
ساق
بے پتا تنا
حلقہ دار پتے

C

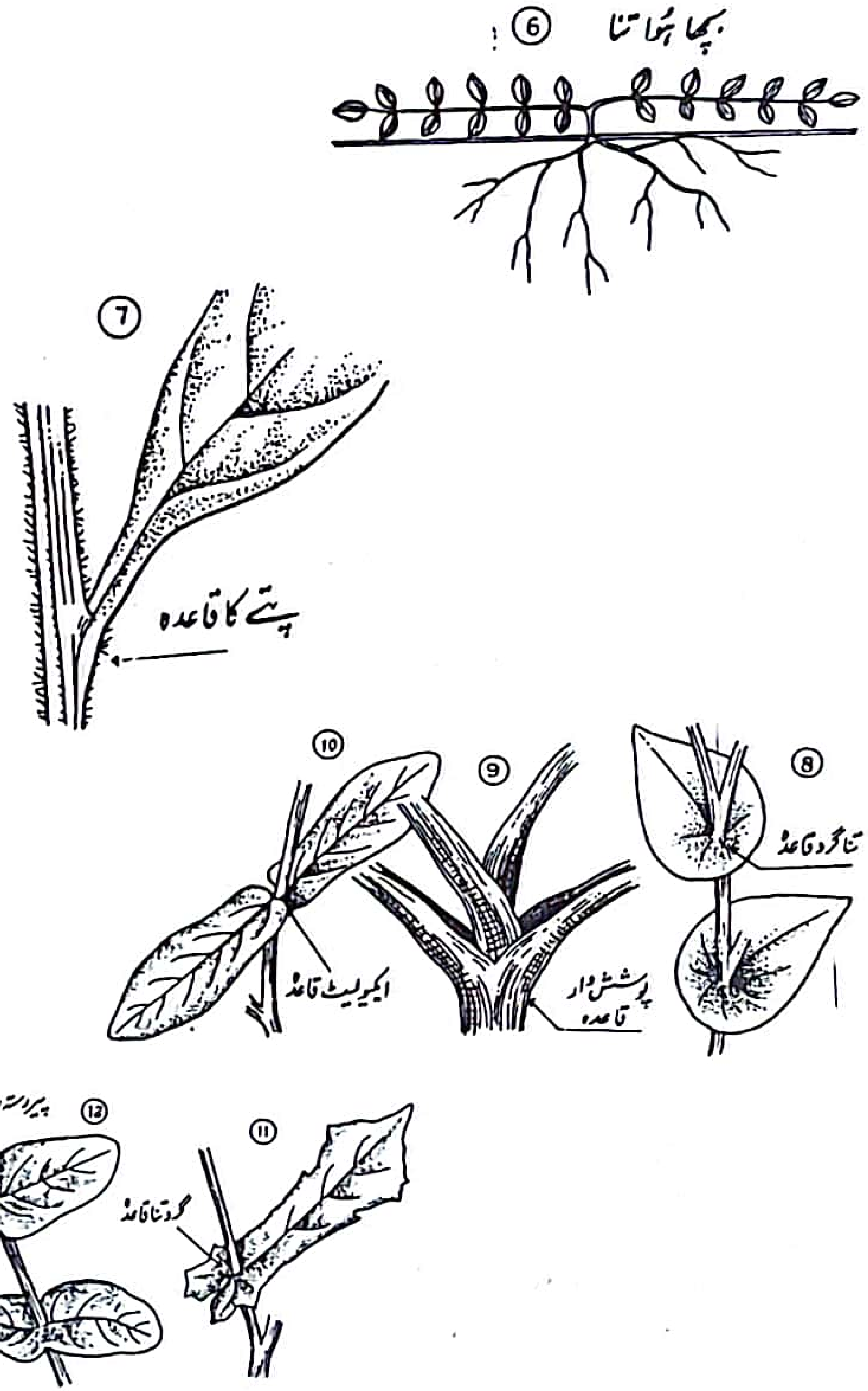

D

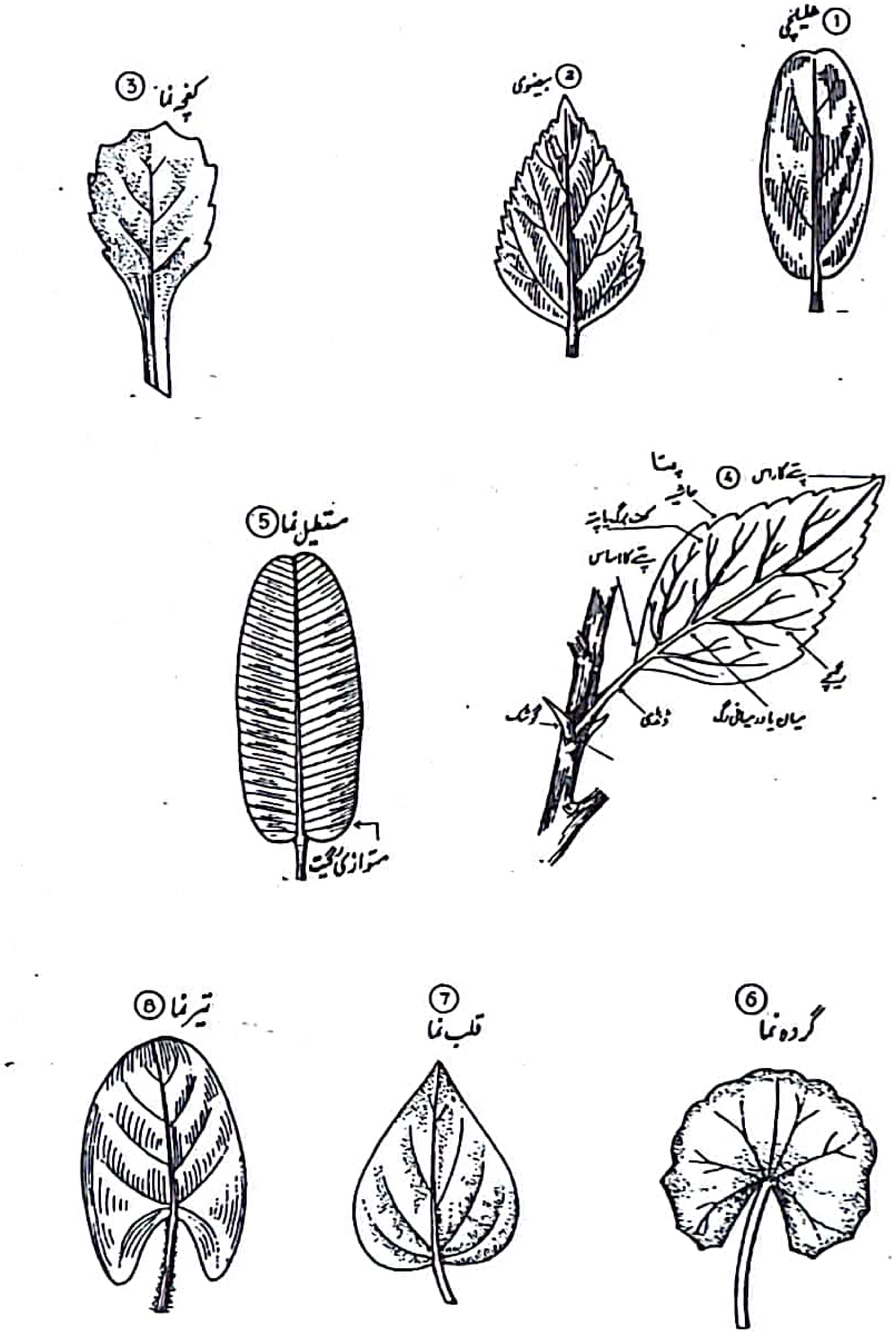

Scanned with CamScanner

D

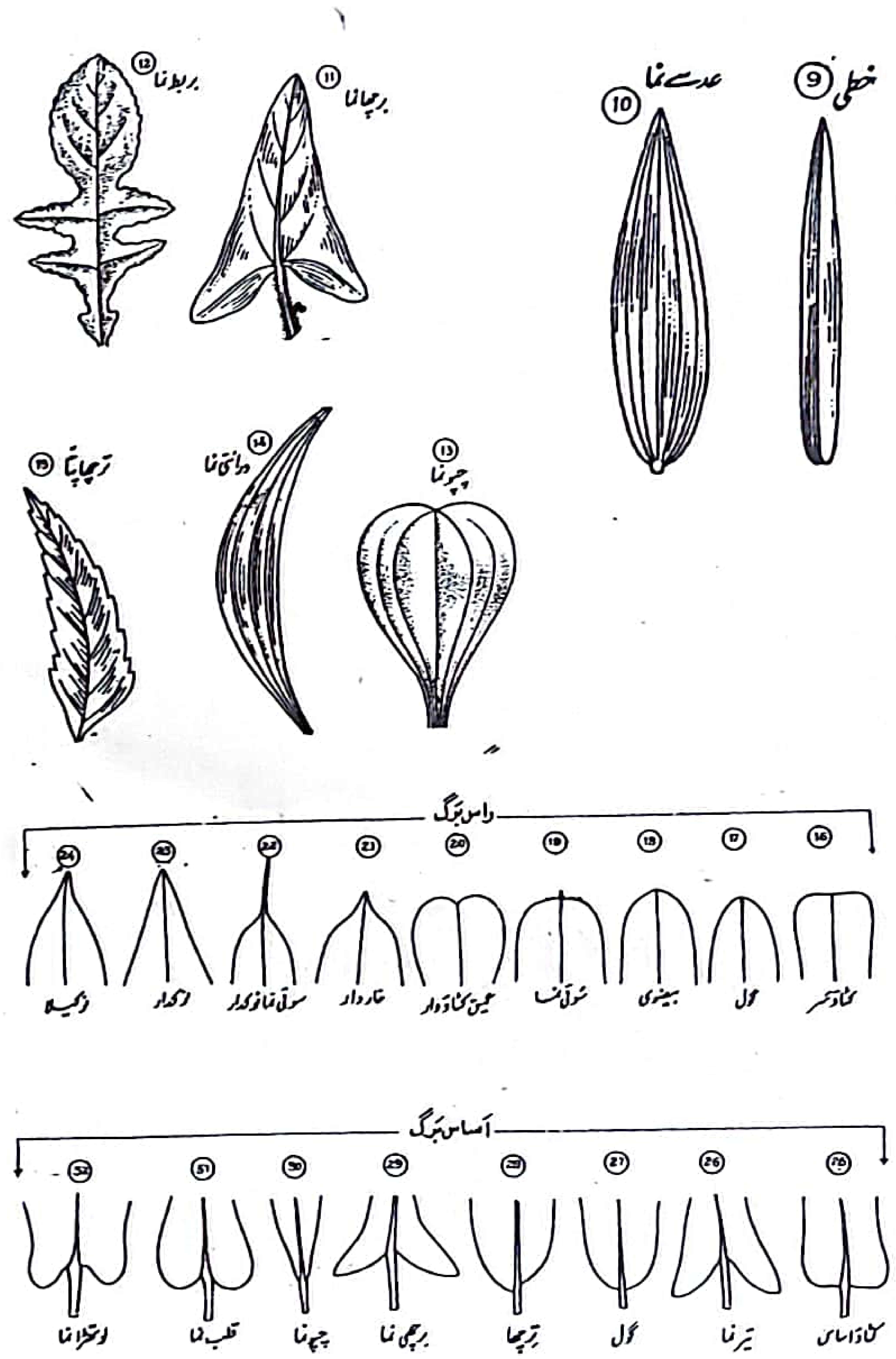

E

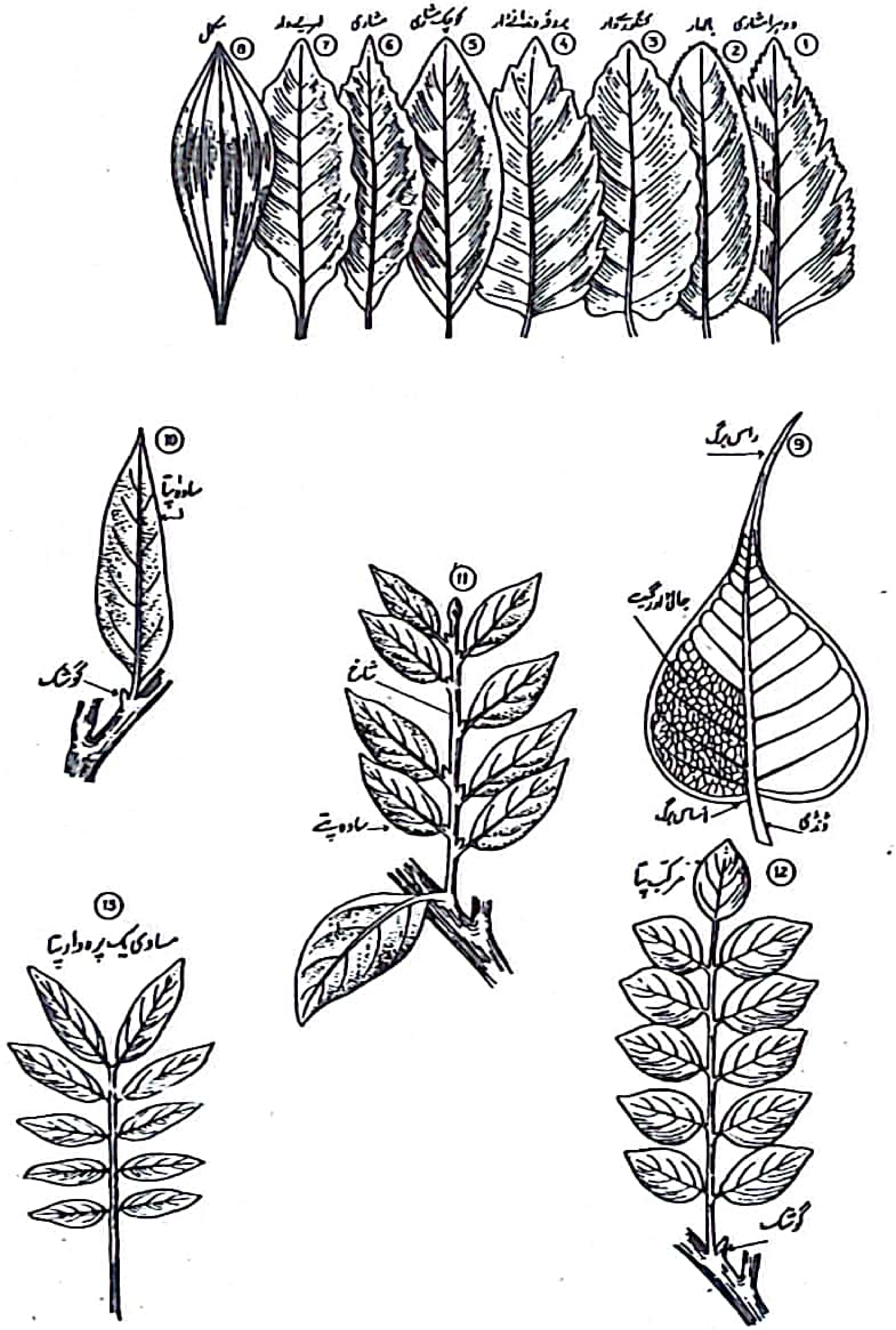

Scanned with CamScanner

E

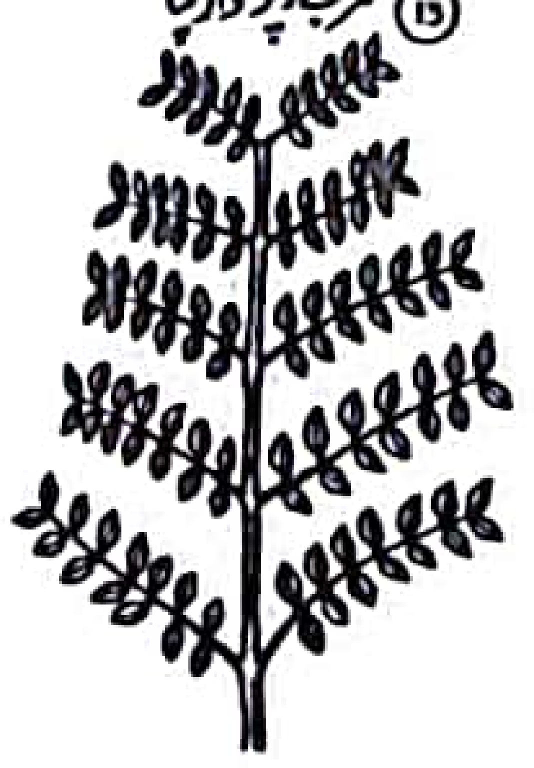

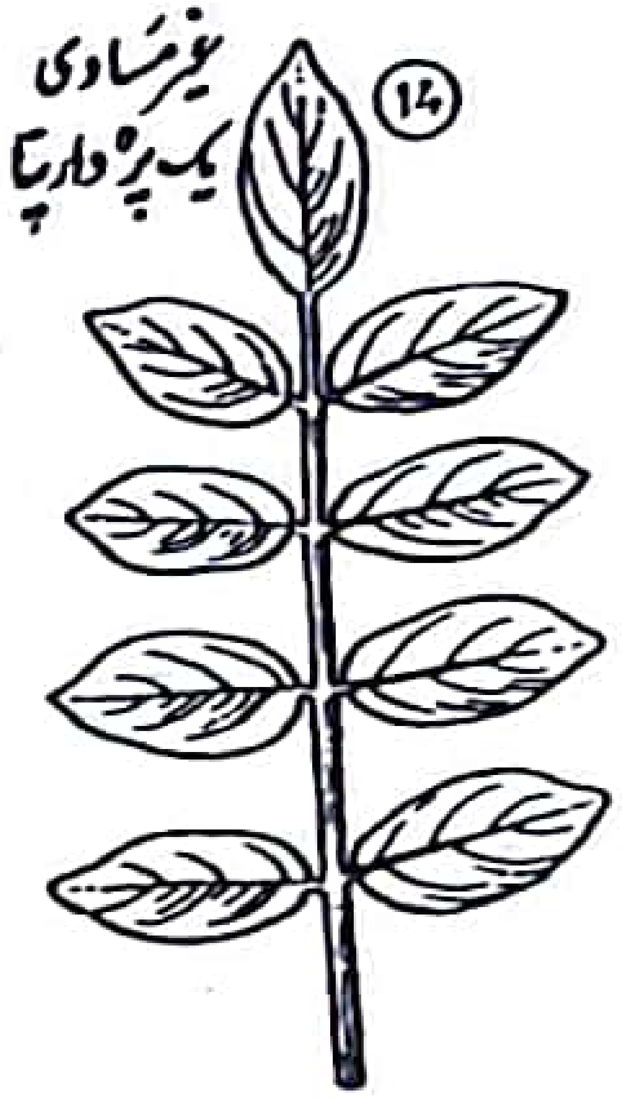

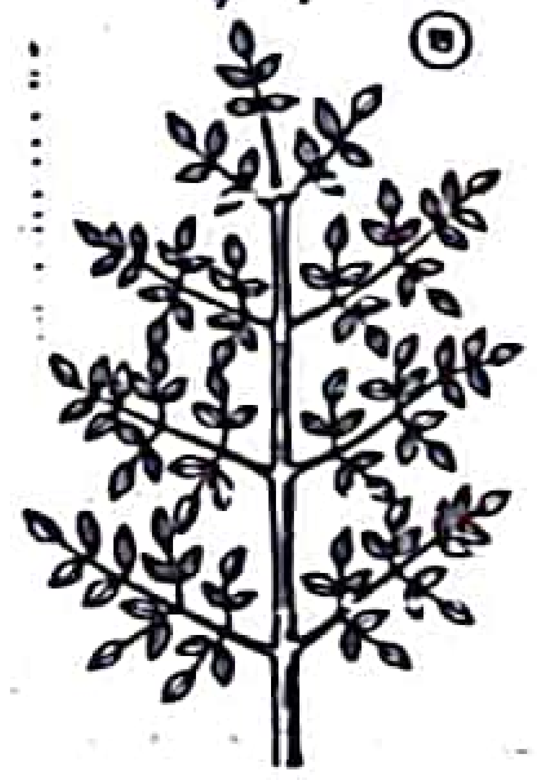

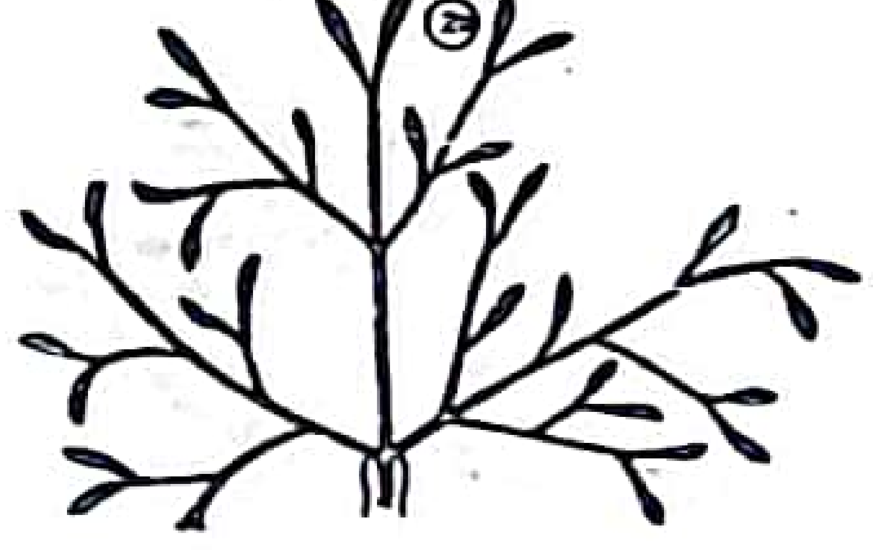

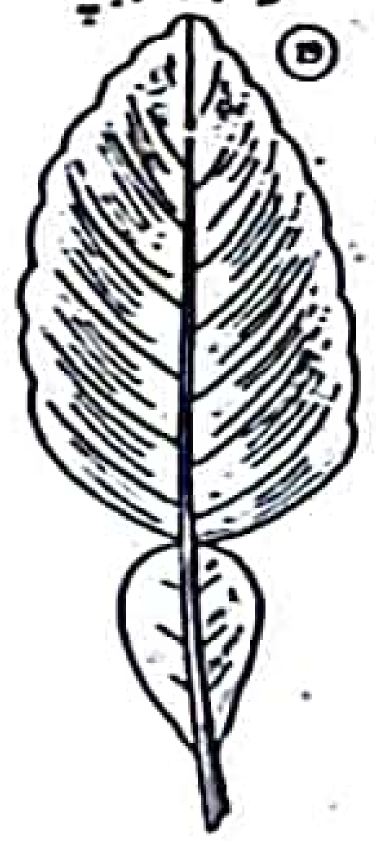

F

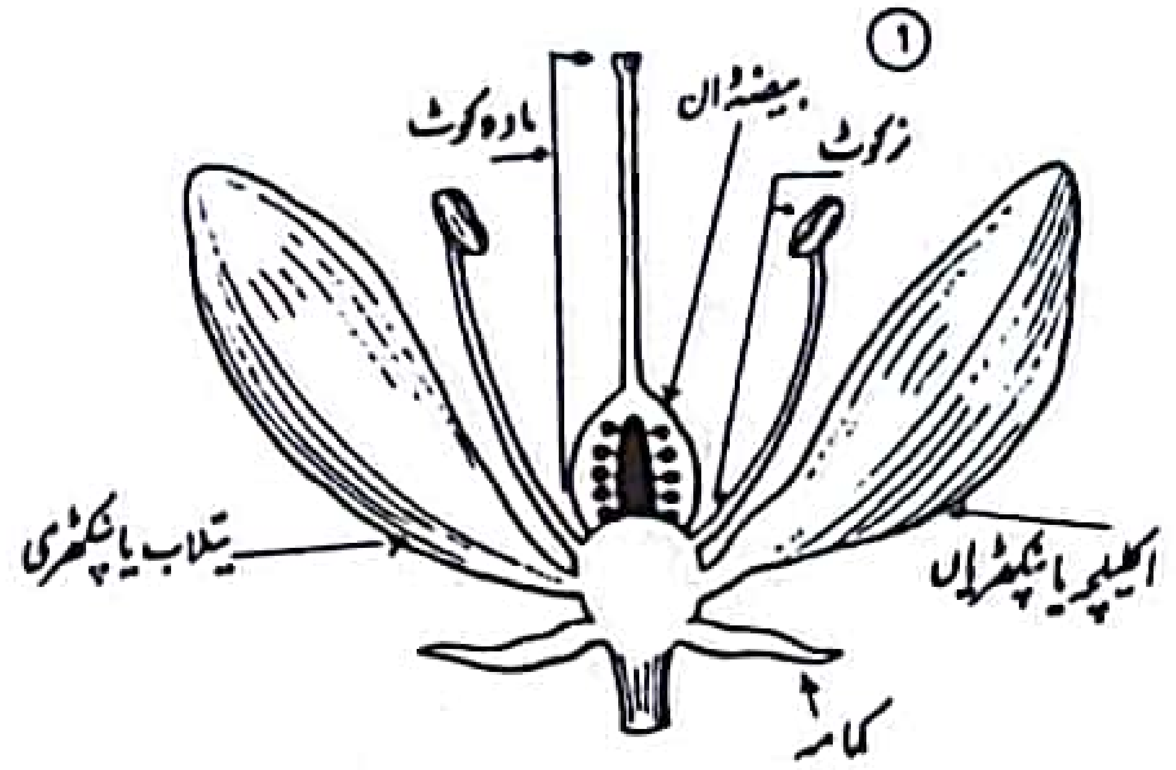

3 نر پھول
زیرے دان
زرتار

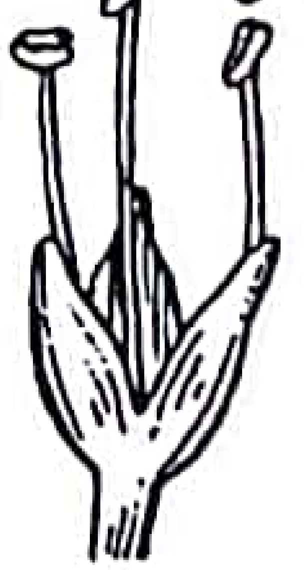

مادہ پھول

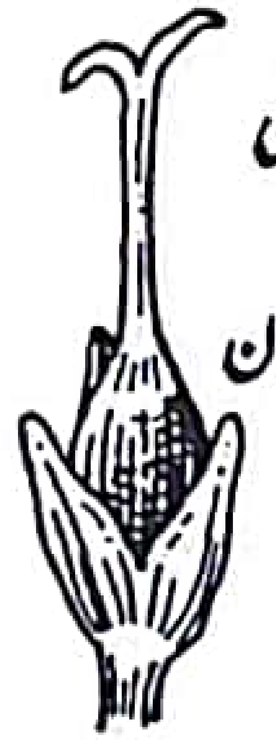

قلغی
4
بیضے دان

2 انجیر نما پھولداری
عرشہ یا خانہ گل

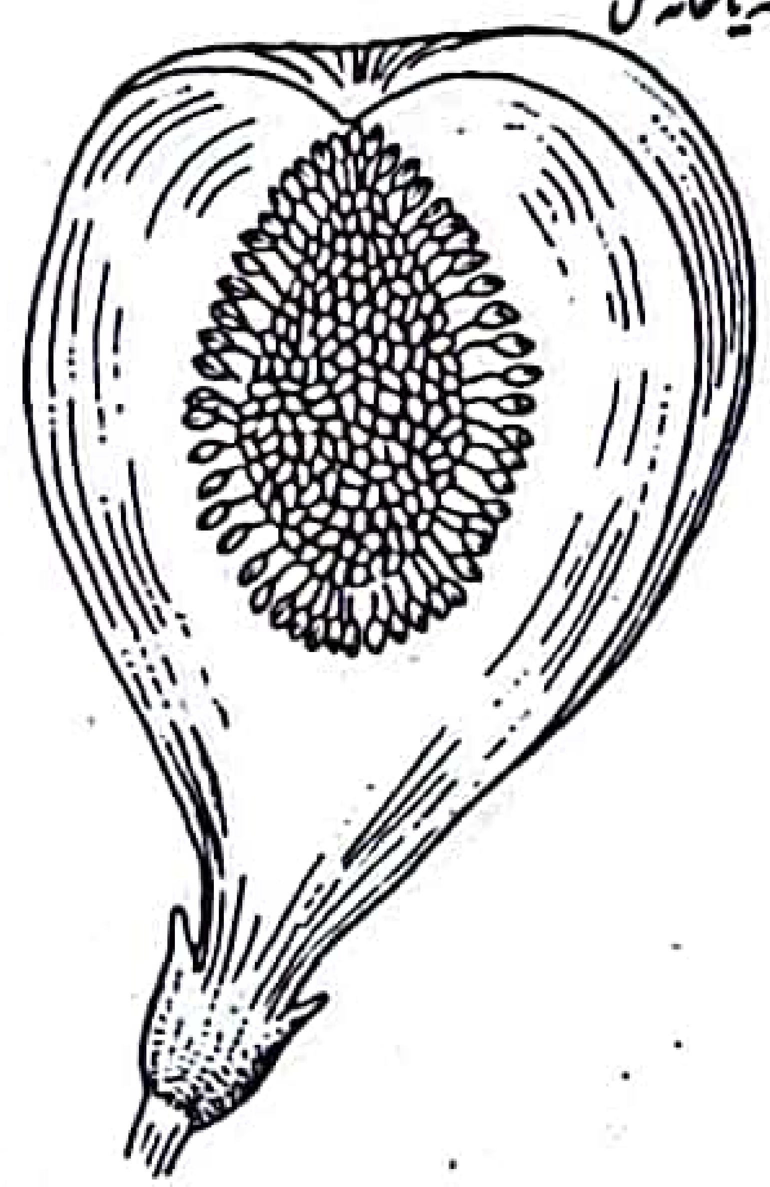

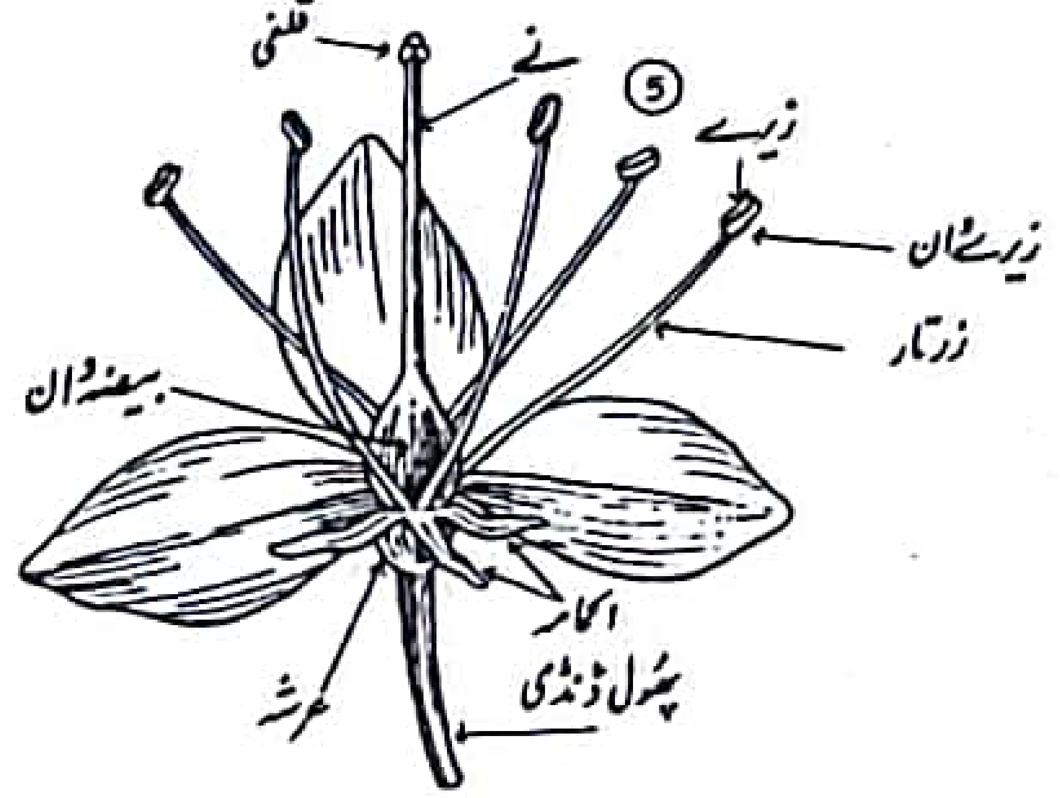

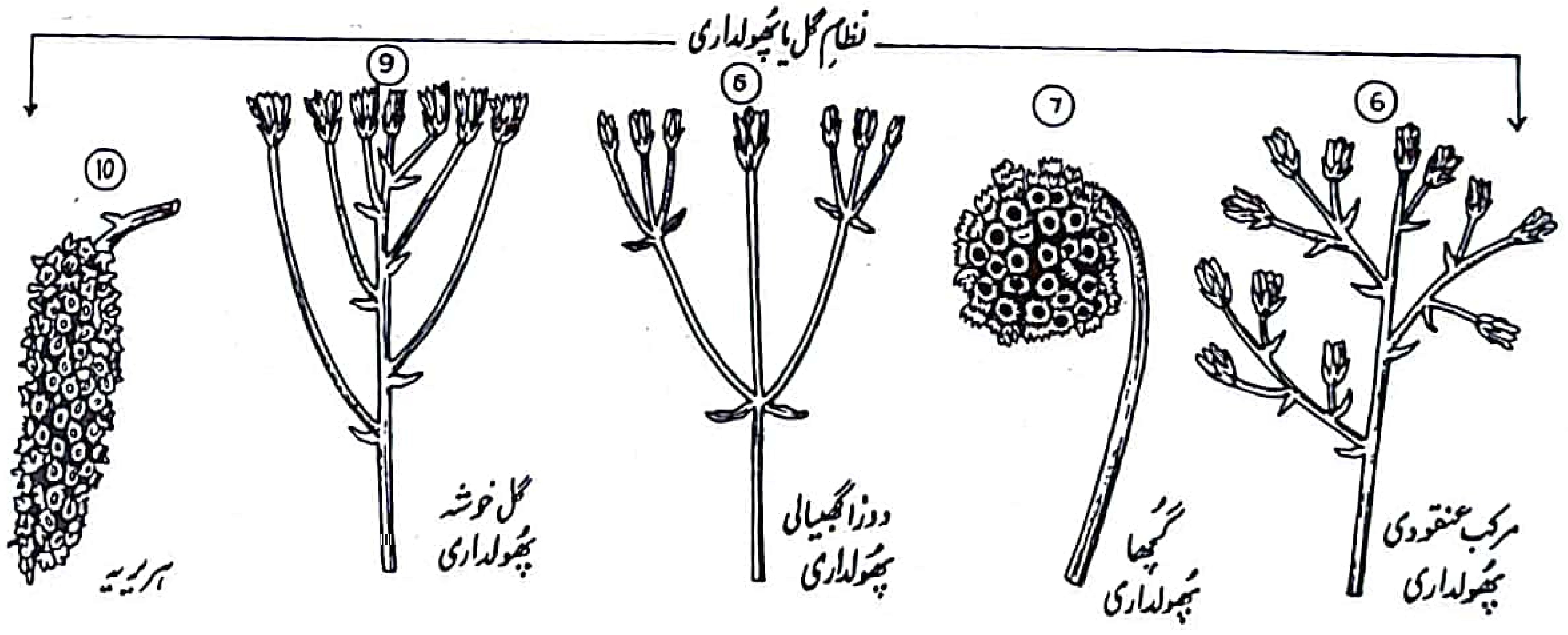
نظامِ گل یا پھولداری
6
مرکب عنقودی
پھولداری
7
گُچھا
پھولداری
8
دوزا گچھیالی
پھولداری
9
گل خوشہ
پھولداری
10
ہریریہ

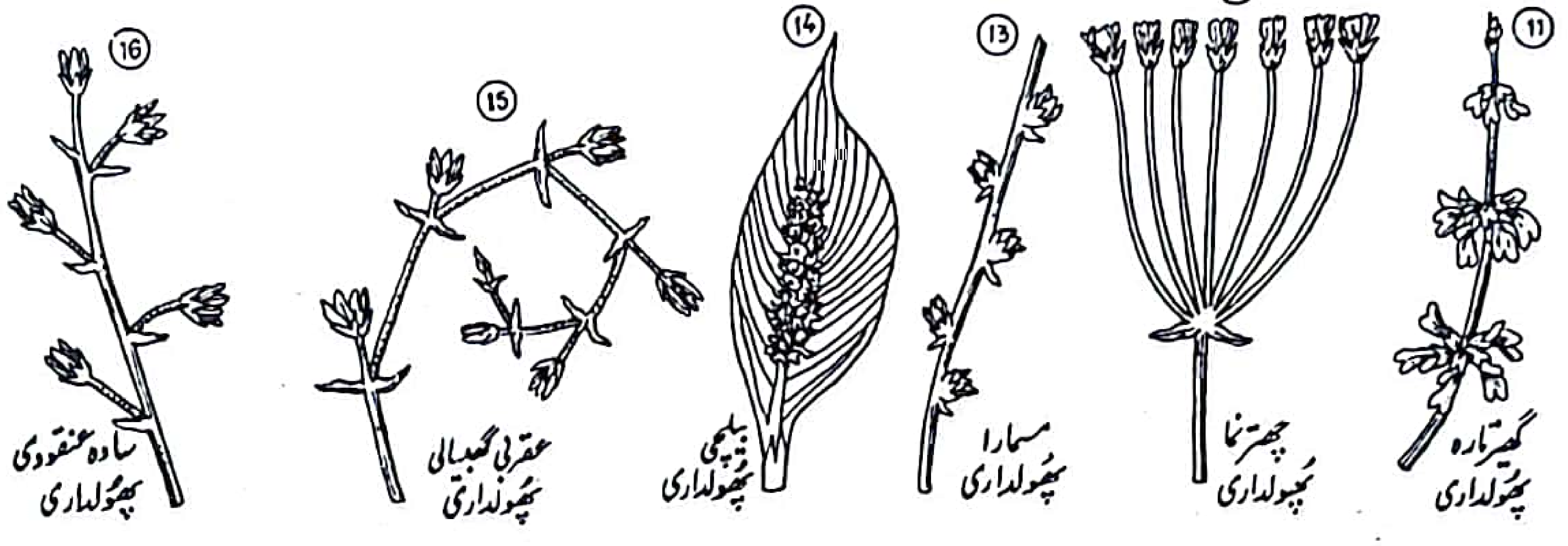
11
گھیرتارہ
پھولداری
12
چھترنما
پھولداری
13
مسمارا
پھولداری
14
بیلچی
پھولداری
15
عقربی گچھیالی
پھولداری
16
سادہ عنقودی
پھولداری

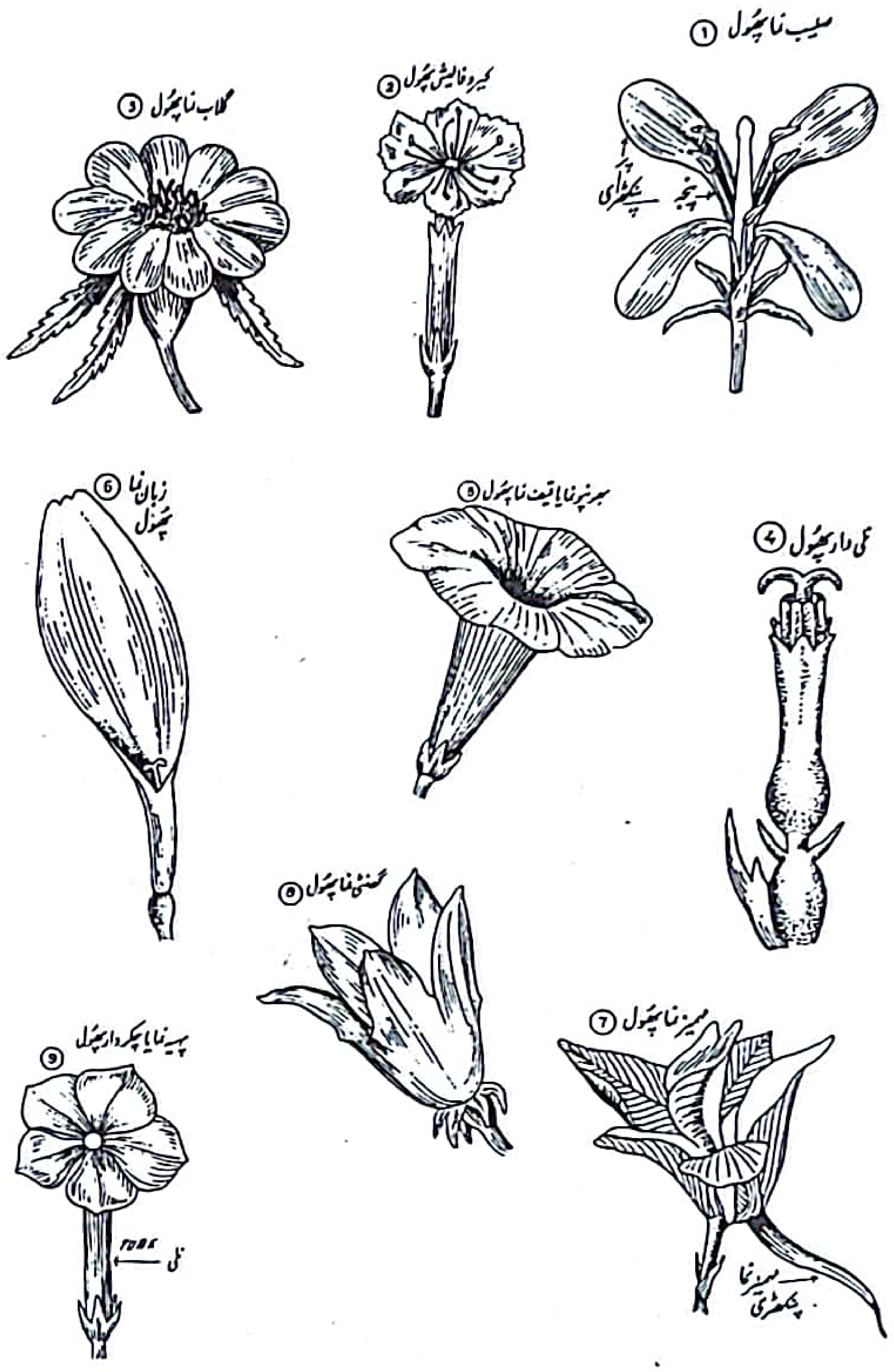
1
صلیب نما پھول
پنجہ
پنکھڑی
2
3
گلاب نما پھول
4
نلی دار پھول
5
بھنپو نما یا قیف نما پھول
6
زبان نما پھول
7
8
گھنٹی نما پھول
9
پہیہ نما یا چکردار پھول
نلی

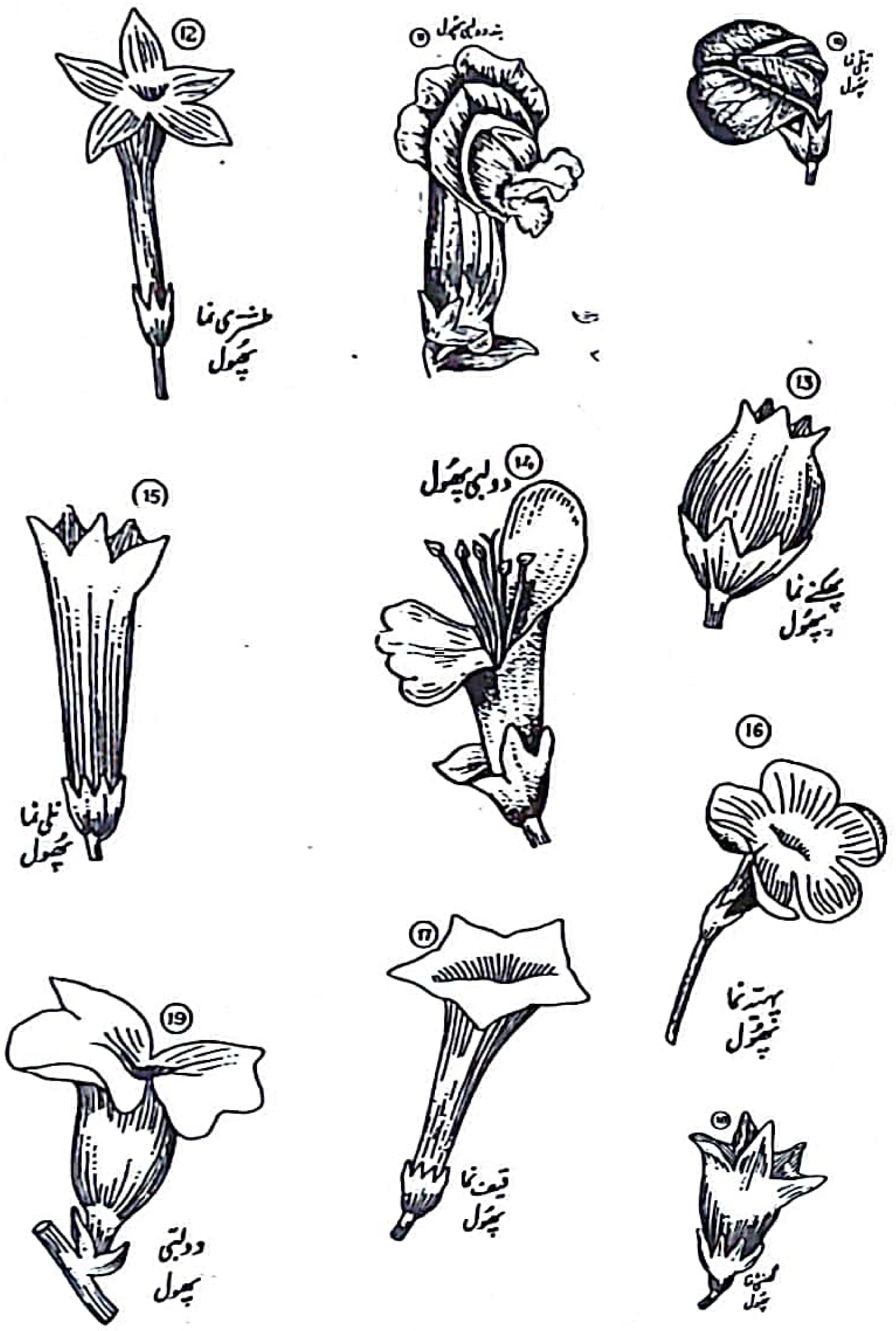
10
تتلی نما پھول
11
12
طشتری نما پھول
13
14
دو لبی پھول
15
نلی نما پھول
16
پہیہ نما پھول
17
قیف نما پھول
18
گھنٹی نما پھول
19
دو لبی پھول